وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

سیرتِ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ

جلد د

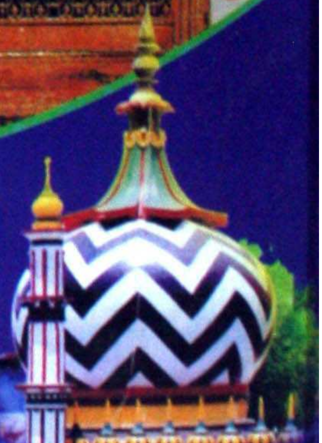


افادات

شیخ الاسلام والمسلمین

امام احمد رضا خاں محدّث بریلوی

رحمۃ اللہ علیہ



شبیر برادرز

وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین

تصانیفِ اعلیٰ حضرت سے ماخوذ سیرت الرسول ﷺ کا

عظیم علمی و تحقیقی مجموعہ

سیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانِ رحمت

افادات

شیخ الاسلام والمسلمین

امام احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

جمع و ترتیب

محمد عیسیٰ قادری رضوی

جلد دوم

شبیر برادرز

فون: 042-7246006

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

سیرتِ مصطفیٰ ﷺ جانِ رحمت

جلد 2

شیخ الاسلام والمسلمین رحمۃ اللہ علیہ

افادات	امام احمد رضا خان محدث بریلوی
جمع و ترتیب	محمد علی قادری رضوی
ناشر	ملک شبیر حسین
سن اشاعت	مئی 2007ء / ربیع الثانی 1428ھ
طابع	اشتیاق اے مشتاق پرنٹر لاہور
سرورق	فیضی گرافکس دربار مارکیٹ لاہور
قیمت	1600 روپے مکمل سیٹ

فہرست مضامین

مشمولات

● غزوات نبوی ● سلاطین کے نام خطوط ● فتح مکہ ● وفود العرب
● حجۃ الوداع ● وفات اقدس ● زیارت روضہ ● آثار و تبرکات
● شمائل و خصائل ● عبادات نبوی

فہرست مضامین

جلد دوم

مضامین	صفحات

مضامین	صفحات

مضامین	صفحات

مضامین	صفحات

مضامین	صفحات

مضامین	صفحات

مضامین	صفحات
غزوۂ تبوک	213

مضامین	صفحات

مضامین	صفحات

مضامین	صفحات

صفحات	مضامین

مضامین	صفحات

مضامین	صفحات

صفحات	مضامین

مضامین	صفحات

مضامین	صفحات

مضامین	صفحات

مضامین	صفحات

مضامین	صفحات

صفحات	مضامین

صفحات	مضامین

مضامین	صفحات

مضامین	صفحات

مضامین	صفحات

مضامین	صفحات

مضامین	صفحات

مضامین	صفحات

مضامین	صفحات

مضامین	صفحات

مضامین	صفحات

صفحات	مضامین

مضامین	صفحات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

غزوۂ دومۃ الجندل

تبارک سائق البقرات انی
رأیت اللہ یہدی کل ہاد

(بجیر طائی)

غزوۂ دومۃ الجندل ۵ھ

۵ھ میں غزوۂ دومۃ الجندل واقع ہوا۔ یہ اس پہاڑ کا نام ہے جو وہاں سے کوفہ تک دس منزل پر ہے اور دمشق تک بھی دس منزل ہیں۔

ارباب سیر کہتے ہیں کہ دومۃ الجندل ایک قلعہ کا نام ہے اس کی بنیاد پتھر پر رکھی گئی ہے، یہاں کی پیداوار کھجوریں اور جو ہیں۔ مواہب میں کہا گیا ہے کہ یہ ایک شہر ہے اس کے اور دمشق کے درمیان پانچ رات کی مسافت ہے اور مدینہ منورہ سے پندرہ وسولہ راتوں کی مسافت ہے۔ یہ نام دومی بن اسماعیل کے نام پر ہے جس نے وہاں قیام کیا تھا، قاموس میں کہا گیا ہے کہ اسے ''دوما جندل'' بھی کہتے ہیں۔

غزوۂ دومۃ الجندل کا سبب

اس غزوہ کا سبب یہ تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں خبر پہنچی کہ اس سر زمین میں بہت بڑی جمعیت اکٹھی ہوئی ہے جو مسافروں کو تنگ کرتی ہے اور ظلم وتعدی کے ساتھ پیش آتی ہے اکیدر جو اس جگہ کا حاکم ہے نصرانی ہے وہ بہت بڑا لشکر جمع کر کے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقابلہ ومقاتلہ کے لیے کھڑا ہو گیا ہے۔

اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ہزار صحابہ کرام کے ساتھ تشریف لے چلے۔ سباع بن عرفطہ کو مدینہ میں خلیفہ بنایا اور راہ بتانے کے لیے راہبر کا تعین فرمایا اور سرکشوں کے قلع قمع فرمانے کے لیے روانہ ہو گئے۔ رات کو قطع مسافت فرماتے اور دن کو قیام فرماتے اور راستہ چھوڑ کر نزول فرماتے تھے جب ان شہروں کے نواح میں پہنچے تو راہبر نے عرض کیا کہ دشمنوں کے جانور اور مویشی قریب ہیں۔ وہ ان سب کو گھیر کر لے آئے، ان کے چرواہے بھاگ کھڑے ہوئے اور جدھر منہ اٹھا منتشر ہو گئے۔ اور حضور صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے میدان میں اقامت فرمائی اور وہاں کوئی باقی نہ رہا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہاں کئی دن توقف فرمایا اور ہر طرف لشکر کے چھوٹے چھوٹے رسالے (سرایا) بھیجے وہ ہر طرف پھیل گئے مگر کسی کو نہ پایا۔ البتہ محمد بن مسلمہ نے ایک شخص کو پکڑا اور اسے حضور کی بارگاہ میں لے آئے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے اس قوم کی خبر پوچھی اس نے کہا جب لشکر اسلام کے آنے کی خبر یہاں کے رہنے والوں کو پہنچی تو وہ تیزی کے ساتھ بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور یہ شخص ایمان لے آیا اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحیح وسالم اطمینان وسکون کے ساتھ غنیمت لے کر واپس آئے۔ اس سفر کی مدت ایک ماہ سے زیادہ تھی۔ (مولف) (مدارج النبوۃ جلد دوم)

بجیر طائی کے لیے حضور کی دعا

واقعۂ دومۃ الجندل میں بجیر طائی کے کلام سے متعلق امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

اکیدر بادشاہ دومۃ الجندل کے واقعہ میں حضرت بجیر طائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

تبارک سائق البقرات انی

رایت اللہ یہدی کل ھاد

سائق بقرات تو بلند وبالا ہے میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ ہر ہدایت چاہنے والے کو ہدایت دیتا ہے۔ (مولف)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا کلام پسند فرمایا اور فرمایا: **لا یفضض اللہ فاک.**

اللہ تیرا منھ بے دنداں نہ کرے۔ نوے برس جیے کسی دانت کو جنبش نہ ہوئی۔ اسے ابن السکن وابو نعیم وابن مندہ نے روایت کیا۔ (فقہ شہنشاہ)

غزوۂ مریسیع

ان الذین جاء و بالافک عصبۃ منکم لا تحسبوہ شرا لکم بل ھو خیر لکم لکل امرئ منھم ما اکتسب من
الاثم و الذی تولی کبرہ منھم لھم عذاب عظیم

تمھارا پردہ کھول دیا بیشک وہ کہ یہ بڑا بہتان لائے ہیں تمھیں میں کی ایک جماعت اسے اپنے لیے برا نہ سمجھو
بلکہ وہ تمھارے لیے بہتر ہے ان میں ہر شخص کے لیے وہ گناہ ہے جو اس نے کمایا اور ان میں وہ جس نے سب
سے بڑا حصہ لیا اس کے لیے بڑا عذاب ہے۔ (النور:١١)

غزوۂ مریسیع ۵ھ

اس کا دوسرا نام "غزوۂ بنی المصطلق" بھی ہے۔ "مریسیع" ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ سے آٹھ منزل دور ہے قبیلہ خزاعہ کا ایک خاندان "بنوالمصطلق" یہاں آباد تھا اور اس قبیلہ کا سردار حارث بن ضرار تھا اس نے بھی مدینہ پر فوج کشی کے لیے لشکر جمع کیا تھا۔ جب یہ خبر مدینہ پہنچی تو ۲ ر شعبان ۵ھ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ پر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا خلیفہ بنا کر لشکر کے ساتھ روانہ ہوئے۔

اس غزوہ میں حضرت بی بی عائشہ اور حضرت بی بی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی آپ کے ساتھ تھیں۔ جب حارث بن ضرار کو آپ کی تشریف آوری کی خبر ہوگئی تو اس پر ایسی دہشت سوار ہوگئی کہ وہ اور اس کی فوج بھاگ کر منتشر ہوگئی مگر خود مریسیع کے باشندوں نے لشکر اسلام کا سامنا کیا اور جم کر مسلمانوں پر تیر برسانے لگے لیکن جب مسلمانوں نے ایک ساتھ مل کر حملہ کر دیا تو دس کفار مارے گئے اور ایک مسلمان بھی شہادت سے سرفراز ہوئے باقی سب کفار گرفتار ہوگئے جن کی تعداد سات سو سے زائد تھی۔ دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں مال غنیمت میں صحابہ کرام کے ہاتھ آئیں۔

غزوۂ مریسیع میں کوئی خاص جنگ تو نہیں ہوئی مگر اس جنگ میں بعض ایسے اہم واقعات درپیش ہوئے کہ یہ غزوہ تاریخ نبوی کا ایک بہت ہی اہم عنوان بن گیا ہے۔ ان مشہور واقعات میں سے چند یہ ہیں:

منافقین کی شرارت

اس جنگ میں مال غنیمت کے لالچ سے بہت سے منافقین بھی شریک ہوگئے تھے۔ ایک دن پانی لینے پر ایک مہاجر اور ایک انصاری میں کچھ تکرار ہوگئی۔ مہاجر نے بلند آواز سے یا للمہاجرین (اے

مہاجرو فریاد ہے) اور انصار نے یــا لــلانصــار (اے انصار یو فریاد ہے) کا نعرہ مارا، یہ نعرہ سنتے ہی انصار و مہاجرین دوڑ پڑے اور اس قدر بات بڑھ گئی کہ آپس میں جنگ کی نوبت آ گئی۔

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کو شرارت کا ایک موقع مل گیا اس نے اشتعال دلانے کے لیے انصاریوں سے کہا کہ لو، یہ تو وہی مثل ہوئی کہ سـمـن کلبک لیا کلک (تم اپنے کتے کو فربہ کرو تا کہ وہ تمھیں کو کھا ڈالے) تم انصاریوں ہی نے ان مہاجرین کا حوصلہ بڑھا دیا ہے لہٰذا اب ان مہاجرین کی مالی امداد و مدد بالکل بند کر دو۔ یہ لوگ ذلیل و خوار ہیں اور ہم انصار عزت دار ہیں اگر ہم مدینہ پہنچے تو یقیناً ان ذلیل لوگوں کو مدینہ سے نکال باہر کر دیں گے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب اس ہنگامہ کا شور و غوغا سنا تو انصار و مہاجرین سے فرمایا کہ کیا تم لوگ زمانۂ جاہلیت کی نعرہ بازی کر رہے ہو؟ جمال نبوت دیکھتے ہی انصار و مہاجرین برف کی طرح ٹھنڈے پڑ گئے اور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چند فقروں نے محبت کا ایسا دریا بہا دیا کہ پھر انصار و مہاجرین شیر و شکر کی طرح گھل مل گئے۔ دیکھیے

جب عبداللہ بن ابی کی بیہودہ بات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کان میں پڑی تو وہ اس قدر طیش میں آ گئے کہ ننگی تلوار لے کر آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہایت نرمی کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ اے عمر! خبردار ایسا نہ کرو ورنہ کفار میں یہ خبر پھیل جائے گی کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اپنے ساتھیوں کو بھی قتل کرنے لگے ہیں۔ یہ سن کر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالکل ہی خاموش ہو گئے مگر اس خبر کا پورے لشکر میں چرچا ہو گیا۔

یہ عجیب بات ہے کہ عبداللہ بن ابی جتنا بڑا اسلام اور بانی اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دشمن تھا اس سے کہیں بڑھ کر اس کے بیٹے اسلام کے سچے شیدائی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جاں نثار صحابی تھے۔

ان کا نام بھی عبداللہ تھا جب اپنے باپ کی بکواس کا پتہ چلا تو وہ غیظ وغضب میں بھرے ہوئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ اگر آپ میرے باپ کے قتل کو پسند فرماتے ہوں تو میری تمنا ہے کہ کسی دوسرے کی بجائے میں خود اپنی تلوار سے اپنے باپ کا سر کاٹ کر آپ کے قدموں میں ڈال دوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں ہرگز نہیں میں تمھارے باپ کے ساتھ کبھی بھی کوئی برا سلوک نہیں کروں گا۔

اور ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ مدینہ کے قریب وادی عقیق میں وہ اپنے باپ عبداللہ بن ابی کا راستہ روک کر کھڑے ہو گئے اور کہا کہ تم نے مہاجرین اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ذلیل کہا ہے خدا کی قسم میں اس وقت تک تم کو مدینہ میں داخل نہیں ہونے دوں گا جب تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اجازت عطا نہ فرمائیں اور جب تک تم اپنی زبان سے یہ نہ کہو کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام اولاد آدم میں سب سے زیادہ عزت والے ہیں۔ اور تم سارے جہان میں سب سے زیادہ ذلیل ہو۔ تمام لوگ انتہائی حیرت اور تعجب کے ساتھ یہ منظر دیکھ رہے تھے جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں پہنچے اور یہ دیکھا کہ بیٹا باپ کا راستہ روکے ہوئے کھڑا ہے اور عبداللہ بن ابی زور زور سے کہہ رہا ہے کہ میں سب سے زیادہ ذلیل ہوں اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے زیادہ عزت دار ہیں آپ نے یہ دیکھتے ہی حکم دیا کہ اس کا راستہ چھوڑ دو تا کہ یہ مدینہ میں داخل ہو جائے۔

حضرت جویریہ سے نکاح

غزوۂ مریسیع کی جنگ میں جو کفار مسلمانوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے ان میں سردار قوم حارث بن ضرار کی بیٹی حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی تھیں۔ جب تمام قیدی لونڈی غلام بنا کر مجاہدین اسلام میں تقسیم کر دیے گئے تو حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصہ میں آئیں انھوں نے حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ کہہ دیا کہ تم مجھے اتنی رقم دے دو تو میں تمھیں

آزاد کر دوں گا۔ حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس رقم نہیں تھی وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں اپنے قبیلے کے سردار حارث بن ضرار کی بیٹی ہوں اور میں مسلمان ہو چکی ہوں حضرت ثابت بن قیس نے اتنی رقم لے کر مجھے آزاد کر دینے کا وعدہ کر لیا ہے آپ میری امداد فرمائیں تاکہ میں یہ رقم ادا کر کے آزاد ہو جاؤں آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں اس سے بہتر سلوک تمھارے ساتھ کروں تو کیا تم منظور کر لوگی؟ انھوں نے پوچھا کہ وہ کیا ہے؟

آپ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ میں خود تنہا تمھاری طرف سے ساری رقم ادا کر دوں اور تم کو آزاد کر کے میں تم سے نکاح کر لوں تاکہ تمھارا خاندانی اعزاز و وقار برقرار رہ جائے۔ حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خوشی خوشی اس کو منظور کر لیا چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ساری رقم اپنے پاس سے ادا فرما کر حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمالیا۔

جب یہ خبر لشکر میں پھیل گئی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمالیا تو مجاہدین اسلام کے لشکر میں اس خاندان کے جتنے لونڈی غلام تھے مجاہدین نے سب کو فوراً ہی آزاد کر کے رہا کر دیا اور لشکر اسلام کا ہر سپاہی یہ کہنے لگا کہ جس خاندان میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شادی کر لی اس خاندان کا کوئی آدمی لونڈی غلام نہیں رہ سکتا۔

اور حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہنے لگیں کہ ہم نے کسی عورت کا نکاح حضرت جویریہ کے نکاح سے بڑھ کر خیر و برکت والا نہیں دیکھا کہ اس کی وجہ سے تمام خاندان بنی المصطلق کو غلامی سے آزادی نصیب ہو گئی۔

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اصلی نام ''برہ'' تھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس نام کو بدل کر ''جویریہ'' نام رکھا۔

واقعہ افک

اسی غزوہ سے جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ واپس آنے لگے تو ایک منزل پر رات میں پڑاؤ کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک بند ہودج میں سوار ہو کر سفر کرتی تھیں اور چند مخصوص آدمی اس ہودج کو اونٹ پر لادنے اور اتارنے کے لیے مقرر تھے۔ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا لشکر کی روانگی سے کچھ پہلے لشکر سے باہر رفع حاجت کے لیے تشریف لے گئیں جب واپس ہوئیں تو دیکھا کہ ان کے گلے کا ہار کہیں ٹوٹ کر گر پڑا ہے وہ دوبارہ اس ہار کی تلاش میں لشکر سے باہر چلی گئیں اس مرتبہ واپسی میں کچھ دیر لگ گئی اور لشکر روانہ ہو گیا۔ آپ کا ہودج لادنے والوں نے یہ خیال کر کے کہ ام المومنین ہودج کے اندر تشریف فرما ہیں ہودج کو اونٹ پر لاد دیا اور پورا قافلہ منزل سے روانہ ہو گیا۔

جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا منزل پر واپس آئیں تو یہاں کوئی آدمی موجود نہیں تھا، تنہائی سے سخت گھبرائیں اور اندھیری رات میں اکیلے چلنا بھی خطرناک تھا اس لیے وہ یہ سوچ کر وہیں لیٹ گئیں کہ جب اگلی منزل پر لوگ مجھے نہ پائیں گے، تو ضرور ہی میری تلاش میں یہاں آئیں گے وہ لیٹی لیٹی سو گئیں۔

ایک صحابی جن کا نام حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا وہ ہمیشہ لشکر کے پیچھے پیچھے اس خیال سے چلا کرتے تھے تا کہ لشکر کا گرا پڑا سامان اٹھاتے چلیں وہ جب اس منزل پر پہنچے تو حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھا اور چوں کہ پردہ کی آیت نازل ہونے سے پہلے وہ بارہا ام المومنین کو دیکھ چکے تھے اس لیے دیکھتے ہی پہچان لیا اور انھیں مردہ سمجھ کر انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا۔ اس آواز سے وہ جاگ اٹھیں۔ حضرت صفوان بن معطل سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً ہی ان کو اپنے اونٹ پر سوار کر لیا اور خود اونٹ کی مہار تھام کر پیدل چلتے ہوئے اگلی منزل پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے۔

منافقوں کے سردار عبد اللہ بن ابی نے اس واقعہ کو حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت

لگانے کا ذریعہ بنالیا اور خوب خوب اس تہمت کا چرچا کیا یہاں تک کہ مدینہ میں اس منافق نے اس شرمناک تہمت کو اس قدر اچھالا اور اتنا شور وغل مچایا کہ مدینہ میں ہر طرف اس افترا اور تہمت کا چرچا ہونے لگا۔ اور بعض مسلمان مثلاً حضرت حسان بن ثابت اور حضرت مسطح بن اثاثہ اور حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی اس تہمت کو پھیلانے میں کچھ حصہ لیا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس شر انگیز تہمت سے بے حد رنج و صدمہ پہنچا اور مخلص مسلمانوں کو بھی انتہائی رنج و غم ہوا۔ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مدینہ پہنچتے ہی سخت بیمار ہو گئیں پردہ نشین تو تھیں ہی صاحب فراش ہو گئیں اور انھیں اس تہمت تراشی کی بالکل خبر ہی نہیں ہوئی۔

گو کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاکدامنی کا پورا پورا علم ویقین تھا مگر چوں کہ اپنی بیوی کا معاملہ تھا اس لیے آپ نے اپنی طرف سے اپنی بیوی کی برأت اور پاکدامنی کا اعلان کرنا مناسب نہیں سمجھا اور وحی الٰہی کا انتظار فرمانے لگے اس درمیان آپ اپنے مخلص اصحاب سے اس معاملہ میں مشورہ فرماتے رہے تاکہ ان لوگوں کے خیالات کا پتہ چل سکے۔

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب آپ نے اس تہمت کے بارے میں گفتگو فرمائی تو انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ منافق یقیناً جھوٹے ہیں اس لیے کہ جب اللہ تعالیٰ کو یہ گوارا نہیں ہے کہ آپ کے جسم اطہر پر ایک مکھی بھی بیٹھ جائے کیوں کہ مکھی نجاست پر بیٹھتی ہے تو بھلا جو عورت ایسی برائی کی مرتکب ہو خداوند قدوس کب اور کیسے برداشت فرمائے گا کہ وہ آپ کی زوجیت میں رہ سکے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے سایہ کو زمین پر نہیں پڑنے دیا تاکہ اس پر کسی کا پاؤں نہ پڑ سکے تو بھلا اس معبود برحق کی غیرت کب

یہ گوارا کرے گی کہ کوئی انسان آپ کی زوجہ محترمہ کے ساتھ ایسی قباحت کا مرتکب ہو سکے؟

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ گزارش کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مرتبہ آپ کی نعلین اقدس میں نجاست لگ گئی تھی تو اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو بھیج کر آپ کو خبر دی کہ آپ اپنی نعلین مقدس اتار دیں اس لیے اگر بی بی عائشہ معاذ اللہ ایسی ہوتیں تو ضرور اللہ تعالیٰ آپ پر وحی نازل فرما دیتا کہ آپ ان کو اپنی زوجیت سے نکال دیں۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اس تہمت کی خبر سنی تو انھوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ اے بیوی! تو سچ بتا اگر حضرت صفوان بن معطل کی جگہ میں ہوتا تو کیا تو یہ گمان کر سکتی ہے کہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حرم پاک کے ساتھ ایسا کر سکتا تھا؟ تو ان کی بیوی نے جواب دیا کہ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جگہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیوی ہوتی تو خدا کی قسم میں کبھی ایسی خیانت نہیں کر سکتی تھی۔ وہ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو مجھ سے لاکھوں درجے بہتر ہیں اور حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بدرجہا تم سے بہتر ہیں بھلا کیوں کر ممکن ہے کہ یہ دونوں ایسی خیانت کر سکتے ہیں۔

بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس معاملہ میں حضرت علی اور اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے جب مشورہ طلب فرمایا تو حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے برجستہ کہا کہ **اهلک و لا نعلم الا خیرا.**

کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ آپ کی بیوی ہیں اور ہم انھیں اچھی ہی جانتے ہیں۔

اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ جواب دیا کہ یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ پر کوئی تنگی نہیں ڈالی ہے عورتیں ان کے سوا بہت ہیں اور آپ ان کے بارے میں ان کی لونڈی (حضرت بریرہ) سے

پوچھ لیں وہ آپ سے سچ سچ کہہ دے گی۔

حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جب آپ نے سوال فرمایا تو انھوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس ذات پاک کی قسم جس نے آپ کو رسول برحق بنا کر بھیجا ہے کہ میں نے حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں کوئی عیب نہیں دیکھا ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ وہ ابھی کمسن لڑکی ہیں وہ گوندھا ہوا آٹا چھوڑ کر سو جاتی ہیں اور بکری آ کر کھا ڈالتی ہے۔

پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ محترمہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت فرمایا جو حسن و جمال میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مثل تھیں تو انھوں نے قسم کھا کر یہ عرض کیا کہ یارسول اللہ

احمی سمعی و بصری و اللہ ما علمت الا خیرا.

میں اپنے کان اور آنکھ کی حفاظت کرتی ہوں خدا کی قسم میں تو حضرت بی بی عائشہ کو اچھی ہی جانتی ہوں۔

اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دن منبر پر کھڑے ہو کر مسلمانوں سے فرمایا کہ اس شخص کی طرف سے مجھے کون معذور سمجھے گا یا میری مدد کرے گا جس نے میری بیوی پر بہتان تراشی کر کے میری دل آزاری کی ہے۔

و اللہ ما علمت علی اھلی الا خیرا.

خدا کی قسم میں اپنی بیوی کو ہر طرح کی اچھی ہی جانتا ہوں۔

و لقد ذکروا رجلا ما علمت علیہ الا خیرا.

اوران لوگوں (منافقوں) نے (اس بہتان میں) ایک ایسے مرد (صفوان بن معطل) کا ذکر کیا ہے جس کو میں بالکل اچھا ہی جانتا ہوں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برسر منبر اس تقریر سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ اور حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں کی برأت وطہارت اور عفت و پاکدامنی کا پورا پورا علم اور یقین تھا اور وحی نازل ہونے سے پہلے ہی آپ کو یقینی طور پر معلوم تھا کہ منافق جھوٹے اور ام المومنین پاکدامن ہیں۔ ورنہ آپ برسر منبر قسم کھا کر ان دونوں کی اچھائی کا مجمع عام میں ہرگز اعلان نہ فرماتے مگر پہلے ہی اعلان عام نہ فرمانے کی وجہ یہ تھی کہ اپنی بیوی کی پاکدامنی کا اپنی زبان سے اعلان کرنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مناسب نہیں سمجھتے تھے۔ جب حد سے زیادہ منافقین نے شور وغوغا شروع کر دیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منبر پر اپنے خیال اقدس کا اظہار فرما دیا مگر اب بھی اعلان عام کے لیے آپ کو وحی الٰہی کا انتظار ہی رہا۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سفر سے آتے ہی بیمار ہو کر صاحب فراش ہو گئی تھیں اس لیے وہ اس بہتان کے طوفان سے بالکل ہی بے خبر تھیں جب اُنھیں مرض سے کچھ صحت حاصل ہوئی اور وہ ایک رات حضرت ام مسطح صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ رفع حاجت کے لیے صحرا میں تشریف لے گئیں تو ان کی زبانی انھوں نے اس دلخراش اور روح فرسا خبر کو سنا جس سے انھیں بڑا دھچکا لگا اور وہ شدت رنج وغم سے نڈھال ہو گئیں چنانچہ ان کی بیماری میں مزید اضافہ ہو گیا اور وہ دن رات بلک بلک کر روتی رہیں۔

آخر جب ان سے یہ صدمہ جانکاہ برداشت نہ ہو سکا تو وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت لے کر اپنی والدہ کے گھر چلی گئیں اور اس منحوس خبر کا تذکرہ اپنی والدہ سے کیا، ماں نے کافی تسلی وتشفی دی مگر یہ برابر لگاتار روتی ہی رہیں۔ اسی حالت میں ناگہاں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا

کہ اے عائشہ! تمھارے بارے میں ایسی خبر اڑائی گئی ہے اگر تم پاکدامن ہو اور یہ خبر جھوٹی ہے تو عنقریب خداوند تعالیٰ تمھاری برأت کا بذریعہ وحی اعلان فرمادے گا ورنہ تم توبہ و استغفار کرلو۔ کیوں کہ جب کوئی بندہ خدا سے توبہ کرتا ہے اور بخشش مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف فرمادیتا ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ گفتگو سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے آنسو بالکل تھم گئے اور انھوں نے اپنے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جواب دیجیے تو انھوں نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کیا جواب دوں؟ پھر انھوں نے ماں سے جواب دینے کی درخواست کی تو ان کی ماں نے بھی یہی کہا۔

پھر خود حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ جواب دیا کہ لوگوں نے جو ایک بے بنیاد بات اڑائی ہے اور یہ لوگوں کے دلوں میں بیٹھ چکی ہے اور کچھ لوگ اس کو سچ سمجھ چکے ہیں اس صورت میں اگر میں یہ کہوں کہ میں پاکدامن ہوں تو لوگ اس کی تصدیق نہیں کریں گے اور اگر میں اس برائی کا اقرار کرلوں تو سب مان لیں گے حالاں کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں اس الزام سے بری اور پاکدامن ہوں۔ اس وقت میری مثال حضرت یوسف علیہ السلام کے باپ (حضرت یعقوب علیہ السلام) جیسی ہے لہٰذا میں بھی وہی کہتی ہوں جو انھوں نے کہا تھا **فصبر جمیل واللہ المستعان علی ما تصفون** یہ کہتی ہوئی انھوں نے کروٹ بدل کر منہ پھیرلیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں اس تہمت سے بری اور پاکدامن ہوں۔ اور مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ضرور میری برأت کو ظاہر فرمادے گا۔

حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جواب سن کر ابھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی جگہ سے اٹھے بھی نہ تھے اور ہر شخص اپنی اپنی جگہ پر بیٹھا ہی ہوا تھا کہ ناگہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے لگی اور آپ پر نزول وحی کے وقت کی بے چینی شروع ہوگئی اور باوجودیکہ شدید سردی کا وقت تھا مگر پسینے کے قطرات موتیوں کی طرح آپ کے بدن سے ٹپکنے لگے جب وحی اتر چکی تو ہنستے ہوئے حضور صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ تم خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے اس کی حمد کرو کہ اس نے تمھاری برأت اور پاکدامنی کا اعلان فرمادیا اور پھر آپ نے قرآن کی سورۂ نور میں سے دس آیتوں کی تلاوت فرمائی جو ان الذین جاؤ بالافک سے شروع ہوکر و ان اللہ روف رحیم پر ختم ہوتی ہیں۔

ان آیات کے نازل ہوجانے کے بعد منافقوں کا منھ کالا ہوگیا اور حضرت ام المومنین بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاکدامنی کا آفتاب اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ اس طرح چمک اٹھا کہ قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے دلوں کی دنیا میں نور ایمان سے اجالا ہوگیا۔

پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں ایک خطبہ پڑھا اور سورۂ نور کی آیتیں تلاوت فرما کر مجمع عام میں سنادیں اور تہمت لگانے والوں میں سے حضرت حسان بن ثابت و حضرت مسطح بن اثاثہ و حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی ان چاروں کو حد قذف کی سزا میں اسی اسی درے مارے گئے۔ (مولف) (مدارج النبوۃ جلد دوم، سیرت مصطفیٰ)

غزوۂ بنی المصطلق میں نمازیں

غزوۂ بنی المصطلق میں دو نمازوں کو ایک ساتھ مگر اپنے اپنے وقت پر ادا کرنے سے متعلق امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے تحریر فرمایا ہے :

احمد وابن ابی شیبہ بطریق حجاج بن ارطاۃ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی :

قال جمع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بین الصلاتین فی غزوۃ بنی المصطلق.

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوہ بنی المصطلق میں دو نمازیں جمع فرمائیں۔ (مولف)

احمد بطریق ابن لہیعہ ابوالزبیر سے راوی :

قالت سالت جابرا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ھل جمع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بین المغرب و العشا قال نعم عام غزونا بنی المصطلق .

ابوزبیر نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عشا کو جمع فرمایا ہے حضرت جابر نے کہا ہاں غزوہ بنی المصطلق کے سال جمع فرمائی ہیں۔ (مولف)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۳۱۶، ۳۱۷۔ حاجز البحرین)

غزوۂ خندق

نعرہائے دلیراں سے بن گونجتے
عرش کوس جرأت پہ لاکھوں سلام

ولما رأ المومنون الاحزاب قالوا هذا ما وعدنا الله و رسوله و صدق الله و رسوله ما زادھم الا ایمانا و تسلیما۔

اور جب مسلمانوں نے کافروں کے لشکر دیکھے بولے یہ ہے وہ جو ہمیں وعدہ دیا تھا اللہ اور اس کے رسول نے اور سچ فرمایا اللہ اور اس کے رسول نے اور اس سے انھیں نہ بڑھا مگر ایمان اور اللہ کی رضا پر راضی ہونا۔

(الاحزاب،۲۲)

غزوۂ خندق ۵ ھ

۵ ھ کی تمام لڑائیوں میں یہ جنگ سب سے زیادہ مشہور اور فیصلہ کن جنگ ہے چوں کہ دشمنوں سے حفاظت کے لیے شہر مدینہ کے گرد خندق کھودی گئی تھی اس لیے یہ لڑائی ''جنگ خندق'' کہلاتی ہے۔ اور چوں کہ تمام کفار عرب نے متحد ہو کر اسلام کے خلاف یہ جنگ کی تھی اس لیے اس لڑائی کا دوسرا نام ''جنگ احزاب'' (تمام جماعتوں کی متحدہ جنگ) ہے قرآن مجید میں اس لڑائی کا تذکرہ اسی نام کے ساتھ آیا ہے۔

جنگ خندق کا سبب

قبیلہ بنونضیر کے یہودی جب مدینہ سے نکال دیئے گئے تو ان میں سے یہودیوں کے چند رؤساء خیبر میں جا کر آباد ہو گئے اور خیبر کے یہودیوں نے ان لوگوں کا اتنا اعزاز و اکرام کیا کہ سلام بن الحقیق وحی بن اخطب و کنانہ بن الربیع کو اپنا سردار مان لیا۔ یہ لوگ چوں کہ مسلمانوں کے خلاف غیظ و غضب میں بھرے ہوئے تھے اور انتقام کی آگ ان کے سینوں میں دہک رہی تھی اس لیے ان لوگوں نے مدینہ پر ایک زبردست حملہ کی اسکیم بنائی۔

چنانچہ یہ تینوں اس مقصد کے پیش نظر مکہ گئے، اور کفار قریش سے مل کر یہ کہا کہ اگر تم لوگ ہمارا ساتھ دو تو ہم لوگ مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر سکتے ہیں۔ کفار قریش تو اس کے بھوکے تھے ہی فوراً یہودیوں کی ہاں میں ہاں ملا دی کفار قریش سے ساز باز کر لینے کے بعد ان تینوں یہودیوں نے قبیلۂ بنوغطفان کا رخ کیا اور خیبر کی آدھی آمدنی دینے کا لالچ دے کر ان لوگوں کو بھی مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کے لیے آمادہ کر لیا پھر بنوغطفان نے اپنے حلیف بنواسد کو بھی جنگ کے لیے تیار کر لیا ادھر یہودیوں نے اپنے حلیف قبیلہ بنواسعد کو بھی اپنا ہمنوا بنا لیا اور کفار قریش نے اپنی رشتہ داریوں کی بناء پر قبیلہ بنوسلیم کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ غرض اس طرح تمام قبائل عرب کے کفار نے مل جل کر ایک لشکر جرار تیار کر لیا

جس کی تعداد دس ہزار تھی اور ابوسفیان اس پورے لشکر کا سپہ سالار بن گیا۔

مسلمانوں کی تیاری

جب قبائل عرب کے تمام کافروں کے اس گٹھ جوڑ اور حملہ کی خبریں مدینہ پہنچیں تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو جمع فرما کر مشورہ فرمایا کہ اس حملہ کا مقابلہ کس طرح کیا جائے؟ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ رائے دی کہ جنگ احد کی طرح شہر سے باہر نکل کر اتنی بڑی فوج کے حملہ کو میدانی لڑائی میں روکنا مصلحت کے خلاف ہے لہٰذا مناسب یہ ہے کہ شہر کے اندر رہ کر اس حملہ کا دفاع کیا جائے اور شہر کے گرد جس طرف سے کفار کی چڑھائی کا خطرہ ہے ایک خندق کھود لی جائے تاکہ کفار کی پوری فوج بہ یک وقت حملہ آور نہ ہو سکے۔

مدینہ کی تین طرف چوں کہ مکانات کی تنگ گلیاں اور کھجوروں کے جھنڈ تھے اس لیے ان تینوں جانب سے حملہ کا امکان نہیں تھا۔ مدینہ کا صرف ایک رخ کھلا ہوا تھا اس لیے یہ طے کیا گیا کہ اسی طرف پانچ گز گہری خندق کھودی جائے چنانچہ ۸ ذی قعدہ ۵ ھ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین ہزار صحابہ کرام کو ساتھ لے کر خندق کھودنے میں مصروف ہو گئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اپنے دست مبارک سے خندق کی حد بندی فرمائی اور دس دس آدمیوں پر دس دس گز زمین تقسیم فرما دی اور تقریباً بیس دن میں یہ خندق تیار ہو گئی۔

ایک عجیب چٹان

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ خندق کھودتے وقت ناگہاں ایک ایسی چٹان نمودار ہو گئی جو کسی سے بھی نہیں ٹوٹی جب ہم نے بارگاہ رسالت میں یہ ماجرا عرض کیا تو آپ اٹھے، تین دن کا فاقہ تھا اور شکم مبارک پر پتھر بندھا ہوا تھا آپ نے اپنے دست مبارک سے پھاوڑا مارا تو وہ چٹان ریت کے بھربھرے کی طرح بکھر گئی۔

اور ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ نے اس چٹان پر تین مرتبہ پھاوڑا مارا ہر ضرب پر اس میں سے ایک روشنی نکلتی تھی اور اس روشنی میں شام و ایران اور یمن کے شہروں کو دیکھ لیا اور ان تینوں ملکوں کے فتح ہونے کی صحابہ کرام کو بشارت دی۔

اور نسائی کی روایت میں ہے کہ آپ نے مدائن کسریٰ و مدائن قیصر اور مدائن حبشہ کی فتوحات کا اعلان فرمایا۔

اسلامی افواج کی مورچہ بندی

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خندق تیار ہو جانے کے بعد عورتوں اور بچوں کو مدینہ کے محفوظ قلعوں میں جمع فرما دیا اور مدینہ پر حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا خلیفہ بنا کر تین ہزار انصار و مہاجرین کی فوج کے ساتھ مدینہ سے نکل کر "سلع" پہاڑ کے دامن میں ٹھہرے۔ سلع آپ کی پشت پر تھا اور آپ کے سامنے خندق تھی مہاجرین کا جھنڈا حضرت زید بن حارثہ کے ہاتھ میں دیا اور انصار کا علمبردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنایا۔

بنو قریظہ کی غداری

قبیلہ بنو قریظہ کے یہودی اب تک غیر جانب دار تھے لیکن بنو نضیر کے یہودیوں نے ان کو بھی اپنے ساتھ ملا کر لشکر کفار میں شامل کر لینے کی کوشش شروع کر دی۔ چنانچہ حی بن اخطب ابو سفیان کے مشورے سے بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد کے پاس گیا پہلے تو اس نے اپنا دروازہ نہیں کھولا اور کہا کہ ہم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے حلیف ہیں اور ہم نے ان کو ہمیشہ اپنے عہد کا پابند پایا ہے اس لیے ہم ان سے عہد شکنی کرنا خلاف مروت سمجھتے ہیں مگر بنو نضیر کے یہودیوں نے اس قدر شدید اصرار کیا اور طرح طرح سے ورغلایا کہ بالآخر کعب بن اسد معاہدہ توڑنے کے لیے راضی ہو گیا۔ بنو قریظہ نے جب معاہدہ توڑ دیا اور کفار سے مل

گئے تو کفار مکہ اور ابوسفیان خوشی سے باغ باغ ہو گئے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب اس کی خبر ملی تو آپ نے حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو تحقیق حال کے لیے بنوقریظہ کے پاس بھیجا وہاں جا کر معلوم ہوا کہ واقعی بنوقریظہ نے معاہدہ توڑ دیا ہے جب ان دونوں معزز صحابیوں نے بنوقریظہ کو ان کا معاہدہ یاد دلایا تو ان بدذات یہودیوں نے انتہائی بے حیائی کے ساتھ یہاں تک کہہ دیا کہ ہم کچھ نہیں جانتے کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کون ہیں اور معاہدہ کس کو کہتے ہیں۔ ہمارا کوئی معاہدہ ہوا ہی نہیں تھا۔

یہ سن کر دونوں حضرات واپس آ گئے اور صورت حال سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مطلع کیا تو آپ نے بلند آواز سے اللہ اکبر کہا اور فرمایا کہ مسلمانو تم اس سے نہ گھبراؤ، نہ اس کا غم کرو اس میں تمھارے لیے بشارت ہے۔

انصار کی ایمانی شجاعت

محاصرہ کی وجہ سے مسلمانوں کی پریشانی دیکھ کر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ خیال کیا کہ کہیں مہاجرین و انصار ہمت نہ ہار جائیں اس لیے آپ نے ارادہ فرمایا کہ قبیلہ غطفان کے سردار عینیہ بن حصن سے اس شرط پر معاہدہ کر لیں کہ وہ مدینہ کی ایک تہائی پیداوار لے لیا کرے اور کفار مکہ کا ساتھ چھوڑ دے مگر جب آپ نے سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اپنا یہ خیال ظاہر فرمایا تو ان دونوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر اس بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی اتر چکی ہے جب تو ہمیں اس سے انکار کی مجال ہی نہیں ہو سکتی اور اگر یہ ایک رائے ہے تو یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب ہم کفر کی حالت میں تھے اس وقت تو قبیلۂ غطفان کے سرکش کبھی ہماری ایک کھجور نہ لے سکے اور اب جب کہ اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کو اسلام اور آپ کی غلامی کی عزت سے سرفراز فرما دیا ہے تو بھلا کیوں کر ممکن ہے کہ ہم اپنا مال ان کافروں کو دے دیں گے؟

ہم ان کفار کو کھجوروں کا انبار نہیں بلکہ نیزوں اور تلواروں کی مار کا تحفہ دیتے رہیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ فرمادے گا۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوش ہو گئے اور آپ کو پورا پورا اطمینان ہو گیا۔

کفار کا حملہ

کفار قریش اور ان کے اتحادیوں نے دس ہزار کے لشکر کے ساتھ مسلمانوں پر ہلہ بول دیا اور تین طرف سے کافروں کا لشکر اس زور و شور کے ساتھ مدینہ پر امنڈ پڑا کہ شہر کی فضاؤں میں گرد و غبار کا طوفان اٹھ گیا۔

منافقین جو مسلمانوں کے دوش بدوش کھڑے تھے وہ کفار کے اس لشکر کو دیکھتے ہی بزدل ہو کر پھسل گئے اور اس وقت ان کے نفاق کا پردہ چاک ہو گیا۔

لیکن اسلام کے سچے جاں نثار مہاجرین و انصار نے جب لشکر کفار کی طوفانی یلغار کو دیکھا تو اس طرح سینہ سپر ہو کر ڈٹ گئے کہ سلع اور احد کی پہاڑیاں سر اٹھا اٹھا کر ان مجاہدین کی اولوالعزمی کو حیرت سے دیکھنے لگیں۔

کفار کا لشکر جب آگے بڑھا تو سامنے خندق دیکھ کر ٹھہر گیا اور شہر مدینہ کا محاصرہ کر لیا اور تقریباً ایک مہینے تک کفار شہر مدینہ کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے پڑے رہے اور یہ محاصرہ اس سختی کے ساتھ قائم رہا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ پر کئی کئی فاقے گزر گئے۔

کفار نے ایک طرف تو خندق کا محاصرہ کر رکھا تھا اور دوسری طرف اس لیے حملہ کرنا چاہتے تھے کہ مسلمانوں کی عورتیں اور بچے قلعوں میں پناہ گزیں تھے مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جہاں خندق کے مختلف حصوں پر صحابہ کرام کو مقرر فرما دیا تھا کہ وہ کفار کے حملوں کا مقابلہ کرتے رہیں اسی طرح عورتوں اور بچوں کی حفاظت کے لیے بھی کچھ صحابہ کرام کو متعین کر دیا تھا۔

خندق کی وجہ سے دست بدست لڑائی نہیں ہوسکتی تھی کفار حیران تھے کہ اس خندق کو کیوں کر پار کریں مگر دونوں طرف سے روزانہ برابر تیر اور پتھر چلا کرتے تھے آخر ایک روز عمر بن عبدود و عکرمہ بن ابی جہل و ہبیرہ بن وہب و ضرار بن الخطاب وغیرہ کفار کے چند بہادروں نے بنو کنانہ سے کہا کہ اٹھو آج مسلمانوں سے جنگ کر کے بتادو کہ شہسوار کون ہے؟ چنانچہ یہ سب خندق کے پاس آگئے اور ایک ایسی جگہ سے جہاں خندق کی چوڑائی کچھ کم تھی گھوڑے کودا کر خندق پار کرلیا۔

عمر بن عبدود کو جو ایک ہزار سوار کے برابر مانا جاتا تھا۔ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کردیا اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نوفل کو دو ٹکڑے کردیا اور دیگر کفار نے بھاگ کر خندق پار کرلیا۔

کفار کا فرار

حضرت نعیم بن مسعود اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبیلہ غطفان کے بہت ہی معزز سردار تھے اور قریش و یہود دونوں کو ان کی ذات پر پورا پورا اعتماد تھا یہ مسلمان ہو چکے تھے لیکن کفار کو ان کے اسلام کا علم نہ تھا انھوں نے بارگاہ رسالت میں یہ درخواست کی کہ یا رسول اللہ اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں یہود اور قریش دونوں سے ایسی گفتگو کروں کہ دونوں میں پھوٹ پڑ جائے آپ نے اس کی اجازت دے دی۔ چنانچہ انھوں نے یہود اور قریش سے الگ الگ کچھ اس قسم کی باتیں کیں جس سے واقعی دونوں میں پھوٹ پڑ گئی۔

ابوسفیان شدید سردی کے موسم، طویل محاصرہ اور فوج کا راشن ختم ہو جانے سے حیران و پریشان تھا جب اس کو یہ پتہ چلا کہ یہودیوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے تو اس کا حوصلہ پست ہو گیا اور وہ بالکل ہی بددل ہو گیا پھر ناگہاں کفار کے لشکر پر قہر قہار و غضب جبار کی ایسی مار پڑی کہ اچانک مشرق کی جانب سے ایسی طوفان خیز آندھی آئی کہ دیگیں چولھوں پر سے الٹ پلٹ ہو گئیں، خیمے اکھڑ کر اڑ گئے اور کافروں پر ایسی وحشت اور دہشت سوار ہو گئی کہ انھیں راہ فرار اختیار کرنے کے سوا کوئی چارۂ کار ہی نہیں رہا۔

ابوسفیان نے اپنی فوج میں اعلان کرادیا کہ راشن ختم ہو چکا ہے، موسم انتہائی خراب ہے، یہودیوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا لہٰذا اب محاصرہ بے کار ہے یہ کہہ کر کوچ کا نقارہ بجادینے کا حکم دے دیا اور بھاگ نکلا قبیلۂ غطفان کا لشکر بھی چل دیا، بنو قریظہ بھی محاصرہ چھوڑ کر اپنے قلعوں میں چلے آئے اور ان لوگوں کے بھاگ جانے سے مدینہ کا مطلع کفار کے گرد وغبار سے صاف ہو گیا۔ (مولف)

(مدارج النبوۃ جلد دوم، سیرت مصطفیٰ)

حضرت جابر کی دعوت

جنگ خندق کے موقع پر حضور سرورکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام پر کئی فاقے ہو گئے یہاں تک کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شکم اطہر پر تین پتھر بندھے ہوئے تھے اس منظر کو دیکھ کر حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور کی دعوت کی اس سلسلے میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں :

جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے غزوہ خندق میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعوت کی اور دو صاحبوں کے قابل کھانا پکایا جب یہ دعوت کو عرض کرنے گئے ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بآواز بلند ارشاد فرمایا کہ اہل خندق جابر تمھاری ضیافت کرتا ہے وہ ایک ہزار صحابہ کرام تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا جب تک ہم تشریف نہ لائیں کھانا نہ اتارا جائے او کما قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم.

جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھبرائے ہوئے اپنے گھر تشریف لائے اور اپنی زوجہ مقدسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حال بیان کیا کہ یہاں دو ہی آدمیوں کے قابل کھانا ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مع ایک ہزار صحابہ کے تشریف لاتے ہیں۔ ان بی بی نے کہا آپ کو اس کی فکر کیا ہے جو لاتے ہیں وہی سامان فرمانے والے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے آٹے اور ہانڈی میں لعاب دہن اقدس ڈالا اور

ارشاد فرمایا کہ روٹی پکانے والی بلا لو اور ہانڈی چولھے پر رہنے دو۔ اس قلیل آٹے اور گوشت سے ایک ہزار صحابہ کو پیٹ بھر کر کھلا دیا اور ہانڈی ویسا ہی جوش مارتی رہی اور آٹا ذرا کم نہ ہوا۔ (فتاویٰ رضویہ ج۹،ص ۳۸۰)

ہوا سے مدد کی گئی

جنگ خندق میں مسلمانوں کی ہوا سے مدد کی گئی اور اس سے کفار و مشرکین پر خوف و دہشت طاری ہوئی اور وہ بھاگ گئے اس کے متعلق ایک مقام پر امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

جب مجمع ہوا کفار کا مدینہ طیبہ پر کہ اسلام کا قلع قمع کردیں غزوۂ احزاب کا واقعہ ہے رب عزوجل نے مدد فرمانا چاہی اپنے حبیب کی۔ شمالی ہوا کو حکم ہوا جا اور کافروں کو نیست و نابود کردے۔ اس نے کہا:

الحلائل لا یخرجن باللیل

بیبیاں رات کو باہر نہیں نکلتیں۔

فاعقمها الله تعالیٰ .

تو اللہ نے اس کو بانجھ کردیا۔

اسی وجہ سے شمالی ہوا سے کبھی پانی نہیں برستا۔ پھر صبا یعنی پروائی سے فرمایا۔

فقالت سمعنا و اطعنا.

تو اس نے عرض کیا ہم نے سنا اور اطاعت کی۔

وہ گئی اور کفار کو برباد کرنا شروع کیا صرف ایک خندق درمیان تھی اس پار مسلمان تھے اس پار کفار ادھر صبح تک چراغ جلتے رہے اور دوسری طرف اونٹ بارہ بارہ کوس پر گرے۔ تو پروائی کو یہ نعمت دی کہ بارش اسی کے ساتھ ہوتی ہے۔ (الملفوظ، چہارم)

غزوۂ بنی قریظہ

ذاک جبریل الی بنی قریظة، یزلزل بهم حصونهم و یقذف الرعب فی قلوبهم

(الحدیث)

غزوۂ بنی قریظہ ۵ھ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنگ خندق سے فارغ ہو کر اپنے مکان میں تشریف لائے اور ہتھیار اتار کر غسل فرمایا ابھی اطمینان کے ساتھ بیٹھے بھی نہ تھے کہ ناگہاں حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ نے ہتھیار اتار دیا لیکن ہم فرشتوں کی جماعت نے ابھی تک ہتھیار نہیں اتارا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ آپ بنو قریظہ کی طرف چلیں کیوں کہ ان لوگوں نے معاہدہ توڑ کر علانیہ جنگ خندق میں کفار کے ساتھ مل کر مدینہ پر حملہ کیا ہے۔

چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعلان کر دیا کہ لوگ ابھی ہتھیار نہ اتاریں اور بنی قریظہ کی طرف روانہ ہو جائیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود بھی ہتھیار زیب تن فرمایا اپنے گھوڑے پر جس کا نام ''لحیف'' تھا سوار ہو کر لشکر کے ساتھ چل پڑے اور بنو قریظہ کے ایک کنویں کے پاس پہنچ کر نزول فرمایا۔

بنی قریظہ بھی جنگ کے لیے بالکل تیار تھے چنانچہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے قلعوں کے پاس پہنچے تو ان ظالم اور عہد شکن یہودیوں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو (معاذ اللہ) گالیاں دیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے قلعوں کا محاصرہ فرما لیا اور تقریباً ایک مہینہ تک یہ محاصرہ جاری رہا۔ یہودیوں نے تنگ آ کر یہ درخواست پیش کی کہ۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے بارے میں جو فیصلہ کر دیں۔ وہ ہمیں منظور ہے۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ خندق میں ایک تیر کھا کر شدید طور پر زخمی تھے مگر اسی حالت میں وہ ایک گدھے پر سوار ہو کر بنی قریظہ گئے اور انھوں نے یہودیوں کے بارے میں یہ فیصلہ فرمایا کہ

''لڑنے والی فوجوں کو قتل کر دیا جائے، عورتیں اور بچے قیدی بنا لیے جائیں اور یہودیوں کا مال و

اسباب مال غنیمت بنا کر مجاہدوں میں تقسیم کر دیا جائے۔"

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی زبان سے یہ فیصلہ سن کر ارشاد فرمایا کہ یقیناً بلا شبہ تم نے ان یہودیوں کے بارے میں وہی فیصلہ سنایا ہے جو اللہ کا فیصلہ ہے۔

اس فیصلہ کے مطابق بنی قریظہ کی لڑاکا فوجیں قتل کی گئیں اور عورتوں، بچوں کو قیدی بنالیا گیا اور ان کے مال و سامان کو مجاہدین اسلام نے مال غنیمت بنالیا اور اس شریر و بدعہد قبیلہ کے شر و فساد سے ہمیشہ کے لیے پرامن مسلمان محفوظ ہو گئے۔

یہودیوں کا سردار حی بن اخطب جب قتل کے لیے مقتل میں لایا گیا تو اس نے قتل ہونے سے پہلے یہ الفاظ کہے کہ

اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) خدا کی قسم مجھے اس کا ذرا بھی افسوس نہیں ہے کہ میں نے کیوں تم سے عداوت کی لیکن حقیقت یہ ہے کہ جو خدا کو چھوڑ دیتا ہے خدا بھی اس کو چھوڑ دیتا ہے۔ لوگو! خدا کے حکم کی تعمیل میں کوئی مضائقہ نہیں۔ بنی قریظہ کا قتل ہونا یہ ایک حکم الٰہی تھا یہ (توراۃ میں) لکھا ہوا تھا یہ ایک سزا تھی جو خدا نے بنی اسرائیل پر لکھی تھی۔

یہ حی بن اخطب وہی بدنصیب ہے، کہ جب وہ مدینہ سے جلا وطن ہو کر خیبر جا رہا تھا تو اس نے یہ معاہدہ کیا تھا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مخالفت پر میں کسی کو مدد نہ دوں گا اور اس عہد پر اس نے خدا کو ضامن بنالیا تھا لیکن جنگ خندق کے موقع پر اس نے اس معاہدہ کو توڑ ڈالا کہ اس ظالم نے تمام کفار عرب کے پاس دورہ کر کے سب کو مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے ابھارا پھر بنو قریظہ کو بھی معاہدہ توڑنے پر اکسایا۔ پھر خود جنگ خندق میں کفار کے ساتھ مل کر لڑائی میں شریک ہوا۔ (مولف)

(مدارج النبوہ، جلد۲۔ سیرت مصطفیٰ)

نماز عصر کا معاملہ

جب بنو قریظہ پر لشکر کشی اور ان پر حملے کا حکم ہوا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو بعجلت پہنچنے کی تاکید فرمائی امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں :

جب یہودیٔ بنی قریظہ پر لشکر کشی فرمائی، عسکر ظفر پیکر میں اس منادی کا حکم فرمایا کہ من کان سامعا مطیعا فلا یصلین العصر الا فی بنی قریظة.

جو بات سنتا اور حکم مانتا ہو وہ ہرگز عصر نہ پڑھے مگر آبادی بنی قریظہ میں۔

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم رواں ہوئے راہ میں وقت عصر ہوا، اس پر دو فرقے ہو گئے۔

بعض نے کہا لا نصلی حتی نأتیها

ہم تو جب تک اس آبادی میں نہ پہنچ جائیں نماز نہ پڑھیں گے، کہ ہمیں ارشاد فرمادیا ہے کہ نماز وہیں پہنچ کر پڑھنا۔

بعض نے کہا بل نصلی لم یرد منا ذلک.

بلکہ ہم نماز راہ ہی میں پڑھ لیں گے۔ ارشاد سے مقصود جلدی تھی نہ یہ کہ نماز قضا کر دی جائے۔

غرض کچھ نے نماز راہ میں پڑھ لی اور جا ملے۔ کچھ نے نہ پڑھی یہاں تک کہ عشا کے وقت وہاں پہنچے۔ دونوں فریق کا حال بارگاہ اقدس میں معروض ہوا۔ و لم یعنف واحدا منهم

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان میں سے کسی پر اعتراض نہ فرمایا۔ اسے امام بخاری و مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

علماء فرماتے ہیں ایک فریق نے مقصود پر نظر کی اور دوسرے نے لفظ کو دیکھا۔ (فقہ شہنشاہ)

بنی قریظہ میں جبریل کی آمد

بنی قریظہ میں جبریل امین علیہ الصلاۃ والسلام کی آمد سے متعلق امام احمد رضا بریلوی ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں :

رای الصحابة رضی الله تعالیٰ عنهم فی مسیرهم الی بنی قریظة د حیة بن خلیفة متوجها الیهم علی بغلة بیضاء فاخبروا به النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فقال ذاک جبریل بعث الی بنی قریظة یزلزل بهم حصونهم و یقذف الرعب فی قلوبهم

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بنو قریظہ کو جاتے ہوئے دحیہ بن خلیفہ کلبی کو دیکھا کہ وہ سپید خچر پر بنو قریظہ کی طرف جا رہے ہیں صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ بتایا تو حضور نے فرمایا کہ وہ جبریل ہیں جو بنو قریظہ کی طرف بھیجے گئے ہیں وہ ان کے قلعوں کو ہلا دیں گے اور ان کے دلوں میں رعب ڈالیں گے۔ (مولف) (انوار المنان ص ۲۴۱)

۵ھ کے متفرق واقعات

(۱) اس سال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا۔

(۲) اسی سال مسلمان عورتوں پر پردہ فرض کیا گیا۔

(۳) اسی سال حد قذف (کسی پر زنا کی تہمت لگانے کی سزا) اور لعان وظہار کے احکام نازل ہوئے۔

(۴) اسی سال تیمم کی آیت نازل ہوئی۔

(۴) اسی سال نماز خوف کا حکم نازل ہوا۔ (مولف) (سیرت مصطفیٰ)

قضیۂ عکل

الله

قضیہ عکل

۶ ھ میں عکل اور عرینہ کا قضیہ واقع ہوا۔ اس کو سریہ کرز بن جابر فہری بھی کہتے ہیں، ابن اسحاق نے کہا کہ یہ بعد غزوۂ ذی قرد ماہ جمادی الاخریٰ میں واقع ہوا اور بخاری نے اس کا ذکر حدیبیہ کے بعد ماہ ذی قعدہ میں کیا ہے اور واقدی نے ماہ شوال میں ذکر کیا ہے ابن سعد وابن حبان نے انھیں کا اتباع کیا ہے۔

صحیح بخاری کتاب المغازی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

عکل اور عرینہ کے لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور زبان سے اسلام کا اظہار واقرار کیا۔ پھر وہ کہنے لگے یا نبی اللہ ہم اونٹ اور بکریوں والے ہیں اور ہم اہل زراعت نہیں ہیں، ہماری زمینیں چارا اور کھجوریں نہیں اگاتی ہیں، ہم شہری زندگی کے بھی عادی نہیں ہیں۔ انھوں نے مدینہ کی آب وہوا کو ناگوار اور گراں جانا یہ ان کے مزاج کے موافق نہ آئی اور وہ بیمار ہوگئے ان کے پیٹوں پر ورم آگیا اور ان کا رنگ وروپ پیلا پڑ گیا۔ اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ ان کو اونٹ دے دو، دو یا تین یا دس تک حکم فرمایا اور فرمایا ان کا دودھ اور ان کا پیشاب پیو۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اونٹ مسجد قبا کے نواح میں جبل عیر کے قریب تھے انھوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کے بموجب اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پیا وہ سب صحت مند اور تندرست ہوگئے۔

اس مسئلہ میں علماء کے کئی قول ہیں۔

ایک یہ کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کا پیشاب پاک ہے اگر وہ پاک نہ ہوتا تو حضور

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پینے کا حکم نہ دیتے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ پینا علاج کی غرض سے تھا۔

تیسرا قول یہ ہے کہ وہ نجس وحرام تو ہے لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمانا وحی کے ذریعہ اس قوم کے لیے مخصوص تھا تو جس سے وہ تندرست ہو کر اپنے حال پر آ گئے لیکن پھر وہ اظہار اسلام کے بعد کافر ہو گئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چرواہوں کو شہید کر کے اونٹ لے گئے۔

جب یہ خبر بارگاہ رسالت میں پہنچی تو ان کے تعاقب وتلاش میں بھیجا اور حکم دیا کہ ان کی آنکھوں میں سلاخ پھیر کے دھوپ میں ڈال دیں تا کہ مر جائیں۔ ایک روایت میں ہے کہ مقطوع الاعضا کو داغا نہ جائے جیسا کہ عام عادت ہے دست بریدہ کو داغ دیتے ہیں تا کہ خون بند ہو جائے اور ہلاکت کی طرف نہ لے جائے بخلاف ان لوگوں کے کہ انھیں داغ نہ دیں تا کہ خون جاری رہے اور وہ ہلاک ہو جائیں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان میں سے ایک کو دیکھا ہے جو دانتوں سے زمین کو کاٹتا تھا یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ مروی ہے کہ وہ پانی مانگتے تھے مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے تمھارے لیے جہنم کی آگ ہے۔

آنکھوں میں سلاخ پھیرنا اور ہاتھ کاٹنا اور دھوپ میں ڈالنا اور داغ نہ دینا بطریق قصاص تھا چوں کہ انھوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چرواہوں کے ساتھ ایسا ہی کیا تھا۔

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ یہ لوگ اونٹ لے جانے سے پہلے اصحاب صفہ کی جانب آ کے بیٹھے تھے، اس مقام میں ممکن ہے کہ بعض نادان اور کم فہم لوگ یہ خیال کریں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ان کی حرکتیں اور ان کا کفر پہلے ہی کیوں نہ مکشوف ہوا اور ان کو کیوں مسلمانوں کے درمیان چھوڑ دیا اور کیوں نہ

انھیں ان کے پاس سے نکال دیا؟

یہ سب جاہلانہ باتیں ہیں اس لیے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا باخبر ہونا اور ان کے انجام سے مطلع ہونا وحی اور اعلام الٰہی سے ہوتا ہے اور اس وقت ایسا نہ ہوا تھا اس میں ایسی حکمتیں ہوں گی جسے بجز علام الغیوب کے کوئی نہیں جانتا۔

یہی حکم تمام اہل کشف اور ارباب خبر اولیاء کا ہے۔

ان ناپاکوں کی تعداد آٹھ تھی اور اونٹوں کی تعداد پندرہ تھی اور لشکر بیس سواروں کا تھا۔ (مولف)

(مدارج النبوۃ، جلد اول)

عکل کے لوگ صفہ میں ٹھہرے تھے

قبیلہ عکل کے لوگ جب بارگاہ رسالت میں آئے تو ان کے قیام سے متعلق امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں :

صحیح بخاری شریف میں ہے

(باب نوم الرجال في المسجد) و قال ابو قلابة عن انس رضی الله تعالیٰ عنه قدم رهط من عكل على النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فكانوا في الصفة .

ابوقلابہ نے کہا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ عکل کے کچھ لوگ بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں آئے تو وہ لوگ صفہ میں ٹھہرے۔

صفہ، مسجد نبوی کا وہ چبوترہ جس میں اصحاب صفہ رہا کرتے تھے۔ (مولف)

(فتاوی رضویہ ج ۳، ص ۵۷۹۔ التعبیر المنجد)

صلح حدیبیہ

انا فتحنا لک فتحا مبینا۔ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک و ما تاخر و یتم نعمتہ علیک و یہدیک صراطا مستقیما

بے شک ہم نے تمھارے لیے روشن فتح فرما دی تا کہ اللہ تمھارے سبب سے گناہ بخشے تمھارے اگلوں کے اور تمھارے پچھلوں کے اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دے اور تمھیں سیدھی راہ دکھاوے۔ (الفتح،۱۔۲)

صلح حدیبیہ ۶ ھ

حدیبیہ ایک مقام کا نام ہے جو مکہ مکرمہ سے نو میل کے فاصلہ پر واقع ہے یہ مقام حل وحرم کا جامع ہے۔علماء فرماتے ہیں کہ زیادہ تر علاقہ حرم ہے۔اصل میں حدیبیہ ایک کنوئیں کا نام ہے یا کسی درخت کا جو اس مقام میں ہے اب یہ اس مقام کا نام ہی ہوگیا ہے۔وہ خاص جگہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں متعین ومعلوم تھی اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں وہ جگہ مبہم ومجہول ہوگئی،لوگ اس کے پانے اور زیارت کرنے سے محروم ہوگئے،آپ کے سفر کی سمت تو معلوم ہے لیکن مخصوص جگہ غیر یقینی ہوگئی ہے۔

صحیح بخاری میں سعید بن المسیب جو اکابر تابعین سے ہیں اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ان حضرات میں سے تھے جنھوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی،وہ فرماتے ہیں کہ جب دوسرے سال گئے تو ہم نے بتایا لیکن اس جگہ کو پہچان نہ سکے۔

طارق بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ میں حج کے لیے گیا تو میں نے ایک جماعت کو پایا جو حدیبیہ میں نماز پڑھ رہی تھی،اس زمانہ میں مکہ مکرمہ آنے کا راستہ یہی حدیبیہ تھا اب حدیبیہ داہنے ہاتھ پر رہ جاتا ہے۔وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک جماعت دیکھی جو اس مقام کی مسجد میں نماز پڑھ رہی تھی۔میں نے پوچھا یہ مسجد کیسی ہے اور کیوں اس جگہ بنائی گئی ہے؟لوگوں نے بتایا کہ یہ جگہ اس درخت کی ہے جہاں صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس درخت کے نیچے بیعت کی تھی جسے بیعت رضوان کہتے ہیں۔

بیعۃ الرضوان

ذوالقعدہ ۶ ھ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چودہ سو صحابہ کرام کے ساتھ عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ کے لیے روانہ ہوئے۔حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اندیشہ تھا کہ شاید کفار مکہ ہمیں عمرہ ادا کرنے سے

روکیں گے اس لیے آپ نے پہلے ہی قبیلۂ خزاعہ کے ایک شخص کو مکہ بھیج دیا تھا تاکہ وہ کفار مکہ کے ارادوں کی خبر لائے۔ جب آپ کا قافلہ مقام عسفان کے قریب پہنچا تو وہ شخص یہ خبر لے کر آیا کہ کفار مکہ نے تمام قبائل عرب کے کافروں کو جمع کر کے یہ کہہ دیا ہے کہ مسلمانوں کو ہرگز ہرگز مکہ میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔

چنانچہ کفار قریش نے اپنے تمام ہمنوا قبائل کو جمع کر کے ایک فوج تیار کر لی اور مسلمانوں کا راستہ روکنے کے لیے مکہ سے باہر نکل کر مقام بلدح میں پڑاؤ ڈال دیا۔ اور خالد بن ولید اور ابوجہل کا بیٹا عکرمہ یہ دونوں دو سو چنے ہوئے سواروں کا دستہ لے کر مقام ''غمیم'' تک پہنچ گئے۔

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو راستہ میں خالد بن الولید کے سواروں کی گرد نظر آئی تو آپ نے شاہراہ سے ہٹ کر سفر شروع کر دیا اور عام راستہ سے کٹ کر آگے بڑھے اور مقام ''حدیبیہ'' میں پہنچ کر پڑاؤ ڈالا۔

مقام حدیبیہ میں پہنچ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ دیکھا کہ کفار قریش کا ایک عظیم لشکر جنگ کے لیے آمادہ ہے اور ادھر یہ حال ہے کہ سب لوگ احرام باندھے ہوئے ہیں، اس حالت میں جوئیں بھی نہیں مار سکتے۔ تو آپ نے مناسب سمجھا کہ کفار مکہ سے مصالحت کی گفتگو کرنے کے لیے کسی کو مکہ بھیج دیا جائے۔

چنانچہ اس کام کے لیے آپ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منتخب فرمایا لیکن انھوں نے یہ کہہ کر معذرت کر دی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کفار قریش میرے بہت ہی سخت دشمن ہیں اور مکہ میں میرے قبیلے کا کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں ہے جو مجھ کو ان کافروں سے بچا سکے۔

یہ سن کر آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ بھیجا۔ انھوں نے مکہ پہنچ کر کفار قریش کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے صلح کا پیغام پہنچایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی مالداری اور اپنے قبیلہ والوں کی حمایت و پاسداری کی وجہ سے کفار قریش کی نگاہوں میں بہت زیادہ معزز تھے اس لیے کفار قریش ان پر کوئی دست درازی نہیں کر سکے بلکہ ان سے یہ کہا کہ ہم آپ کو اجازت دیتے ہیں کہ آپ

کعبہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی کر کے اپنا عمرہ ادا کر لیں مگر ہم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو کبھی ہرگز ہرگز کعبہ کے قریب نہ آنے دیں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکار کر دیا اور کہا کہ میں بغیر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ساتھ لیے کبھی ہرگز اکیلے اپنا عمرہ نہیں ادا کر سکتا۔ اس پر بات بڑھ گئی اور کفار نے آپ کو مکہ میں روک لیا۔ مگر حدیبیہ کے میدان میں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ کفار قریش نے ان کو شہید کر دیا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ عثمان کے خون کا بدلہ لینا فرض ہے یہ فرما کر آپ ایک ببول کے درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور صحابہ کرام سے فرمایا کہ تم سب لوگ میرے ہاتھ پر اس بات کی بیعت کرو کہ آخری دم تک تم لوگ میرے وفادار اور جاں نثار رہو گے۔ تمام صحابہ کرام نے نہایت ہی ولولہ انگیز جوش و خروش کے ساتھ جاں نثاری کا عہد کرتے ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر بیعت کر لی۔ یہی وہ بیعت ہے جس کا نام تاریخ اسلام میں ''بیعۃ الرضوان'' ہے۔

لیکن بیعۃ الرضوان ہو جانے کے بعد پتہ چلا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر غلط تھی وہ باعزت طور پر مکہ میں زندہ و سلامت تھے اور پھر وہ بخیر و عافیت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر بھی ہو گئے۔

صلح حدیبیہ کیوں کر ہوئی

حدیبیہ میں سب سے پہلا شخص جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا وہ بدیل بن ورقا خزاعی تھا اس کا قبیلہ اگرچہ ابھی تک مسلمان نہیں ہوا تھا مگر یہ لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حلیف اور انتہائی مخلص و خیر خواہ تھے۔ بدیل بن ورقا نے آپ کو خبر دی کہ کفار قریش نے کثیر تعداد میں فوج جمع کر لی ہے اور فوج کے ساتھ راشن کے لیے دودھ والی اونٹنیاں بھی ہیں یہ لوگ آپ سے جنگ کریں گے اور آپ کو خانہ کعبہ تک نہیں پہنچنے دیں گے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم قریش کو میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ ہم جنگ کے ارادے سے نہیں آئے ہیں اور نہ ہم جنگ چاہتے ہیں۔ ہم یہاں صرف عمرہ ادا کرنے کی غرض سے آئے ہیں۔ مسلسل لڑائیوں سے قریش کو بہت کافی جانی و مالی نقصان پہنچ چکا ہے۔ لہٰذا ان کے حق میں یہی بہتر ہے کہ وہ جنگ نہ کریں بلکہ مجھ سے ایک مدت معینہ تک کے لیے صلح کا معاہدہ کرلیں اور مجھ کو اہل عرب کے ہاتھ میں چھوڑ دیں۔ اگر قریش میری بات مان لیں تو بہتر ہوگا اور اگر انھوں نے مجھ سے جنگ کی تو مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ میں ان سے اس وقت تک لڑوں گا کہ میری گردن میرے بدن سے الگ ہو جائے۔

بدیل بن ورقا آپ کا یہ پیغام لے کر کفار قریش کے پاس گیا اور کہا کہ میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا ایک پیغام لے کر آیا ہوں اگر تم لوگوں کی مرضی ہو تو میں ان کا پیغام تم لوگوں کو سناؤں۔ کفار قریش کے شرارت پسند لونڈے جن کا جوش ان کے ہوش پر غالب تھا شور مچانے لگے کہ نہیں، ہرگز نہیں، ہمیں ان کا پیغام سننے کی کوئی ضرورت نہیں ہے لیکن کفار قریش کے سنجیدہ اور سمجھ دار لوگوں نے پیغام سنانے کی اجازت دے دی اور بدیل بن ورقا نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعوت صلح کو ان لوگوں کے سامنے پیش کر دیا۔

یہ سن کر قبیلہ قریش کا ایک بہت ہی معمر اور معزز سردار عروہ بن مسعود ثقفی کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا کہ اے قریش کیا میں تمھارا باپ نہیں؟ سب نے کہا کہ کیوں نہیں پھر اس نے کہا کہ کیا تم لوگ میرے بچے نہیں؟ سب نے کہا کہ کیوں نہیں پھر اس نے کہا کہ میرے بارے میں تم لوگوں کو کوئی بدگمانی تو نہیں؟ سب نے کہا کہ نہیں ہرگز نہیں۔ اس کے بعد عروہ بن مسعود نے کہا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے بہت سمجھداری اور بھلائی کی بات پیش کر دی لہٰذا تم لوگ مجھے اجازت دو کہ میں ان سے مل کر معاملات طے کروں۔ سب نے اجازت دے دی کہ بہت اچھا، آپ جائیے۔

عروہ بن مسعود وہاں سے چل کر حدیبیہ کے میدان میں پہنچا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

مخاطب کر کے یہ کہا کہ بدیل بن ورقا کی زبانی آپ کا پیغام ہمیں ملا۔اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مجھے آپ سے یہ کہنا ہے کہ اگر آپ نے لڑ کر قریش کو برباد کر کے دنیا سے نیست و نابود کر دیا تو مجھے بتائیے کہ کیا آپ سے پہلے کبھی کسی عرب نے اپنی ہی قوم کو برباد کیا ہے؟ اور اگر لڑائی میں قریش کا پلہ بھاری پڑا تو آپ کے ساتھ جو یہ لشکر ہے میں ان میں سے ایسے چہروں کو دیکھ رہا ہوں کہ یہ سب آپ کو تنہا چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔عروہ بن مسعود کا یہ جملہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صبر و ضبط کی تاب نہ رہی انھوں نے تڑپ کر کہا اے عروہ! چپ تو جا، اپنی دیوی ''لات'' کی شرمگاہ چوس کیا ہم بھلا اللہ کے رسول کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔

عروہ بن مسعود نے تعجب سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ ابوبکر ہیں، عروہ بن مسعود نے کہا کہ مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔اے ابوبکر اگر تیرا ایک احسان مجھ پر نہ ہوتا جس کا بدلہ میں اب تک تجھ کو نہیں دے سکا ہوں تو میں تیری اس تلخ گفتگو کا جواب دیتا۔

عروہ بن مسعود اپنے کو سب سے بڑا آدمی سمجھتا تھا اس لیے جب بھی وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی بات کہتا تو ہاتھ بڑھا کر آپ کی ریش مبارک پکڑ لیتا تھا اور بار بار آپ کی مقدس داڑھی پر ہاتھ ڈالتا تھا۔حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ننگی تلوار لے کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے تھے وہ عروہ بن مسعود کی اس جرأت اور حرکت کو برداشت نہ کر سکے اور عروہ بن مسعود جب ریش مبارک کی طرف ہاتھ بڑھاتا تو وہ تلوار کا قبضہ اس کے ہاتھ پر مار کر اس سے کہتے کہ ریش مبارک سے اپنا ہاتھ ہٹا لے۔ عروہ بن مسعود نے اپنا سر اٹھایا اور پوچھا کہ یہ کون آدمی ہے لوگوں نے بتایا کہ یہ مغیرہ بن شعبہ ہیں تو عروہ بن مسعود نے ڈانٹ کر کہا کہ اے دغاباز! کیا میں تیری عہد شکنی کو سنبھالنے کی کوشش نہیں کر رہا ہوں (حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چند آدمیوں کو قتل کر دیا تھا جس کا خون بہا عروہ بن مسعود نے اپنے پاس سے ادا کیا تھا، یہ اسی طرف اشارہ تھا)

اس کے بعد عروہ بن مسعود صحابہ کرام کو دیکھنے لگا اور پوری لشکر گاہ کو دیکھ بھال کر وہاں سے روانہ ہو گیا۔ عروہ بن مسعود نے حدیبیہ کے میدان میں صحابہ کرام کی حیرت انگیز اور تعجب خیز عقیدت و محبت کا جو منظر دیکھا تھا اس نے اس کے دل پر بڑا عجیب اثر ڈالا چنانچہ اس نے قریش کے لشکر میں پہنچ کر اپنا تأثر ان لفظوں میں بیان کیا۔

اے میری قوم! خدا کی قسم جب محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اپنا کھنکھار تھوکتے ہیں تو وہ کسی نہ کسی صحابی کی ہتھیلی میں پڑتا ہے اور وہ فرط عقیدت سے اس کو اپنے چہرے اور اپنی کھال پر مل لیتا ہے اور اگر وہ کسی بات کا ان لوگوں کو حکم دیتے ہیں تو سب کے سب اس کی تعمیل کے لیے جھپٹ پڑتے ہیں اور وہ جب وضو کرتے ہیں تو ان کے اصحاب ان کے وضو کے دھوون کو اس طرح لوٹتے ہیں گویا ان میں تلوار چل پڑے گی اور وہ جب کوئی گفتگو کرتے ہیں تو تمام اصحاب خاموش ہو جاتے ہیں اور ان کے ساتھیوں کے دلوں میں ان کی اتنی زبردست عظمت ہے کہ کوئی شخص ان کی طرف نظر بھر کر دیکھ نہیں سکتا۔

اے میری قوم! خدا کی قسم میں نے بہت سے بادشاہوں کا دربار دیکھا ہے۔ میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے درباروں میں بھی باریاب ہو چکا ہوں مگر خدا کی قسم میں نے کسی بادشاہ کے درباریوں کو اپنے بادشاہ کی اتنی تعظیم کرتے ہوئے نہیں دیکھا ہے جتنی تعظیم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے ساتھی محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی کرتے ہیں۔

عروہ بن مسعود کی یہ گفتگو سن کر قبیلۂ بنی کنانہ کے ایک شخص نے جس کا نام "حلیس" تھا کہا کہ تم لوگ مجھ کو اجازت دو کہ میں ان کے پاس جاؤں قریش نے کہا کہ ضرور جائیے۔ چنانچہ یہ شخص جب بارگاہ رسالت کے قریب پہنچا تو آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ یہ فلاں شخص ہے اور یہ اس قوم سے تعلق رکھتا ہے جو قربانی کے جانوروں کی تعظیم کرتے ہیں لہٰذا تم لوگ قربانی کے جانوروں کو اس کے سامنے کھڑا کر دو اور سب لوگ "لبیک" پڑھنا شروع کر دو۔ اس شخص نے جب قربانی کے جانوروں کو دیکھا اور احرام کی حالت

میں صحابہ کرام کو" لبیک "پڑھتے ہوئے سنا تو کہا کہ سبحان اللہ! بھلا ان لوگوں کو کس طرح مناسب ہے کہ بیت اللہ سے روک دیا جائے؟

وہ فوراً ہی پلٹ کر کفار قریش کے پاس پہنچا اور کہا کہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آرہا ہوں کہ قربانی کے جانور ان لوگوں کے ساتھ ہیں اور سب احرام کی حالت میں ہیں لہٰذا میں کبھی بھی یہ رائے نہیں دے سکتا کہ ان لوگوں کو خانہ کعبہ سے روک دیا جائے۔

اس کے بعد ایک شخص کفار قریش کے لشکر میں سے کھڑا ہو گیا جس کا نام مکرز بن حفص تھا اس نے کہا کہ مجھ کو تم لوگ وہاں جانے دو، قریش نے کہا تم بھی جاؤ۔ چنانچہ یہ چلا جب یہ نزدیک پہنچا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ مکرز ہے یہ بہت ہی لچا آدمی ہے۔ اس نے آپ سے گفتگو شروع کی ابھی اس کی بات پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ ناگہاں سہیل بن عمرو آ گیا اس کو دیکھ کر آپ نے نیک فالی کے طور پر یہ فرمایا کہ سہیل آ گیا لو اب تمھارا معاملہ سہل ہو گیا۔

چنانچہ سہیل نے آتے ہی کہا کہ آیئے ہم اور آپ اپنے اور آپ کے درمیان معاہدہ کی ایک دستاویز لکھ لیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو منظور فرمالیا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دستاویز لکھنے کے لیے طلب فرمایا۔ سہیل بن عمرو اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان دیر تک صلح کے شرائط پر گفتگو ہوتی رہی۔ بالآخر چند شرطوں پر دونوں کا اتفاق ہو گیا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ لکھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

سہیل نے کہا کہ ہم "رحمٰن" کو نہیں جانتے کہ یہ کیا ہے؟ آپ باسمک اللھم لکھوایئے جو ہمارا اور آپ کا پرانا دستور ہے۔

مسلمانوں نے کہا کہ ہم **بسم اللہ الرحمن الرحیم** کے سوا کوئی دوسرا لفظ نہیں لکھیں گے۔مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سہیل کی بات مان لی اور فرمایا کہ اچھا اے علی **باسمک اللھم** ہی لکھ دو۔

پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ عبارت لکھوائی

ھذا ما قضی علیه محمد رسول اللہ .

یعنی یہ وہ شرائط ہیں جن پر قریش کے ساتھ محمد رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے صلح کا فیصلہ کیا۔

سہیل پھر بھڑک گیا اور کہنے لگا کہ خدا کی قسم اگر ہم جان لیتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو نہ ہم آپ کو بیت اللہ سے روکتے نہ آپ کے ساتھ جنگ کرتے۔لیکن آپ ''محمد بن عبداللہ'' لکھئے۔

آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں محمد رسول اللہ بھی ہوں اور محمد بن عبداللہ بھی ہوں۔ یہ اور بات ہے کہ تم لوگ میری رسالت کو جھٹلاتے ہو۔ یہ کہہ کر آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ محمد رسول اللہ کو مٹا دو اور اس کی جگہ محمد بن عبداللہ لکھ دو۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ کون مسلمان آپ کا فرماں بردار ہو سکتا ہے لیکن محبت کے عالم میں کبھی کبھی ایسا مقام بھی آجاتا ہے کہ سچے محب کو بھی اپنے محبوب کی فرماں برداری سے محبت ہی کے جذبے میں انکار کرنا پڑتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں آپ کے نام کو تو کبھی ہرگز ہرگز نہیں مٹاؤں گا۔آپ نے فرمایا کہ اچھا مجھے دکھاؤ میرا نام کہاں ہے۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس جگہ پر انگلی رکھ دی آپ نے وہاں سے ''رسول اللہ'' کا لفظ مٹا دیا، بہرحال صلح کی تحریر مکمل ہوگئی۔

اس دستاویز میں یہ طے کر دیا گیا کہ فریقین کے درمیان دس سال تک لڑائی بالکل موقوف رہے گی۔

صلح نامہ کی باقی دفعات اور شرطیں یہ تھیں کہ :

(۱) مسلمان اس سال بغیر عمرہ ادا کیے واپس چلے جائیں۔

(۲) آئندہ سال عمرہ کے لیے آئیں اور صرف تین دن مکہ میں ٹھہر کر واپس چلے جائیں۔

(۳) تلوار کے سوا کوئی دوسرا ہتھیار لے کر نہ آئیں تلوار بھی نیام کے اندر رکھ کر تھیلے وغیرہ میں بند ہو۔

(۴) مکہ میں جو مسلمان پہلے سے مقیم ہیں ان میں سے کسی کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں اور مسلمانوں میں سے اگر کوئی مکہ میں رہنا چاہے تو اس کو نہ روکیں۔

(۵) کافروں یا مسلمانوں میں سے کوئی شخص اگر مدینہ چلا جائے تو واپس کر دیا جائے لیکن اگر کوئی مسلمان مدینہ سے مکہ میں چلا جائے تو وہ واپس نہیں کیا جائے گا۔

(۶) قبائل عرب کو اختیار ہوگا کہ وہ فریقین میں سے جس کے ساتھ چاہیں دوستی کا معاہدہ کر لیں۔

یہ شرطیں ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے سخت خلاف تھیں اور صحابہ کرام کو اس پر بڑی زبردست ناگواری ہو رہی تھی مگر وہ فرمان رسالت کے خلاف دم مارنے سے مجبور تھے۔

جب صلح نامہ مکمل ہو گیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ اٹھو اور قربانی کرو اور سر منڈا کر احرام کھول دو۔ مسلمانوں کی ناگواری اور ان کے غیظ و غضب کا یہ عالم تھا کہ فرمان نبوی سن کر ایک شخص بھی نہیں اٹھا مگر ادب کے خیال سے کوئی ایک لفظ بول بھی نہ سکا۔ آپ نے حضرت بی بی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس کا تذکرہ فرمایا تو انھوں نے عرض کیا کہ میری رائے یہ ہے کہ آپ کسی سے کچھ بھی نہ کہیں اور خود آپ اپنی قربانی کر لیں اور بال ترشوالیں۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔

جب صحابہ کرام نے آپ کو قربانی کر کے احرام اتارتے دیکھ لیا تو پھر وہ لوگ مایوس ہو گئے کہ اب آپ اپنا فیصلہ نہیں بدل سکتے تو سب لوگ قربانی کرنے لگے اور ایک دوسرے کے بال تراشنے لگے مگر اس

قدر رنج وغم میں بھرے ہوئے تھے کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک دوسرے کو قتل کر ڈالے گا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہو گئے۔

فتح مبین

اس صلح کو تمام صحابہ نے ایک مغلوبانہ صلح اور ذلت آمیز معاہدہ سمجھا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس سے جو رنج وصدمہ گزرا وہ بیان سے باہر ہے مگر اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی کہ

انا فتحنا لک فتحا مبینا .

اے حبیب ہم نے آپ کو فتح مبین عطا کی۔

خداوند قدوس نے اس صلح کو "فتح مبین" بتایا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کیا یہ فتح ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں یہ فتح ہے۔

گو اس وقت اس صلح نامہ کے بارے میں صحابہ کے خیالات اچھے نہیں تھے مگر اس کے بعد کے واقعات نے بتا دیا کہ درحقیقت یہی صلح تمام فتوحات کی کنجی ثابت ہوئی اور سب نے مان لیا کہ واقعی صلح حدیبیہ ایک ایسی فتح مبین تھی جو مکہ میں اشاعت اسلام بلکہ فتح مکہ کا ذریعہ بن گئی۔ (مولف)

(مدارج النبوۃ جلد دوم، سیرت مصطفیٰ)

صلح حدیبیہ میں حکمتیں

صلح حدیبیہ کی بعض دفعات اگرچہ مسلمانوں کے لیے ذلت انگیز وتوہین آمیز تھیں مگر ان میں جو اسرار وحکمتیں مضمر و پوشیدہ تھیں انھیں نگاہ نبوت کے سوا کوئی نہ دیکھ سکا اور یہ کہ مصلحت خداوندی بھی یہی تھی اس مضمون کو امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ قرآن کے حوالے سے انداز میں تحریر فرماتے ہیں:

و لو لا رجال مومنون و نساء مومنات لم تعلموهم ان تطؤهم فتصيبكم منهم معرة بغير علم ليدخل الله فى رحمته من يشاء و لو تزيلوا لعذبنا الذين كفروا منهم عذابا اليما.

اور اگر نہ ہوتے ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں جن کی تمھیں خبر نہیں کہیں تم انھیں روند ڈالو تو ان سے تمھیں انجانے میں مشقت پہنچے تاکہ اللہ جسے چاہے اپنی رحمت میں لے لے وہ اگر الگ ہو جاتے تو ہم ان میں سے کافروں کو دردناک عذاب دیتے۔

یہ فتح مکہ سے پہلے کا ذکر ہے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمرے کے لیے مکہ معظمہ تشریف لائے ہیں اور کافروں نے مقام حدیبیہ میں روکا، شہر میں نہ جانے دیا، صلح پر فیصلہ ہوا۔ ظاہری نظر میں اسلام کے لیے ایک دبتی ہوئی بات تھی اور حقیقت میں ایک بڑی فتح نمایاں تھی جسے اللہ عزوجل نے **انـا فتحنا لک فتحا مبینا** فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی تسکین کو یہ آیت نازل فرمائی کہ اس سال تمھیں داخل مکہ نہ ہونے دینے میں کئی حکمتیں تھیں۔ مکہ معظمہ میں بہت مرد و عورت مغلوبی کے سبب خفیہ مسلمان ہیں جن کی تمھیں خبر نہیں تم قہراً جاتے تو وہ بھی تیغ و بند کے روندنے میں آجاتے اور ان کے سوا ابھی وہ لوگ ہیں جو ہنوز کافر ہیں اور عنقریب اللہ انھیں اپنی رحمت میں لے گا، اسلام دے گا، ان کا قتل منظور نہیں، ان وجوہ سے کفار مکہ پر سے عذاب قتل و قہر موقوف رکھا گیا یہ سب لوگ الگ ہو جاتے تو ہم ان کافروں پر عذاب فرماتے۔ (الامن والعلی)

عمر فاروق کا جوش و جذبہ

صلح حدیبیہ کی بعض شرائط صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر بے حد گراں گزریں خصوصاً امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے بے انتہا غمگین وملول ہوئے اس سلسلے میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ ایک موقع پر فرماتے ہیں :

جب صلح حدیبیہ ہوئی اور مسلمان اس سال مکہ معظمہ جانے سے باز رکھے گئے یہ امران پر بالخصوص امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سخت شاق گزرا۔ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رب عزوجل نے سفر حدیبیہ سے پہلے خواب دکھایا تھا کہ حضور مع صحابہ کرام مسجد الحرام میں بامن وامان داخل ہوئے اور مناسک حج ادا فرمائے۔

صحابہ کا گمان تھا کہ اس خواب کی تصدیق اسی سفر میں واقع ہوگی جب کہ اس سال واپسی کی ٹھہری۔ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کی :

یارسول اللہ: کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں؟

فرمایا : ضرور۔

عرض کی : کیا ہمارے شہداء جنت میں اور ان کے مقتولین نار میں نہیں؟

فرمایا : کیوں نہیں

عرض کی : پھر ہم اپنے دین میں دبتی کیوں رکھیں؟

فرمایا : میں اللہ کا رسول ہوں اور اس کی نافرمانی نہ کروں گا اور وہ ضرور میری مدد فرمائے گا۔

عرض کی : کیا حضور نے ہمیں خبر نہ دی تھی کہ ہم کعبہ معظمہ جائیں گے اور طواف بجالائیں گے؟

فرمایا : ہاں خبر دی تھی پھر کیا یہ فرمادیا تھا کہ اسی سال؟

عرض کی : نہ

فرمایا : تو ضرور تم کعبہ جاؤ گے اور طواف بجالاؤ گے۔

فاروق اعظم اس تمنا پر کہ شاید صدیق شفاعت کریں اور ان کی مراد کہ کفار سے جہاد اور بالجبر داخلہ کعبہ معظمہ ہے حاصل ہو جائے خدمت صدیق میں حاضر ہوئے اور گزارش کی۔

کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں؟

فرمایا : ضرور

کہا : کیا ہمارے شہداء جنت میں اور ان کے مقتولین نار میں نہیں؟

فرمایا : کیوں نہیں۔

کہا : پھر ہم اپنے دین میں دبتی کیوں رکھیں؟

فرمایا : اے شخص وہ اللہ کے رسول ہیں اور اس کی نافرمانی نہ کریں گے اور وہ ضرور ان کی مدد فرمائے گا ان کی رکاب تھام لے کہ خدا کی قسم وہ حق پر ہیں۔

کہا : کیا ہمیں خبر نہ دی تھی کہ ہم کعبہ معظمہ جائیں گے اور طواف بجالائیں گے؟

فرمایا : ہاں، خبر دی تھی پھر کیا یہ فرما دیا تھا کہ اسی سال؟

کہا : نہ۔

فرمایا : تو ضرور تم کعبہ جاؤ گے اور طواف بجالاؤ گے۔

دیکھو بعینہٖ حرف بحرف وہی جواب ہیں۔ جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے۔ یہ وہی بات ہے کہ قلب صدیق آئینۂ قلب حضور سید الکائنات ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وبارک وکرم۔ (ماخوذ از: حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول)

صحابہ کی غایت تعظیم

صحابہ کرام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے پناہ تعظیم وتکریم بجالاتے تھے خواہ سفر میں ہو یا حضر میں، رزم میں ہو یا بزم میں زندگی کے ہر موڑ پر صحابہ کرام حضور کے ادب واحترام کا خیال رکھتے تھے اس سلسلے میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے حدیبیہ میں صحابہ کرام کی غایت تعظیم کا واقعہ یوں بیان فرمایا ہے۔

عن مسور بن مخرمة و مروان بن الحکم فی حدیث طویل فی قصة الحدیبیة ثم ان عروة جعل یرمق اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم بعینیه قال فواللہ ما تنخم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم نخامة الا وقعت فی کف رجل منهم فدلک بها وجهه و جلده و اذا امرهم ابتدروا امره و اذا توضأ کادوا یقتتلون علی وضوئه و اذا تکلم خفضوا اصواتهم عنده و ما یحدون النظر الیه تعظیما له فرجع عروة الی اصحابه فقال ای قوم و اللہ لقد وفدت علی الملوک و وفدت علی قیصر و کسریٰ و النجاشی و اللہ ان ما رأیت ملکا قط یعظمه اصحابه ما یعظم اصحاب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم محمدا.

مسور بن مخرمہ اور مروان بن الحکم حدیبیہ کے طویل مقدمے میں ذکر کرتے ہیں کہ عروہ اصحاب نبی کو گھور رہا تھا اس نے کہا کہ بخدا رسول اللہ نے جب بھی ناک سنکی تو کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ میں پڑی اور اس نے اپنے چہرے پر ملی اور اپنے جسم پر لگائی جب آپ نے حکم دیا تو انھوں نے ماننے میں جلدی کی، جب آپ وضو فرماتے تو وہ وضو کا پانی لینے پر لڑنے کے قریب ہو جاتے اور جب گفتگو فرماتے تو صحابہ اپنی آوازیں پست کر لیتے اور آپ کی تعظیم کی وجہ سے آپ کی طرف نگاہ نہ کر پاتے تھے تو وہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ آیا اور کہا میں قیصر وکسریٰ ونجاشی کے درباروں میں آیا مگر ایسا کوئی بادشاہ نہ دیکھا جس کی تعظیم اس کے ساتھی ایسے کرتے ہوں جیسی محمد کی ان کے اصحاب کرتے ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(قمر التمام از مجموعہ رسائل ۸۷)

یہی مضمون دوسرے مقام پر اس طرح ہے۔

صحیح بخاری شریف وغیرہ کتب حدیث میں ہے جب عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سال حدیبیہ قریش کی طرف سے خدمت اقدس حضور پر نور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ میں حاضر ہوئے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دیکھا۔

انہ لا یتوضا الا ابتدروا وضوءہ و کادوا یقتتلون علیہ و لا یبصق بصاقا و لا یتنخم نخامۃ الا تلقوھا باکفھم فدلکوا بھا وجوھھم و اجسادھم . الحدیث .

یعنی جب حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وضو فرماتے ہیں حضور کے آب وضو پر بے تابانہ دوڑتے ہیں قریب ہوتا ہے کہ آپس میں کٹ مریں اور جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لعاب دہن مبارک ڈالتے یا کھنکھارتے ہیں اسے ہاتھوں میں لیتے اور اپنے چہروں اور بدنوں پر ملتے ہیں۔
(ابر المقال فی استحسان قبلۃ الاجلال)

ناقہ قصواء

واقعۂ حدیبیہ کے موقع پر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس ناقہ پر تشریف فرما تھے اس کے بارے میں امام احمد رضا بریلوی نے ایک مقام پر تحریر فرمایا ہے۔

جب واقعۂ حدیبیہ میں ناقۂ قصواء شریف بیٹھ گیا اور لوگوں نے کہا ناقہ نے سرکشی کی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نہ اس نے سرکشی کی نہ اس کی یہ عادت **و لکن حبسھا حابس الفیل .**

بلکہ اسے حابس فیل نے روک دیا۔ یعنی جس نے ابرہہ کے ہاتھی کو بٹھا دیا اور کعبہ معظمہ پر حملہ کرنے سے روکا تھا۔ عز جلالہ۔ (فقہ شہنشاہ)

انگلیوں سے پانی کا چشمہ

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انگشتان مبارک سے بارہا پانی کا چشمہ رحمت جاری ہوا جس سے صحابہ کرام سیراب وشادکام ہوئے مقام حدیبیہ میں بھی اسی طرح کا ایک معجزہ سامنے آیا، امام احمد رضا بریلوی ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ :

واقعہ حدیبیہ میں انگشتان اقدس سے پانی کا دریا کی طرح جوش مارنا اور چودہ پندرہ سو آدمی کا علیٰ اختلاف الروایات اسے پینا اور وضو کرنا اور بقیہ توشہ کو جمع کر کے دعا فرمانا اور اس سے لشکر کے سب برتن بھر دینا اور اسی قدر باقی بچ رہنا، ایسے معجزات ہیں جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

(قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام)

درخت کاٹ دیا گیا

نسیم الریاض میں ہے:

روی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما من انه قطع الشجرة التی وقعت تحتها البیعة لئلا یفتتن الناس لقرب عهدهم بالجاهلیة .

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ انھوں نے اس درخت کو کاٹ دیا تھا جس کے نیچے بیعت رضوان ہوئی تھی کیوں کہ لوگ زمانہ جاہلیت سے قریب تھے تو فتنے کا احتمال تھا۔ یعنی اس کی پرستش و پوجا کا احتمال تھا جیسا کہ لوگ جاہلیت کے زمانہ میں کرتے تھے۔ (مولف)

(ابر المقال فی استحسان قبلۃ الاجلال)

سلاطین عالم کے نام خطوط

و

دعوت اسلام

اندھے شیشے جھلا جھل دمکنے لگے
جلوہ ریزی دعوت پہ لاکھوں سلام

یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم ان لا نعبد الا اللہ و لا نشرک بہ شیئا و لا یتخذ
بعضنا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشہدوا بانا مسلمون

تم فرماؤ اے کتابیوں ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو ہم میں تم میں یکساں ہے یہ کہ عبادت نہ کریں مگر خدا کی اور اس کا شریک کسی کو نہ کریں اور ہم مین کوئی ایک دوسرے کو رب نہ بنالے اللہ کے سوا پھر اگر وہ نہ مانیں تو کہہ دو تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔ (آل عمران:۶۴)

سلاطین عالم کے نام خطوط ودعوت اسلام

۶ ھ میں صلح حدیبیہ کے بعد جب جنگ وجدال کے خطرات ٹل گئے اور ہر طرف امن وسکون کی فضا پیدا ہوگئی تو چوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کا دائرہ صرف خطہ عرب ہی تک محدود نہیں تھا بلکہ آپ تمام عالم کے لیے نبی بنا کر بھیجے گئے تھے اس لیے آپ نے ارادہ فرمایا کہ اسلام کا پیغام تمام دنیا میں پہنچادیا جائے۔

چنانچہ آپ نے روم کے بادشاہ ''قیصر'' فارس کے بادشاہ ''کسریٰ'' حبشہ کے بادشاہ ''نجاشی'' مصر کے بادشاہ ''عزیز'' اور دوسرے سلاطین عرب وعجم کے نام دعوت اسلام کے خطوط روانہ فرمائے۔

صحابہ کرام میں سے کون کون حضرات ان خطوط کو لے کر کن کن بادشاہوں کے دربار میں گئے ان کی فہرست کافی طویل ہے مگر ایک ہی دن چھ خطوط لکھوا کر اور اپنی مہر لگا کر جن چھ قاصدوں کو جہاں جہاں آپ نے روانہ فرمایا وہ یہ ہیں۔

(۱)	حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	ہرقل قیصر روم کے دربار میں
(۲)	حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	خسرو پرویز شاہ ایران کے دربار میں
(۳)	حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ	مقوقس عزیز مصر کے دربار میں
(۴)	حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	نجاشی بادشاہ حبشہ کے دربار میں
(۵)	حضرت سلیط بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	ہوزہ بادشاہ یمامہ کے دربار میں
(۶)	حضرت شجاع بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حارث غسانی والی غسان کے دربار میں

نامہ مبارک اور قیصر

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقدس خط لے کر بصریٰ تشریف لے گئے اور وہاں قیصر روم کے گورنر شام حارث غسانی کو دیا، اس نے اس نامہ مبارک کو بیت المقدس بھیج دیا کیوں کہ قیصر روم (ہرقل) ان دنوں بیت المقدس کے دورہ پر آیا ہوا تھا۔ قیصر کو جب یہ مبارک خط ملا تو اس نے حکم دیا کہ قریش کا کوئی آدمی ملے تو اس کو ہمارے دربار میں حاضر کرو۔ قیصر کے حکام نے تلاش کیا تو اتفاق سے ابوسفیان اور عرب کے کچھ دوسرے تاجر مل گئے یہ سب لوگ قیصر کے دربار میں لائے گئے قیصر نے بڑے طمطراق کے ساتھ دربار منعقد کیا اور تاج شاہی پہن کر تخت پر بیٹھا اور تخت کے گرد ارا کین سلطنت، بطارقہ اور احبار ور ہبان وغیرہ صف باندھے کھڑے ہو گئے، اسی حالت میں عرب کے تاجروں کا گروہ دربار میں حاضر کیا گیا اور شاہی محل کے تمام دروازے بند کر دیئے گئے پھر قیصر نے ترجمان کو بلایا اور اس کے ذریعہ گفتگو شروع کی۔

سب سے پہلے قیصر نے یہ سوال کیا کہ عرب میں جس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تم میں سے ان کا سب سے قریبی رشتہ دار کون ہے؟ ابوسفیان نے کہا کہ میں، قیصر نے ان کو سب سے آگے کیا اور دوسرے عربوں کو ان کے پیچھے کھڑا کیا اور کہا کہ دیکھو اگر ابوسفیان کوئی غلط بات کہے تو تم لوگ اس کا جھوٹ ظاہر کر دینا، پھر قیصر اور ابوسفیان میں جو مکالمہ ہوا وہ یہ ہے۔

قیصر : مدعی نبوت کا خاندان کیسا ہے؟

ابوسفیان : ان کا خاندان شریف ہے۔

قیصر : کیا اس خاندان میں ان سے پہلے بھی کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا؟

ابوسفیان : نہیں۔

قیصر : کیاان کے باپ داداؤں میں کوئی بادشاہ تھا؟

ابوسفیان : نہیں۔

قیصر : جن لوگوں نے ان کا دین قبول کیا ہے وہ کمزور لوگ ہیں یا صاحب اثر؟

ابوسفیان : کمزور لوگ ہیں۔

قیصر : ان کے متبعین بڑھ رہے ہیں یا گھٹتے جار ہے ہیں؟

ابوسفیان : بڑھتے جار ہے ہیں۔

قیصر : کیا کوئی ان کے دین میں داخل ہو کر پھر اس کو نا پسند کر کے پلٹ بھی جا تا ہے؟

ابوسفیان : نہیں۔

قیصر : کیا نبوت کا دعویٰ کرنے سے پہلے تم لوگ انھیں جھوٹا سمجھتے تھے؟

ابوسفیان : نہیں۔

قیصر : کیا وہ کبھی عہد شکنی اور وعدہ خلافی بھی کرتے ہیں؟

ابوسفیان : ابھی تک تو نہیں کی ہے لیکن اب ہمارے اور ان کے درمیان (حدیبیہ) میں جو ایک نیا معاہدہ ہوا ہے معلوم نہیں اس میں وہ کیا کریں گے۔

قیصر : کیا کبھی تم لوگوں نے ان سے جنگ بھی کی؟

ابوسفیان : ہاں۔

قیصر : نتیجۂ جنگ کیا رہا؟

ابوسفیان : کبھی ہم جیتے کبھی وہ۔

قیصر : وہ تمھیں کن باتوں کا حکم دیتے ہیں؟

ابوسفیان : وہ کہتے ہیں کہ صرف ایک خدا کی عبادت کرو کسی اور کو خدا کا شریک نہ ٹھہراؤ۔ بتوں کو چھوڑ و، نماز پڑھو، سچ بولو، پاکدامنی اختیار کرو، رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرو۔

اس سوال و جواب کے بعد قیصر نے کہا کہ تم نے ان کو خاندانی شریف بتایا اور تمام پیغمبروں کا یہی حال ہے کہ ہمیشہ پیغمبر اچھے خاندانوں ہی میں پیدا ہوتے ہیں۔ تم نے کہا کہ ان کے خاندان میں کبھی کسی اور نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا، اگر ایسا ہوتا تو میں کہہ دیتا کہ یہ شخص اوروں کی نقل اتار رہا ہے۔ تم نے اقرار کیا ہے کہ ان کے خاندان میں کبھی کوئی بادشاہ نہیں ہوا ہے اگر یہ بات ہوتی تو میں سمجھ لیتا کہ یہ شخص اپنے آباواجداد کی بادشاہی کا طلب گار ہے۔

تم مانتے ہو کہ نبوت کا دعویٰ کرنے سے پہلے وہ کبھی کوئی جھوٹ نہیں بولے تو جو شخص انسانوں سے جھوٹ نہیں بولتا بھلا وہ خدا پر کیوں کر جھوٹ باندھ سکتا ہے تم کہتے ہو کہ کمزور لوگوں نے ان کے دین کو قبول کیا ہے تو سن لو ہمیشہ ابتدا میں پیغمبروں کے متبعین مفلس اور کمزور ہی لوگ ہوتے رہے ہیں۔ تم نے یہ تسلیم کیا ہے کہ ان کی پیروی کرنے والے بڑھتے ہی جا رہے ہیں تو ایمان کا معاملہ ہمیشہ ایسا ہی رہا ہے کہ اس کے ماننے والوں کی تعداد ہمیشہ بڑھتی ہی جاتی ہے۔

تم کو یہ تسلیم ہے کہ کوئی ان کے دین سے پھر کر مرتد نہیں ہو رہا ہے تو تمھیں معلوم ہونا چاہیئے کہ ایمان کی شان ایسی ہی ہوا کرتی ہے کہ جب اس کی لذت کسی کے دل میں گھر کر لیتی ہے تو پھر وہ کبھی نکل نہیں سکتی۔ تمھیں اس کا اعتراف ہے کہ انھوں نے کبھی کوئی غداری اور بدعہدی نہیں کی ہے تو رسولوں کا یہی حال ہوتا ہے کہ وہ کبھی کوئی دغا فریب کا کام کرتے ہی نہیں۔

تم نے ہمیں بتایا کہ وہ خدائے واحد کی عبادت، شرک سے پرہیز، بت پرستی سے ممانعت، پاکدامنی اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں، تو سن لو کہ تم نے جو کچھ کہا ہے اگر یہ صحیح ہے تو وہ عنقریب اس جگہ کے

مالک ہو جائیں گے جہاں اس وقت میرے قدم ہیں۔

اور میں جانتا ہوں کہ ایک رسول کا ظہور ہونے والا ہے مگر میرا یہ گمان نہیں تھا کہ وہ رسول تم عربوں میں سے ہوگا اگر میں یہ جان لیتا کہ میں ان کی بارگاہ میں پہنچ سکوں گا تو میں تکلیف اٹھا کر وہاں تک پہنچتا اور اگر میں ان کے پاس ہوتا تو میں ان کا پاؤں دھوتا۔

قیصر نے اپنی اس تقریر کے بعد حکم دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خط پڑھ کر سنایا جائے۔

نامہ مبارک کی عبارت یہ تھی:

بسم الله الرحمن الرحيم

من محمد عبد الله و رسوله الى هرقل عظيم الروم سلام على من اتبع الهدى .

أما بعد فاني ادعوک بدعاية الاسلام اسلم تسلم يوتک الله اجرک مرتين فان توليت فان عليک اثم الاريسيين ، يا اهل الكتاب تعالوا الى كلمة سواء بيننا و بينكم ان لا نعبد الا الله و لا نشرک به شيئا و لا يتخذ بعضنا اربابا من دون الله فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون .

خدا کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔ اللہ کے بندے اور رسول محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی طرف سے یہ خط ہرقل کے نام ہے جو روم کا بادشاہ ہے۔ اس شخص پر سلامتی ہو جو ہدایت کا پیرو ہے اس کے بعد میں تجھ کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں تو مسلمان ہو جا تو سلامت رہے گا، خدا تجھ کو دوگنا ثواب دے گا اور اگر تو نے روگردانی کی تو تیری تمام رعایا کا گناہ تجھ پر ہوگا، اے اہل کتاب ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور ہم میں سے بعض لوگ دوسرے بعض لوگوں کو خدا نہ بنائیں اور اگر تم نہیں مانتے تو گواہ ہو جاؤ کہ ہم مسلمان ہیں۔

قیصر نے ابوسفیان سے جو گفتگو کی اس سے اس کے درباری پہلے ہی انتہائی برہم اور بیزار ہو چکے تھے، اب یہ خط سنا، پھر جب قیصر نے ان لوگوں سے یہ کہا اے جماعت روم! اگر تم اپنی فلاح اور اپنی بادشاہی کی بقا چاہتے ہو تو اس نبی کی بیعت کرلو تو درباریوں میں اس قدر ناراضگی اور بیزاری پھیل گئی کہ وہ لوگ جنگلی گدھوں کی طرح بدک بدک کر دربار سے دروازوں کی طرف بھاگنے لگے مگر چوں کہ تمام دروازے بند تھے اس لیے وہ لوگ باہر نہ نکل سکے، جب قیصر نے اپنے درباریوں کی نفرت کا یہ منظر دیکھا تو وہ ان لوگوں کے ایمان لانے سے مایوس ہوگیا اور اس نے کہا کہ ان درباریوں کو بلاؤ جب سب آگئے تو قیصر نے کہا کہ ابھی ابھی میں نے تمہارے سامنے جو کچھ کہا اس سے میرا مقصد تمہارے دین کی پختگی کا امتحان لینا تھا تو میں نے دیکھ لیا کہ تم لوگ اپنے دین میں بہت پکے ہو۔ یہ سن کر تمام درباری قیصر کے سامنے سجدہ میں گر پڑے اور ابوسفیان وغیرہ دربار سے نکال دیئے گئے اور دربار برخواست ہوگیا۔ چلتے وقت ابوسفیان نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اب یقیناً ابوکبشہ کے بیٹے (محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا معاملہ بہت بڑھ گیا دیکھ لو رومیوں کا بادشاہ ان سے ڈر رہا ہے۔

قیصر چوں کہ توراۃ و انجیل کا ماہر اور علم نجوم سے واقف تھا اس لیے وہ نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ظہور سے باخبر تھا اور ابوسفیان کی زبان سے حالات سن کر اس کے دل میں ہدایت کا چراغ روشن ہوگیا تھا مگر سلطنت کی حرص وہوس کی آندھیوں نے اس چراغ ہدایت کو بجھا دیا اور وہ اسلام کی دولت سے محروم رہ گیا۔

کسریٰ کا انجام

تقریباً اسی مضمون کے خطوط دوسرے بادشاہوں کے پاس بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روانہ فرمائے شہنشاہ ایران خسرو پرویز کے دربار میں جب نامہ مبارک پہنچا تو صرف اتنی سی بات پر اس کے غرور اور گھمنڈ کا پارہ اتنا چڑھ گیا کہ اس نے کہا کہ اس خط میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے میرے نام

سے پہلے اپنا نام کیوں لکھا؟ یہ کہہ کر اس نے فرمان رسالت کو پھاڑ ڈالا اور پرزے پرزے کر کے خط کو زمین پر پھینک دیا جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ خبر ملی تو آپ نے فرمایا کہ

مزق کتابی مزق الله ملکه

اس نے میرے خط کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا خدا اس کی سلطنت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔

چنانچہ اس کے بعد ہی خسرو پرویز کو اس کے بیٹے "شیرویہ" نے رات میں سوتے ہوئے اس کا شکم پھاڑ کر اس کو قتل کر دیا اور اس کی بادشاہی ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی یہاں تک کہ حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں یہ حکومت صفحۂ ہستی سے مٹ گئی۔

نجاشی کا کردار

نجاشی بادشاہ حبشہ کے پاس جب فرمان رسالت پہنچا تو اس نے کوئی بے ادبی نہیں کی، اس معاملہ میں مورخین کا اختلاف ہے کہ اس نجاشی نے اسلام قبول کیا یا نہیں؟

مگر مواہب لدنیہ میں لکھا ہوا ہے کہ یہ نجاشی جس کے پاس اعلان نبوت کے پانچویں سال مسلمان مکہ سے ہجرت کر کے گئے تھے اور ۶ھ میں جس کے پاس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خط بھیجا اور ۹ھ میں جس کا انتقال ہوا اور مدینہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس کی نماز جنازہ پڑھائی اس کا نام "اصحمہ" تھا اور یہ بلا شبہ مسلمان ہو گیا تھا۔ لیکن اس کے بعد جو نجاشی تخت پر بیٹھا اس کے پاس بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسلام کا دعوت نامہ بھیجا تھا مگر اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ اس نجاشی کا نام کیا تھا اور اس نے اسلام قبول کیا یا نہیں؟

مشہور یہ ہے کہ یہ دونوں مقدس خطوط اب تک سلاطین حبشہ کے پاس موجود ہیں اور وہ لوگ اس کا بے حد ادب و احترام کرتے ہیں۔

شاہ مصر کا برتاؤ

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ''مقوقس''، مصرو اسکندریہ کے بادشاہ کے پاس قاصد بنا کر بھیجا۔ وہ نہایت ہی اخلاق کے ساتھ قاصد سے ملا اور فرمان نبوی کو بہت ہی تعظیم و تکریم کے ساتھ پڑھا مگر مسلمان نہیں ہوا۔

ہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں چند چیزوں کا تحفہ بھیجا۔ دو لونڈیاں جن میں ایک حضرت ماریہ قبطیہ تھیں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حرم میں داخل ہوئیں اور انھیں کے شکم مبارک سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے۔ دوسری حضرت سیرین تھیں جن کو آپ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمادیا۔ ان کے بطن سے حضرت حسان کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰن پیدا ہوئے۔

ان دونوں لونڈیوں کے علاوہ ایک سفید گدھا جس کا نام ''یعفور'' تھا اور ایک سفید خچر جو ''دلدل'' کہلاتا تھا۔ ایک ہزار مثقال سونا، ایک غلام کچھ شہد اور کچھ کپڑے بھی تھے۔

بادشاہ یمامہ کا جواب

حضرت سلیط رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب ''ہوزہ'' بادشاہ یمامہ کے پاس خط لے کر پہنچے تو اس نے بھی قاصد کا احترام کیا لیکن اسلام قبول نہیں کیا اور جواب میں یہ لکھا کہ آپ جو باتیں کہتے ہیں وہ نہایت اچھی ہیں اگر آپ اپنی حکومت میں سے کچھ مجھے بھی حصہ دیں تو میں آپ کی پیروی کروں گا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا خط پڑھ کر فرمایا کہ اسلام ملک گیری کی ہوس کے لیے نہیں آیا ہے اگر زمین کا ایک ٹکڑا بھی ہو تو میں نہ دوں گا۔

حارث غسانی کا گھمنڈ

حضرت شجاع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حارث غسانی والی غسان کے سامنے نامۂ اقدس کو پیش کیا تو وہ مغرور خط کو پڑھ کر برہم ہوگیا اور اپنی فوج کو تیاری کا حکم دے دیا۔ چنانچہ مدینہ کے مسلمان ہر وقت اس کے حملہ کے منتظر رہنے لگے اور بالآخر ''غزوۂ موتہ'' اور ''غزوۂ تبوک'' کے واقعات در پیش ہوئے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان بادشاہوں کے علاوہ اور بھی بہت سے سلاطین و امراء کو دعوت اسلام کے خطوط تحریر فرمائے، جن میں سے کچھ نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کچھ خوش نصیبوں نے اسلام قبول کر کے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں نیازمندیوں سے بھرے ہوئے خطوط بھی بھیجے۔ مثلاً یمن کے شاہان حمیر میں سے جن جن بادشاہوں نے مسلمان ہو کر بارگاہ نبوت میں عرضیاں بھیجیں جو غزوۂ تبوک سے واپسی پر آپ کی خدمت میں پہنچیں۔ ان بادشاہوں کے نام یہ ہیں :

(۱) حارث بن عبد کلال (۲) نعیم بن عبد کلال

(۳) نعمان حاکم ذو رعین و معافر و ہمدان (۴) زرعہ

یہ سب یمن کے بادشاہ ہیں ان کے علاوہ ''فروہ بن عمرو'' جو کہ سلطنت روم کی جانب سے گورنر تھا اپنے اسلام لانے کی خبر قاصد کے ذریعہ بارگاہ رسالت میں بھیجی، اسی طرح باذان جو بادشاہ ایران کسریٰ کی طرف سے صوبہ یمن کا صوبہ دار تھا اپنے دو بیٹوں کے ساتھ مسلمان ہوگیا اور ایک عرضی تحریر کر کے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے اسلام کی خبر دی۔ ان سب کا مفصل تذکرہ سیرت ابن ہشام و زرقانی وغیرہ میں موجود ہے۔ (مولف) (مدارج النبوۃ جلد اول، سیرت مصطفیٰ)

حضور کے فرامین اور سلاطین کا سلوک

یہ معلوم ہو چکا کہ حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سلاطین عالم کے نام اپنا جو فرمان نامہ ارسال فرمایا بعض نے اس کی عزت وتوقیر کی اور بعض نے توہین و گستاخی کا مظاہرہ کیا اور حضور کے مکتوب گرامی کے ساتھ کس نے کیسا سلوک و برتاؤ کیا اب اسے مزید امام احمد رضا بریلوی کی تحریر میں ملاحظہ فرمائیں:

کتاب الخمیس فی احوال انفس نفیس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وغیرہ کتب معتمدہ میں ہے کہ :

جب حضور پرنور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہدایت اسلام کے فرامین بنام سلاطین جہاں نافذ فرمائے۔

قیصر ملک روم نے تصدیق نبوت کی مگر بجہت دنیا اسلام نہ لایا۔

. مقوقس بادشاہ مصر نے شقہ والا کی کمال تعظیم کی اور ہدایا حاضر بارگاہ رسالت کیے۔

سگ ایران خسرو پرویز قتلہ اللہ نے فرمان اقدس چاک کر دیا اور باذان صوبہ یمن کو لکھا دو مضبوط آدمی بھیج کر انھیں یہاں بلائے باذان نے اپنے داروغہ بابویہ اور ایک پارسی خرخسرہ نامی کو مدینہ طیبہ روانہ کیا۔

انهما حين دخلا علی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم كا ناقد حلقا لحاهما و اعفيا شوار بهما فكره النظر اليهما و قال ويلكما من امر كما بهذا قال ربنا يعنيان كسرى فقال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لكن ربی امرنی باعفاء لحتيی و قص شواربی .

یہ دونوں جب بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے داڑھیاں منڈائے اور مونچھیں بڑھائے ہوئے تھے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کی طرف نظر فرماتے کراہت آئی اور فرمایا خرابی ہو تمھارے لیے کس نے

تمھیں اس کا حکم دیا؟ وہ بولے ہمارے رب یعنی خسرو پرویز خبیث نے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مگر مجھے تو میرے رب نے داڑھی بڑھانے اور لبیں تراشنے کا حکم فرمایا۔

اس کے بعد حدیث میں معجزۂ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ظہور، خسرو پرویز مردود کی ہلاکت، باذان و بابویہ وخرخسرہ وغیرہم بہت اہل یمن کا مشرف باسلام ہونا مذکور ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔
(فتاویٰ رضویہ ج۹، ص ۱۲۸۔ لمعۃ الضحیٰ)

مقوقس کے دربار میں فرمان نبوی

امام واقدی اور ابو القاسم بن عبد الحکیم فتوح مصر میں بطریق ابان بن صالح راوی، جب حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمان اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لے کر مقوقس نصرانی بادشاہ مصر واسکندریہ کے پاس تشریف لے گئے اس نے ان سے دریافت کیا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کس بات کی طرف بلاتے ہیں انھوں نے فرمایا توحید و نماز پنج گانہ و روزۂ رمضان و حج اور وفائے عہد پھر اس نے حضور کا حلیہ پوچھا انھوں نے باختصار بیان کیا وہ بولا۔

قد بقيت اشياً لم تذكرها في عينيه حمرة قلما تفارقه و بين كتفيه خاتم النبوة.

ابھی اور باتیں باقی رہیں کہ تم نے نہ بیان کیں ان کی آنکھوں میں سرخ ڈورے ہیں کہ کم کسی وقت جدا ہوتے ہیں اور ان کے دونوں شانوں کے بیچ میں مہر نبوت ہے۔

پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اور صفات کریمہ بیان کر کے بولا

و قد كنت اعلم ان نبيا قد بقي و قد كنت اظن مخرجه بالشام و هناك كانت تخرج الانبياء من قبله فاراه قد خرج في ارض العرب في ارض جهد و بؤس و القبط لا تطاوعني في اتباعه و سيظهر على البلاد .

مجھے یقیناً معلوم تھا کہ ایک نبی باقی ہے اور مجھے گمان تھا کہ وہ شام میں ظاہر ہوگا کہ اگلے انبیاء نے وہاں ظہور کیا اب میں دیکھتا ہوں کہ انھوں نے عرب میں ظہور فرمایا محنت و مشقت کی زمین میں اور قبطی ان کی پیروی میں میری نہ مانیں گے عنقریب وہ ان شہروں پر غلبہ پائیں گے۔

مقوقس کا جواب

ابو القاسم نے بطریق ہشام بن اسحاق وغیرہ اور ابن سعد طبقات میں بطریق محمد بن عمر بن واقد ان کے شیوخ سے روایت کیا کہ مقوقس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس مضمون کی عرضی لکھی کہ

قد علمت ان نبیا بقی و کنت اظن انه یخرج بالشام و قد اکرمتک رسولک و بعثت الیک بهدیة .

مجھے یقین تھا کہ ایک نبی باقی ہے اور میرے گمان میں وہ شام سے ظہور کرتا اور میں نے حضور کے قاصد کا اعزاز کیا اور حضور کے لیے نذر حاضر کرتا ہوں۔(مقوقس نے بارگاہ رسالت میں دو کنیزیں اور ایک دلدل بھیجا تھا)

حاطب بن ابی بلتعہ کی حاضر جوابی

مقوقس بادشاہ مصر نے حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امتحاناً پوچھا کہ جب تم انھیں نبی کہتے ہو تو انھوں نے دعا کر کے اپنی قوم کو کیوں نہ ہلاک فرمادیا جب انھوں نے ان سے ان کا شہر مکہ چھڑایا تھا۔ حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا تو عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو رسول اللہ نہیں مانتا انھوں نے دعا کر کے اپنی قوم کو کیوں نہ ہلاک کر دیا جب انھوں نے انھیں پکڑا اور سولی دینے کا ارادہ کیا تھا مقوقس بولا۔

انت الحکیم الذی جاء من عند الحکیم

تم حکیم ہو کہ حکیم کامل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس سے آئے۔ اسے بیہقی نے حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ (جزاء اللہ عدوہ بابانہ ختم النبوۃ)

۶ھ کی بعض لڑائیاں

۶ھ میں صلح حدیبیہ سے قبل چند چھوٹے چھوٹے لشکروں کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مختلف اطراف میں روانہ فرمایا تا کہ وہ کفار کے حملوں کی مدافعت کرتے رہیں۔ ان کا مفصل تذکرہ سیرت و تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے مگر ان لڑائیوں کی ترتیب اور ان کی تاریخوں میں مورخین کا بڑا اختلاف ہے اس لیے ٹھیک طور پر ان کی تاریخوں کی تعیین بہت مشکل ہے ان واقعات کا چیدہ چیدہ بیان حدیثوں میں موجود ہے مگر احادیث میں بھی ان کی تاریخیں مذکور نہیں ہیں البتہ بعض قرائن و شواہد سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ یہ سب صلح حدیبیہ سے قبل کے واقعات ہیں، نیز ان لڑائیوں کے ناموں میں بھی اختلاف ہے۔ پھر بھی ان میں سے چند کے نام یہ ہیں۔

(۱) غزوۂ بنولحیان

(۲) غزوۂ ذی قرد یا غزوۃ الغابۃ

(۳) سریہ محمد بن مسلمۃ الاشہلی

(۴) سریہ نجد، ثمامہ بن اثال کی آمد اور قبول اسلام

(۵) سریہ عکاشہ بن محصن الاسدی، بسوئے بنی اسد

(۶) سریہ محمد بن مسلمۃ ذی القصہ

(۷) سریہ ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۸) سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بجانب عیص

(۹) سریہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسوئے بنی کعب

(۱۰) سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جموم کی طرف

(۱۱) سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ الطرف کی جانب

(۱۲) سریہ کرز بن جابر

(۱۳) سریہ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بجانب فدک۔

(۱۴) سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ام قرفہ کی طرف

(۱۵) سریہ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۶ ھ میں نازل شدہ احکام ومسائل

(۱) اس سال حج کی فرضیت کا حکم نازل ہوا۔

(۲) حالت احرام میں جنگلی جانوروں کے شکار پر پابندی۔

(۳) حضرت کعب بن عجرہ کو جوؤں کی وجہ سے حالت احرام میں سر منڈانے کی اجازت دے دی گئی۔

(۴) نماز استسقاء کی ابتداء۔

(۵) ظہار کا حکم نازل ہوا۔

(۶) مسلم خواتین، مشرکین پر حرام قرار دے دی گئیں۔ (مولف)

(مدارج النبوۃ دوم، سیرت الرسول، سیرت مصطفیٰ)

غزوۂ ذات القرد

انا سلمة بن اکوع
و الیوم یوم الرضع
(سلمہ بن اکوع)

غزوۂ ذات القرد ۷ھ

مدینہ کے قریب ''ذات القرد'' ایک چراگاہ کا نام ہے جہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اونٹنیاں چرتی تھیں عبد الرحمٰن بن عیینہ فزاری نے جو قبیلہ غطفان سے تعلق رکھتا تھا اپنے چند آدمیوں کے ساتھ ناگہاں اس چراگاہ پر چھاپہ مارا اور یہ لوگ بیس اونٹوں کو پکڑ کر لے بھاگے۔ مشہور تیر انداز صحابی حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سب سے پہلے اس کی خبر معلوم ہوئی انھوں نے اس خطرہ کا اعلان کرنے کے لیے بلند آواز سے یہ نعرہ مارا کہ یـا صبـاحـاہ پھر اکیلے ہی ان ڈاکوؤں کے تعاقب میں دوڑ پڑے اور ان ڈاکوؤں کو تیر مار مار کر تمام اونٹنیوں کو بھی چھین لیا۔ اور ڈاکو بھاگتے ہوئے جو تیس چادریں پھینکتے گئے تھے ان چادروں پر بھی قبضہ کر لیا۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لشکر لے کر پہنچے۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے ان چھاپہ ماروں کو ابھی تک پانی نہیں پینے دیا ہے یہ سب پیاسے ہیں، ان لوگوں کے تعاقب میں لشکر بھیج دیجیے تو یہ سب گرفتار ہو جائیں گے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی اونٹنیوں کے مالک ہو چکے ہو اب ان لوگوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرو۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے اونٹ پر اپنے پیچھے بٹھا لیا اور مدینہ واپس تشریف لائے۔

حضرت امام بخاری کا بیان ہے کہ یہ غزوہ جنگ خیبر کے لیے روانہ ہونے سے تین دن قبل ہوا۔ (مولف) (سیرت مصطفیٰ)

سلمہ بن اکوع کی بیعت

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت اور غزوۂ ذات القرد میں ان کی شجاعت و

بہادری سے متعلق امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سلمہ بن اکوع سے ایک جلسہ میں تین بار بیعت لی، جہاد کو جا رہے تھے پہلی بار فرمایا سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیعت کی، تھوڑی دیر بعد حضور نے فرمایا سلمہ تم بیعت نہ کرو گے؟ عرض کی حضور ابھی کر چکا ہوں فرمایا وایضاً پھر بھی، انھوں نے پھر بیعت کی اخیر میں جب سب حضرات بیعت سے فارغ ہوئے پھر ارشاد ہوا سلمہ تم بیعت نہ کرو گے؟ عرض کی یا رسول اللہ میں دو بار بیعت کر چکا فرمایا وایضاً پھر بھی، غرض ایک جلسہ میں سلمہ سے تین بار بیعت لی، ان پر تاکید بیعت میں راز یہ تھا کہ وہ ہمیشہ پیادہ جہاد فرمایا کرتے تھے اور مجمع کفار کا تنہا مقابلہ کرنا ان کے نزدیک کچھ نہ تھا۔

سلمہ بن اکوع کی شجاعت

ایک بار عبدالرحمٰن قاری کہ کافر تھا (اسے قراءت سے قاری نہ سمجھ لیں بلکہ قبیلہ بنی قارہ سے تھا) اپنے ہمراہیوں کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اونٹوں پر آ پڑا، چرانے والے کو قتل کیا اور اونٹ لے گیا۔ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر ہوئی پہاڑ پر جا کر ایک آواز تو دی کہ یا صباحاہ یعنی دشمن ہے مگر اس کا انتظار نہ کیا کہ کسی نے سنی یا نہیں یا کوئی آتا ہے یا نہیں۔ تنہا ان کافروں کا تعاقب کیا وہ چار سو تھے اور یہ اکیلے، وہ سوار تھے اور یہ پیادہ، مگر نبوی مددان کے ساتھ، اس محمدی شیر کے سامنے سے انھیں بھاگتے ہی بنی، اب یہ تعاقب میں ہیں، اپنا رجز پڑھتے جاتے ہیں۔

انا سلمة بن اکوع   والیوم یوم الرضع

میں سلمہ بن اکوع ہوں اور تمھاری ذلت وخواری کا دن ہے۔

ایک ہاتھ گھوڑے کی کونچوں پر مارتے ہیں وہ گرتا ہے سوار زمین پر آتا ہے، دوسرا ہاتھ اس پر پڑتا

ہے وہ جہنم جاتا ہے یہاں تک کہ کافروں کو بھاگنا دشوار ہوگیا اور وہ گھوڑوں پر سے اپنے اسباب پھینکنے لگے کہ ہلکے ہو کر زیادہ بھاگیں، حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ اسباب سب ایک جگہ جمع فرماتے اور پھر وہی رجز پڑھتے ہوئے ان کا تعاقب کرتے اور انھیں جہنم پہنچاتے، یہاں تک کہ شام ہوگئی کافر ایک پہاڑی پر ٹھہرے اس کے قریب دوسری پہاڑی پر انھوں نے آرام فرمایا، دن ہونے پر وہ اتر کر چلے، وہ اسی طرح ان کے پیچھے اور وہی رجز، وہی قتل یہاں تک کہ گرد اٹھی یہ قتل وتعاقب کرتے کرتے تھک گئے تھے اور اندیشہ ہوا کہ مبادا کفار کی مدد آگئی ہو جب دامن گرد پھٹا تکبیروں کی آوازیں آئیں اور دیکھا کہ حضرت ابوقتادہ مع بعض دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم گھوڑوں پر تشریف لا رہے ہیں۔ اب کیا تھا کفار کو گھیر لیا۔

ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فارس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہا جاتا تھا یعنی لشکر حضور کے سوار، جس طرح سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو راجل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعنی لشکر اقدس کے پیادے، ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود بارگاہ رسالت میں اسد من اسد الله و رسوله فرمایا، اللہ ورسول کے شیروں میں سے ایک شیر۔

گھوڑے نے جہاد کی خبر دی

ان کو اس جہاد کی خبر ان کے گھوڑے نے دی، تھان پر بندھا ہوا چمکا، انھوں نے چمکارا، پھر چمکا، فرمایا واللہ کہیں جہاد ہے اور گھوڑا کس کر سوار ہوئے۔ اب یہ تو معلوم نہیں کہ کدھر جائیں باگ چھوڑ دی اور کہا جدھر تو جانتا ہے چل، گھوڑا اڑا اور یہاں لے آیا۔

اس عبدالرحمٰن فزاری سے پہلے کسی لڑائی میں ان سے وعدہ جنگ ہولیا تھا یہ وقت اس کے اس وعدہ کے پورا ہونے کا آیا وہ پہلوان تھا اس نے کشتی مانگی انھوں نے قبول فرمائی، اس محمدی شیر نے خوک شیطان کو دے مارا خنجر لے کر اس کے سینے پر سوار ہوئے اس نے کہا میری بی بی کے لیے کون ہوگا؟ فرمایا نار اور اس کا

گلا کاٹ دیا۔ سرکاری اونٹ اور تمام غنیمتیں اور وہ اسباب کہ جا بجا کفار پھینکتے اور سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راستے میں جمع فرماتے گئے تھے سب لا کر حاضر بارگاہ انور کیا۔ (الملفوظ حصہ دوم)

غزوۂ خیبر

شور تکبیر سے تھر تھرائی زمین
جنبش جیش نصرت پہ لاکھوں سلام

و مغانم کثیرۃ یاخذونہا و کان اللہ عزیزا حکیما

اور بہت سی غنیمتیں جن کو لیں اور اللہ عزت و حکمت والا ہے۔

(الفتح، ۱۹)

غزوۂ خیبر ۷ھ

خیبر مدینہ طیبہ سے آٹھ منزل کی دوری پر ایک شہر ہے۔ ایک انگریز سیاح نے لکھا ہے کہ خیبر مدینہ سے تین سو بیس (۳۲۰) کلو میٹر دور ہے۔ یہ بڑا زرخیز علاقہ تھا اور یہاں عمدہ کھجوریں بکثرت پیدا ہوتی تھیں۔ عرب میں یہودیوں کا سب سے بڑا مرکز یہی خیبر تھا۔ یہاں کے یہودی، عرب میں سب سے زیادہ مال دار اور جنگجو تھے اور ان کو اپنی مالی اور جنگی طاقتوں پر بڑا ناز اور گھمنڈ تھا۔ یہ لوگ اسلام اور بانی اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بدترین دشمن تھے یہاں یہودیوں نے بہت سے مضبوط قلعے بنا رکھے تھے۔ جن میں سے بعض کے آثار اب تک موجود ہیں ان میں سے آٹھ قلعے بہت مشہور ہیں جن کے نام یہ ہیں۔

کتیبہ، ناعم، شق، قموص، نطاۃ، صعب، وطیح، سلالم۔

غزوۂ خیبر کب ہوا؟

تمام مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جنگ خیبر محرم کے مہینے میں ہوئی۔ لیکن اس میں اختلاف ہے کہ ۶ھ تھا یا ۷ھ

غالباً اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ بعض لوگ سن ہجری کی ابتداء محرم سے کرتے ہیں اس لیے ان کے نزدیک محرم میں ۷ھ شروع ہوگیا۔ اور بعض لوگ سن ہجری کی ابتداء ربیع الاول سے کرتے ہیں کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجرت ربیع الاول میں ہوئی لہٰذا ان لوگوں کے نزدیک یہ محرم و صفر ۶ھ کے تھے۔

جنگ خیبر کا سبب

جنگ خندق میں جن جن کفار عرب نے مدینہ پر حملہ کیا تھا ان میں خیبر کے یہودی بھی تھے بلکہ در

حقیقت وہی اس حملہ کے بانی اور سب سے بڑے محرک تھے۔ چنانچہ "بنونضیر" کے یہودی جب مدینہ سے جلا وطن کیے گئے تو یہودیوں کے جو رؤسا خیبر چلے گئے تھے ان میں سے حی بن اخطب اور ابو رافع سلام بن ابی الحقیق نے تو مکہ جا کر کفار قریش کو مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے ابھارا۔ اور تمام قبائل کا دورہ کر کے کفار عرب کو جوش دلا کر برانگیختہ کیا اور حملہ آوروں کی مالی امداد کے لیے پانی کی طرح روپیہ بہایا اور خیبر کے تمام یہودیوں کو ساتھ لے کر یہودیوں کے یہ دونوں سردار حملہ کرنے والوں میں شامل رہے۔

حی بن اخطب تو جنگ قریظہ میں قتل ہو گیا اور ابو رافع سلام بن ابی الحقیق کو ۶ ھ میں حضرت عبداللہ بن عتیک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے محل میں داخل ہو کر قتل کر دیا۔ لیکن ان سب واقعات کے بعد بھی خیبر کے یہودی بیٹھ نہیں رہے بلکہ اور زیادہ انتقام کی آگ ان کے سینوں میں بھڑ کنے لگی۔ چنانچہ یہ لوگ مدینہ پر پھر ایک دوسرا حملہ کرنے کی تیاریاں کرنے لگے اور اس مقصد کے لیے قبیلۂ غطفان کو بھی آمادہ کر لیا۔ قبیلۂ غطفان عرب کا ایک بہت ہی طاقتور اور جنگجو قبیلہ تھا اور اس کی آبادی خیبر سے بالکل ہی متصل تھی۔ اور خیبر کے یہودی خود بھی عرب کے سب سے بڑے سرمایہ دار ہونے کے ساتھ بہت ہی جنگ باز اور تلوار کے دھنی تھے ان دونوں کے گٹھ جوڑ سے ایک بڑی طاقتور فوج تیار ہو گئی اور ان لوگوں نے مدینہ پر حملہ کر کے مسلمانوں کو تہس نہس کر دینے کا پلان بنا لیا۔

مسلمان خیبر کی طرف

جب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ خیبر کے یہودی قبیلۂ غطفان کو ساتھ لے کر مدینہ پر حملہ کرنے والے ہیں تو ان کی اس چڑھائی کو روکنے کے لیے سولہ سو صحابہ کرام کا لشکر ساتھ لے کر آپ خیبر روانہ ہوئے۔

مدینہ پر حضرت سباع بن عرفطہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو افسر مقرر فرمایا اور تین جھنڈے تیار کرائے،

ایک جھنڈا حضرت حباب بن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیا اور ایک جھنڈے کا علمبردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنایا اور خاص علم نبوی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست مبارک میں عنایت فرمایا اور ازواج مطہرات میں سے حضرت بی بی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ساتھ لیا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کے وقت حدود خیبر میں اپنی فوج ظفر موج کے ساتھ پہنچ گئے اور نماز فجر کے بعد شہر میں داخل ہوئے تو خیبر کے یہودی اپنے اپنے ہنسیا اور ٹوکری لے کر کھیتوں اور باغوں میں کام کاج کے لیے قلعہ سے نکلے جب انھوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا تو شور مچانے لگے اور چلا چلا کر کہنے لگے کہ خدا کی قسم لشکر کے ساتھ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہیں۔اس وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

خیبر برباد ہو گیا بلا شبہ ہم جب کسی قوم کے میدان میں اتر پڑتے ہیں تو کفار کی صبح بری ہو جاتی ہے۔

یہودیوں کی تیاری

یہودیوں نے اپنی عورتوں اور بچوں کو ایک محفوظ قلعہ میں پہنچا دیا اور راشن کا ذخیرہ قلعہ ناعم میں جمع کر دیا اور فوجوں کو "نطاۃ" اور قموص کے قلعوں میں اکٹھا کر دیا۔ان میں سب سے زیادہ مضبوط اور محفوظ قلعہ قموص تھا۔اور مرحب یہودی جو عرب کے پہلوانوں میں ایک ہزار سوار کے برابر مانا جاتا تھا اسی قلعہ کا رئیس تھا سلام بن مشکم یہودی گو بیمار تھا مگر وہ بھی قلعہ نطاۃ میں فوجیں لے کر ڈٹا ہوا تھا۔یہودیوں کے پاس تقریباً بیس ہزار فوج تھی جو مختلف قلعوں کی حفاظت کے لیے مورچہ بندی کیے ہوئے تھی۔

محمود بن مسلمہ کی شہادت

سب سے پہلے قلعہ ناعم پر معرکہ آرائی اور جم کر لڑائی ہوئی حضرت محمود بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے بڑی بہادری اور جاں نثاری کے ساتھ جنگ کی مگر سخت گرمی اور لو کے تھپیڑوں کی وجہ سے ان پر پیاس کا غلبہ ہو گیا۔ وہ قلعہ ناعم کی دیوار کے نیچے سو گئے۔ کنانہ بن ابی الحقیق یہودی نے ان کو دیکھ لیا اور چھت سے ایک بہت بڑا پتھر ان کے اوپر گرا دیا جس سے ان کا سر کچل گیا اور یہ شہید ہو گئے۔ اس قلعہ کو فتح کرنے میں پچاس مسلمان زخمی ہو گئے لیکن قلعہ فتح ہو گیا۔

خیبر کی فتح

قلعہ ناعم کے بعد دوسرے قلعے بھی بہ آسانی اور بہت جلد فتح ہو گئے لیکن قلعہ قموص چوں کہ بہت ہی مضبوط اور محفوظ قلعہ تھا اور یہاں یہودیوں کی فوجیں بھی بہت زیادہ تھیں اور یہودیوں کا سب سے بڑا بہادر ''مرحب'' خود اس قلعہ کی حفاظت کرتا تھا اس لیے اس قلعہ کو فتح کرنے میں بڑی دشواری ہوئی۔ کئی روز تک یہ مہم سر نہ ہو سکی۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس قلعہ پر پہلے دن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کمان میں اسلامی فوجوں کو چڑھائی کے لیے بھیجا اور انھوں نے بہت ہی شجاعت اور جاں بازی کے ساتھ حملہ فرمایا مگر یہودیوں نے قلعہ کی فصیل پر سے اس زور کی تیر اندازی اور سنگ باری کی کہ مسلمان قلعہ کے پھاٹک تک نہ پہنچ سکے اور رات ہو گئی۔

دوسرے دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زبردست حملہ کیا اور مسلمان بڑی گرم جوشی کے ساتھ بڑھ بڑھ کر دن بھر قلعہ پر حملہ کرتے رہے مگر قلعہ فتح نہ ہو سکا۔ اور کیوں کر فتح ہوتا فاتح خیبر ہونا تو علی حیدر کے مقدر میں لکھا تھا چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :

لا عطين الراية غدا رجلا يفتح الله على يديه . يحب الله و رسوله و يحبه الله و رسوله قال فبات الناس يدو كون ليلتهم ايهم يعطاها.

کل میں اس آدمی کو جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح دے گا۔ وہ اللہ و رسول کا محب بھی ہے اور محبوب بھی۔ راوی نے کہا کہ لوگوں نے یہ رات بڑے اضطراب میں گزاری کہ دیکھئے کل کس کو جھنڈا دیا جاتا ہے؟

صبح ہوئی تو صحابہ کرام خدمت اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بڑے اشتیاق کے ساتھ یہ تمنا لے کر حاضر ہوئے کہ یہ اعزاز و شرف ہمیں مل جائے اس لیے کہ جس کو جھنڈا ملے گا اس کے لیے تین بشارتیں ہیں۔

(۱) وہ اللہ و رسول کا محب ہے۔

(۲) وہ اللہ و رسول کا محبوب ہے۔

(۳) خیبر اس کے ہاتھ سے فتح ہوگا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ اس روز مجھے بڑی تمنا تھی کہ کاش آج مجھے جھنڈا عنایت ہوتا۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس موقع کے سوا مجھے کبھی بھی فوج کی سرداری اور افسری کی تمنا نہ تھی۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے صحابہ کرام بھی اس نعمت عظمیٰ کے لیے ترس رہے تھے۔

لیکن صبح کو اچانک یہ صدا لوگوں کے کان میں آئی کہ علی کہاں ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ ان کی آنکھوں میں آشوب ہے۔ آپ نے قاصد بھیج کر ان کو بلایا اور ان کی دکھتی ہوئی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگا دیا اور دعا فرمائی تو فوراً ہی انھیں ایسی شفا حاصل ہوگئی کہ گویا انھیں کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔ پھر تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اپنا علم نبوی جو حضرت ام المومنین بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سیاہ چادر سے تیار کیا گیا تھا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ:

تم بڑے سکون کے ساتھ جاؤ اور ان یہودیوں کو اسلام کی دعوت دو اور بتاؤ کہ مسلمان ہو جانے کے بعد تم پر اللہ کے فلاں فلاں حقوق واجب ہیں۔ خدا کی قسم اگر ایک آدمی نے بھی تمھاری بدولت اسلام قبول کرلیا تو یہ دولت تمھارے لیے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ بہتر ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قلعہ قموص کے پاس پہنچ کر یہودیوں کو اسلام کی دعوت دی لیکن انھوں نے اس دعوت کا جواب اینٹ، پتھر اور تیر و تلوار سے دیا اور قلعہ کا رئیس اعظم "مرحب" خود بڑے طنطنہ کے ساتھ نکلا، سر پر یمنی زرد رنگ کا ڈھاٹا باندھے ہوئے اور اس کے اوپر پتھر کا خود پہنے ہوئے رجز کا یہ شعر پڑھتے ہوئے حملہ کے لیے آگے بڑھا۔

قد علمت خیبر انی مرحب

شاکی السلاح بطل مجرب

خیبر خوب جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں، اسلحہ پوش ہوں، بہت ہی بہادر اور تجربہ کار ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے جواب میں رجز کا یہ شعر پڑھا۔

انا الذی سمتنی امی حیدرہ

کلیث غابات کریہ المنظرہ

میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر (شیر) رکھا ہے میں کچھار کے شیر کی طرح ہیبت ناک ہوں۔

مرحب نے بڑے طمطراق کے ساتھ آگے بڑھ کر حضرت شیر خدا پر اپنی تلوار سے وار کیا مگر آپ نے ایسا پینترا بدلا کہ مرحب کا وار خالی گیا پھر آپ نے بڑھ کر اس کے سر پر اس زور کی تلوار ماری کہ ایک ہی ضرب سے خود کٹا، مغفر کٹا اور ذوالفقار حیدری سر کو کاٹتی ہوئی دانتوں تک اتر آئی اور تلوار کی مار کا تڑاکہ فوج

تک پہنچا اور مرحب زمین پر گر کر ڈھیر ہو گیا۔

مرحب کی لاش کو زمین پر تڑپتے ہوئے دیکھ کر اس کی فوج حضرت شیر خدا پر ٹوٹ پڑی، لیکن ذو الفقار حیدری بجلی کی طرح چمک چمک کر گرتی تھی جس سے صفیں کی صفیں الٹ گئیں اور یہودیوں کے مایہ ناز بہادر مرحب، حارث، اسیر، عامر وغیرہ کٹ گئے۔ اسی گھمسان کی جنگ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ڈھال کٹ کر گر پڑی تو آپ نے آگے بڑھ کر قلعہ قموص کا پھاٹک اکھاڑ دیا اور کواڑ کو ڈھال بنا کر اس پر دشمنوں کی تلواریں روکتے رہے۔ یہ کواڑ اتنا بڑا اور وزنی تھا کہ بعد کو چالیس آدمی اسکو نہ اٹھا سکے۔

جنگ جاری تھی کہ حضرت علی شیر خدا نے کمال شجاعت کے ساتھ لڑتے ہوئے خیبر کو فتح کر لیا اور حضرت صادق الوعد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان صداقت کا نشان بن کر فضاؤں میں لہرانے لگا کہ۔

کل میں اس آدمی کو جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح دے گا اور وہ اللہ و رسول کا محب بھی ہے اور اللہ و رسول کا محبوب بھی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ سے خیبر کی فتح عطا فرمائی اور قیامت تک کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو فاتح خیبر کے معزز لقب سے سرفراز فرما دیا۔ اور یہ وہ فتح عظیم ہے جس نے پورے جزیرۃ العرب میں یہودیوں کی جنگی طاقت کا جنازہ نکال دیا۔ فتح خیبر سے قبل اسلام، یہودیوں اور مشرکین کے گٹھ جوڑ سے نازک حالت میں تھا لیکن خیبر فتح ہو جانے کے بعد اسلام اس خوفناک حالت سے نکل گیا اور آگے اسلامی فتوحات کے دروازے کھل گئے۔ چنانچہ اس کے بعد ہی مکہ بھی فتح ہو گیا اس لیے یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ فاتح خیبر کی ذات سے اسلامی فتوحات کا سلسلہ وابستہ ہے۔

بہر حال خیبر کا قلعہ قموص بیس دن کے محاصرہ اور زبردست معرکہ آرائی کے بعد فتح ہو گیا۔ ان معرکوں میں ۹۳ ریہودی قتل ہوئے اور پندرہ مسلمان جام شہادت سے سیراب ہوئے۔

خیبر کا انتظام

فتح کے بعد خیبر کی زمین پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ بنو نضیر کی طرح اہل خیبر کو بھی جلاوطن کر دیں لیکن یہودیوں نے یہ درخواست کی کہ ہم کو خیبر سے نہ نکالا جائے اور زمین ہمارے ہی قبضہ میں رہنے دی جائے ہم یہاں کی پیداوار کا آدھا حصہ آپ کو دیتے رہیں گے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی یہ درخواست منظور فرمالی۔ چنانچہ جب کھجوریں پک جاتیں اور غلہ تیار ہو جاتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خیبر بھیج دیتے وہ کھجوروں اور اناجوں کو دو برابر حصوں میں تقسیم کر دیتے اور یہودیوں سے فرماتے کہ اس میں سے جو حصہ تم کو پسند ہو وہ لے لو۔ یہودی اس عدل پر حیران ہو کر کہتے تھے کہ زمین و آسمان ایسے ہی عدل سے قائم ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ خیبر فتح ہو جانے کے بعد یہودیوں سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس طور پر صلح فرمائی کہ یہودی اپنا سونا، چاندی اور ہتھیار سب مسلمانوں کے سپرد کر دیں اور جانوروں پر جو کچھ لدا ہوا ہے وہ یہودی اپنے پاس ہی رکھیں مگر شرط یہ ہے کہ یہودی کوئی چیز مسلمانوں سے نہ چھپائیں۔ مگر اس شرط کو قبول کر لینے کے باوجود حی بن اخطب کا وہ چرمی تھیلا یہودیوں نے غائب کر دیا جس میں بنو نضیر سے جلاوطنی کے وقت وہ سونا چاندی بھر کر لایا تھا جب یہودیوں سے پوچھ گچھ کی گئی تو وہ جھوٹ بولے اور کہا کہ وہ ساری رقم لڑائیوں میں خرچ ہو گئی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے بذریعۂ وحی اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بتا دیا کہ وہ تھیلا کہاں ہے؟ چنانچہ مسلمانوں نے اس تھیلے کو برآمد کر لیا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کنانہ بن ابی الحقیق کو حضرت محمود بن مسلمہ کے قصاص میں قتل کرا دیا۔ (چوں کہ کنانہ بن ابی الحقیق نے حضرت محمود بن مسلمہ کو چھت سے پتھر گرا کر قتل کر دیا تھا) اور اس کی عورتوں کو قیدی بنا لیا۔

خیبر میں اعلان مسائل

جنگ خیبر کے موقع پر چند مندرجہ ذیل فقہی مسائل کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا۔

(۱) پنجہ دار پرندوں کو حرام فرمایا۔

(۲) تمام درندہ جانوروں کی حرمت کا اعلان فرمادیا۔

(۳) گدھا اور خچر حرام کردیا گیا۔

(۴) چاندی سونے کی خرید وفروخت میں کمی بیشی کے ساتھ خریدنے اور بیچنے کو حرام فرمایا اور حکم دیا کہ چاندی کو چاندی کے بدلے اور سونے کو سونے کے بدلے برابر برابر بیچنا ضروری ہے اگر کمی بیشی ہوگی تو وہ سود ہوگا جو حرام ہے۔

(۵) اب تک یہ حکم تھا کہ لونڈیوں سے ہاتھ آتے ہی صحبت کرنا جائز تھا لیکن اب استبراء ضروری قرار دے دیا گیا یعنی اگر وہ حاملہ ہوں تو بچہ پیدا ہونے تک ورنہ ایک مہینہ ان سے صحبت جائز نہیں۔

(۶) عورتوں سے متعہ کرنا بھی اسی غزوہ میں حرام کردیا گیا۔ (مولف)

(مدارج النبوۃ دوم، سیرت مصطفیٰ)

عامر بن اکوع کے رجزیہ اشعار

امام احمد رضا بریلوی حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی راہ خیبر میں رجز خوانی کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

غزوۂ خیبر شریف میں خیبر کو جاتے ہوئے حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور میں رجز پڑھتے چلے۔

اللهم لولا انت ما اهتدینا
و لا تصدقنا و لا صلینا

•

فاغفر فداء لک ما ابقینا
و القین سکینة علینا

•

و ثبت الا قدام ان لا قینا
و نحن عن فضلک ما استغنینا

خدا گواہ ہے یارسول اللہ اگر حضور نہ ہوتے تو ہم ہدایت نہ پاتے، نہ زکوۃ دیتے، نہ نماز پڑھتے تو بخش دیجیے۔ ہم حضور پر قربان جو گناہ ہمارے رہ گئے ہیں اور ہم پر حضور سکینہ اتاریں اور جب ہم دشمنوں سے مقابل ہوں تو حضور ہمیں ثابت قدم رکھیں، ہم حضور کے فضل سے بے نیاز نہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

یہ حدیث صحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن ابی داؤد وسنن نسائی ومسند امام احمد وغیرہا میں سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بطریق عدیدہ ہے اور پچھلا مصرع زیادات صحیح مسلم وامام احمد سے ہے۔

ہم حدیث صحیح بخاری مع شرح امام احمد قسطلانی مسمّی بہ ارشاد الساری کے الفاظ کریمہ مختصراً ذکر کریں۔

(عن یزید بن ابی عبید عن سلمة بن الاکوع رضی الله تعالیٰ عنه قال خرجنا مع النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم الی خیبر فسرنا لیلا فقال رجلا من القوم) هو اسید

ابن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنه (لعامر یا عامر الا تسمعنا من هیهاتک) و عند بن اسحق من حدیث نصر بن دهر ن الاسلمی رضی الله تعالیٰ عنه انه سمع رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یقول فی مسیره الی خیبر لعامر بن الاکوع رضی الله تعالیٰ عنه انزل یا ابن الاکوع فخذ لنا من هناتک ، ففیه انه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم هو الذی امره بذلک افکان عامر رضی الله تعالیٰ عنه رجلا شاعرا فنزل یحدو بالقوم یقول

اللهم لو لا انت ما اهتدینا
و لا تصدقنا و لا صلینا

(فاغفر فداء لک) المخاطب بذلک النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ای اغفر لنا تقصیرنا فی حقک و نصرک اذ لا یتصور ان یقال مثل هذ الکلام للباری تعالیٰ و قوله اللهم لم یقصد بها الدعاء و انما افتح بها الکلام .

(ما ابقینا) ای ما خلفنا و رعنا من الاثام (القین) اوسل ربک ان یلقین (سکینة علینا و ثبت اقدام) ای و ان یثبت الاقدام (ان لا قینا) العدو (فقال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم من هذا السائق قالوا عامر بن الاکوع قال یرحمه الله)

و عند احمد من روایة ایاس بن سلمة فقال غفرلک ربک قال و ما استغفر رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لانسان یخصه الا استشهد قال رجل من القوم هو عمر بن الخطاب رضی الله تعالیٰ عنه کما فی مسلم (وجبت) له الشهادة بدعائک له (یا نبی الله لولا امتعتنا به) ابقیته لنا لنتمتع به .

یعنی یزید بن عبید اپنے مولیٰ سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ رکاب اقدس خیبر کو چلے رات کا سفر تھا حاضرین سے ایک صاحب حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا اے عامر ہمیں کچھ اشعار اپنے نہیں سناتے۔

اور ابن اسحاق نے نصر بن دہر اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں روایت کی کہ میں نے سفر خیبر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عامر بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے سنا اے ابن اکوع اتر کر کچھ اپنے اشعار ہمارے لیے شروع کرو، اس روایت سے معلوم ہوا کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں اس امر کا امر فرمایا عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شاعر تھے اترے اور قوم کے سامنے یوں حدی خوانی کرتے چلے کہ

یارب اگر حضور نہ ہوتے ہم راہ نہ پاتے نہ زکوۃ و نماز بجالاتے ہم حضور پر بلا گرداں ہوں ہمارے جو گناہ باقی رہے ہیں بخش دیجیے۔ ان اشعار میں مخاطب حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں یعنی حضور کے حقوق حضور کی مدد میں جو قصور ہم سے ہوئے حضور معاف فرمادیں۔ حضور کے لیے خطاب ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اللہ عزوجل سے ایسا خطاب کرنا معقول نہیں (ائمہ فرماتے ہیں کہ کسی پر فدا ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس پر اگر کوئی بلا یا تکلیف آتی ہو تو وہ اپنے اوپر لے لی جائے، اس کی محافظت میں اپنی جان دے دی جائے تو اللہ عزوجل کو اس کلام کا مخاطب کیوں کر بنا سکتے ہیں) رہا یہ کہ ابتدا میں **اللھم** ہے اس سے مقصود حضرت عزت جل جلالہ کو پکارنا نہیں (کہ یہ اللہ عزوجل سے عرض قرار پائے) بلکہ اس کے نام سے ابتدائے کلام ہے۔ اور حضور ہم پر سکینہ اتاریں مقابلۂ دشمن کے وقت اور ہمیں ثابت قدم رکھیں یعنی اپنے رب جل و علا سے ان مراعات کی دعا فرمادیں۔

یہ اشعار سن کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا یہ کون اونٹوں کو رواں کرتا ہے صحابہ نے عرض کی عامر بن اکوع، حضور نے فرمایا اللہ اس پر رحمت کرے۔

اور مسند احمد (وصحیح مسلم) میں بروایت ایاس بن سلمہ (اپنے والد ماجد سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے) ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے) فرمایا تیرا رب تیری مغفرت فرمائے اور حضور (ایسی جگہ) جب کسی خاص شخص کا نام لے کر دعائے مغفرت فرماتے تھے وہ شہید ہو جاتا تھا (لہٰذا) حاضرین میں سے ایک صاحب یعنی امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا کہ صحیح مسلم میں تصریح ہے عرض کی یا رسول اللہ حضور کی دعا سے عامر کے لیے شہادت واجب ہوگئی، حضور نے ہمیں ان سے نفع کیوں نہ لینے دیا یعنی حضور انھیں ابھی زندہ رکھتے کہ ہم ان سے بہرہ مند ہوتے۔

یہ پچھلے لفظ بھی یاد رکھنے کے قابل ہیں کہ حضور انھیں زندہ رکھتے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

یہ حدیث ابن اسحاق نے اس سند سے روایت کی۔

حدثنی محمد بن ابراهیم بن الحارث عن ابی الهیثم بن نصر بن دهرن الاسلمی ان اباه حدثه انه سمع رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یقول فی مسیره الی خیبر لعامر بن الاکوع فذکره.

عامر بن اکوع کی شہادت

اسی میں ہے : **فقال عمر بن الخطاب رضی الله تعالیٰ عنه وجبت والله یا رسول الله لو امتعتنا به فقتل یوم خیبر شهیدا.**

امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی خدا کی قسم شہادت واجب ہوگئی یا رسول اللہ! کاش حضور ہمیں ان کی زندگی سے بہرہ یاب رکھتے وہ روز خیبر شہید ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (الامن والعلی)

و عامر بن الاکوع کان یحدو بین یدیه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم و استشهد یوم خیبر.

حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے حدی پڑھتے تھے اور وہ روز خیبر شہید ہوئے۔(مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۹،ص ۱۷۲)

خیبر کے عامل سے حضور کا فرمان

خیبر کے خرمے اور وہاں کے عامل سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان مقدس کے بارے میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں :

صحیحین میں حضرت ابو سعید و حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک صاحب کو خیبر پر عامل بنا کر بھیجا وہ عمدہ خرمے وہاں سے لائے فرمایا کیا خیبر کے سب خرمے ایسے ہی ہیں عرض کی نہیں یا رسول اللہ، واللہ کہ ہم چھ سیر خرموں کے بدلے یہ خرمے تین سیر اور نو سیر دے کر اس کے چھ سیر خریدتے ہیں فرمایا

لا تفعل بع الجمع بالدراهم ثم ابتع بالدراهم جنيبا.

ایسا نہ کرو بلکہ ناقص یا پچپل خرمے پہلے روپیوں کے عوض بیچو پھر ان روپیوں سے یہ عمدہ خرمے خریدو۔اور ہر موزون کے بارے میں یہی حکم فرمایا۔

نیز صحیحین میں ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ برنی چھوہارے کہ عمدہ قسم ہیں خدمت اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر لائے فرمایا یہ کہاں سے آئے عرض کی ہمارے پاس ناقص چھوہارے تھے ان کے چھ سیر دے کر یہ تین سیر لیے فرمایا۔

اوه عين الربا عين الربا لا تفعل و لكن اذا اردت ان تشترى فبع التمر ببيع اخر ثم اشتر به.

اف خاص سود ہے ایسا نہ کرو ہاں جب بدلنا چاہو تو اپنے چھوہارے اور چیز سے پہلے بیچ کر پھر اس سے اچھے چھوہارے مول لے لو۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۴۴۶۔ راد ع التعسف)

خیبر کے دن متعہ حرام ہوا

امام احمد رضا بریلوی نے ایک سوال کے جواب میں حرمت متعہ کی وضاحت یوں فرمائی ہے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے: و الذین هم لفروجهم حفظون . الاعلى ازواجهم او ما ملكت ايمانهم فانهم غير ملومين . فمن ابتغى وراء ذلك فاولئك هم العادون .

وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کو بچائے ہوئے ہیں مگر اپنی بی بیوں یا اپنی شرعی کنیزوں پر کہ ان پر کچھ ملامت نہیں تو جو اس کے سوا کوئی اور راہ طلب کرے تو وہی لوگ ہیں حد سے بڑھنے والے۔

ظاہر ہے کہ زن ممنوعہ نہ اس کی بی بی نہ کنیز شرعی تو یہ وہی تیسری راہ ہے جو خدا کی باندھی ہوئی حد سے جدا اور حرام و گناہ ہے۔

رب تبارک وتعالیٰ مردوں سے فرماتا ہے محصنین غیر مسافحین و لا متخذی اخدان.

نکاح کرو بی بی بنا کر قید میں رکھنے کو نہ پانی گرانے اور نہ آشنا بنانے کو۔

عورتوں سے فرماتا ہے: محصنین غیر مسافحات و لا متخذات اخدان .

قید میں آتیاں نہ مستی نکالتیاں نہ یار بناتیاں۔

ظاہر ہے کہ متعہ بھی مستی نکالنے، پانی گرانے کا صیغہ ہے نہ قید میں رکھنے، بی بی بنانے کا۔

صحیح مسلم شریف میں حدیث حضرت سبرہ بن معبد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

یا ایها الناس انی کنت اذنت لکم فی الاستمتاع من النسأ و ان الله عزوجل قد حرم ذلک الی یوم القیامة

اے لوگوں میں نے پہلے تمہیں اجازت دی تھی عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے کی اور اب بیشک اللہ عزوجل نے اسے حرام فرما دیا قیامت تک۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے ہے۔

ان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم نهی عن متعة النساء یوم خیبر و عن لحوم الحمر الانسیة.

بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر کے دن عورتوں سے متعہ اور گدھے کا گوشت حرام فرما دیا۔

ابتدائے اسلام میں متعہ جائز تھا

جامع ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے۔

قال انما کانت المتعة فی اول الاسلام کان الرجل یقدم البلدة لیس له معرفة فیتزوج للمرأة بقدر ما یری انه یقیم فتحفظ له متاعه و تصلح له شانه حتی اذا نزلت الایة الاعلی ازواجهم او ما ملکت ایمانهم ، قال ابن عباس فکل فرج سواهما فهو حرام.

متعہ ابتدائے اسلام میں تھا مرد کسی شہر میں جاتا جہاں کسی سے جان پہچان نہ ہوتی تو کسی عورت سے اتنے دنوں کے لیے عقد کر لیتا جتنے روز اس کے خیال میں وہاں ٹھہرنا ہوتا وہ عورت اس کے اسباب کی

حفاظت اس کے کاموں کی درستی کرتی۔ جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی کہ سب سے اپنی شرمگاہیں محفوظ رکھو سوا بیبیوں اور کنیزوں کے اس دن سے ان دو کے سوا جو فرج ہے وہ حرام ہوگئی۔

حازمی کتاب الناسخ والمنسوخ میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی غزوۂ تبوک میں ہم نے کچھ عورتوں سے متعہ کیا۔

فجاء رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فنظر الیھن و قال من ھولاء النسوۃ.

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے انھیں دیکھا فرمایا یہ عورتیں کون ہیں؟

قلنا یا رسول اللہ تمتعنا منھن.

ہم نے عرض کی یا رسول اللہ ان سے ہم نے متعہ کیا ہے۔

قال فغضب رسول اللہ صلیٰ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حتی احمرت و جنتاہ و تمعر وجھہ و قام فینا خطیبا فحمد اللہ و اثنی علیہ ثم نھی عن المتعۃ .

یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غضب فرمایا یہاں تک کہ دونوں رخسارۂ مبارک سرخ ہوگئے اور چہرۂ انور کا رنگ بدل گیا۔ خطبہ فرمایا اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی پھر متعہ کا حرام ہونا بیان فرمایا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۵، ص ۲۴۳)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ابتداء میں جواز متعہ کے مدتوں قائل رہے ہیں یہاں تک کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہمانے اپنے زمانۂ خلافت میں ان سے فرمایا کہ اپنے ہی اوپر آزما دیکھئے اگر متعہ کرو تو میں سنگسار کروں۔ آخر زمانہ میں اس سے رجوع کی اور فرمایا اللہ عزوجل نے زوجہ وکنیز شرعی بس ان دونوں کو حلال فرمایا۔

فکل فرج سواھما حرام .

ان دو کے سوا جو فرج ہے حرام ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۴۴۴، رادع التعسف)

ایک مدعی اسلام کا جہاد

صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، غزوۂ خیبر میں ایک مدعی اسلام نے ہمراہ رکاب اقدس سخت جہاد اور کافروں سے عظیم قتال کیا صحابہ اس کے مداح ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ دوزخی ہے اس پر قریب تھا کہ بعض لوگ متزلزل ہو جائیں (یعنی ایسے عالی درجہ کے عمدہ کام ایسے جلیل وجمیل نصرت اسلام اور اس پر ناری ہونے کے احکام) بالآخر خبر پائی کہ وہ معرکہ میں زخمی ہوا درد کی تاب نہ لایا اور رات کو اپنا گلا کاٹ کر مر گیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ خبر سن کر فرمایا اللہ اکبر! میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ پھر بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں میں منادی کر دیں۔

انه لا یدخل الجنة الا نفس مسلمة و ان الله لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر.

بیشک جنت میں کوئی نہ جائے گا مگر مسلمان جان اور بیشک اللہ تعالیٰ اس دین کی مدد کرتا ہے فاسق کے ہاتھ پر۔

اسی کے قریب طبرانی نے کبیر میں عمرو بن نعمان بن مقرن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

نسائی و ابن حبان حضرت انس بن مالک اور احمد و طبرانی حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسند جید راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الله تعالیٰ یؤید ھذا الدین باقوام لا خلاق لھم .

بے شک اللہ عزوجل اس دین کی مدد ایسے لوگوں سے فرماتا ہے جن کا کوئی حصہ نہیں۔

طبرانی کبیر میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ لیؤید الاسلام برجال ما ھم من اھلہ .

بے شک اللہ تعالیٰ اسلام کی تائید ایسے لوگوں سے کراتا ہے جو خود اہل اسلام سے نہیں۔

(شرح المطالب فی مبحث ابی طالب)

خیبر کا دراز گوش

ابن حبان و ابن عساکر حضرت ابو منظور اور ابو نعیم بر وجہ آخر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، جب خیبر فتح ہوا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دراز گوش سیاہ رنگ دیکھا اس سے کلام فرمایا وہ جانور بھی تکلم میں آیا ارشاد ہوا تیرا کیا نام ہے عرض کی یزید بیٹا شہاب کا اللہ تعالیٰ نے میرے دادا کی نسل سے ساٹھ دراز گوش پیدا کیے۔

کلھم لا یرکبہ الا نبی .

ان سب پر انبیاء سوار ہوا کیے۔

و قد کنت اتوقعک ان ترکبنی لم یبق من نسل جدی غیری و لا من الانبیاء غیرک .

مجھے یقینی توقع تھی کہ حضور مجھے اپنی سواری سے مشرف فرمائیں گے کہ اب اس نسل میں سوا میرے اور انبیاء میں سوا حضور کے کوئی باقی نہیں۔

میں پہلے ایک یہودی کے پاس تھا اسے قصداً گرادیا کرتا وہ مجھے بھوکا رکھتا اور مارتا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا نام ''یعفور'' رکھا جسے بلانا چاہتے اسے بھیج دیتے چوکھٹ پر سر مارتا جب صاحب خانہ باہر آتا اسے اشارے سے بتاتا کہ اقدس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یاد فرماتے ہیں، جب حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا وہ مفارقت کی تاب نہ لایا ابوالھیثم بن التیھان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کنوئیں میں گر کر مر گیا۔ (جزاء اللہ عدوہ باباتہ ختم النبوۃ)

فتح خیبر کی بشارت

صحیحین میں سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خیبر کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

لا عطین هذه الرایة غدا رجلا یفتح الله علی یده . یحب الله و رسوله و یحبه الله و رسوله فاعطاها علیا کرم الله تعالیٰ وجهه .

واللہ کل ضرور یہ نشان اس مرد کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ فتح کرے۔ وہ اللہ و رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ و رسول اسے دوست رکھتے ہیں دوسرے دن وہ نشان حضور نے مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو عطا فرمایا۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بات قسم کی روش پر لام تاکید اور نون تاکید سے مؤکد کر کے بیان فرمائی تو حضور کو یقیناً معلوم تھا کہ میں کل کیا کروں گا۔ (الدولۃ المکیۃ)

حضرت علی کی نماز عصر

غزوۂ خیبر سے واپسی میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز عصر مقام صہبا میں قضا ہوگئی حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کے معجزہ سے سورج لوٹ آیا اور علی نے نماز ادا کی اس سلسلے میں ایک موقع پر امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں :

اہم فرائض ارکان ہیں اور اہم ارکان اربعہ نماز اور تعظیم ومحبت حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قطعاً نماز سے اہم واعظم۔

غزوۂ خیبر سے پلٹتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منزل صہبا میں بعد نماز عصر سیدنا امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے زانوئے مبارک پر سر اقدس رکھ کر آرام فرمایا، مولیٰ علی مشکل کشا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنی نے ابھی نماز نہ پڑھی تھی ۔ جب وقت تنگ ہونے پر آیا مضطرب ہوئے کہ اگر اٹھتا ہوں محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خواب راحت میں خلل آتا ہے ۔ معہذا کیا معلوم کہ حضور کو خواب میں کیا وحی ہو رہی ہو۔ اور اگر بیٹھا رہتا ہوں نماز جاتی ہے ۔ آخر وہی تعظیم ومحبت کا پلہ غالب آیا اور اسد اللہ الغالب نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جگا دینے پر نماز جانے کو گوارا کیا۔

حتی توارت بالحجاب.

یہاں تک کہ آفتاب ڈوب گیا۔

اب کہ وقت مغرب ہوا سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چشم حق بیں کھلی ، مولیٰ علی کو مضطرب پایا سبب دریافت کیا عرض کی یا رسول اللہ میں نے عصر کی نماز نہ پڑھی ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دست مشکل کشائی بلند فرمائے اور اپنے رب عزوجل سے عرض کی۔

الٰہی! علی تیرے رسول کے کام میں تھا اور آفتاب کو حکم دیا کہ پلٹ آئے فوراً ڈوبا ہوا آفتاب افق غربی سے حکم باندھا ہوا کھنچا چلا آیا۔ وقت عصر ہو گیا امیر المومنین نے نماز ادا فرمائی پھر ڈوب گیا۔

امام اجل ابو جعفر طحاوی وغیرہ ائمہ نے اس حدیث کی تصحیح فرمائی۔

(ماخوذ از: حیات اعلیٰ حضرت جلد اول)

فتح فدک

''فدک'' ایک موضع کا نام ہے جو خیبر کے نزدیک ہے۔ اہل سیر بیان کرتے ہیں کہ جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیبر کے حوالی میں تشریف لائے تو محیصہ بن مسعود حارثی کو (جو حویصہ بن مسعود حارثی کے بھائی ہیں) فدک میں بھیجا تاکہ وہاں کے رہنے والوں کو اسلام کی دعوت دیں اور خبر دے دیں کہ خدا کے نبی تم سے جنگ کرنے تشریف لائیں گے جس طرح کہ خیبر والوں سے جنگ کرنے کے لیے تشریف لائے ہیں۔ فدک کے لوگوں نے کہا خیبر والوں کے پاس دس ہزار جنگجو ہیں ہمیں گمان نہیں کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ان کے سامنے ٹھہر سکیں۔ محیصہ نے جب دیکھا کہ یہ لوگ صلح صفائی کی طرف نہیں آئے تو لوٹ آئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں سارا حال عرض کر دیا۔ اس کے بعد ان کے سرداروں کی ایک جماعت فدک کے کچھ یہودیوں کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی تاکہ صلح کا معاملہ پختہ کرلیں۔ بحث و تمحیص اور گفتگو کے بعد یہ طے پایا کہ آدھی زمین فدک کی حضور کو دے دیں اور آدھی زمین اپنے لیے رکھ لیں۔ یہ سلسلہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت تک رہا اس وقت امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو زمین فدک سے نکال دیا اور شام کی طرف بھیج دیا اور وہ آدھی زمین جو ان کے پاس تھی اسے پچاس ہزار درہم میں بیت المال سے خرید لیا۔

اسی طرح اہل خیبر کو خیبر سے نکالا۔ یہود نے کہا اے عمر کیا وجہ ہے جس چیز کو ابوالقاسم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے مقرر فرمایا تم اس کے خلاف کرتے ہو۔ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جان لو میں اس دن موجود نہ تھا اور نہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تم سے فرمایا جب تک ہماری مرضی رہی تم اس پر قائم رہے اب ہم نہیں چاہتے، ہماری مرضی نہیں ہے۔ بخاری کی حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوگئے اور اپنا مصمم اور پختہ ارادہ فرمایا کہ ان یہودیوں کو نکال کے رہیں گے۔ پھر بنی الحقیق کے ایک شخص نے آکر کہا اے امیر المومنین ہمیں نکالتے ہو

حالاں کہ ابوالقاسم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ہمیں مقرر فرمایا اس پر حضرت عمر نے فرمایا کیا تیرا گمان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول کو بھلا دوں گا جو تجھ سے کہا کہ اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب تو نکالا جائے گا اور راتوں رات اونٹ دوڑیں گے مطلب یہ کہ تم لوگ کئی راتوں میں یہاں سے نکلو گے۔ اس یہودی نے کہا یہ بات تو ابوالقاسم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے بطریق ہزل ومزاح فرمائی تھی نہ کہ یقین و جزم کے طریقے پر۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اودشمن خدا! تو جھوٹ بکتا ہے۔ اس کے بعد ان کو جلا وطن کر دیا۔ اور ان کے اموال کی قیمت دے دی جو بھی کچھ ان کا ساز وسامان، اونٹ وغیرہ تھے حتیٰ کہ رسیوں اور پالان وغیرہ کی بھی قیمت دے دی۔

جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیبر سے واپس ہوئے تو وادی القریٰ کی جانب توجہ فرمائی اور منزل صہبا میں قیام فرمایا اور وہیں سیدہ صفیہ سے زفاف ہوا۔ اور اسی منزل میں حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے لیے ردشمس واقع ہوا۔

غزوۂ وادی القریٰ

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب وادی القریٰ میں نزول فرمایا تو ان لوگوں کا چار دن تک محاصرہ فرمایا وہ بھی جنگ کے لیے آمادہ ہو گئے اور قتال کے لیے نکل آئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی قتال کے لیے صف بندی فرمائی اور ایک صحابی کو علم مرحمت فرمایا اور ان کو اسلام کی دعوت دی اور فرمایا کہ اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو تمھارے جان و مال محفوظ ومصون رہیں گے اور تمھارا حساب حق تعالیٰ پر ہوگا۔ انھوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ نصیحت قبول نہ کی اور جنگ پر ہی مصر رہے۔ اس دن شام تک جنگ جاری رہی یہودیوں کے دس آدمی جہنم رسید ہوئے دوسرے دن صبح کے وقت فتح واقع ہوئی اور بکثرت اثاثہ اور بے شمار مال ومتاع مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وادی

القریٰ کے یہودیوں پر احسان فرمایا اور ان کے آراضی اور ان کے باغات کو انھیں کے قبضہ میں رہنے دیا تا کہ وہ مزدوری پر کام کریں۔ وادی القریٰ کے یہودیوں کی خبر "تیما" کے یہودیوں کو پہنچی تو وہ ڈر گئے اور صلح کر کے جزیہ دینا قبول کرلیا۔

غزوۂ خیبر کے بعد جنگی مہمات

نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر سے واپسی کے بعد موسم خزاں اور موسم سرما مدینہ طیبہ میں گزارا۔ اس عرصہ میں بذات خود کسی غزوہ پر تشریف نہیں لے گئے البتہ متعدد فوجی مہمیں صحابہ کرام کی سرکردگی میں مختلف اطراف میں روانہ فرمائیں۔ ان میں سے چند کے نام یہ ہیں۔

(۱) سریہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲) سریہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۳) سریہ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۴) سریہ بشیر بن سعد الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۵) سریہ غالب بن عبداللہ لیثی۔

(۶) بشیر بن سعد کی زیر قیادت دوسرا سریہ۔

(۷) سریہ ابی حدرد اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۸) سریہ عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (مولف)

(مدارج النبوۃ دوم، سیرت الرسول)

عمرة القضاء

خلوا بنی الکفار عن سبیله
الیوم نضربکم علی تنزیله

(عبداللہ بن رواحہ)

عمرۃ القضاء ۷ھ

حدیبیہ کے صلح نامہ میں ایک دفعہ یہ بھی تھی کہ آئندہ سال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ آ کر عمرہ ادا کریں گے اور تین دن مکہ میں ٹھہریں گے۔

اس دفعہ کے مطابق ماہ ذوالقعدہ ۷ھ میں آپ نے عمرہ ادا کرنے کے لیے مکہ روانہ ہونے کا عزم فرمایا اور اعلان کرا دیا کہ جو لوگ گزشتہ سال حدیبیہ میں شریک تھے وہ سب میرے ساتھ چلیں۔ چنانچہ بجز ان لوگوں کے جو جنگ خیبر میں شہید یا وفات پا چکے تھے سب نے یہ سعادت حاصل کی۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چوں کہ کفار مکہ پر بھروسہ نہیں تھا کہ وہ اپنے عہد کو پورا کریں گے اس لیے آپ جنگ کی پوری تیاری کے ساتھ روانہ ہوئے۔ بوقت روانگی حضرت ابورہم غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ نے مدینہ پر حاکم بنا دیا اور دو ہزار مسلمانوں کے ساتھ جن میں ایک سو گھوڑوں پر سوار تھے آپ مکہ لے لیے روانہ ہوئے۔ ساٹھ اونٹ قربانی لے لیے ساتھ تھے جب کفار مکہ کو خبر لگی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہتھیاروں اور سامان جنگ کے ساتھ مکہ آ رہے ہیں تو وہ بہت گھبرائے اور انھوں نے چند آدمیوں کو صورت حال کی تحقیقات لے لیے ''مرالظہران'' تک بھیجا۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اسپ سواروں کے افسر تھے قریش کے قاصدوں نے ان سے ملاقات کی انھوں نے اطمینان دلایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلح نامہ کی شرط کے مطابق بغیر ہتھیار کے مکہ میں داخل ہوں گے یہ سن کر کفار قریش مطمئن ہو گئے۔

چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مقام ''یاجج'' میں پہنچے جو مکہ سے آٹھ میل دور ہے تو تمام ہتھیاروں کو اس جگہ رکھ دیا اور حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ماتحتی میں چند صحابہ کرام کو ان ہتھیاروں کی حفاظت لے لیے متعین فرما دیا اور اپنے ساتھ ایک تلوار کے سوا کوئی ہتھیار نہیں رکھا اور صحابہ کرام کے مجمع کے ساتھ ''لبیک'' پڑھتے ہوئے حرم کی طرف بڑھے جب مکہ میں داخل ہونے لگے تو دربار نبوت کے شاعر

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اونٹ کی مہار تھامے ہوئے آگے آگے رجز کے اشعار جوش وخروش کے ساتھ بلند آواز سے پڑھتے جاتے تھے۔(مولف) (مدارج النبوۃ دوم، سیرت مصطفیٰ)

اب آگے کا واقعہ امام احمد رضا بریلوی کی تحریر میں ملاحظہ فرمائیں، آپ نے تحریر فرمایا ہے :

ابن رواحہ کی رجز خوانی

ترمذی میں حضرت انس سے ہے۔

انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دخل مکۃ فی عمرۃ القضیۃ ابن رواحۃ یمشی بین یدیہ و یقول .

خلوا بنی الکفار عن سبیلہ الیوم نضربکم علی تنزیلہ

ضربا یزیل الھام عن مقیلہ یذھل الخلیل عن خلیلہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روز عمرۃ القضا جب داخل مکہ ہوئے عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے آگے رجز کے اشعار سناتے جارہے تھے۔

یعنی کافروں کی اولاد حضور کا راستہ چھوڑ دو، آج تو ہم ان کی جائے نزول پر حملہ کریں گے، ایسا حملہ کہ ان کے دماغ کا مغز آنکھوں کے راستے سے باہر ہو جائے گا، اور ایک دوست دوسرے دوست کو بھول جائے گا۔ (مولف)

فقال عمر یا ابن رواحۃ بین یدی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و فی حرم اللہ تقول الشعر فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خل عنہ یا عمر فلھی فیھم اسرع من نضح النبل .

امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منع کیا کہ اے ابن رواحہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آگے اور اللہ جل جلالہ کے حرم میں یہ شعر خوانی؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا پڑھنے دو کہ یہ ان

پر تیروں سے زیادہ کارگر ہے۔ (مولف)

و فی روایة انه لما انکر عمر علیه قال صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یا عمر انی اسمع فاسکت یا عمر.

اور ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابن رواحہ کو منع کیا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے عمر ہم سن رہے ہیں تم بھی خاموش رہو۔ (مولف)

(فتاویٰ رضویہ ج ۹،ص ۱۷۲)

طواف ورمل

جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاص حرم کعبہ میں داخل ہوئے تو کچھ کفار قریش مارے جلن کے اس منظر کی تاب نہ لا سکے اور پہاڑوں پر چلے گئے مگر کچھ کفار اپنے دارالندوہ کے پاس کھڑے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر بادۂ توحید و رسالت سے مست ہونے والے مسلمانوں کے طواف کا نظارہ کرنے لگے اور آپس میں کہنے لگے کہ مسلمان بھلا کیا طواف کریں گے؟ ان کو تو بھوک اور مدینہ کے بخار نے کچل کر رکھ دیا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد حرام میں پہنچ کر ''اضطباع'' کر لیا یعنی چادر کو اس طرح اوڑھ لیا کہ آپ کا داہنا شانہ اور بازو کھل گیا اور آپ نے فرمایا کہ خدا اس پر اپنی رحمت نازل فرمائے جو ان کفار کے سامنے اپنی قوت کا اظہار کرے۔

پھر آپ نے اپنے اصحاب کے ساتھ شروع کے تین پھیروں میں شانوں کو ہلا ہلا کر اور خوب اکڑتے ہوئے چل کر طواف کیا اس کو عربی زبان میں ''رمل'' کہتے ہیں۔ چنانچہ یہ سنت آج تک باقی ہے اور قیامت تک باقی رہے گی کہ ہر طواف کعبہ کرنے والا شروع طواف کے تین پھیروں میں ''رمل'' کرتا ہے۔

مکہ سے روانگی

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین دن مکہ مکرمہ میں رہے جب چوتھا روز ہوا تو قریش نے کسی کو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیجا کہ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کریں کہ مکہ مکرمہ سے باہر تشریف لے جائیں حضرت علی نے عرض کیا کہ قریش ایسا کہتے ہیں، فرمایا ہاں ایسا ہی کرتا ہوں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی کو قریش کے پاس بھیجا کہ ان سے کہو کہ اتنی مہلت دے دو کہ سیدہ میمونہ کا ولیمہ میں اس جگہ کرلوں (کیوں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اسی عمرۃ القضاء کے موقع پر عقد فرمایا تھا) اور تمھارے لیے کھانا تیار کرلوں۔ کفار قریش نے کہا ہمیں تمھارے کھانے کی ضرورت نہیں ہے ہماری زمین سے باہر چلے جاؤ۔

حضرت سعد بن عبادہ مجلس شریف میں حاضر تھے جب مبالغہ اور درشت خوئی ان بدبختوں کی حد سے بڑھی تو برداشت نہ کر سکے اور فرمانے لگے ہم اس وقت تک یہاں سے نہیں جائیں گے جب تک کہ ہماری مرضی نہ ہو۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور حضرت سعد کی تسلی و تسکین فرمائی اور حکم دیا کہ اعلان کردو کہ صحابہ میں سے کوئی شخص رات مکہ میں نہ گزارے۔ اور اپنے غلام ابو رافع سے فرمایا کہ سیدہ میمونہ کو ہمارے بعد لے آنا اور خود مکہ مکرمہ سے باہر تشریف لے آئے اور جو عہد و پیمان فرمایا اس پر صبر و تحمل سے کام لیا اور ذرہ بھر خلاف ورزی نہیں فرمائی۔

حضرت حمزہ کی صاحبزادی

جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے تشریف لے جارہے تھے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ بن عبد المطلب کی صاحبزادی عمارہ (انھیں کی نسبت سے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابو عمارہ تھی) اپنی والدہ سلمیٰ بنت عمیس کے ساتھ مکہ میں رہتی تھیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم کے پیچھے پیچھے "یاعم یاعم" کہتی ہوئی آئیں انھوں نے حضور کو عم یعنی چچا اس بناء پر پکارا کہ یہ عرب کی عادت ہے یا اس بناء پر کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی تھے۔

تو حضرت مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو جالیا اور عرض کیا یا رسول اللہ اپنے چچا کی بیٹی کو مشرکوں کے درمیان کیوں بے باپ (یتیم) چھوڑتے ہیں، میں ان کو اپنے ساتھ لے چلوں گا۔ اس کے بعد علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ اپنے چچا کی بیٹی سے کہو کہ وہ ہودج میں آجائے۔

جب مدینہ منورہ پہنچے تو ان تینوں کے درمیان جھگڑا ہوا۔ حضرت علی مرتضیٰ نے فرمایا میں لایا ہوں میرے چچا کی بیٹی ہے۔

اور حضرت جعفر بن ابی طالب نے فرمایا میرے چچا کی بیٹی ہے اور ان کی خالہ اسماء بنت عمیس میری زوجیت میں ہیں۔

اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میرے بھائی کی بیٹی ہے۔ (ان کے اور حضرت حمزہ کے درمیان مواخات تھی جو حضور نے مہاجرین و انصار کے درمیان قائم فرمائی تھی)

اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جعفر کے حق میں فیصلہ فرمایا اور فرمایا: **الخالة بمنزلة الام**۔

خالہ ماں کے قائم مقام ہے۔ تم ان کی نگہداشت اور پرورش کے زیادہ حقدار ہو۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دلجمعی اور تسکین کے لیے فرمایا: **انت منی و انا منک**.

تم مجھ سے ہو اور میں تم سے۔ (مولف) (مدارج النبوۃ جلد دوم، سیرت مصطفیٰ)

امام احمد رضا بریلوی تحریر فرماتے ہیں:

ما وقع لجعفر بن ابی طالب لما قال له علیه الصلاة و السلام اشبهت خلقی و خلقی و فی لفظ جعفر اشبه الناس بی خلقا و خلقا فحجل ای مشی علی رجل واحدة و فی روایة رقص من لذة هذا الخطاب .

یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب فرمایا کہ جعفر تمام لوگوں میں میرے اخلاق و صفت میں میرے مشابہ ہیں تو وہ خوشی سے ایک پیر پر چلنے لگے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ وہ اس خطاب کی لذت وسرور سے گھومنے لگے۔ (مولف)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ انھوں نے عرض کیا کہ میں نے حبشہ میں دیکھا ہے کہ وہ اپنے بادشاہوں کے ساتھ ایسا کرتے ہیں اور نجاشی بھی جب کسی کو اپنے کسی بات سے خوش کرتا ہے تو وہ شخص اس کے گرد ایک پاؤں سے چکر لگاتا ہے۔ (مولف)

نہایہ ابن اثیر و مجمع البحار میں ہے :

قال صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لزید انت مولانا فحجل

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زید سے فرمایا کہ تم میرے محب و محبوب ہو تو وہ فرح وسرور سے گھومنے لگے۔ (مولف)

الحجل ان یرفع رجلا و یقفز علی الاخری من الفرح.

یعنی ایک پاؤں اٹھا کر خوشی سے دوسرے پر کودنے کو حجل کہتے ہیں۔ (مولف)

(فتاویٰ رضویہ ج ۹، ص ۴۴۵)

سریہ موتہ

ان الله اشترى من المومنين انفسهم و اموالهم بان لهم الجنة يقاتلون في سبيل الله فيقتلون و يقتلون وعدا عليه حقا في التوراة و الانجيل و القران و من اوفى بعهده من الله فاستبشروا ببيعكم الذي بايعتم به و ذلك هو الفوز العظيم۔

بیشک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لیے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لیے جنت ہے اللہ کی راہ میں لڑیں تو ماریں اور مریں اس کے ذمہ کرم پر سچا وعدہ توریت اور انجیل اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ قول کا پورا کون تو خوشیاں مناؤ اپنے سودے کی جو تم نے اس سے کیا ہے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔
(التوبہ،۱۱۱)

سریہ موتہ ۸ھ

''موتہ'' ملک شام میں ایک مقام کا نام ہے یہاں ۸ھ میں کفر واسلام کا وہ عظیم معرکہ ہوا جس میں ایک لاکھ لشکر کفار سے صرف تین ہزار جاں نثار مسلمانوں نے اپنی جان پر کھیل کر ایسی معرکہ آرائی کی کہ یہ لڑائی تاریخ اسلام میں ایک تاریخی یادگار بن کر قیامت تک باقی رہے گی اور اس جنگ میں صحابہ کرام کی بڑی بڑی اولوالعزم ہستیاں شرف شہادت سے سرفراز ہوئیں۔

جنگ موتہ کا سبب

اس جنگ کا سبب یہ ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ''بصریٰ'' کے بادشاہ یا قیصر روم کے نام ایک خط لکھ کر حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ روانہ فرمایا۔ راستہ میں بلقاء کے بادشاہ شرحبیل بن عمرو غسانی نے جو قیصر روم کا باج گزار تھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس قاصد کو نہایت بے دردی کے ساتھ رسی میں باندھ کر قتل کر دیا۔ جب بارگاہ رسالت میں اس حادثہ کی اطلاع پہنچی تو قلب مبارک پر انتہائی رنج وصدمہ پہنچا۔ اس وقت آپ نے تین ہزار مسلمانوں کا لشکر تیار فرمایا اور اپنے دست مبارک سے سفید رنگ کا جھنڈا باندھ کر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں دیا اور ان کو اس فوج کا سپہ سالار بنایا اور ارشاد فرمایا کہ اگر زید بن حارثہ شہید ہو جائیں تو حضرت جعفر سپہ سالار ہوں گے۔ اور جب وہ شہادت سے سرفراز ہو جائیں تو اس جھنڈے کے علمبردار حضرت عبداللہ بن رواحہ ہوں گے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ان کے بعد لشکر اسلام جس کو منتخب کرے وہ سپہ سالار ہوگا۔

اس لشکر کو رخصت کرنے کے لیے خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقام ''ثنیۃ الوداع'' تک تشریف لے گئے اور لشکر کے سپہ سالار کو حکم فرمایا کہ تم ہمارے قاصد حضرت حارث بن عمیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی شہادت گاہ میں جاؤ جہاں اس جاں نثار نے ادائے فرض میں اپنی جان دی ہے۔ پہلے وہاں کے کفار کو اسلام

کی دعوت دو اگر وہ لوگ اسلام قبول کرلیں تو پھر وہ تمھارے اسلامی بھائی ہیں ورنہ تم اللہ کی مدد طلب کرتے ہوئے ان سے جہاد کرو۔ جب لشکر چل پڑا تو مسلمانوں نے بلند آواز سے یہ دعا دی کہ خدا سلامت اور کامیاب واپس لائے۔

جب فوج مدینہ سے کچھ دور آگے نکل گئی تو خبر ملی کہ خود قیصر روم مشرکین کی ایک لاکھ فوج لے کر بلقاء کی سرزمین میں خیمہ زن ہو گیا ہے۔ یہ خبر پا کر امیر لشکر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے لشکر کو پڑاؤ کا حکم دے دیا اور ارادہ کیا کہ بارگاہ رسالت میں اس کی اطلاع دی جائے اور حکم کا انتظار کیا جائے مگر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہمارا مقصد فتح یا مال غنیمت نہیں بلکہ ہمارا مطلوب تو شہادت ہے۔ کیوں کہ :

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

اور یہ مقصد بلند ہر وقت اور ہر حالت میں حاصل ہو سکتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ کی یہ تقریر سن کر ہر مجاہد جوش جہاد میں بے خود ہو گیا۔

غرض یہ مجاہدین اسلام موتہ کی سرزمین میں داخل ہو گئے اور وہاں پہنچ کر دیکھا کہ واقعی ایک بہت بڑا لشکر ریشمی زرق برق وردیاں پہنے ہوئے بے پناہ تیاریوں کے ساتھ جنگ کے لیے کھڑا ہے۔ ایک لاکھ سے زائد لشکر کا بھلا تین ہزار سے مقابلہ ہی کیا؟ مگر مسلمان خدا کے بھروسہ پر مقابلہ کے لیے ڈٹ گئے۔

معرکہ آرائی کا منظر

سب سے پہلے مسلمانوں کے امیر لشکر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگے بڑھ کر کفار کے لشکر کو اسلام کی دعوت دی، جس کا جواب کفار نے تیروں کی مار اور تلواروں کی وار سے دیا۔ یہ منظر

دیکھ کر مسلمان بھی جنگ کے لیے تیار ہو گئے اور لشکر اسلام کے سپہ سالار حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑے سے اتر کر پا پیادہ میدان جنگ میں کود پڑے اور مسلمانوں نے بھی نہایت جوش و خروش کے ساتھ لڑنا شروع کر دیا لیکن اس گھمسان کی لڑائی میں کافروں نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نیزوں اور برچھیوں سے چھید ڈالا اور وہ جواں مردی کے ساتھ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

فوراً ہی جھپٹ کر حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پرچم اسلام کو اٹھالیا مگر ان کو ایک رومی مشرک نے ایسی تلوار ماری کہ یہ کٹ کر دو ٹکڑے ہو گئے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ ہم نے ان کی لاش دیکھی تھی ان کے بدن پر نیزوں اور تلواروں کے نوے سے کچھ زائد زخم تھے۔ لیکن کوئی زخم ان کے پیٹھ کے پیچھے نہیں لگا تھا بلکہ سب کے سب زخم سامنے ہی کی جانب لگے تھے۔

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علم اسلام ہاتھ میں لیا فوراً ان کے چچا زاد بھائی نے گوشت سے بھری ہوئی ایک ہڈی پیش کی اور عرض کی کہ بھائی جان آپ نے کچھ کھایا پیا نہیں ہے لہٰذا اس کو کھا لیجیے آپ نے ایک ہی مرتبہ دانت سے نوچ کر کھایا تھا کہ کفار کا بے پناہ ہجوم آپ پر ٹوٹ پڑا آپ نے ہڈی پھینک دی اور تلوار نکال کر دشمنوں کے نرغہ میں گھس کر رجز کے اشعار پڑھتے ہوئے انتہائی دلیری اور جاں بازی کے ساتھ لڑنے لگے مگر زخموں سے نڈھال ہو کر زمین پر گر پڑے اور شربت شہادت سے سیراب ہو گئے۔

اب لوگوں کے مشورہ سے حضرت خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جھنڈے کے علمبردار بنے اور اس قدر شجاعت اور بہادری کے ساتھ لڑے کہ نو تلواریں ٹوٹ ٹوٹ کر ان کے ہاتھ سے گر پڑیں اور اپنی جنگی مہارت اور کمال ہنر مندی سے اسلامی فوج کو دشمنوں کے نرغہ سے نکال لائے۔

اسلامی لشکر نے بہت سے کفار کو قتل کیا اور کچھ مال غنیمت بھی حاصل کیا اور سلامتی کے ساتھ مدینہ

واپس آگئے۔

نگاہ نبوت کا معجزہ

جنگ موتہ کی معرکہ آرائی میں جب گھمسان کا رن پڑا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ سے میدان جنگ کو دیکھ لیا اور آپ کی نگاہوں سے تمام حجابات اس طرح اٹھ گئے کہ میدان جنگ کی ایک ایک سرگزشت کو آپ کی نگاہ نبوت نے دیکھا۔ چنانچہ بخاری کی روایت ہے کہ حضرت زید و حضرت جعفر و حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شہادتوں کی خبر آپ نے میدان جنگ سے خبر آنے سے قبل ہی اپنے اصحاب کو سنادی۔

چنانچہ آپ نے انتہائی رنج وغم کی حالت میں صحابہ کرام کے بھرے مجمع میں یہ ارشاد فرمایا کہ زید نے جھنڈا لیا وہ بھی شہید ہو گئے۔ پھر عبداللہ بن رواحہ علمبردار بنے اور وہ بھی شہید ہو گئے یہاں تک کہ جھنڈے کو خدا کی تلواروں میں سے ایک تلوار (خالد بن ولید) نے اپنے ہاتھوں میں لیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کرام کو یہ خبریں سناتے رہے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

موسیٰ بن عقبہ نے اپنے مغازی میں لکھا ہے کہ جب یعلی بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ موتہ کی خبر لے کر بارگاہ نبوت میں پہنچے تو حضور نے ان سے فرمایا کہ تم مجھے وہاں کی خبر سناؤ گے یا میں تمہیں وہاں کی خبر سناؤں؟ حضرت یعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ ہی سنائیے۔ جب آپ نے وہاں کا پورا پورا حال و ماحول سنایا تو حضرت یعلی نے کہا کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے آپ نے ایک بات بھی نہیں چھوڑی کہ جس کو میں بیان کروں۔

حضور ﷺ حضرت جعفر کے گھر

حضرت جعفر شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے

کہ میں نے اپنے بچوں کو نہلا دھلا کر تیل کا جل سے آراستہ کر کے آٹا گوندھ لیا تھا کہ بچوں کے لیے روٹیاں پکاؤں، اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے گھر میں تشریف لائے اور فرمایا کہ جعفر کے بچوں کو میرے سامنے لاؤ جب میں نے بچوں کو پیش کیا تو آپ بچوں کو سونگھنے اور چومنے لگے اور آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی دھار رخسار پر انوار پر بہنے لگی تو میں نے عرض کیا کہ کیا حضرت جعفر اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں کوئی خبر آئی ہے؟ تو ارشاد فرمایا کہ ہاں! وہ لوگ آج ہی شہید ہو گئے ہیں، یہ سن کر میری چیخ نکل گئی اور میرا گھر عورتوں سے بھر گیا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے کاشانہ نبوت میں تشریف لے گئے اور ازواج مطہرات سے فرمایا کہ جعفر کے گھر والوں کے لیے کھانا تیار کراؤ۔

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں ہاتھ شہادت کے وقت کٹ کر گر پڑے تھے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جعفر کو ان کے دونوں ہاتھ کے بدلے دو بازو عطا فرمائے ہیں جن سے اڑ اڑ کر وہ جنت میں جہاں چاہتے ہیں چلے جاتے ہیں۔

مجاہدین کی واپسی

جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے لشکر کے ساتھ مدینہ کے قریب پہنچے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھوڑے پر سوار ہو کر ان لوگوں کے استقبال کے لیے تشریف لے گئے اور مدینہ کے مسلمان اور چھوٹے چھوٹے بچے بھی دوڑتے ہوئے مجاہدین اسلام کی ملاقات کے لیے گئے اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ موتہ کے شہداء کرام کا ایسا پر درد مرثیہ سنایا کہ تمام سامعین رونے لگے۔ (مولف) (مدارج النبوۃ جلد دوم، سیرت مصطفیٰ)

جنگ موتہ کا منظر

جب مقام موتہ میں کفر و اسلام کی جنگ جاری تھی ٹھیک اسی وقت مدینہ منورہ میں رسول غیب داں

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنگ کی کیفیت بتائی اور جو شہادت سے سرفراز ہوئے ان کا نام بتایا اس واقعہ کی منظر کشی کرتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں :

واقدی نے مغازی میں عاصم بن عمر بن قتادہ اور عبداللہ بن ابی بکر سے روایت کی۔

لما التقى الناس بموتة جلس رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم على المنبر و كشف له ما بينه و بين الشام فهو ينظر الى معركتهم فقال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اخذ الراية زيد بن حارثة فمضى حتى استشهد و صلى عليه و دعا له و قال استغفروا له و قد دخل الجنة و هو يسعى ثم اخذ الراية جعفر بن ابى طالب فمضى حتى استشهد فصلى عليه رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و دعا له و قال استغفروا له و قد دخل الجنة فهو يطير فيها بجناحين حيث شاء.

جب مقام موتہ میں لڑائی شروع ہوئی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ عزوجل نے حضور کے لیے پردے اٹھا دیئے کہ ملک شام اور وہ معرکہ حضور دیکھ رہے تھے۔ اتنے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا زید بن حارثہ نے نشان اٹھایا اور لڑتا رہا یہاں تک کہ شہید ہوا۔ حضور نے انھیں اپنی صلاۃ و دعا سے مشرف فرمایا اور صحابہ کو ارشاد ہوا اس کے لیے استغفار کرو بیشک وہ دوڑتا ہوا جنت میں داخل ہوا۔ حضور نے فرمایا پھر جعفر بن ابی طالب نے نشان اٹھایا اور لڑتا رہا یہاں تک کہ شہید ہوا۔ حضور نے ان کو اپنی صلاۃ و دعا سے شرف بخشا اور صحابہ کو ارشاد ہوا اس کے لیے استغفار کرو وہ جنت میں داخل ہوا اور اس میں جہاں چاہے اپنے پروں سے اڑتا پھرتا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۷۳۔ الہادی الحاجب)

بخاری و مسلم ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی۔ **لما جاء النبي صلى الله تعالىٰ**

علیہ وسلم قتل ابن حارثۃ و جعفر و ابن رواحۃ لما جلس یعرف فیہ الحزن . الحدیث.

یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زید و جعفر و ابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خبر شہادت سن کر مغموم و محزون مسجد میں تشریف رکھی۔ (مولف) (فتاوی رضویہ ج ۴، ص ۱۷۹)

حضرت جعفر کا مرتبہ

فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رأیت جعفر یطیر ملکا فی الجنۃ تدمی تادمتاہ و رأیت زیدا دون ذلک فقلت ما کنت اظن ان زیدا دون جعفر فقال جبریل ان زیدا بدون جعفر و لکنا فضلنا جعفر لقرابتہ منک.

میں نے جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملاحظہ فرمایا کہ فرشتہ بن کر جنت میں اڑ رہے ہیں اور ان کے بازوؤں کے اگلے دونوں شہ پروں سے خون رواں ہے اور زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میں نے ان سے کم مرتبہ میں پایا میں نے فرمایا مجھے گمان نہ تھا کہ زید کا مرتبہ جعفر سے کم ہوگا جبریل امین علیہ الصلاۃ و التسلیم نے عرض کی زید جعفر سے کم نہیں مگر ہم نے جعفر کا مرتبہ زید سے بڑھا دیا ہے اس لیے کہ وہ حضور سے قرابت رکھتے ہیں۔ اسے ابن سعد نے محمد بن عمرو بن علی سے مرسلا روایت کیا۔

حضور ﷺ حضرت جعفر کے گھر والوں کے ولی ہیں

جب سیدنا جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہوئی حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے یہاں تشریف لے گئے اور ان کے یتیم بچوں کو خدمت اقدس میں یاد فرمایا وہ حاضر ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہما اسے بیان کر کے فرماتے ہیں۔ فجاء ت امنا فذکرت یتیمنا فقال رسول اللہ العیلۃ تخافین علیھم و انا ولیھم فی الدنیا و الآخرۃ.

میری ماں نے حاضر ہو کر حضور پناہ بے کساں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہماری یتیمی کی شکایت عرض کی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا ان پر محتاجی کا اندیشہ کرتی ہے؟ حالاں کہ میں ان کا ولی وکارساز ہوں دنیا و آخرت میں۔

غم نخورد آں کہ حفیظش توئی
والی و مولیٰ و ولیش توئی

یارسول اللہ! جس کے محافظ و نگہبان آپ ہیں اسے کچھ غم واندوہ نہیں۔ آپ تو اس کے والی و مولیٰ وکارساز اور ولی ہیں، بلکہ آپ دنیا و آخرت میں مومنین کے ولی وسہارا ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ (مولف)

اسے احمد وطبرانی وابن عساکر نے روایت کیا۔ (الامن والعلیٰ)

سریہ غالب لیثی

۸ھ میں غالب بن عبداللہ لیثی کو قبیلہ بنی الملوح پر بھیجا تا کہ موضع کدید جائیں جب رات ہوئی تو ان پر شب خون مارا اور ان کے اونٹوں کو گھیر کے لے چلے۔ اچانک ان کے عقب میں ایک جماعت نمودار ہوئی جب خبر ہوئی تو دیکھا کہ وہ قریب آچکے ہیں یہاں تک کہ صرف ایک نالہ درمیان میں باقی تھا اور وہ ان کے مقابلہ کی طاقت نہ رکھتے تھے اس وقت حق تعالیٰ نے پانی کی ایک رو بھیجی جس سے وہ نالہ بھر گیا اور کسی ایک میں بھی اس کے عبور کرنے کی ہمت نہ رہی حالاں کہ اس سے پہلے کوئی ابر و باراں نہ ہوا تھا وہ سلامتی کے ساتھ مدینہ منورہ لوٹ آئے۔

سریہ فدک

اسی سال ان ہی غالب بن عبداللہ لیثی کو فدک بھیجا گیا تا کہ وہاں کے کفار کی سرکوبی کریں۔ غالب بن

عبداللہ لیثی کے اس سریہ کو بعض اہل سیر نے ساتویں سال میں منفعہ پر جو کہ بطن نخلہ کے قریب ہے بیان کیا ہے۔

سریہ عمرو بن العاص

اسی سال حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سریہ ''ذات السلاسل'' کی طرف واقع ہوا۔ اس لشکر کشی کو ''ذات السلاسل'' کے ساتھ موسوم کیا گیا ہے اس بنا پر کہ مشرکوں نے اپنے آپ کو ایک دوسرے کے ساتھ زنجیروں سے باندھ رکھا تھا تا کہ کوئی بھاگ نہ سکے۔ بعض کہتے ہیں کہ سلاسل ایک چشمہ کا نام تھا جو وہاں وادی القریٰ کے پیچھے تھا یہ مقام مدینہ طیبہ سے دس روز کے فاصلہ پر تھا۔ اس قضیہ کا وقوع ماہ جمادی الاخریٰ ۸ ھ ہے۔ بعض ۷ ھ کہتے ہیں اور ابن ابی خالد نے کتاب ''صحیح التاریخ'' میں اسی پر جزم کیا ہے اسے ابن عساکر نے بھی نقل کیا ہے۔ اور اس پر اتفاق ہے کہ یہ سریہ ''غزوۂ موتہ'' کے بعد واقع ہوا تھا مگر ابن اسحاق نے غزوۂ موتہ سے پہلے کہا ہے۔

اس کے وقوع کا سبب یہ ہے کہ بارگاہ رسالت میں خبر پہنچی کہ قبائل قضاعہ، بلی اور بنو القین نے متفقہ طور پر اطراف مدینہ پر تاخت و تاراج کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر لشکر بنا کر بھیجا اس لشکر میں حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تھے اس لشکر نے دشمن کی سرکوبی کی اور حصول مقصد کے بعد واپس آیا۔

سریہ الخبط

اس سریہ کو حضرت امام بخاری نے ''غزوۂ سیف البحر'' کے نام سے ذکر کیا ہے۔ رجب ۸ ھ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تین سو صحابہ کرام کے لشکر پر امیر بنا کر ساحل سمندر کی جانب روانہ فرمایا تا کہ یہ لوگ قبیلہ جہینہ کے کفار کی شرارتوں پر نظر رکھیں۔ اس لشکر میں خوراک کی اس قدر کمی پڑ گئی کہ امیر لشکر مجاہدین کو روزانہ ایک ایک کھجور راشن میں دیتے تھے یہاں

تک کہ ایک وقت ایسا بھی آ گیا کہ یہ کھجوریں بھی ختم ہو گئیں اور لوگ بھوک سے بے چین ہو کر درختوں کے پتے کھانے لگے یہی وجہ ہے کہ عام طور پر مورخین نے اس سریہ کا نام سریۃ الخبط یا جیش الخبط رکھا ہے۔ خبط عربی زبان میں درخت کے پتوں کو کہتے ہیں۔

ایک عجیب الخلقت مچھلی

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ہم لوگوں کو اس سفر میں تقریباً ایک مہینہ رہنا پڑا اور جب بھوک کی شدت سے ہم لوگ درختوں کے پتے کھانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے غیب سے ہمارے رزق کا یہ سامان پیدا فرما دیا کہ سمندر کی موجوں نے ایک اتنی بڑی مچھلی ساحل پر پھینک دی جو ایک پہاڑ کی مانند تھی چنانچہ تین سو صحابہ اٹھارہ دنوں تک اس مچھلی کا گوشت کھاتے رہے اور اس کی چربی اپنے بدن پر ملتے رہے اور جب وہاں سے روانہ ہونے لگے تو اس کا گوشت کاٹ کاٹ کر مدینہ تک لائے جب یہ لوگ بارگاہ نبوت میں پہنچے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمھارے لیے رزق کا سامان ہوا تھا پھر آپ نے اس مچھلی کا گوشت طلب فرمایا اور اس میں سے کچھ تناول بھی فرمایا۔ یہ اتنی بڑی مچھلی تھی کہ امیر لشکر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی دو پسلیاں زمین میں گاڑ کر کھڑی کر دیں تو کجاوہ بندھا ہوا اونٹ اس محراب کے اندر سے گزر گیا۔ (مولف)

(مدارج النبوۃ دوم، سیرت مصطفیٰ)

فتح مکہ مکرمہ

جس کے آگے کھچی گردنیں جھک گئیں
اس خدا داد شوکت پہ لاکھوں سلام

وقل جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔

اور فرماؤ کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا بیشک باطل کو مٹنا ہی تھا۔

(بنی اسرائیل، ۸۱)

فتح مکہ مکرمہ ۸ھ

رمضان ۸ھ تاریخ نبوت کا نہایت ہی عظیم الشان عنوان ہے اور سیرت مقدسہ کا یہ وہ سنہرا باب ہے کہ جس کی آب و تاب سے ہر مومن کا قلب قیامت تک مسرتوں کا آفتاب بنا رہے گا کیوں کہ تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس تاریخ سے آٹھ سال قبل انتہائی رنجیدگی کے عالم میں اپنے یار غار کو ساتھ لے کر رات کی تاریکی میں مکہ سے ہجرت فرما کر اپنے وطن عزیز کو خیر باد کہہ دیا تھا اور مکہ سے نکلتے وقت خدا کے مقدس گھر خانہ کعبہ پر ایک حسرت بھری نگاہ ڈال کر یہ فرماتے ہوئے مدینہ روانہ ہوئے تھے کہ

اے مکہ! خدا کی قسم تو میری نگاہ محبت میں تمام دنیا کے شہروں سے زیادہ پیارا ہے اگر میری قوم مجھے نہ نکالتی تو میں ہرگز تجھے نہ چھوڑتا۔

لیکن آٹھ برس کے بعد یہی وہ مسرت خیز تاریخ ہے کہ آپ نے ایک فاتح اعظم کی شان و شوکت کے ساتھ اسی شہر مکہ میں نزول اجلال فرمایا اور کعبۃ اللہ میں داخل ہو کر اپنے سجدوں کے جلال و جمال سے خدا کے مقدس گھر کی عظمت کو سرفراز فرمایا۔

لیکن ناظرین کے ذہنوں میں یہ سوال سر اٹھاتا ہوگا کہ جب کہ حدیبیہ کے صلح نامہ میں یہ تحریر کیا جا چکا تھا کہ دس برس تک فریقین کے مابین کوئی جنگ نہ ہوگی تو پھر آخر وہ کون سا سبب نمودار ہو گیا کہ صلح نامہ کے فقط دو سال ہی بعد تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اہل مکہ کے سامنے ہتھیار اٹھانے کی ضرورت پیش آ گئی اور آپ ایک عظیم لشکر کے ساتھ فاتحانہ حیثیت سے مکہ میں داخل ہوئے۔

تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس کا سبب کفار مکہ کی عہد شکنی اور حدیبیہ کے صلح نامہ سے غداری ہے۔

کفارِ قریش کی عہد شکنی

حدیبیہ کے صلح نامہ میں ایک یہ شرط بھی درج تھی کہ قبائل عرب میں سے جو قبیلہ قریش کے ساتھ معاہدہ کرنا چاہے وہ قریش کے ساتھ معاہدہ کرے اور جو حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معاہدہ کرنا چاہے وہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کرے۔

چنانچہ اسی بناء پر قبیلہ بنی بکر نے قریش سے باہمی معاہدہ کرلیا اور قبیلہ بنی خزاعہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے امداد باہمی کا معاہدہ کرلیا یہ دونوں قبیلے مکہ کے قریب ہی میں آباد تھے لیکن ان دونوں میں عرصہ دراز سے سخت عداوت اور مخالفت چلی آرہی تھی۔

ایک مدت سے تو کفار قریش اور دوسرے قبائل عرب کے کفار مسلمانوں سے جنگ کرنے میں اپنا سارا زور صرف کررہے تھے لیکن صلح حدیبیہ کی بدولت جب مسلمانوں کی جنگ سے کفار قریش اور دوسرے قبائل کفار کو اطمینان ملا تو قبیلہ بنی بکر نے قبیلہ بنی خزاعہ سے اپنی پرانی عداوت کا انتقام لینا چاہا اور اپنے حلیف کفار قریش سے مل کر بالکل اچانک طور پر قبیلہ بنی خزاعہ پر حملہ کردیا اور اس حملہ میں کفار قریش کے تمام رؤسا یعنی عکرمہ بن ابی جہل، صفوان بن امیہ و سہیل بن عمرو وغیرہ بڑے بڑے سرداروں نے علانیہ بنی خزاعہ کو قتل کیا۔

بیچارے بنی خزاعہ اس خوفناک ظالمانہ حملہ کی تاب نہ لاسکے اور اپنی جان بچانے کے لیے حرم کعبہ میں پناہ لینے کے لیے بھاگے۔ بنی بکر کے عوام نے تو حرم میں تلوار چلانے سے ہاتھ روک لیا اور حرم الٰہی کا احترام کیا۔ لیکن بنی بکر کا سردار، نوفل، اس قدر جوش انتقام میں آپے سے باہر ہو چکا تھا کہ وہ حرم میں بھی بنی خزاعہ کو نہایت بے دردی کے ساتھ قتل کرتا رہا اور چلا چلا کر اپنی قوم کو للکارتا رہا کہ پھر یہ موقع کبھی ہاتھ نہیں آسکتا چنانچہ ان درندہ صفت خوں خوار انسانوں نے حرم الٰہی کے احترام کو بھی خاک میں ملا دیا اور حرم کعبہ

کے حدود میں نہایت ہی ظالمانہ طور پر بنی خزاعہ کا خون بہایا اور کفار قریش نے بھی اس قتل و غارت اور کشت و خون میں خوب خوب حصہ لیا۔

ظاہر ہے کہ قریش نے اپنی اس حرکت سے حدیبیہ کے معاہدہ کو عملی طور پر توڑ ڈالا۔ کیوں کہ بنی خزاعہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معاہدہ کر کے آپ کے حلیف بن چکے تھے اس لیے بنی خزاعہ پر حملہ کرنا یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حملہ کرنے کے برابر تھا۔ اس حملہ میں بنی خزاعہ کے ۲۳ تیئیس آدمی قتل ہو گئے۔

اس حادثہ کے بعد قبیلہ بنی خزاعہ کے سردار عمرو بن سالم خزاعی چالیس آدمیوں کا وفد لے کر فریاد کرنے اور امداد طلب کرنے کے لیے مدینہ بارگاہ رسالت میں پہنچے اور یہی فتح مکہ کی تمہید ہوئی۔

حضور کی امن پسندی

اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قریش کے پاس قاصد بھیجا اور تین شرطیں پیش فرمائیں کہ ان میں سے کوئی ایک شرط قریش منظور کر لیں۔

(۱) بنی خزاعہ کے مقتولوں کا خون بہا دیا جائے۔

(۲) قریش، قبیلہ بنی بکر کی حمایت سے الگ ہو جائیں۔

(۳) اعلان کر دیا جائے کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قاصد نے ان شرطوں کو قریش کے سامنے رکھا تو قرطہ بن عبد عمرو نے قریش کا نمائندہ بن کر جواب دیا کہ، نہ ہم مقتولوں کے خون کا معاوضہ دیں گے نہ اپنے حلیف قبیلہ بنی بکر کی حمایت چھوڑیں گے ہاں تیسری شرط ہمیں منظور ہے اور ہم اعلان کرتے ہیں کہ حدیبیہ کا

معاہدہ ٹوٹ گیا۔

لیکن قاصد کے چلے جانے کے بعد قریش کو اپنے اس جواب پر ندامت ہوئی ۔ چنانچہ چند رؤسائے قریش ابوسفیان کے پاس گئے اور یہ کہا کہ اگر یہ معاملہ نہ سلجھا تو پھر سمجھ لو کہ یقیناً محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہم پر حملہ کر دیں گے۔ ابوسفیان نے کہا کہ میری بیوی ہند بنت عتبہ نے ایک خواب دیکھا ہے کہ مقام ''حجون'' سے مقام ''خندمہ'' تک ایک خون کی نہر بہتی ہوئی آئی ہے پھر نا گہاں وہ خون غائب ہو گیا۔ قریش نے اس خواب کو بہت ہی منحوس سمجھا اور خوف و دہشت سے سہم گئے اور ابوسفیان پر بہت زیادہ دباؤ ڈالا کہ وہ فوراً مدینہ جا کر معاہدۂ حدیبیہ کی تجدید کرے۔

ابوسفیان کی کوشش

اس کے بعد بہت تیزی کے ساتھ ابوسفیان مدینہ گیا اور پہلے اپنی لڑکی ام المومنین حضرت بی بی ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان پر پہنچا اور بستر پر بیٹھنا ہی چاہتا تھا کہ حضرت بی بی ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جلدی سے بستر اٹھالیا۔ ابوسفیان نے حیران ہو کر پوچھا کہ بیٹی تم نے بستر کیوں اٹھالیا؟ کیا بستر کو میرے قابل نہیں سمجھا یا مجھ کو بستر کے قابل نہیں سمجھا؟ ام المومنین نے جواب دیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بستر ہے اور تم مشرک اور نجس ہو اس لیے میں نے یہ گوارا نہیں کیا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھو۔

یہ سن کر ابوسفیان کے دل پر چوٹ لگی اور وہ رنجیدہ ہو کر وہاں سے چلا آیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا مقصد بیان کیا۔ آپ نے کوئی جواب نہیں دیا پھر ابوسفیان حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر و حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پاس گیا۔ ان سب حضرات نے جواب دیا کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جب ابوسفیان پہنچا تو وہاں حضرت بی بی فاطمہ اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تھے۔ ابوسفیان نے بڑی لجاجت سے کہا کہ اے علی تم قوم میں بہت ہی رحم دل ہو ہم ایک مقصد لے کر یہاں آئے ہیں کیا ہم یوں ہی ناکام چلے جائیں ہم صرف یہی چاہتے ہیں کہ تم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے ہماری سفارش کرو، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے ابوسفیان ہم لوگوں کی یہ مجال نہیں ہے کہ ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارادہ اور ان کی مرضی میں کوئی مداخلت کر سکیں۔

ہر طرف سے مایوس ہو کر ابوسفیان نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ اے فاطمہ! یہ تمہارا پانچ برس کا بچہ (امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ایک مرتبہ اپنی زبان سے اتنا کہہ دے کہ میں نے دونوں فریق میں صلح کرادی تو آج سے یہ بچہ عرب کا سردار کہہ کر پکارا جائے گا۔ حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا کہ بچوں کو ان معاملات میں کیا دخل؟

بالآخر ابوسفیان نے کہا کہ اے علی معاملہ بہت کٹھن نظر آتا ہے کوئی تدبیر بتاؤ؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں اس سلسلے میں تم کو کوئی مفید رائے تو نہیں دے سکتا لیکن تم بنی کنانہ کے سردار ہو تم خود ہی لوگوں کے سامنے اعلان کر دو کہ میں نے حدیبیہ کے معاہدہ کی تجدید کر دی۔ ابوسفیان نے کہا کہ کیا میرا یہ اعلان کچھ مفید ہو سکتا ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایک طرفہ اعلان ظاہر ہے کہ کچھ مفید نہیں ہو سکتا مگر اب تمہارے پاس اس کے سوا اور چارۂ کار ہی کیا ہے۔ ابوسفیان وہاں سے مسجد نبوی میں آیا اور بلند آواز سے مسجد میں اعلان کر دیا کہ میں نے معاہدۂ حدیبیہ کی تجدید کر دی مگر مسلمانوں میں سے کسی نے بھی کوئی جواب نہیں دیا۔

ابوسفیان یہ اعلان کر کے مکہ روانہ ہو گیا جب مکہ پہنچا تو قریش نے پوچھا کہ مدینہ میں کیا ہوا؟ ابوسفیان نے ساری داستان بیان کر دی تو قریش نے سوال کیا کہ جب تم نے اپنی طرف سے معاہدۂ حدیبیہ

کی تجدید کا اعلان کیا تو کیا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اس کو قبول کرلیا؟ ابو سفیان نے کہا کہ نہیں۔ یہ سن کر قریش نے کہا کہ یہ تو کچھ بھی نہ ہوا یہ نہ تو صلح ہے کہ ہم اطمینان سے بیٹھیں نہ یہ جنگ ہے کہ لڑائی کا سامان کیا جائے۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو جنگ کی تیاری کا حکم دے دیا اور حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی فرمادیا کہ جنگ کے ہتھیار درست کریں اور اپنے حلیف قبائل کو بھی جنگی تیاریوں کے لیے حکم نامہ بھیج دیا۔ مگر کسی کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نہیں بتایا کہ کس سے جنگ کا ارادہ ہے؟ یہاں تک کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی آپ نے کچھ نہیں فرمایا۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئے اور دیکھا کہ وہ جنگی ہتھیاروں کو نکال رہی ہیں تو آپ نے دریافت کیا کہ کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے؟ عرض کی جی ہاں! پھر آپ نے پوچھا کہ کیا تمھیں کچھ معلوم ہے کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ واللہ مجھے یہ معلوم نہیں۔

غرض انتہائی خاموشی اور راز داری کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنگ کی تیاری فرمائی اور مقصد یہ تھا کہ اہل مکہ کو خبر نہ ہونے پائے اور اچانک ان پر حملہ کردیا جائے۔

لشکر اسلام مکہ کی طرف

غرض ۱۰ رمضان ۸ھ کو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ سے دس ہزار کا لشکر پر انوار ساتھ لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ فتح مکہ میں آپ کے ساتھ بارہ ہزار کا لشکر تھا ان دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں، ہوسکتا ہے کہ مدینہ سے روانگی کے وقت دس ہزار کا لشکر رہا ہو پھر راستہ میں بعض قبائل اس لشکر میں شامل ہوگئے ہوں تو مکہ پہنچ اس لشکر کی تعداد بارہ ہزار ہوگئی ہو۔ بہر حال

مدینہ سے چلتے وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تمام صحابہ کبار روزہ دار تھے جب آپ مقام ''کدید'' میں پہنچے تو پانی مانگا اور اپنی سواری پر بیٹھے ہوئے پورے لشکر کو دکھا کر آپ نے دن میں پانی نوش فرمایا اور سب کو روزہ چھوڑ دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ آپ اور آپ کے اصحاب نے سفر اور جہاد میں ہونے کی وجہ سے روزہ رکھنا موقوف کر دیا۔

میلوں تک آگ ہی آگ

مکہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر ''مرالظہر ان'' میں پہنچ کر اسلامی لشکر نے پڑاؤ ڈالا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فوج کو حکم دیا کہ ہر مجاہد اپنا الگ الگ چولھا جلائے۔ دس ہزار مجاہدین نے جو الگ الگ چولھے جلائے تو ''مرالظہر ان'' کے پورے میدان میں میلوں تک آگ ہی آگ نظر آنے لگی۔

قریش کے جاسوس

گو قریش کو معلوم ہی ہو چکا تھا کہ مدینہ سے فوجیں آ رہی ہیں مگر صورت حال کی تحقیق کے لیے قریش نے ابوسفیان بن حرب، حکیم بن حزام و بدیل بن ورقا کو اپنا جاسوس بنا کر بھیجا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (یہ اس سے پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے اور انھوں نے مقام ''جحفہ'' میں آ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات کی تھی۔) بے حد فکر مند ہو کر قریش کے انجام پر افسوس کر رہے تھے وہ یہ سوچتے تھے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتنے عظیم لشکر کے ساتھ مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے تو آج قریش کا خاتمہ ہو جائے گا۔ چنانچہ وہ رات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سفید خچر پر سوار ہو کر اس ارادہ سے مکہ چلے کہ قریش کو اس خطرہ سے آگاہ کر کے انھیں آمادہ کریں کہ چل کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معافی مانگ کر صلح کر لو ورنہ تمھاری خیر نہیں۔

مگر بخاری کی روایت میں ہے کہ قریش کو یہ خبر تو مل گئی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ

سے روانہ ہوگئے ہیں مگر انھیں یہ پتہ نہ تھا کہ آپ کا لشکر "مرالظہران" تک آگیا ہے۔

فاتح مکہ کا فرمان

پھر فاتحانہ شان و شوکت کے ساتھ بانی کعبہ کے جانشین حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ کی سرزمین میں نزول اجلال فرمایا اور حکم دیا کہ میرا جھنڈا مقام حجون کے پاس گاڑا جائے اور حضرت خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام فرمان جاری فرمایا کہ وہ فوجوں کے ساتھ مکہ کے بالائی حصہ یعنی "کدا" کی طرف سے مکہ میں داخل ہوں۔

تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ کی سرزمین میں قدم رکھتے ہی جو فرمان جاری فرمایا وہ یہ اعلان تھا کہ جس کے لفظ لفظ میں رحمتوں کے دریا موجیں مار رہے ہیں۔

- جو شخص ہتھیار ڈال دے گا اس کے لیے امان ہے۔
- جو شخص اپنا دروازہ بند کرلے گا اس کے لیے امان ہے
- جو کعبہ میں داخل ہو جائے گا اس کے لیے امان ہے۔

اس موقع پر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابوسفیان (انھوں نے ابھی ابھی اسلام قبول کیا) ایک فخر پسند آدمی ہے اس کے لیے کوئی ایسی امتیازی بات فرما دیجیے کہ اس کا سر فخر سے اونچا ہو جائے تو آپ نے فرمایا۔

- جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اس کے لیے امان ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس اعلان رحمت نشان یعنی مکمل امن و امان کا فرمان جاری کر دینے کے بعد ایک قطرہ خون بہنے کا کوئی امکان ہی نہ تھا لیکن عکرمہ بن ابی جہل و صفوان بن امیہ و سہیل

بن عمرو اور جماش بن قیس نے مقام ''خندمہ'' میں مختلف قبائل کے اوباش قسم کے لوگوں کو جمع کیا تھا۔ ان لوگوں نے حضرت خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوج میں سے دو آدمیوں حضرت کرز بن جابر فہری اور جیش بن اشعر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو شہید کر دیا اور اسلامی لشکر پر تیر برسانا شروع کر دیا۔

بخاری کی روایت میں انھیں دو حضرات کی شہادت کا ذکر ہے مگر زرقانی وغیرہ کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ تین صحابہ کرام کو کفار قریش نے قتل کر دیا۔ دو وہ جو اوپر ذکر کیے گئے اور ایک حضرت سلمہ بن المیلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بارہ یا تیرہ کفار بھی مارے گئے اور باقی میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ تلواریں چمک رہی ہیں تو آپ نے دریافت فرمایا کہ میں نے تو خالد بن الولید کو جنگ کرنے سے منع کر دیا تھا پھر یہ تلواریں کیسی چل رہی ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ پہل کفار کی طرف سے ہوئی ہے اس لیے لڑنے کے سوا حضرت خالد بن الولید کی فوج کے لیے کوئی چارہ کار ہی نہیں رہ گیا تھا یہ سن کر آپ نے ارشاد فرمایا کہ قضا الٰہی یہی تھی اور خدا نے جو چاہا وہی بہتر ہے۔

بیت اللہ میں داخلہ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جھنڈا ''حجون'' میں جس کو آج کل ''جنت المعلیٰ'' کہتے ہیں مسجد الفتح کے قریب میں گاڑا گیا پھر آپ اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر اور حضرت اسامہ بن زید کو اونٹنی پر اپنے پیچھے بٹھا کر مسجد حرام کی طرف روانہ ہوئے اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کعبہ کے کلید بردار عثمان بن طلحہ حجبی بھی آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے مسجد حرام میں اپنی اونٹنی کو بٹھایا اور کعبہ کا طواف کیا اور حجر اسود کو بوسہ دیا۔

یہ انقلاب زمانہ کی ایک حیرت انگیز مثال ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام جن کا لقب ''بت شکن'' ہے ان کی یادگار خانہ کعبہ کے اندرون حصار (اردگرد) تین سو ساٹھ بتوں کی قطار تھی۔ فاتح

مکہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حضرت خلیل کا جانشین جلیل ہونے کی حیثیت سے فرض اولین تھا کہ یادگار خلیل کو بتوں کی نجس اور گندی آلائشوں سے پاک کریں چنانچہ آپ خود بہ نفس نفیس ایک چھڑی لے کر کھڑے ہوئے اور ان بتوں کو چھڑی کی نوک سے ٹھونکے مار مار کر گراتے جاتے تھے اور جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا تلاوت فرماتے جاتے تھے۔ یعنی حق آگیا اور باطل مٹ گیا اور باطل مٹنے ہی کی چیز ہے۔

پھر ان بتوں کو جو عین کعبہ کے اندر تھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ سب نکالے جائیں چنانچہ وہ سب بت نکال باہر کیے گئے انھیں بتوں میں حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل علیہم السلام کے مجسمے بھی تھے جن کے ہاتھوں میں فال کھولنے کے تیر تھے آپ نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کافروں کو مار ڈالے۔ ان کافروں کو خوب معلوم ہے کہ ان دونوں پیغمبروں نے کبھی بھی فال نہیں کھولا۔ جب تک ایک ایک بت کعبہ کے اندر سے نہ نکل گیا آپ نے کعبہ کے اندر قدم نہیں رکھا جب تمام بتوں سے کعبہ پاک ہوگیا تو آپ اپنے ساتھ حضرت اسامہ بن زید اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور عثمان بن طلحہ حجبی کو ساتھ لے کر خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے اور بیت اللہ شریف کے تمام گوشوں میں تکبیر پڑھی اور دو رکعت نماز بھی ادا فرمائی اس کے بعد باہر تشریف لائے۔ (مولف)

(مدارج النبوۃ جلد دوم، سیرت مصطفیٰ ملخصاً)

حضور کعبہ میں

کعبہ مقدسہ کو بتوں کی آلائش و گندگیوں سے پاک و صاف کرنے کے بعد حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قدم کرم رکھا اور نماز ادا فرمائی اس سلسلے میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں :

احمد و ابوداؤد عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم دعاہ بعد دخولہ الکعبۃ فقال انی کنت رایت قرنی الکبش حین دخلت البیت فنسیت ان آمرک ان تخمرھا فخمرھا فانہ لا ینبغی ان یکون فی قبلۃ البیت شئ یلھی المصلی.

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کعبہ معظمہ میں تشریف فرما ہوئے عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کلید بردار کعبہ کو طلب فرما کر ارشاد فرمایا ہم نے کعبہ میں دنبے کے سینگ ملاحظہ فرمائے تھے (دنبہ کہ سیدنا اسماعیل علیہ الصلاۃ والسلام کا فدیہ ہوا اس کے سینگ کعبہ معظمہ کی دیوار غربی میں لگے ہوئے تھے) ہمیں تم سے یہ فرمانا یاد نہ رہا کہ ان کو ڈھانک دو۔ اب ڈھانکو کہ نمازی کے سامنے کوئی چیز ایسی نہ چاہیئے جس سے دل بٹے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۳، ص ۶۰۷)

فتح مکہ کی برکت

اہل عرب تمام اطراف واکناف میں راہ اختیار میں چشم انتظار کھولے بیٹھے تھے کہ اگر یہ ہستی مقدس یعنی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قوم میں واپس تشریف لے آئے اور یہ بلد معظم اور بیت مکرم ان کے قبضۂ اقتدار میں آجائے تو ہم بھی داخل اسلام ہو کر توقف وتردد کی قید سے نجات پا جائیں گے جب نصرت عظیم اور فتح مبین وجود میں آئی تو ہر طرف سے لوگ دوڑتے، بھاگتے حاضر ہو کر اسلام لانے لگے۔ (مولف) (مدارج النبوۃ، ج ۲)

اس سلسلے میں امام احمد رضا بریلوی نے فتاویٰ رضویہ میں لوگوں کے اسلام میں داخل ہونے اور انھیں نمازوں کی تاکید فرمانے کے بارے میں یہ روایت پیش کی ہے۔

عن عمرو بن سلمۃ قال لما کانت وقعۃ الفتح بادر کل قوم باسلامھم و بدر ابی قومہ باسلامھم فلما قدم قال جئتکم و اللہ من عند النبی صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم حقا فقال صلوا صلاۃ کذا فی حین کذا و صلاۃ کذا فی حین کذا فاذا حضرت الصلوہ فلیؤذن احدکم و یؤمکم اکثرکم قرانا فنظروا فلم یکن احد اکثر قرانا منی لما کنت اتلقی من الرکبان فقدمونی بین ایدیھم و انا ابن ست او سبع سنین و کانت علی بردۃ کنت اذا سجدت فقلصت عنی فقالت امراء ۃ من الحی الا تغطوا عنا است قارئکم فاشتروا فقطعوا لی قمیصا فما فرحت بشیٔ فرحی بذلک القمیص . رواہ البخاری.

و فی روایۃ النسائی کنت اؤمھم و انا بن ثمان سنین .

و فی روایۃ لابی داؤد و انا ابن سبع سنین او ثمان سنین.

و فی روایۃ لاحمد وابی داؤد فما شھدت مجمعا من جرم الا کنت امامھم الی یوم ھذا.

عمرو بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب مکہ فتح ہوا تو ہر ایک قوم نے اسلام لانے میں جلدی کی اور میرے والد نے اپنی قوم سے اسلام لانے میں جلدی کی پس جب وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت سے واپس آئے تو انھوں نے فرمایا میں تمھارے پاس اس سچے نبی اور حق کے پاس سے آیا ہوں۔ پس تم لوگ نماز ایسے وقت میں پڑھا کرو پس جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے ایک اذان کہے اور تم میں سے زیادہ قرآن پڑھا ہوا تمھاری امامت کرے جب انھوں نے دیکھا تو مجھ سے زیادہ قرآن خواں کسی کو نہ پایا کیوں کہ میں قافلہ والوں سے (جو ہمارے پاس سے گزرتے تھے) سیکھ لیا کرتا تھا انھوں نے مجھ کو اپنا امام بنالیا اور میں سات برس کا چھوٹا لڑکا تھا اور مجھ پر ایک چادر ہوتی تھی، جب میں سجدہ کرتا تھا تو وہ چادر مجھ سے سکڑ جاتی تھی تو قبیلہ کی ایک عورت نے کہا تم ہم سے اپنے قاری امام کے سرین

نہیں ڈھانکتے پھر انھوں نے کپڑا خریدا اور میرے لیے ایک کرتا بنایا تو میں جیسا اس کپڑے سے خوش ہوا اور کسی چیز سے خوش نہیں ہوا۔ اسے امام بخاری نے روایت کیا۔

اور نسائی کی روایت میں ہے کہ میں ان کی امامت کرتا تھا اور میں آٹھ برس کا تھا۔

اور ابوداؤد کی روایت میں زیادہ ہے کہ سات یا آٹھ برس کا لڑکا تھا۔

اور احمد وابوداؤد کی ایک روایت میں زیادہ ہے کہ میں جرم قبیلہ کے کسی مجمع میں نہیں حاضر ہوا مگر وہ آج تک وہاں مجھ کو ہی امام بناتے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۳، ص ۲۶۷)

کعبہ میں نماز

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کعبہ معظمہ میں تشریف لے گئے ستونوں کے درمیان نماز پڑھی۔

جیسا کہ صحاح کی حدیثوں میں ابن عمر و بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۳، ص ۴۳)

کعبہ پاک ہونے کے بعد حضور داخل ہوئے

صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے :

انه قال دخل النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم البیت فوجد فیه صورة ابراهیم و صورة مریم علیهما الصلاة و السلام فقال صلی الله تعالیٰ علیه وسلم امالهم فقد سمعوا ان الملائکة لا تدخل بیتا فیه صورة . الحدیث. هذا لفظه فی الحج.

بخاری کتاب الانبیاء میں ہے:

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لما رأی الصور فی البیت لم یدخل حتی امر بھا فمحیت. الحدیث.

بخاری کتاب المغازی میں ہے:

فاخرج صورۃ ابراھیم و اسماعیل علیھما الصلاۃ و السلام. الحدیث،

ابن ہشام کی روایت میں ہے:

قال و حدثنی بعض اھل العلم ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دخل البیت یوم الفتح فرأی فیہ صور الملائکۃ وغیرھم فرای ابراھیم علیہ الصلاۃ والسلام مصورا، فذکر الحدیث الی ان قال ثم امر بتلک الصور کلھا فطمست.

ان احادیث کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روز فتح مکہ کعبہ معظمہ کے اندر تشریف فرما ہوئے اس میں حضرت ابراہیم وحضرت اسماعیل وحضرت مریم وملائکہ کرام علیہم الصلاۃ والسلام وغیرہم کی تصویریں نظر پڑیں کچھ پیکر دار کچھ نقش دیوار، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ویسے ہی پلٹ آئے اور فرمایا خبردار ہو بیشک ان بنانے والوں کے کان تک بھی یہ بات پہنچی ہوئی تھی کہ جس گھر میں کوئی تصویر ہو اس میں ملائکہ رحمت نہیں جاتے، پھر حکم فرمایا کہ جتنی تصویریں منقوش تھیں سب مٹادی گئیں اور جتنی مجسم تھیں سب باہر نکال دی گئیں، انھیں میں حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ وحضرت سیدنا اسماعیل ذبیح اللہ صلی اللہ تعالیٰ علی ابنہما الاکرم وعلیہما وبارک وسلم کی تصویریں بھی باہر لائی گئیں، جب تک کعبہ معظمہ سب تصاویر سے پاک نہ ہو گیا حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے قدم اکرم سے اسے شرف نہ بخشا۔

مسند امام احمد میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے۔

قال کان فی الکعبة صور فامر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمر بن الخطاب ان یمحوھا فبل عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثوبا و محاھا بہ فدخلھا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ما فیھا شئ.

امام واقدی کی روایت میں ہے :

و کان عمر قد ترک صورة ابراھیم فلما دخل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رأھا فقال یا عمر الم آمرک ان لا تدع فیھا صورة ثم رأی صورة مریم فقال امحوا ما فیھا من الصور قاتل اللہ قوما یصورون ما لا یخلقون .

عمر بن شیبہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی :

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دخل الکعبة فامرنی فاتیتہ بماء فی دلو فجعل یبل الثوب و یضرب بہ علی الصور و یقول قاتل اللہ قوما یصورون ما لا یخلقون.

ابوبکر بن ابی شیبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی :

ان المسلمین تجردوا فی الازر و اخذوا الدلاء و انجروا علی زمزم یغسلون الکعبة ظھرھا و بطنھا فلم یدعوا اثرا من المشرکین الا محوہ و غسلوہ .

حاصل ان احادیث کا یہ ہے کہ کعبہ میں جو تصویریں تھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ انھیں مٹا دو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ کرام چادریں اتار اتار کر امتثال حکم اقدس میں سرگرم ہوئے زم زم شریف سے ڈول کے ڈول بھر کر آتے اور کعبہ کو اندر باہر سے دھویا جاتا، کپڑے بھگو بھگو کر تصویریں مٹائی جاتیں یہاں تک کہ وہ مشرکوں کے آثار سب دھو کر

مٹادیے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر پائی کہ اب کوئی نشان باقی نہ رہا اس وقت اندر رونق افروز ہوئے۔ اتفاق سے بعض تصاویر مثل تصویر ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام کا نشان رہ گیا تھا پھر نظر فرمائی تو حضرت مریم کی تصویر بھی صاف نہ دھلی تھی حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک ڈول پانی منگا کر بہ نفس نفیس کپڑا تر کر کے ان کے مٹانے میں شرکت فرمائی اور ارشاد فرمایا اللہ کی مار ان تصویر بنانے والوں پر۔

فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہے۔

فی حدیث اسامة انه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم دخل الکعبة فرأی صورا فدعا بماء فجعل یمحوها .

حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کعبہ میں تشریف فرما ہوئے تو اس میں تصویریں نظر پڑیں تو پانی منگا کر انھیں مٹا دیا۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۹، ص ۱۴۵۔۱۴۶۔شفاء الوالہ۔)

کفر کی نشانیاں مٹادی گئیں

مسلم و ابوداؤد و ترمذی حبان بن حصین سے راوی :

قال لی علی رضی الله تعالیٰ عنه الا ابعثک علی ما بعثنی علیه رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ان لا تدع صورة الا طمستها و لا قبرا مشرفا الا سویته.

مجھ سے امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ میں تمھیں اس کام پر نہ بھیجوں جس پر مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مامور فرما کر بھیجا کہ جو تصویر دیکھو اسے مٹادو اور جو قبر حد شرع

سے زیادہ اونچی پاؤ اسے حد شرع کے برابر کردو۔ بلندی قبر میں حد شرع ایک بالشت ہے۔

امام احمد بسند جید امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک جنازے میں تھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ایکم ینطلق الی المدینة فلا یدع بھا وثنا الا کسرہ و لا قبرا الا سواہ و لا صورة الا طمحھا.

تم میں کون ایسا ہے جو مدینے جا کر ہر بت کو توڑ دے اور ہر قبر برابر کر دے اور ہر تصویر مٹا دے۔

ایک صاحب نے عرض کی میں، یارسول اللہ! فرمایا تو جاؤ، وہ جا کر واپس آئے اور عرض کی یارسول اللہ! میں نے سب بت توڑ دیئے اور سب قبریں برابر کردیں اور سب تصویریں مٹادیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

من عاد الی صنعة شیٔ من ھذا فقد کفر بما انزل علی محمد

اب جو یہ سب چیزیں بنائے گا وہ کفر وانکار کرے گا اس چیز کے ساتھ جو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۱۴۵۔ شفاء الوالہ)

فتح مکہ کا ایک خطبہ

امام محی السنہ بغوی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طاف یوم الفتح علی راحلته یستلم الارکان بمحجنه فلما خرج لم یجد مناخا فنزل علی ایدی الرجال ثم قام فخطبھم فحمد اللہ واثنی علیه و قال الحمد للہ الذی اذھب عنکم عیبة الجاھلیة و تکبرھا

یا ایہا الناس رجلان برتقی کریم علی اللہ و فاجر شقی ہین علی اللہ ثم تلایا ایہا الناس انا خلقنکم من ذکر وّ انثی ثم قال اقول قولی ھذا و استغفر اللہ لی و لکم .

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن اپنی سواری پر طواف کیا اپنے عصائے مبارک سے ارکان کعبہ کا بوسہ لیتے تھے جب باہر تشریف لائے تو سواری کو ٹھہرانے کی جگہ نہ پائی تو لوگوں میں سواری سے اتر گئے پھر کھڑے ہوکر خطبہ دیا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وثنا کی اور فرمایا اللہ کے لیے حمد ہے جس نے تم سے جاہلیت کا گھمنڈ اور اس کا غرور دور کیا۔ اے لوگو! لوگوں میں دو قسم کے مرد ہیں ایک نیک متقی اللہ کے یہاں عزت والا۔ دوسرا بدکار بدبخت اللہ کی بارگاہ میں ذلیل پھر یہ آیت پڑھی **یا ایہا الناس** الآیہ۔ اے لوگو ہم نے تم کو مرد وعورت سے پیدا کیا پھر فرمایا میں یہ بات کہتا ہوں اور اللہ سے اپنے لیے اور تمھارے لیے مغفرت چاہتا ہوں۔ (الزلال الانقی من بحر سبقۃ الاتقی)

غزوۂ حنین

انا النبی لا کذب
انا ابن عبد المطلب

ولقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئا وضاقت علیکم
الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین۔

بے شک اللہ نے بہت جگہ تمھاری مدد کی اور حنین کے دن جب تم اپنی کثرت پر اترا گئے تھے تو وہ تمھارے کچھ
کام نہ آئی اور زمین اتنی وسیع ہو کر تم پر تنگ ہوگئی پھر تم پیٹھ دے کر پھر گئے۔ (التوبہ،۲۵)

غزوۂ حنین ۸ھ

''حنین'' مکہ اور طائف کے درمیان ایک مقام کا نام ہے تاریخ اسلام میں اس جنگ کا دوسرا نام ''غزوۂ ہوازن'' بھی ہے اس لیے کہ اس لڑائی میں ''بنی ہوازن'' سے مقابلہ تھا۔

فتح مکہ کے بعد عام طور سے تمام عرب کے لوگ اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے کیوں کہ ان میں اکثر وہ لوگ تھے جو اسلام کی حقانیت کا پورا پورا یقین رکھنے کے باوجود قریش کے ڈر سے مسلمان ہونے میں توقف کر رہے تھے اور فتح مکہ کا انتظار کر رہے تھے۔ پھر چوں کہ عرب کے دلوں میں کعبہ کا بے حد احترام تھا اور ان کا اعتقاد تھا کہ کعبہ پر کسی باطل پرست کا قبضہ نہیں ہو سکتا اس لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب مکہ کو فتح کر لیا تو عرب کے بچے بچے کو اسلام کی حقانیت کا پورا پورا یقین ہو گیا اور وہ سب کے سب جوق در جوق بلکہ فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے لگے۔ باقی ماندہ عرب کی بھی ہمت نہ رہی کہ اب اسلام کے مقابلہ میں ہتھیار اٹھا سکیں۔

لیکن مقام حنین میں ''ہوازن اور ثقیف'' نام کے دو قبیلے آباد تھے جو بہت ہی جنگ جو اور فنون جنگ سے واقف تھے ان لوگوں پر فتح مکہ کا الٹا اثر پڑا، ان لوگوں پر غیرت سوار ہو گئی اور ان لوگوں نے یہ خیال قائم کر لیا کہ فتح مکہ کے بعد ہماری باری ہے اس لیے ان لوگوں نے یہ طے کر لیا کہ مسلمانوں پر جو اس وقت مکہ میں جمع ہیں ایک زبردست حملہ کر دیا جائے۔

چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن ابی حدرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تحقیقات کے لیے بھیجا جب انھوں نے وہاں سے واپس آ کر ان قبائل کی جنگی تیاریوں کا حال بیان کیا اور بتایا کہ قبیلہ ہوازن اور ثقیف نے اپنے تمام قبائل کو جمع کر لیا ہے اور قبیلہ ہوازن کا رئیس اعظم مالک بن عوف ان تمام افواج کا سپہ سالار ہے۔ اور سو برس سے زائد عمر کا بوڑھا ''درید بن الصمہ'' جو عرب کا مشہور شاعر اور مانا ہوا

بہادر تھا بطور مشیر کے میدان جنگ میں لایا گیا اور یہ لوگ اپنی عورتوں، بچوں بلکہ جانوروں تک کو میدان جنگ میں لائے ہیں تاکہ کوئی سپاہی میدان سے بھاگنے کا خیال بھی نہ کر سکے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی شوال ۸ ھ میں بارہ ہزار کا لشکر جمع فرمایا دس ہزار تو مہاجرین و انصار وغیرہ کا وہ لشکر تھا جو مدینہ سے آپ کے ساتھ آیا تھا اور دو ہزار نو مسلم تھے جو فتح مکہ میں مسلمان ہوئے تھے۔ آپ نے اس لشکر کو ساتھ لے کر اس شان و شوکت کے ساتھ حنین کا رخ کیا کہ اسلامی افواج کی کثرت اور اس کے جاہ و جلال کو دیکھ کر بے اختیار بعض صحابہ کی زبان سے یہ لفظ نکل گیا کہ

آج بھلا ہم پر کون غالب آ سکتا ہے۔

لیکن خداوند عالم کو صحابہ کرام کا اپنی فوج کی کثرت پر ناز کرنا پسند نہیں آیا چنانچہ اس فخر و ناز ش کا یہ انجام ہوا کہ پہلے ہی حملہ میں قبیلۂ ہوازن و ثقیف کے تیراندازوں نے جو تیروں کی بارش کی اور ہزاروں کی تعداد میں تلواریں لے کر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے تو وہ دو ہزار نو مسلم اور کفار مکہ جو لشکر اسلام میں شامل ہو کر مکہ سے آئے تھے ایک دم سر پر پیر رکھ کر بھاگ نکلے۔ ان لوگوں کی بھگدڑ دیکھ کر انصار و مہاجرین کے بھی پاؤں اکھڑ گئے۔

حضور تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو نظر اٹھا کر دیکھا تو گنتی کے چند جاں نثاروں کے سوا سب فرار ہو چکے تھے، تیروں کی بارش ہو رہی تھی، بارہ ہزار کا لشکر فرار ہو چکا تھا مگر خدا کے رسول کے پائے استقامت میں بال برابر بھی لغزش نہیں ہوئی بلکہ آپ اکیلے ایک لشکر بلکہ عالم کائنات کا مجموعہ بنے ہوئے نہ صرف پہاڑ کی طرح ڈٹے رہے بلکہ اپنے سفید خچر پر سوار برابر آگے ہی بڑھتے رہے اور آپ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری تھے کہ

انا النبی لا کذب

انا ابن عبد المطلب

میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

اسی حالت میں آپ نے داہنی طرف دیکھ کر بلند آواز سے پکارا **یا معشر الانصار** فوراً آواز آئی کہ ہم حاضر ہیں یارسول اللہ۔ پھر بائیں جانب رخ کر کے فرمایا **یا للمھاجرین** فوراً آواز آئی کہ ہم حاضر ہیں یارسول اللہ!

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ چوں کہ بہت ہی بلند آواز تھے آپ نے ان کو حکم دیا کہ انصار و مہاجرین کو پکارو انھوں نے جو **یا معشر الانصار** اور **یا للمہاجرین** کا نعرہ مارا تو ایک دم تمام فوجیں پلٹ پڑیں اور لوگ اس قدر تیزی کے ساتھ دوڑ پڑے کہ جن لوگوں کے گھوڑے ازدحام کی وجہ سے نہ مڑ سکے انھوں نے ہلکا ہونے کے لیے اپنی زرہیں پھینک دیں اور گھوڑوں سے کود کود کر دوڑے اور کفار کے لشکر سے جھپٹ پڑے اور اس طرح جاں بازی کے ساتھ لڑنے لگے کہ دم زدن میں جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ کفار بھاگ نکلے، کچھ قتل ہو گئے، جو رہ گئے گرفتار ہو گئے۔

قبیلہ ثقیف کی فوجیں بڑی بہادری کے ساتھ جم کر مسلمانوں سے لڑتی رہیں یہاں تک کہ ان کے ستر بہادر کٹ گئے لیکن جب ان کا علمبردار عثمان بن عبداللہ قتل ہو گیا تو ان کے پاؤں بھی اکھڑ گئے۔ اور فتح مبین نے حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدموں کا بوسہ لیا اور کثیر تعداد و مقدار میں مال غنیمت ہاتھ آیا۔ (مولف) (مدارج النبوۃ جلد دوم، سیرت مصطفیٰ)

حضور کی شجاعت واستقامت

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شجاعت و بہادری یکتائے روزگار اور تمام انسانوں میں بے مثل و بے مثال ہے حضور کے مثل کسی انسان کو ہمت و حوصلہ نہیں دیا گیا جنگ حنین کے موقع پر حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس کمال شجاعت و دلیری کا مظاہرہ فرمایا اسے ملاحظہ فرمائیں، امام

احمد رضا بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں :

روز حنین جب حسب ارادۂ الٰہیہ تھوڑی دیر کے لیے کفار نے غلبہ پایا معدود بندے رکاب رسالت میں باقی رہے اللہ الغالب کے رسول غالب پر شان جلال طاری تھی ارشاد فرماتے تھے۔

انا النبی لا کذب

انا ابن عبد المطلب

میں نبی ہوں کچھ جھوٹ نہیں، میں ہوں بیٹا عبد المطلب کا۔ اسے احمد و بخاری و مسلم اور نسائی نے براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

حضور قصد فرما رہے ہیں کہ تنہا ان ہزاروں کے مجمع پر حملہ فرمائیں حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما بغلۂ شریفہ کی لگام مضبوط کھینچے ہوئے ہیں کہ بڑھ نہ جائے اور حضور فرما رہے ہیں۔

انا النبی لا کذب

انا ابن عبد المطلب

میں سچا نبی ہوں اللہ کا پیارا، میں ہوں عبد المطلب کی آنکھ کا تارا، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے ابو بکر بن ابی شیبہ و ابو نعیم نے براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

امیر المومنین عمر لگام روکے ہیں اور حضرت عباس دمچی تھامے اور حضور فرما رہے ہیں۔

قدما ھا انا النبی لا کذب

انا ابن عبد المطلب

اسے بڑھنے دو میں ہوں نبی صریح حق پر میں ہوں عبد المطلب کا پسر۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

اسے ابن عساکر نے مصعب بن شیبہ عن ابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

جب کافر نہایت قریب آگئے بغلہ طیبہ سے نزول اجلال فرمایا اس وقت بھی یہی فرماتے تھے۔

انا النبی لا کذب، انا ابن عبد المطلب، اللھم انصر نصرک .

میں ہوں نبی برحق سچا، میں ہوں عبدالمطلب کا بیٹا، الٰہی اپنی مدد نازل فرما۔ اسے ابن ابی شیبہ وابن جریر نے براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

پھر ایک مٹھی خاک دست پاک میں لے کر کافروں کی طرف پھینکی اور فرمایا **شاھت الوجوہ** بگڑ گئے چہرے۔ وہ خاک ان ہزاروں کافروں پر ایک ایک کی آنکھ میں پہنچی اور سب کے منہ پھر گئے۔ ان میں جو مشرف باسلام ہوئے وہ بیان فرماتے ہیں جس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ کنکریاں ہماری طرف پھینکی ہمیں یہ نظر آیا کہ آسمان سے زمین تک تانبے کی دیوار قائم کی گئی اور اس پر سے پہاڑ ہم پر لڑھکائے گئے سوا بھاگنے کے کچھ بن نہ آئی۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی الحق المبین سید المنصورین والہ و بارک وسلم۔

اسی غزوہ کے رجز میں ارشاد فرمایا

انا ابن العواتک من سلیم

میں بنی سلیم سے ان چند خواتین کا بیٹا ہوں جن کا نام عاتکہ تھا۔ اسے سعید بن منصور نے اپنی سنن میں اور طبرانی کبیر میں سبابۃ بن عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

ایک حدیث میں ہے کہ بعض غزوات میں فرمایا :

انا النبی لا کذب ، انا ابن عبد المطلب ، انا ابن العواتک .

میں نبی ہوں کچھ جھوٹ نہیں، میں ہوں عبدالمطلب کا بیٹا، میں ہوں ان بی بیوں کا بیٹا جن کا نام

عاتکہ تھا۔

اسے ابن عساکر نے قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۱، ص ۱۵۹، شمول الاسلام)

عمامہ والے فرشتے

روز حنین فرشتوں کے مقدس لشکر سے مسلمانوں کی مدد کی گئی اس دن جن فرشتوں کی مدد آئی وہ عمامہ والے تھے اس پر امام احمد رضا بریلوی تحریر فرماتے ہیں :

ابو بکر بن ابی شیبہ مصنف اور ابو داؤد طیالسی وابن منیع مسانید اور بیہقی سنن میں امیر المومنین مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ان اللہ امدنی یوم بدر و حنین بملائکۃ یعتمون ھذہ العمۃ ان العمامۃ حاجزۃ بین الکفر و الایمان .

بیشک اللہ عزوجل نے بدر وحنین کے دن ایسے ملائکہ سے میری مدد فرمائی جو اس طرز کا عمامہ باندھتے ہیں۔ بیشک عمامہ کفر وایمان میں فارق ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۳، ص ۷۷)

زہیر بن صرد جشمی کی فریاد

جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روز حنین زنان وصبیان بنی ہوازن کو اسیر فرمایا اور اموال وغلام وکنیز مجاہدین پر تقسیم فرمادیئے اب سرداران قبیلہ اپنے اہل وعیال واموال حضور سے مانگنے کو حاضر ہوئے زہیر بن صرد جشمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی:

امنن علینا رسول اللہ فی کرم

فانک المرء ترجوہ و تدخر

امنن علی بیضة قدعاقهما قدر
مشتت شملها فی دهر ها خیر

ابقت لنا الدهر هنا فاعلی حزن
علی قلوبهم الغماء و الغمر

ان لم تدارکهم نعماء تنشرها یا ارجح الناس حلما حین یختبر

یارسول اللہ! ہم پر احسان فرمایئے اپنے کرم سے حضور ہی وہ مرد کامل و جامع فواضل ومحاسن وشمائل ہیں جس سے ہم امید کریں اور جسے وقت مصیبت کے لیے ذخیرہ بنائیں، احسان فرمایئے اس خاندان پر کہ تقدیر جس کے آڑے آئے اس کی جماعت تتر بتر ہوگئی، اس کے وقت کی حالتیں بدل گئیں، یہ بدحالیاں ہمیشہ کے لیے ہم میں غم کے وہ مرثیہ خواں باقی رکھیں گی جن کے دلوں پر رنج و غیظ مستولی ہوگا اور حضور کی نعمتیں جنھیں حضور نے فرما دیا ہے ان کی مدد کو نہ پہنچیں تو ان کا کہیں ٹھکانہ نہیں اے آزمائش کے وقت تمام جہان سے زیادہ عقل والے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قال فلما سمع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم هذا الشعر قال ما کان لی و لعبد المطلب فهو لکم و قالت قریش ما کان لنا فهو للہ و لرسوله و قالت الانصار ما کان لنا فهو للہ و رسوله.

یہ اشعار سن کر سید ارحم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو کچھ میرے اور بنی عبدالمطلب کے حصے میں آیا وہ میں نے تمھیں بخش دیا، قریش نے عرض کی جو کچھ ہمارا ہے وہ سب اللہ کا ہے اور اللہ کے رسول کا ہے، انصار نے عرض کی جو کچھ ہمارا ہے وہ سب اللہ کا ہے اور اللہ کے رسول کا ہے۔ جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم۔

اسے طبرانی نے معجم صغیر میں روایت کیا۔ (الامن والعلی)

وفد ہوازن کو استعانت کی تعلیم

جب وفد ہوازن خدمت حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور اپنے اموال و اہل وعیال کہ مسلمان غنیمت میں لائے تھے حضور سے مانگے اور طالب احسان والا ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اذا صلیتم الظهر فقولوا انا نستعين برسول الله على المومنين و المسلمين فى نسائنا و ابنائنا.

جب ظہر کی نماز پڑھ چکو تو کھڑے ہونا اور یوں کہنا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے استعانت کرتے ہیں مومنین پر اپنی عورتوں اور بچوں کے باب میں۔ نسائی نے اسے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ (الامن والعلی)

مال غنیمت کی تقسیم

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ حنین کے تمام مال غنیمت کو ''جعرانہ'' میں جمع کر دیں اور اسے مضبوط و محفوظ رکھیں تا کہ فراغت کے بعد تقسیم کیا جائے۔

''جعرانہ'' اوطاس کے قریب ایک جگہ کا نام ہے جو حنین اور مکہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر ہے۔ جعرانہ ایک عورت کا نام ہے اس کے نام سے یہ جگہ موسوم ہوئی۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب طائف سے کوچ کر کے جعرانہ تشریف لائے جہاں حنین کی

غنیمتیں جمع کی گئی تھیں اور وہ چھ ہزار بردے، چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار سے زیادہ بکریاں، اور چار ہزار اوقیہ چاندی تھا (ایک اوقیہ چالیس درہم وزن کا ہوتا ہے)

ایک روایت میں ہے کہ بکریاں اتنی زیادہ تھیں کہ ان کا شمار ہی نہ ہوسکتا تھا تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دست جود وسخا کو لوگوں پر کشادہ فرمایا بالخصوص ان مولفۃ القلوب پر جن کے دلوں میں ابھی نور ایمان قوی نہ ہوا تھا اور حضرت زید بن ثابت کو لوگوں کو جمع کر کے لانے کا حکم دیا پھر بکریوں اور اونٹوں کو شمار کر کے لوگوں پر تقسیم فرمایا۔ ہر شخص کو چار اونٹ اور چالیس بکریاں اگر وہ پیادہ تھا عنایت فرمائے اور اگر سوار تھا تو بارہ اونٹ اور ایک سوبیس بکریاں مرحمت فرمائیں اور ایک گھوڑے سے زیادہ کا حصہ نہ دیا۔

خلاصہ کلام یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام اموال ونقود کو لشکر اسلام اور اہل مکہ وغیرہ پر صرف فرمایا۔ اور انھیں خوش کیا کچھ وہ لوگ جو ایمان نہیں لائے تھے ایمان لے آئے اور وہ لوگ جو ضعیف الایمان تھے حصول رضا وخوشنودی کے سبب ان میں تقویت پیدا ہوئی۔

غرضیکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر خاص وعام کو انعام وعطایا سے سرفراز فرمایا اور مخلوق کے ظاہر وباطن کو محظوظ ومعمور فرمایا خصوصاً اہل مکہ کو جو مولفۃ القلوب وغیرہ میں سے ہیں حد وشمار سے زیادہ نوازا اور وہ انصار جو بارگاہ بے کس پناہ کے مخلصوں اور مخصوصوں میں سے تھے ان کو منزہ ''مبراء'' معاف اور محروم رکھا، اہل مکہ کی مانند ان پر داد ودہش نہ فرمائی۔

اہل سیر کہتے ہیں کہ اس سلسلہ میں انصار اندوہگیں ہوئے کہ وہ قریش جنھیں حسد ونفاق کی بو ابھی بس رہی ہے اور مخلص نہیں ہیں اور دیگر وہ قبائل عرب جنھوں نے راہ خدا میں کوئی محنت ومشقت نہیں اٹھائی ہے انھیں تو مالا مال کر دیا گیا اور ہمیں محروم رکھا گیا ہے حالاں کہ کافروں کا خون ہماری تلواروں سے ابھی

خشک بھی نہیں ہوا ہے۔

انصار کی یہ چہ میگوئیاں جب سمع مبارک تک پہنچیں تو حضور نے کسی کو بھیج کر انھیں بلایا اور ایک خیمہ میں صرف انصار کو جمع کیا۔ (مولف) (مدارج النبوۃ جلد دوم)

اس کے بعد کا واقعہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی تحریر میں ملاحظہ فرمائیں:

جب جعرانہ کے اموال غنیمت حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قریش و دیگر اقوام عرب کو عطا فرمائے اور انصار کرام نے اس میں سے کوئی شی نہ پائی انھیں (اس خیال سے کہ شاید حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اب ہم پر وہ نظر توجہ و کرم نہ رہی شاید اب اپنی قوم قریش کی طرف زیادہ التفات فرمائیں بمقتضائے سنت عشاق کہ دوسروں پر لطف محبوب زائد دیکھ کر رنجیدہ و کبیدہ ہوتے ہیں) ملال گزرا یہاں تک کہ بعض کی زبان پر بعض کلمات شکایت آمیز آئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سنا خاطر انور پر ناگوار گزرا انھیں جمع کر کے ارشاد فرمایا۔

الم اجد کم ضلالا فهداکم الله الم اجدکم عالة فاغناکم الله .

کیا میں نے تمھیں نہ پایا گمراہ پس اللہ عزوجل نے تمھیں راہ دکھائی، کیا میں نے تمھیں نہ پایا محتاج پس اللہ عزوجل نے تمھیں تونگری دی۔

اور صحیح بخاری و صحیح مسلم و مسند امام احمد میں یوں ہے :

یا معشر الانصار الم اجد کم ضلالا فهداکم الله بی و کنتم متفرقین فالفکم الله بی و کنتم عالة فاغناکم الله بی .

اے گروہ انصار کیا میں نے نہ پایا تمھیں گمراہ پس اللہ عزوجل نے تمھیں میرے ذریعے سے ہدایت کی اور تمھارے آپس میں پھوٹ تھی اللہ تعالیٰ نے میرے وسیلہ سے تم میں موافقت کردی اور تم محتاج

تھے اللہ عزوجل نے میرے واسطے سے تمھیں تونگری بخشی۔

بخاری نے اسے عبداللہ بن زید بن عاصم سے اور احمد نے حضرت انس سے اور ضیاء مقدسی نے ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا۔

انصار ہر کلمے پر عرض کرتے جاتے تھے : نعوذ باللہ من غضب اللہ و من غضب رسوله.

ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اور اللہ کے غضب اور رسول اللہ کے غضب سے۔جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا : الا تجیبون.

جواب کیوں نہیں دیتے؟

انصار نے عرض کی : اللہ و رسوله امن و افضل

اللہ اور رسول کا احسان زائد ہے، اللہ و رسول کا فضل بڑا ہے۔

حضور نے فرمایا تم جواب چاہو تو جواب دے سکتے ہو۔

انصار کرام روئے اور بار بار عرض کرنے لگے : اللہ و رسوله امن و افضل

اللہ و رسول کا احسان زائد ہے، اللہ و رسول کا فضل بڑا ہے۔

ابو بکر بن ابی شیبہ نے مصنف میں ابو سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسے روایت کیا۔

(الامن والعلی)

اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی تسلی کے لیے اور قریش کے ساتھ دنیاوی عطایا

ونعم کی تخصیص کا سبب بیان کرنے کے لیے فرمایا کہ قریش جاہلیت سے قریب العہد ہیں اور ان کو بہت مصیبتیں پہنچی ہیں میں نے چاہا کہ اس مال وعطا کے ذریعہ ان کی مصیبتوں کی تلافی کردوں اور ان کے دلوں کو ایمان واسلام کی طرف مائل کردوں۔

اور فرمایا اے گروہ انصار کیا تم اس سے راضی نہیں کہ اور لوگ تو اونٹ وبکریاں لے کر اپنے گھروں کو جائیں اور تم خدا اور رسول خدا کے ساتھ گھروں کو واپس ہو؟ خدا کی قسم جس شان کے ساتھ تم گھروں کو لوٹو گے وہ ان لوگوں سے بہتر ہے جو اونٹ وبکریاں لے کر جائیں گے۔

اور فرمایا کہ اگر لوگ وادی اور گھائیوں میں چلیں گے تو میں انصار کی وادی اور گھاٹیوں میں چلوں گا۔

عمرۂ جعرانہ

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تقسیم غنائم اور یہاں کے معاملات سے فارغ ہو گئے تو مدینہ طیبہ کی طرف مراجعت فرمانے کا عزم کیا بدھ کی رات کو جب کہ ماہ ذی قعدہ کی بارہ راتیں باقی تھیں جعرانہ کے مقام میں عمرہ کا احرام باندھا اور مکہ مکرمہ تشریف لائے اور عمرہ ادا کر کے واپس لوٹ گئے۔ (مولف)

(مدارج النبوۃ جلد دوم)

مالک بن عوف کے لیے حضور کا فرمان

حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی شان عطا وبخشش میں سے یہ بھی ہے کہ حضور نے مالک بن عوف کیلیے اعلان فرمایا کہ اگر وہ مسلمان ہو کر ہماری بارگاہ میں آجائے تو اس کی تقصیر معاف ہو جائیگی اور اس کے اہل و عیال سے واپس مل جائیں گے، امام احمد رضا بریلوی تحریر فرماتے ہیں :

محمد بن اسحاق، تابعی امام السیر والمغازی نے ابو وجزہ یزید بن عبید سعدی سے روایت کی جب (غزوۂ حنین میں) مشرکین بھاگ گئے مالک بن عوف (کہ اس لڑائی میں سردار کفار ہوازن تھے) بھاگ کر طائف میں پناہ گزیں ہوئے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ ایمان لاکر حاضر ہوتو ہم اس کے اہل وعیال اسے واپس دیں یہ خبر مالک بن عوف کو پہنچی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے جب کہ حضور مقام جعرانہ سے نہضت فرما چکے تھے سید اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے اہل وعیال انھیں واپس دیے اور سو (١٠٠) اونٹ اپنے خزانۂ کرم سے عطا کیے۔

فقال مالک بن عوف رضی الله تعالیٰ عنه یخاطب رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی قصیدة

ما ان رأیت و لا سمعت بواحد	**فی الناس کلهم کمثل محمد**
اوفی و اعطی للجزیل لمجتد	**و متی تشاء یخبرک عما فی غد**

حضرت مالک بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے قصیدے میں یہ عرض کیا:

میں نے تمام جہان کے لوگوں میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مثل نہ کوئی دیکھا نہ سنا، سب سے زیادہ وفا فرمانے والے اور سب سے فزوں تر سائل نفع کو کثیر عطا بخشنے والے اور جب تو چاہے تجھے آئندہ کل کی خبر بتادیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں ان کی قوم ہوازن اور قبائل ثمالہ وسلمہ وفہم پر سردار فرمایا۔

معانی نے کتاب الجیس والانیس میں بطریق حرمازی ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، مالک بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ رئیس ہوازن اسلام لاکر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور حضور پرنور صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا وہ قصیدۂ نعتیہ سنایا (جس میں اسی مضمون کے شعر ذکر کیے)

فقال له خيرا و كساه حلة.

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے حق میں کلمہ خیر فرمایا اور انھیں خلعت پہنایا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان دونوں روایتوں کو اصابہ میں ذکر فرمایا ہے۔

حضور کی عطاو بخشش

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوازن کی غنیمتیں حنین میں تقسیم فرما رہے تھے ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کی یا رسول اللہ حضور نے مجھ سے کچھ وعدہ فرمایا تھا ارشاد ہوا۔

صدقت فاحتكم ما شئت.

تو نے سچ کہا اچھا جو جی میں آئے حکم لگا دے۔

عرض کی اسی دنبے اور ان کا چرانے والا غلام عطا ہو۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تجھے عطا ہوا اور تو نے بہت تھوڑی چیز مانگی۔

و لصاحبة موسىٰ التى دلته على عظام يوسف كانت احلم منك حين حكمها موسىٰ فقالت حكمي ان تردني شابة و ادخل معك الجنة.

اور بیشک موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی مصاحبہ جس نے انھیں یوسف علیہ الصلاۃ والسلام کا تابوت بتایا تھا تجھ سے زیادہ دانش مند تھی جب کہ اسے موسیٰ نے اختیار دیا تھا کہ جو چاہے مانگ لے اس نے کہا میں قطعی طور پر یہی مانگتی ہوں کہ آپ میری جوانی واپس فرمادیں اور میں آپ کے ساتھ جنت میں جاؤں۔

یوں ہی ہوا کہ وہ ضعیفہ فوراً نوجوان ہوگئی اس کا حسن و جمال واپس آیا اور جنت میں بھی معیت کا

وعدہ کلیم کریم نے عطا فرمایا۔ ابن حبان و حاکم نے مستدرک میں اسے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ (الامن والعلی)

تقسیم غنائم اور ایک منافق کی گستاخی

غزوۂ حنین میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو غنائم تقسیم فرمائے اس پر ایک وہابی (منافق) نے کہا کہ میں اس تقسیم میں عدل نہیں پاتا کیوں کہ کسی کو زیادہ کسی کو کم عطا فرمایا، اس پر فاروق اعظم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ اجازت دیجیے کہ میں اس منافق کی گردن ماردوں، فرمایا کہ اسے رہنے دے کہ اس کی نسل سے ایسے ایسے لوگ پیدا ہونے والے ہیں (وہابیہ کی طرف اشارہ فرمایا) اس سے فرمایا افسوس اگر میں تجھ پر عدل نہ کروں تو کون عدل کرے گا۔ اور فرمایا اللہ رحم فرمائے میرے بھائی موسیٰ پر کہ اس سے زائد ایذا دیئے گئے۔

علماء فرماتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس دن کی عطا تخی بادشاہوں کی عمر بھر کی داد و دہش سے زائد تھی، جنگل غنائم سے بھرے ہوئے ہیں اور حضور عطا فرمارہے ہیں اور مانگنے والے ہجوم کرتے چلے آتے ہیں اور حضور پیچھے ہٹتے جاتے ہیں یہاں تک کہ جب سب اموال تقسیم ہولیے ایک اعرابی نے ردائے مبارک بدن اقدس پر سے کھینچ لی کہ شانہ و پشت مبارک پر اس کا نشان بن گیا اس پر اتنا فرمایا اے لوگو جلدی نہ کرو۔ واللہ! کہ تم مجھ کو کسی وقت بخیل نہ پاؤ گے۔

حق ہے اے مالک عرش کے نائب اکبر قسم ہے اس کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا کہ دونوں جہاں کی نعمتیں حضور ہی کی عطا ہیں، دونوں جہاں حضور کی عطا سے ایک حصہ ہیں۔

فان من جودک الدنیا و ضرتھا
و من علومک علم اللوح و القلم

بیشک دنیا و آخرت حضور کی بخشش سے ایک حصہ ہیں اور لوح و قلم کے تمام علوم ما کان و ما یکون حضور کے علم سے ایک ٹکڑا۔ (الملفوظ حصہ اول)

غزوۂ طائف

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

غزوۂ طائف ۸ھ

حنین سے بھاگنے والی کفار کی فوجیں کچھ تو اوطاس میں جا کر ٹھہری تھیں اور کچھ طائف کے قلعہ میں جا کر پناہ گزیں ہوگئی تھیں۔ اوطاس کی فوجیں شکست کھا کر ہتھیار ڈال دینے پر مجبور ہوگئیں اور سب گرفتار ہوگئیں۔ لیکن طائف میں پناہ لینے والوں سے بھی جنگ ضروری تھی اس لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حنین اور اوطاس کے اموال غنیمت اور قیدیوں کو مقام ''جعرانہ'' میں جمع کر کے طائف کا رخ فرمایا۔

طائف کا محاصرہ

طائف خود ایک بہت ہی محفوظ شہر تھا جس کے چاروں طرف شہر پناہ کی دیوار بنی ہوئی تھی اور یہاں ایک بہت ہی مضبوط قلعہ بھی تھا۔ یہاں کا رئیس اعظم عروہ بن مسعود ثقفی جو ابوسفیان کا داماد تھا۔ یہاں ثقیف کا جو خاندان آباد تھا وہ عزت و شرافت میں قریش کا ہم پلہ شمار کیا جاتا تھا۔ کفار کی تمام فوجیں سال بھر کا راشن لے کر طائف کے قلعہ میں پناہ گزیں ہوگئی تھیں۔

اسلامی افواج نے طائف پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا مگر قلعہ کے اندر سے کفار نے اس زور و شور کے ساتھ تیروں کی بارش شروع کر دی کہ لشکر اسلام اس کی تاب نہ لا سکا اور مجبوراً اس کو پسپا ہونا پڑا۔ اٹھارہ دن تک شہر کا محاصرہ جاری رہا مگر طائف فتح نہیں ہو سکا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب جنگ کے ماہروں سے مشورہ فرمایا تو حضرت نوفل بن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ!

لومڑی اپنے بھٹ میں گھس گئی ہے اگر کوشش جاری رہی تو پکڑ لی جائے گی لیکن اگر چھوڑ دی جائے تو بھی اس سے کوئی اندیشہ نہیں ہے۔

یہ سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے محاصرہ اٹھا لینے کا حکم دے دیا۔

طائف کے محاصرہ میں بہت سے مسلمان زخمی ہوئے اور کل بارہ اصحاب شہید ہوئے۔ سات قریش، چار انصار اور ایک شخص بنی لیث کے۔

زخمیوں میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تھے یہ ایک تیر سے زخمی ہو گئے تھے پھر اچھے بھی ہو گئے۔ لیکن ایک مدت کے بعد پھر ان کا زخم پھٹ گیا اور اپنے والد ماجد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں اسی زخم سے ان کی وفات ہو گئی۔

طائف میں بت شکنی

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طائف کا ارادہ فرمایا تو حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک لشکر کے ساتھ بھیجا کہ وہ ''ذوالکفین'' کے بت خانہ کو برباد کر دیں۔ یہاں عمرو بن حممہ دوسی کا بت تھا جو لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ چنانچہ حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہاں جا کر بت خانہ کو منہدم کر دیا اور بت کو جلا دیا۔

حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ چار دن میں اس مہم سے فارغ ہو کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس طائف میں پہنچ گئے، یہ ذوالکفین سے قلعہ توڑنے کے آلات، منجنیق وغیرہ بھی لائے تھے چنانچہ اسلام میں سب سے پہلی یہی منجنیق ہے جو طائف کا قلعہ توڑنے کے لیے لگائی گئی مگر کفار کی فوجوں نے تیر اندازی کے ساتھ ساتھ گرم گرم لوہے کی سلاخیں پھینکنی شروع کر دیں اس وجہ سے قلعہ توڑنے میں کامیابی نہ ہو سکی۔

اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا کہ طائف کے اطراف میں جو جا بجا ثقیف کے بت خانے ہیں ان سب کو منہدم کر دیں چنانچہ آپ نے ان سب بتوں اور

بت خانوں کو توڑ پھوڑ کر مسمار و برباد کر دیا اور جب لوٹ کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کو دیکھ کر بے حد خوش ہوئے اور بہت دیر تک تنہائی میں ان سے گفتگو فرماتے رہے جس سے لوگوں کو بہت تعجب ہوا۔

طائف سے روانگی کے وقت صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ ثقیف کے کفار کے لیے ہلاکت کی دعا فرما دیجیے تو آپ نے دعا مانگی کہ اللھم اھد ثقیفا و ات بھم.

یا اللہ! ثقیف کو ہدایت دے اور ان کو میرے پاس پہنچا دے۔

چنانچہ آپ کی یہ دعا مقبول ہوئی کہ قبیلہ ثقیف کا وفد مدینہ پہنچا اور پورا قبیلہ مشرف باسلام ہو گیا۔ (مولف) (مدارج النبوۃ ج ۲، سیرت مصطفیٰ)

ابو محذورہ کو موذن بنایا گیا

طائف کی فتح کے بعد اس کا گوشہ گوشہ صدائے توحید سے گونج گیا وہاں پر اذان دینے کے لیے حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مؤذن مقرر کیا گیا، اس پر امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں :

جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طائف شریف فتح فرمایا اذان ہوئی بچوں نے اس کی نقل کی ان میں ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے ان کی آواز بہت اچھی تھی حضور نے ان کو بلایا اور سر پر دست مبارک رکھا اور ان کو موذن مقرر فرما دیا۔ ماں نے برکت کے لیے پیشانی کے ان بالوں کو جن پر دست اقدس رکھا گیا تھا محفوظ رکھا۔ جس وقت بال کھولے جاتے تو زمین پر آ جاتے تھے۔

(الملفوظ حصہ دوم)

۸ھ کے متفرق واقعات

(۱) اسی سال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شکم سے پیدا ہوئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان سے بے پناہ محبت تھی تقریباً ڈیڑھ سال کی عمر میں ان کی وفات ہوگئی۔

اتفاق سے جس دن ان کی وفات ہوئی سورج گہن ہوا چوں کہ عربوں کا عقیدہ تھا کہ عظیم الشان انسان کی موت پر سورج گہن لگتا ہے اس لیے لوگوں نے یہ خیال کر لیا کہ یہ سورج گہن حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا نتیجہ ہے۔ جاہلیت کے اس عقیدہ کو دور فرمانے کے لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک خطبہ دیا جس میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ

چاند اور سورج میں کسی کی موت وحیات کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا بلکہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اپنے بندوں کو خوف دلاتا ہے اس کے بعد آپ نے نماز کسوف جماعت کے ساتھ پڑھی۔

(۲) اسی سال حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وفات پائی۔ یہ صاحبزادی صاحبہ حضرت ابو العاص بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منکوحہ تھیں۔ انھوں نے ایک فرزند جن کا نام علی تھا اور ایک لڑکی جن کا نام امامہ تھا اپنے بعد چھوڑا۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو وصیت کی تھی کہ میری وفات کے بعد آپ حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کر لیں چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے حضرت امامہ سے نکاح کر لیا۔

(۳) اسی سال مدینہ میں غلہ کی گرانی بہت زیادہ بڑھ گئی تو صحابہ کرام نے درخواست کی کہ یارسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ غلہ کا بھاؤ مقرر فرما دیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غلہ کی قیمت پر کنٹرول فرمانے سے انکار کر دیا اور ارشاد فرمایا کہ :

ان الله هو المسعر القابض الباسط الرزاق.

اللہ ہی بھاؤ مقرر فرمانے والا ہے، وہی روزی کو تنگ کرنے والا، کشادہ کرنے والا، روزی رساں ہے۔

(۴) بعض مورخین کے بقول اسی سال مسجد نبوی میں منبر شریف رکھا گیا۔ اس سے قبل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ستون سے ٹیک لگا کر خطبہ پڑھا کرتے تھے۔ اور بعض مورخین کا قول ہے کہ منبر ۷ ھ میں رکھا گیا۔ یہ منبر لکڑی کا بنا ہوا تھا جو ایک انصاری عورت نے بنوا کر مسجد میں رکھوایا تھا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چاہا کہ میں اس منبر کو تبرکاً ملک شام لے جاؤں مگر انھوں نے جب اس کو اس کی جگہ سے ہٹایا تو اچانک سارے شہر میں ایسا اندھیرا چھا گیا کہ دن میں تارے نظر آنے لگے یہ منظر دیکھ کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت شرمندہ ہوئے اور صحابہ کرام سے معذرت خواہ ہوئے اور انھوں نے اس منبر کے نیچے تین سیڑھیوں کا اضافہ کر دیا جس سے منبر نبوی کی تینوں پرانی سیڑھیاں اوپر ہو گئیں تا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین جن سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے تھے اب دوسرا کوئی خطیب ان پر قدم نہ رکھے جب یہ منبر بہت زیادہ پرانا ہو کر انتہائی کمزور ہو گیا تو خلفائے عباسیہ نے بھی اس کی مرمت کرائی۔

(۵) اسی سال قبیلہ عبد القیس کا وفد حاضر خدمت ہوا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو خوش آمدید کہا اور ان لوگوں کے حق میں یوں دعا فرمائی کہ: اے اللہ تو عبد القیس کو بخش دے، جب یہ

لوگ بارگاہ رسالت میں پہنچے تو اپنی سواریوں سے کود کر دوڑ پڑے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس قدم کو چومنے لگے اور آپ نے ان لوگوں کو منع نہیں فرمایا۔

(۶) اسی سال اسلام کے بطل جلیل حضرت سیف اللہ خالد بن الولید اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما دولت اسلام سے مالا مال ہوئے جس سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بے پناہ مسرت ہوئی۔ جب یہ لوگ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا۔

ایک روایت میں ہے کہ کلید بردار کعبہ حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اسی سال اسلام قبول کیا۔ (مولف) (مدارج النبوۃ دوم، سیرت مصطفیٰ)

غزوۂ تبوک

انفروا خفافا و ثقالا و جاھدوا باموالکم و انفسکم فی سبیل اللہ ذلکم خیرلکم ان کنتم تعلمون۔

کوچ کرو ہلکی جان سے چاہے بھاری دل سے اور اللہ کی راہ میں لڑو اپنے مال اور جان سے یہ تمھارے لیے بہتر ہے اگر جانو۔ (التوبہ،۴۱)

غزوۂ تبوک ۸ھ

''تبوک'' مدینہ اور شام کے درمیان ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ سے چودہ منزل دور ہے۔ بعض مورخین کا قول ہے کہ ''تبوک'' ایک قلعہ کا نام ہے اور بعض کا قول ہے کہ تبوک ایک چشمہ کا نام ہے ممکن ہے یہ سب باتیں موجود ہوں۔

یہ غزوہ سخت قحط کے دنوں میں ہوا طویل سفر، ہوا گرم، سواری کم، کھانے پینے کی تکلیف، لشکر کی تعداد بہت زیادہ، اس لیے اس غزوہ میں مسلمانوں کو بڑی تنگی اور تنگ دستی کا سامنا کرنا پڑا یہی وجہ ہے کہ اس غزوہ کو ''جیش العسرۃ'' (تنگدستی کا لشکر) بھی کہتے ہیں اور چوں کہ منافقوں کو اس غزوہ میں بڑی شرمندگی اور شرمساری اٹھانی پڑی تھی اس وجہ سے اس کا ایک نام ''غزوۂ فاضحہ'' (رسوا کرنے والا غزوہ) بھی ہے۔ اس پر تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ اس غزوہ کے لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ماہ رجب ۹ھ جمعرات کے دن روانہ ہوئے۔

غزوۂ تبوک کا سبب

عرب کا غسانی خاندان جو قیصر روم کے زیر اثر ملک شام پر حکومت کرتا تھا چوں کہ وہ عیسائی تھا اس لیے قیصر روم نے اس کو اپنا آلہ کار بنا کر مدینہ پر فوج کشی کا عزم کر لیا۔ چنانچہ ملک شام کے جو سوداگر روغن زیتون بیچنے مدینہ آیا کرتے تھے۔ انہوں نے خبر دی کہ قیصر روم کی حکومت نے ملک شام میں بہت بڑی فوج جمع کر دی ہے اور اس فوج میں رومیوں کے علاوہ قبائل لخم و جذام اور غسان کے تمام عرب بھی شامل ہیں۔

ان خبروں کا تمام عرب میں ہر طرف چرچا تھا اور رومیوں کی اسلام دشمنی کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں تھی اس لیے ان خبروں کو غلط سمجھ کر نظر انداز کر دینے کی بھی کوئی وجہ نہیں تھی اس لیے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم نے بھی فوج کی تیاری کا حکم دے دیا۔

اس وقت حجاز مقدس میں شدید قحط تھا اور بے پناہ شدت کی گرمی پڑ رہی تھی ان وجوہ سے لوگوں کو گھر سے نکلنا شاق گزر رہا تھا۔ مدینہ کے منافقین جن کے نفاق کا بھانڈا پھوٹ چکا تھا وہ خود بھی فوج میں شامل ہونے سے جی چراتے تھے اور دوسروں کو بھی منع کرتے تھے لیکن اس کے باوجود تیس ہزار کا لشکر جمع ہو گیا۔

مگر ان تمام مجاہدین کے لیے سواریوں اور سامان جنگ کا انتظام کرنا ایک بڑا ہی کٹھن مرحلہ تھا کیوں کہ لوگ قحط کی وجہ سے انتہائی مفلوک الحال اور پریشان تھے اس لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام قبائل عرب سے فوجیں اور مالی امداد طلب فرمائی۔ اس طرح اسلام میں کسی کار خیر کے لیے چندہ کرنے کی سنت قائم ہوئی۔

فوج کی تیاری

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اب تک یہ طریقہ تھا کہ غزوات کے معاملہ میں بہت زیادہ راز داری کے ساتھ تیاری فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ عساکر اسلامیہ کو عین وقت یہ بھی نہ معلوم ہوتا تھا کہ کہاں اور کس طرف جانا ہے؟ مگر جنگ تبوک کے موقع پر سب کچھ انتظام اعلانیہ طور پر کیا اور یہ بھی بتا دیا کہ تبوک چلنا ہے اور قیصر روم کی فوجوں سے جہاد کرنا ہے تا کہ لوگ زیادہ سے زیادہ تیاری کر لیں۔

حضرات صحابہ کرام نے دل کھول کر چندہ دیا مگر پھر بھی پوری فوج کے لیے سواریوں کا انتظام نہ ہو سکا چنانچہ بہت سے جاں باز مسلمان اسی بناء پر اس جہاد میں شریک نہ ہو سکے کہ ان کے پاس سفر کا سامان نہیں تھا۔ یہ لوگ دربار رسالت میں سواری طلب کرنے کے لیے حاضر ہوئے مگر جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس سواری نہیں ہے تو یہ لوگ اپنی بے سروسامانی پر اس طرح بلبلا کر

روئے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کی آہ وزاری اور بے قراری پر رحم آ گیا۔

تبوک کو روانگی

بہر حال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیس ہزار کا لشکر ساتھ لے کر تبوک کے لیے روانہ ہوئے اور مدینہ کا نظم ونسق چلانے کے لیے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا خلیفہ بنایا۔ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت ہی حسرت وافسوس کے ساتھ عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ کر جہاد کے لیے تشریف لے جا رہے ہیں تو ارشاد فرمایا کہ:

الا ترضی ان تکون منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لیس نبی بعدی .

کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم کو مجھ سے وہ نسبت ہے جو حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

یعنی جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر جاتے وقت حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنی امت بنی اسرائیل کی دیکھ بھال کے لیے اپنا خلیفہ بنا کر گئے تھے اسی طرح میں تم کو اپنی امت سونپ کر جہاد کے لیے جا رہا ہوں۔

مدینہ سے چل کر مقام ''ثنیۃ الوداع'' میں آپ نے قیام فرمایا پھر فوج کا جائزہ لیا اور فوج کا مقدمہ، میمنہ، میسرہ وغیرہ مرتب فرمایا پھر وہاں سے کوچ کیا۔

راستے میں قوم عاد وثمود کی وہ بستیاں ملیں جو قہر الٰہی کے عذابوں سے الٹ پلٹ کر دی گئی تھیں آپ نے حکم دیا کہ یہ وہ جگہیں ہیں جہاں خدا کا عذاب نازل ہو چکا ہے اس لیے کوئی شخص یہاں قیام نہ کرے بلکہ نہایت تیزی کے ساتھ سب لوگ یہاں سے سفر کر کے ان عذاب کی وادیوں سے جلد باہر نکل جائیں اور کوئی یہاں کا پانی نہ پیئے اور نہ کسی کام میں لائے۔

اس غزوہ میں پانی کی قلت، شدید گرمی، سواریوں کی کمی سے مجاہدین نے بے حد تکلیف اٹھائی مگر منزل مقصود پر پہنچ کر ہی دم لیا۔

تبوک کا چشمہ

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تبوک کے قریب میں پہنچے تو ارشاد فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ کل تم لوگ تبوک کے چشمہ پر پہنچو گے اور سورج بلند ہونے کے بعد پہنچو گے لیکن کوئی شخص وہاں پہنچے تو پانی کو ہاتھ نہ لگائے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب وہاں پہنچے تو جوتے کے تسمے کے برابر اس میں ایک پانی کی دھار بہہ رہی تھی۔ آپ نے اس میں سے تھوڑا سا پانی منگا کر ہاتھ منہ دھویا اور اس پانی میں کلی فرمائی پھر حکم فرمایا کہ اس پانی کو چشمہ میں انڈیل دو لوگوں نے جب اس پانی کو چشمہ میں ڈالا تو چشمہ سے زوردار پانی کی موٹی دھار بہنے لگی اور تیس ہزار کا لشکر اور تمام جانور اس چشمہ کے پانی سے سیراب ہو گئے۔

رومی لشکر ڈر گیا

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبوک میں پہنچ کر لشکر کو پڑاؤ کا حکم دیا مگر دور دور تک رومی لشکر کا کوئی پتہ نہیں چلا۔ واقعہ یہ ہوا کہ جب رومیوں کے جاسوسوں نے قیصر کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیس ہزار کا لشکر لے کر تبوک میں آرہے ہیں تو رومیوں کے دلوں پر ہیبت چھا گئی کہ وہ جنگ سے ہمت ہار گئے اور اپنے گھروں سے باہر نہ نکل سکے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیس دن تبوک میں قیام فرمایا اور اطراف و جوانب میں افواج الٰہی کا جلال دکھا کر اور کفار کے دلوں پر اسلام کا رعب بٹھا کر مدینہ واپس تشریف لائے اور تبوک میں کوئی جنگ نہیں ہوئی۔

تخلف کرنے والے

اس غزوہ میں جو لوگ غیر حاضر رہے ان میں اکثر منافقین تھے جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تبوک سے مدینہ واپس آئے اور مسجد نبوی میں اجلال فرمایا تو منافقین قسمیں کھا کھا کر اپنا اپنا عذر بیان کرنے لگے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی سے مواخذہ نہیں فرمایا لیکن تین مخلص صحابیوں حضرت کعب بن مالک وہلال بن امیہ ومرارہ بن الربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا پچاس دنوں تک آپ نے بائیکاٹ فرمادیا پھر ان تینوں کی توبہ قبول ہوئی اور ان لوگوں کے بارے میں قرآن کی آیت نازل ہوئی۔

ان کے علاوہ تین اور صحابی ہیں جنھوں نے غزوۂ تبوک سے تخلف کیا۔ ایک حضرت ابوذر غفاری، دوسرے ابوخیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ دونوں بعد میں تبوک پہنچ گئے۔ اور تیسرے صحابی حضرت ابولبابہ بن منذر ہیں۔

جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تبوک کی جانب تشریف لے جارہے تھے تو ابولبابہ نے تخلف کیا اور متخلفین کی جماعت میں قرار پائے جب انھوں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سلام کیا تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے اپنا رخ انور پھیر لیا۔ اس پر حضرت ابولبابہ ڈرے اور خود کو مسجد نبوی کے ستون سے باندھ لیا اور کہا یہ میری جگہ ہے میں اس وقت تک جدا نہ ہوں گا جب تک کہ حق تعالیٰ یا تو مجھے دنیا سے رخصت کردے یا میری توبہ قبول فرمائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ وہ دس اشخاص تھے جنھوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تبوک میں تخلف کیا جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو ان میں سے سات نے مسجد شریف کے ستونوں سے اپنے آپ کو باندھ دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے آگے سے گزر گئے جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے تو فرمایا یہ کون ہیں؟ صحابہ

نے عرض کیا یہ ابولبابہ اور ان کے وہ ساتھی ہیں جنھوں نے یارسول اللہ آپ سے تخلف کیا اور عرض کیا یارسول اللہ! انھیں معاف فرما کر کھول دیں فرمایا خدا کی قسم نہ میں انھیں کھولوں گا اور نہ انھیں معذور رکھوں گا۔ جب تک کہ حق تعالیٰ انھیں نہ کھلوائے اور انھیں معاف نہ فرمائے، انھوں نے مجھ سے اعراض کیا اور غزوے سے تخلف کیا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی **و آخرون اعترفوا بذنوبھم الآیة** .

پھر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی کو بھیجا تا کہ انھیں کھول دیں اور معافی کی بشارت دے دیں۔

مہاجرین میں سے ابوامیہ برادر ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام بھی متخلفین کے زمرے میں ہے۔ جن کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیدہ ام سلمہ کی معذرت خواہی سے معذور رکھا اور ان کی غلطی سے درگزر فرمایا۔ (مولف) (مدارج النبوۃ جلد۲، سیرت مصطفیٰ)

حضرت ابولبابہ کی توبہ

جو مخلص مسلمان غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہوئے اس سے تخلف کیا ان پر خدا و رسول کا عتاب نازل ہوا جس کے سبب سے ان کا بائیکاٹ و مقاطعہ کیا گیا پھر کچھ دنوں کے بعد ان حضرات کی توبہ قبول ہوئی ان میں سے حضرت ابولبابہ اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی توبہ کے بارے میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

جب ابولبابہ وغیرہ بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے غزوۂ تبوک میں ہمراہ رکاب سعادت حاضر نہ ہوئے تھے اپنے آپ کو مسجد اقدس کے ستونوں سے باندھ دیا کہ جب تک حضور والا صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ نہ کھولیں گے نہ کھلیں گے۔ آیت اتری

خذ من اموالھم صدقة تطھرھم و تزکیھم بھا و صل علیھم ان صلوتک

سکن لھم .

اے نبی لے لو ان توبہ کرنے والوں کے مالوں سے صدقہ کہ تم پاک کرو انھیں اور تم ستھرا کر دو انھیں گناہوں سے اس صدقے کے سبب اور دعائے رحمت کرو ان کے حق میں کہ تمھاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے۔

امام احمد رضا بریلوی ایک مقام پر اور فرماتے ہیں :

جب حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توبہ قبول ہوئی انھوں نے خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی :

یا رسول اللہ انی اھجر دار قومی التی اصبت بھا الذنب و انخلع من مالی صدقة الی اللہ و الی رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم.

یارسول اللہ میں اپنی قوم کا محلہ جس میں مجھ سے خطا سرزد ہوئی چھوڑتا ہوں اور اپنے مال سے اللہ و رسول کے نام پر تصدق کر کے باہر آتا ہوں۔ جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابولبابہ تہائی مال کافی ہے انھوں نے ثلث مال اللہ ورسول کے لیے صدقہ کر دیا۔ عز جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

طبرانی نے کبیر میں اور ابونعیم نے ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث روایت کی۔

حضرت کعب بن مالک کی توبہ

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے جب ان کی توبہ قبول ہوئی انھوں نے مولائے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی :

یـا رسـول الله ان من توبتي ان انخلع من مالي صدقة الى الله و الى رسوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم.

یارسول اللہ میری توبہ کی تمامی یہ ہے کہ میں اپنے سارے مال سے نکل جاؤں اللہ اور اللہ کے رسول کے لیے صدقہ کرکے۔ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

ارشادالساری شرح صحیح بخاری میں ہے: **اى صـدقة خالصة لله و لرسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم. فالى بمعنى اللام .**

یعنی اس حدیث میں اللہ ورسول کی طرف صدقہ کرنے کے معنی اللہ ورسول کے لیے تصدق ہیں۔

تو حاصل یہ ہے کہ اپنا سارا مال خاص خدا اور رسول کے نام پر تصدق کردوں۔ تبارک وتعالیٰ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ (الامن والعلی)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنگ تبوک کے لیے جب چندے کا اعلان فرمایا تو حضرت ابوبکر صدیق وحضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بصد خلوص وعقیدت اپنا اپنا مال لاکر بارگاہ رسالت میں حاضر کیا اور اپنی اپنی نیازمندیوں کا ثبوت دیا، اس مضمون کو امام احمد رضا بریلوی اس طرح بیان فرماتے ہیں:

حضرت عثمان کی سخاوت

بـعـث الـنـبـي صـلى الله تعالىٰ عليه وسلم الى عثمان يستعينه في جيش العسرة فبعث اليه عثمان بعشرة آلاف دينار.

یعنی جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کے لیے لشکر اسلام کو تیاری کا حکم دیا

مسلمانوں پر بہت حالت تنگی وعسرت تھی اس باب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استعانت فرمائی، ان سے مدد چاہی۔ ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دس ہزار اشرفیاں حاضر کیں حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے عثمان اللہ تیری چھپی اور ظاہر خطائیں اور آج سے قیامت تک جو کچھ تجھ سے واقع ہو سب کی مغفرت فرمائے اس کے بعد عثمان کو کچھ پرواہ نہیں کوئی عمل کرے۔ ابن عدی ودارقطنی وابونعیم نے فضائل الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسے روایت کیا۔ (الامن والعلی)

تبوک کے دن عثمان نے جنت خریدی

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اشتری عثمان بن عفان من رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الجنة مرتين يوم رومة و يوم جيش العسرة .

عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو بار نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جنت خرید لی بیر رومہ کے دن اور لشکر کی تنگ دستی کے روز۔

حاکم وابن عدی وابن عساکر نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسے روایت کیا۔

(الامن والعلی)

ابوبکر وعمر کا چندہ

امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ دینے کا حکم فرمایا اتفاق سے ان دنوں میں کافی مالدار تھا میں نے اپنے جی میں کہا اگر کبھی میں ابوبکر سے سبقت لے جاؤں گا تو وہ دن آج ہے میں اپنا آدھا مال حاضر لایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

ما ابقیت لا ھلک .

تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا باقی رکھا۔

میں نے عرض کی ابقیت لھم .

ان کے لیے بھی باقی چھوڑ آیا ہوں۔

فرمایا ما ابقیت لھم .

آخر کتنا باقی چھوڑ آئے ہو

عرض کی مثلہ

اتنا ہی اور

صدیق اکبر اپنا سارا مال تمام وکمال لے کر حاضر ہوئے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یا ابا بکر ما ابقیت لاھلک .

اے ابوبکر گھر والوں کے لیے کیا باقی رکھا

عرض کی ابقیت لھم اللہ و رسولہ .

میں نے گھر والوں کے لیے اللہ ورسول کو باقی رکھا ہے۔ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

میں نے کہا میں ابوبکر سے کبھی سبقت نہ لے جاؤں گا۔

دارمی، ابوداؤد، ترمذی، شاشی، ابن ابی عاصم اور ابن شاہین نے کتاب السنۃ میں، حاکم نے مستدرک میں، ابونعیم نے حلیہ میں، بیہقی نے سنن میں، ضیاء مقدسی نے مختارہ میں امیر المومنین عمر فاروق اعظم

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسے روایت کیا۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (الامن والعلی)

یہی مضمون دوسرے مقام پر اس طرح ہے۔

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بار صدقہ کا حکم فرمایا، امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں خوش ہوا کہ اگر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سبقت لے جاؤں گا تو اس بار کہ مال بہت ہے اور ان کے پاس کم، فاروق اپنے تمام مال کا نصف حاضر لائے ارشاد ہوا عیال کے لیے کیا چھوڑا، عرض کی اتنا ہی، صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام وکمال اپنا سارا مال حاضر لائے ارشاد ہوا عیال کے لیے کیا چھوڑا عرض کی اللہ اور اس کا رسول۔ جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم دونوں میں اتنا ہی فرق ہے جتنا تم دونوں کے کلاموں میں فرق ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۵۰۸)

ثمود کے کنوئیں

صحاح میں ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہمراہ رکاب اقدس حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (تبوک کو جاتے ہوئے) زمین ثمود پر اترے وہاں کے کنوؤں سے پانی بھرا، اس سے آٹے گوندھے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ پانی پھینک دیں اور آٹا اونٹوں کو کھلا دیں، چاہ ناقہ سے پانی لیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج اول، ص ۴۱۶۔ النور والنورق)

متعہ کی ممانعت پر ایک روایت

حازمی کتاب الناسخ والمنسوخ میں حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی غزوۂ تبوک میں ہم نے کچھ عورتوں سے متعہ کیا۔

فجاء رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فنظر الیهن و قال من هولاء النسوة .

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے انھیں دیکھا فرمایا یہ عورتیں کون ہیں؟

قلنا یا رسول الله تمتعنا منهن.

ہم نے عرض کی یا رسول اللہ ان سے ہم نے متعہ کیا ہے۔

قال فغضب رسول الله حتی احمرت و جنتاه و تمعر وجهه و قام فینا خطیبا فحمد الله و اثنی علیه ثم نهی عن المتعة .

یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غضب فرمایا یہاں تک کہ دونوں رخسار مبارک سرخ ہو گئے اور چہرۂ انور کا رنگ بدل گیا، خطبہ فرمایا اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی پھر متعہ کا حرام ہونا بیان فرمایا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (فتاویٰ رضویہ ج ۵، ص ۲۴۳)

غزوۂ تبوک میں نمازیں

غزوۂ تبوک میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نمازوں سے متعلق امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں :

بطریق لیث بن سعد ابو الطفیل مروی ہے :

ان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کان فی غزوة تبوک اذا ارتحل قبل ان تزیغ الشمس اخر الظهر حتی یجمعها الی العصر فیصلیهما جمیعا و اذا ارتحل بعد زیغ الشمس صلی الظهر و العصر جمیعا ثم سار و کان اذا ارتحل قبل المغرب اخر

المغرب حتی یصلیها مع العشا و اذا ارتحل بعد المغرب عجل العشاء فصلاها مع المغرب . رواه احمد و ابو داؤد و الترمذی و ابن حبان و الحاکم و الدار قطنی و البیهقی .

ترمذی نے زیادہ کیا۔

اذا ارتحل بعد زیغ الشمس عجل العصر الی الظهر و صلی الظهر و العصر جمیعا.

یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوۂ تبوک میں جب سورج ڈھلنے سے پہلے کوچ فرماتے تو ظہر میں دیر کرتے یہاں تک کہ اسے عصر سے ملاتے تو دونوں کو ساتھ پڑھتے اور جب دوپہر کے بعد کوچ فرماتے تو عصر میں تعجیل کرتے اور ظہر وعصر ساتھ پڑھتے پھر چلتے اور جب مغرب سے پہلے کوچ کرتے مغرب میں تاخیر فرماتے یہاں تک کہ عشا کے ساتھ پڑھتے اور مغرب کے بعد کوچ فرماتے تو عشا میں تعجیل کرتے اسے مغرب کے ساتھ پڑھتے۔

روایت ابی الزبیر ہے۔ عن معاذ ان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم جمع فی غزوة تبوک بین الظهر و العصر و بین المغرب و العشا ، رواه قرة بن خالد و سفیان الثوری و مالک عن ابی الزبیر المکی.

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک میں ظہر وعصر اور مغرب وعشا کو جمع فرمایا۔ اسے قرہ بن خالد وسفیان ثوری اور مالک نے ابوالزبیر مکی سے روایت کیا۔ (مولف)

بخاری تعلیقاً اور بیہقی موصولاً ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی : کان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یجمع بین صلاة الظهر و العصر اذا کان علی ظهر سیر و یجمع

بین المغرب و العشاء ، و هو عند مسلم و آخرین بذکر غزوة تبوک .

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب سفر میں ہوتے تو ظہر وعصر اور مغرب وعشا کو جمع فرماتے ۔ امام مسلم اور دوسروں کے نزدیک یہ غزوۂ تبوک کے ذکر میں ہے۔ **(مولف)**

ابن ماجہ بطریق ابراہیم بن اسماعیل ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

انہ اخبرھم ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یجمع بین المغرب و العشا فی السفر من غیر ان یعجلہ شیٔ و لا یطلبہ عدو و لا یخاف شیئا.

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بغیر عجلت سفر اور بغیر طلب دشمن یا کسی خوف کے مغرب وعشا کو جمع فرماتے تھے۔ **(مولف)**

امام مالک وشافعی ومسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی وابن ماجہ اور طحاوی مطولاً ومختصراً معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی :

قال جمع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی غزوة تبوک بین الظهر و العصر و بین المغرب و العشاء قال فقلت ما حمله علی ذلک قال فقال اراد ان لا یحرج امته .

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک میں ظہر وعصر اور مغرب وعشا جمع فرمائیں۔ راوی نے کہا میں نے کہا کہ حضور نے ایسا کیوں کیا فرمایا تا کہ ان کی امت میں کوئی حرج میں نہ پڑ جائے۔ **(مولف)**

امام مالک بطریق مسلم فضائل میں راوی :

خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عام غزوۃ تبوک فکان یجمع الصلاۃ فصلی الظھر و العصر جمیعا و المغرب و العشاء جمیعا حتی اذا کان یوما اخر الصلاۃ ثم خرج فصلی الظھر و العصر جمیعا ثم دخل ثم خرج بعد ذلک فصلی المغرب و العشاء جمیعا.

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہم غزوہ تبوک کے سال نکلے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نمازوں کو جمع فرماتے تھے تو ظہر و عصر ایک ساتھ اور مغرب و عشا ایک ساتھ ادا فرمائیں جب دن ہوا تو نماز موخر فرمائی پھر تشریف لا کر ظہر و عصر ایک ساتھ پڑھیں پھر تشریف لے گئے اور تشریف لانے کے بعد مغرب و عشا ایک ساتھ ادا فرمائیں۔ (مولف)

امام مالک مرسلاً و مسنداً بطریق داؤد بن الحصین حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی :

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یجمع بین الظھر و العصر فی سفرہ الی تبوک .

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر تبوک میں ظہر و عصر کو جمع فرماتے تھے۔ (مولف)

بزار ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے راوی

عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یجمع بین الصلاتین فی السفر.

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حالت سفر میں دو نمازوں کو جمع فرماتے تھے۔ یعنی ہر نماز اپنے وقت پر ہوتی مثلاً ظہر کو آخر وقت میں پڑھتے اور عصر کو شروع وقت میں، اسی طرح مغرب کو تاخیر سے اور عشا کو اول وقت میں ادا فرماتے۔ یہ جمع صوری ہے جمع حقیقی نہیں، جمع صوری سفر و حضر ہر جگہ جائز ہے جمع حقیقی عرفہ و مزدلفہ کے سوا کہیں جائز نہیں۔ (مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۳۱۵، ۳۱۶)

علی کو حضور کی نیابت حاصل ہوئی

متعدد احادیث میں مروی ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کو تشریف لے جاتے وقت امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو مدینہ میں چھوڑا امیر المومنین نے عرض کی یارسول اللہ مجھے حضور عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جاتے ہیں فرمایا :

اما ترضی ان تکون منی منزلة هارون من موسیٰ غیر انه لا نبی بعدی .

یعنی کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم یہاں میری نیابت میں ایسے رہو جیسے موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام جب اپنے رب سے کلام کے لیے حاضر ہوئے ہارون علیہ الصلاۃ والسلام کو اپنی نیابت میں چھوڑ گئے تھے ہاں یہ فرق ہے کہ ہارون نبی تھے میں جب سے نبی ہوا دوسرے کے لیے نبوت نہیں۔

(جزاء اللہ باباۂ ختم النبوۃ)

۹ھ میں وقوع پذیر ہونے والے واقعات

۹ھ بہت سے واقعات عجیبہ سے لبریز ہے لیکن جو واقعات بہت ہی اہم ہیں جن کو مورخین نے بہت ہی بسط و تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے ان واقعات میں سے چند یہ ہیں۔

آیت تخییر وایلاء

تخییر اور ایلاء۔ یہ شریعت کے دو اصطلاحی الفاظ ہیں۔شوہر اپنی بیوی کو اپنی طرف سے یہ اختیار دے دے کہ وہ چاہے تو طلاق لے لے اور چاہے تو اپنے شوہر ہی کے نکاح میں رہ جائے اس کو تخییر کہتے ہیں۔

اور ایلاء یہ ہے کہ شوہر یہ قسم کھالے کہ میں اپنی بیوی سے صحبت نہیں کروں گا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنی ازواج مطہرات سے ناراض ہو کر ایک مہینہ کا ایلا فرمایا یعنی آپ نے یہ قسم کھالی کہ میں ایک ماہ تک اپنی ازواج مقدسہ سے صحبت نہیں کروں گا پھر اس کے بعد آپ نے اپنی تمام مقدس بیویوں کو طلاق حاصل کرنے کا اختیار بھی سونپ دیا مگر کسی نے بھی طلاق لینا پسند نہیں کیا۔

عاملوں کا تقرر

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ۹ ھ محرم کے مہینے میں زکاۃ و صدقات کی وصولی کے لیے عاملوں اور محصلوں کو مختلف قبائل میں روانہ فرمایا۔ ان امراء و عاملین کی فہرست میں مندرج ذیل حضرات خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

	اسماء محصلین	کس قبیلے کی طرف
(۱)	حضرت عیینہ بن حصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ	بنی تمیم
(۲)	حضرت یزید بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ	اسلم و غفار
(۳)	حضرت عباد بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	سلیم و مزینہ
(۴)	حضرت رافع بن مکیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ	جہینہ
(۵)	حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ	بنی فزارہ
(۶)	حضرت ضحاک بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ	بنی کلاب
(۷)	حضرت بشر بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ	بنی کعب
(۸)	حضرت ابن اللتبیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	بنی ذبیان

(۹)	حضرت مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	صنعاء
(۱۰)	حضرت زیاد بن لبید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرموت
(۱۱)	حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ	قبیلہ طی و بنی اسد
(۱۲)	حضرت مالک بن نویرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	بنی حنظلہ
(۱۳)	حضرت زبرقان رضی اللہ تعالیٰ عنہ	بنی سعد (نصف)
(۱۴)	حضرت قیس بن عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ	بنی سعد (نصف)
(۱۵)	حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	بحرین
(۱۶)	حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	نجران

یہ حضور شہنشاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امراء و عاملین ہیں جن کو آپ نے زکاۃ و صدقات اور جزیہ وصول کرنے کے لیے مقرر فرمایا تھا۔

بنی تمیم کا وفد

محرم ۹ھ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بشر بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنی خزاعہ کے صدقات وصول کرنے کے لیے بھیجا انھوں نے صدقات وصول کر کے جمع کیا کہ ناگہاں ان پر بنی تمیم نے حملہ کر دیا وہ اپنی جان بچا کر کسی طرح مدینہ منورہ آگئے اور سارا ماجرا بیان کیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنی تمیم کی سرکوبی کے لیے حضرت عیینہ بن حصن فزاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پچاس سواروں کے ساتھ بھیجا انھوں نے بنی تمیم پر ان کے صحرا میں حملہ کر کے ان کے گیارہ مردوں، اکیس عورتوں، اور تیس لڑکوں کو گرفتار کر لیا اور ان سب قیدیوں کو مدینہ لائے۔

اس کے بعد بنی تمیم کا ایک وفد مدینہ آیا جس میں اس قبیلے کے بڑے بڑے سردار تھے ان کا رئیس اعظم اقرع بن حابس، ان کا خطیب عطارد اور شاعر زبرقان بن بدر بھی اس وفد میں ساتھ آئے تھے۔ ان لوگوں کی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گفتگو ہوئی اور یہ لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطیع و فرماں بردار ہو گئے اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے پھر ان لوگوں کی درخواست پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے قیدیوں کو رہا فرما دیا۔ اور یہ لوگ اپنے قبیلے میں واپس چلے گئے۔

مسجد ضرار

منافقوں نے اسلام کی بیخ کنی اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے لیے مسجد قباء کے مقابلہ میں ایک مسجد تعمیر کی تھی جو درحقیقت منافقین کی سازشوں اور ان کی دسیسہ کاریوں کا ایک زبردست اڈہ تھا۔ ابو عامر راہب جو انصار میں سے عیسائی ہو گیا تھا جس کا نام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابو عامر فاسق رکھا تھا۔ اس نے منافقین سے کہا کہ تم لوگ خفیہ طریقے پر جنگ کی تیاریاں کرتے رہو میں قیصر روم کے پاس جا کر وہاں سے فوجیں لاتا ہوں تاکہ اس ملک سے اسلام کا نام و نشان مٹا دوں۔ چنانچہ اسی مسجد میں بیٹھ بیٹھ کر اسلام کے خلاف منافقین کمیٹیاں کرتے تھے اور اسلام و بانی اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاتمہ کر دینے کی تدبیریں سوچا کرتے تھے۔

جب آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنگ تبوک سے واپس تشریف لائے تو منافقین کی چال بازیوں اور ان کی مکاریوں، دغا بازیوں کے بارے میں سورۂ توبہ کی بہت سی آیتیں نازل ہو گئیں اور منافقین کے نفاق اور ان کی اسلام دشمنی کے تمام رموز و اسرار بے نقاب ہو کر نظروں کے سامنے آ گئے، نزول وحی کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت مالک بن دخشم و حضرت معن بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حکم دیا کہ اس مسجد کو منہدم کر کے اس میں آگ لگا دیں۔

صدیق اکبر امیر الحج

غزوۂ تبوک سے واپسی کے بعد حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ذوالقعدہ ۹ھ میں تین سو مسلمانوں کا ایک قافلہ مدینہ منورہ سے حج کے لیے مکہ مکرمہ بھیجا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ''امیر الحج'' اور حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو ''نقیب اسلام'' اور حضرت سعد بن ابی وقاص و حضرت جابر بن عبداللہ و حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو معلم بنا دیا اور اپنی طرف سے قربانی کے لیے بیس اونٹ بھی بھیجے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حرم کعبہ اور عرفات و منیٰ میں خطبہ پڑھا اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور سورۂ برأت کی چالیس آیتیں پڑھ کر سنائیں اور اعلان کر دیا کہ اب کوئی مشرک خانہ کعبہ میں داخل نہ ہو سکے گا نہ کوئی برہنہ بدن اور ننگا ہو کر طواف کر سکے گا اور چار مہینے کے بعد کفار و مشرکین کے لیے امان ختم کر دی جائے گی۔ حضرت ابو ہریرہ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس اعلان کی اس قدر زور زور سے منادی کی کہ ان لوگوں کا گلا بیٹھ گیا۔ اس اعلان کے بعد کفار و مشرکین فوج کی فوج، گروہ در گروہ آ کر مسلمان ہونے لگے۔

۹ھ کے واقعات متفرقہ

(۱) اس سال پورے ملک میں ہر طرف امن و امان کی فضا پیدا ہو گئی اور زکاۃ کا حکم نازل ہوا، زکوٰۃ کی وصولی کے لیے عاملین اور محصلین کا تقرر ہوا۔

(۲) جو غیر مسلم قومیں اسلامی سلطنت کے زیر سایہ رہیں ان کے لیے جزیہ کا حکم نازل ہوا۔

(۳) سود کی حرمت نازل ہوئی اور اس کے ایک سال بعد ۱۰ھ میں حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے خطبوں میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا خوب خوب اعلان فرمایا۔

(۴) حبشہ کے بادشاہ جن کا نام ''اصحمہ'' تھا (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جن کے زیر سایہ مسلمان مہاجرین نے چند سال حبشہ میں پناہ لی تھی ان کی وفات ہوگئی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ میں ان کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کے لیے مغفرت کی دعا مانگی۔

(۵) اسی سال منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی مرگیا۔ اس کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی درخواست پر ان کی دل جوئی کے واسطے حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے اس منافق کے واسطے کفن کے لیے اپنا پیرہن عطا فرمایا اور اس کی لاش کو اپنے زانوئے اقدس پر رکھ کر اس کے کفن میں لعاب دہن ڈالا۔ چوں کہ ابھی تک منافق پر نماز جنازہ کی ممانعت نازل نہیں ہوئی تھی اس لیے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بار بار منع کرنے کے باوجود حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے اس کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ اس کے بعد ہی یہ آیت نازل ہوگئی۔

و لا تصل على احد منهم مات ابدا و لا تقم على قبره انهم كفروا بالله و رسوله و ماتوهم فاسقون.

(اے رسول) ان (منافقوں) میں سے جو مریں کبھی آپ ان پر نماز جنازہ نہ پڑھیے اور ان کی قبر کے پاس آپ کھڑے بھی نہ ہوں یقیناً ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور کفر کی حالت میں یہ لوگ مرے ہیں۔

اس آیت کے نزول کے بعد پھر کبھی آپ نے کسی منافق کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی نہ اس کی قبر کے پاس کھڑے ہوئے۔

(۶) سریہ ولید بن عقبہ بن ابی معیط۔ قبیلہ بنی المصطلق کی طرف

(۷) سریہ قطبہ بن عامر۔ قبیلہ خثعم کی طرف۔

(۸) سریہ ضحاک بن سفیان الکلابی۔ قبیلہ بنو کلاب کی طرف۔

(۹) سریہ علقمہ بن مجزر۔ حبشہ کی طرف۔

(۱۰) سریہ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ فلس کی طرف۔

(۱۱) سریہ عکاشہ بن محصن۔ حباب کی طرف۔

(۱۲) کعب بن زہیر کا مشرف بہ اسلام ہونا۔

(۱۳) وفود کی آمد۔

(۱۴) سریہ خالد بن ولید۔ تبوک سے اکیدر کی طرف۔

(۱۵) سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گرامی نامہ تبوک سے ہرقل کی طرف۔

(۱۶) حضرت عبداللہ ذوالبجادین کی وفات

(۱۷) کعب بن مالک اور ان کے دو ساتھیوں کا قصہ اور قبول توبہ۔

(۱۸) قصۃ اللعان۔

(۱۹) قبیلہ ثقیف کا مشرف بہ اسلام ہونا۔

(۲۰) شاہانِ حمیر کی طرف سے بارگاہِ رسالت میں خطوط و پیغامات۔

(۲۱) سزائے رجم کا نفاذ۔

(۲۲) حضرت ام کلثوم کی وفات۔

(مولف)

(مدارج النبوۃ دوم، سیرت الرسول، سیرت مصطفیٰ)

وفود العرب

إذا جاء نصر اللہ والفتح و رأیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا۔
جب اللہ کی مدد اور فتح آئے اور لوگوں کو تم دیکھو کہ اللہ کے دین میں فوج فوج داخل ہوتے ہیں۔
(النصر۔۱،۲)

وفود العرب

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تبلیغ اسلام کے لیے تمام اطراف و اکناف میں مبلغین اسلام اور عاملین ومجاہدین کو بھیجا کرتے تھے۔ ان میں سے بعض قبائل تو مبلغین کے سامنے ہی دعوت اسلام قبول کر کے مسلمان ہو جاتے تھے مگر بعض قبائل اس بات کے خواہش مند ہوتے تھے کہ براہ راست خود بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر اپنے اسلام کا اعلان کریں۔ چنانچہ کچھ لوگ اپنے اپنے قبیلوں کے نمائندہ بن کر مدینہ منورہ آتے تھے اور خود بانی اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان فیض ترجمان سے دعوت اسلام کا پیغام سن کر اپنے اسلام کا اعلان کرتے تھے اور پھر اپنے اپنے قبیلوں میں واپس جا کر پورے قبیلہ والوں کو مشرف بہ اسلام کرتے تھے ان ہی قبائل کے نمائندوں کو ہم ''وفود العرب'' کے عنوان سے بیان کرتے ہیں۔

اس قسم کے وفود اور نمائندگان قبائل مختلف زمانوں میں مدینہ منورہ آتے رہے مگر فتح مکہ کے بعد ناگہاں سارے عرب کے خیالات میں ایک عظیم تغیر پیدا ہو گیا اور سب لوگ اسلام کی طرف مائل ہونے لگے کیوں کہ اسلام کی حقانیت واضح اور ظاہر ہو جانے کے باوجود بہت سے قبائل محض قریش کے دباؤ اور اہل مکہ کے ڈر سے اسلام قبول نہیں کر سکتے تھے فتح مکہ نے اس رکاوٹ کو بھی دور کر دیا اور اب دعوت اسلام اور قرآن کے مقدس پیغام نے گھر گھر پہنچ کر اپنی حقانیت اور اعجازی تصرفات سے سب کے قلوب پر سکہ بٹھا دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہی لوگ جو ایک لمحہ کے لیے اسلام کا نام سننا اور مسلمانوں کی صورت دیکھنا گوارا نہیں کر سکتے تھے آج پروانوں کی طرح شمع نبوت پر نثار ہونے لگے اور جوق در جوق بلکہ فوج در فوج حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں دور و دراز کے سفر طے کرتے ہوئے وفود کی شکل میں آنے لگے اور بہ رضا و رغبت اسلام کے حلقہ بگوش بننے لگے چوں کہ اس قسم کے وفود اکثر و بیشتر فتح مکہ کے بعد ۹ھ میں مدینہ منورہ آئے اس لیے ۹ھ کو لوگ ''سنۃ الوفود'' (نمائندوں کا سال) کہنے لگے۔

اس قسم کے وفود کی تعداد میں مصنفین سیرت کا بہت زیادہ اختلاف ہے۔ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے ان وفود کی تعداد ساٹھ سے زیادہ بتائی ہے۔ اور علامہ قسطلانی و حافظ ابن قیم نے اس قسم کے چودہ وفدوں کا تذکرہ کیا ہے۔

مشہور وفود یہ ہیں۔

وفد ثقیف۔ وفد کندہ۔ وفد بنی اشعر۔ وفد بنی اسد۔ وفد بنی فزارہ۔ وفد بنی مرہ۔ وفد بنی البکاء۔ وفد بنی کنانہ۔ وفد بنی ہلال۔ وفد ضما بن ثعلبہ۔ وفد بلی۔ وفد تجیب۔ وفد مزینہ۔ وفد دوس۔ وفد بنی عبس۔ وفد دارم۔ وفد غامد۔ وفد نجران اور وفد عبد القیس۔

استقبال وفود

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبائل سے آنے والے وفدوں کے استقبال اور ان کی ملاقات کا خاص طور پر اہتمام فرماتے تھے۔ چنانچہ ہر وفد کے آنے پر آپ نہایت ہی عمدہ پوشاک زیب تن فرما کر کاشانۂ اقدس سے نکلتے اور اپنے خصوصی اصحاب کو بھی حکم دیتے تھے کہ بہترین لباس پہن کر آئیں پھر ان مہمانوں کو اچھے سے اچھے مکانوں میں ٹھہراتے اور ان لوگوں کی مہمان نوازی اور خاطر مدارات کا خاص طور پر خیال فرماتے تھے اور ان مہمانوں سے ملاقات کے لیے مسجد نبوی میں ایک ستون سے ٹیک لگا کر نشست فرماتے پھر ہر ایک وفد سے نہایت ہی خوش روئی اور خندہ پیشانی کے ساتھ گفتگو فرماتے اور ان کی حاجتوں اور حالتوں کو پوری توجہ کے ساتھ سنتے اور پھر ان کو ضروری عقائد و احکام اسلام کی تعلیم و تلقین بھی فرماتے اور ہر وفد کو ان کے درجات و مراتب کے لحاظ سے کچھ نہ کچھ نقد یا سامان بھی تحائف اور انعامات کے طور پر عطا فرماتے۔

وفد عبد القیس کی آمد

۸ ؁ھ میں عبد القیس کا وفد بارگاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوا، اس وفد میں

بیس آدمی تھے اور ان کا سردار وہ شخص تھا جس کو وہ ''اشج'' کہتے تھے۔ اس وفد کے آنے سے ایک دن پہلے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مشرق کی طرف سے کچھ سوار تمھارے پاس آرہے ہیں جو اپنی خوشی و رغبت سے اسلام میں داخل ہوں گے اور ان کے سردار کی یہ یہ نشانیاں ہیں اور فرمایا :

اللھم اغفر لعبد القیس.

اے خدا عبد القیس والوں کی بخشش فرما۔

جب یہ لوگ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو فرمایا من القوم کس قبیلہ سے ہو، یا فرمایا من العرقد کس کی طرف سے آئے ہو؟ انھوں نے کہا ہم ربیعہ ہیں یعنی ربیعہ بن معد بن عدنان کی اولاد و احفاد میں سے ہیں۔ اس قبیلہ کا جد اعلیٰ قریش سے اور حضور کے اجداد میں سے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مرحبا بالقوم و الوفد .

اے لوگو! اے قاصدو! تمھارا آنا تمھیں مبارک ہو، اور تم کشادہ و فراخ جگہ میں آئے۔ اور فرمایا کہ یہ قوم خوار و رسوا اور پشیماں نہ ہو۔

اس کے بعد عبد القیس کے وفد نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں مفصل واضح ایسا حکم فرمایئے جو حق و باطل کے درمیان فارق ہو، جس میں کوئی اشتباہ و التباس باقی نہ رہے تاکہ ہم اپنی قوم کو جا کر بتائیں جسے ہم اپنے پیچھے چھوڑ آئے ہیں، یا جو ہمارے سامنے آئے اسے بتائیں تاکہ ہم اور وہ اس پر عمل کر کے جنت میں داخل ہوں۔ اس پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو ایمان، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور غنیمت میں سے ادائے خمس کا حکم دیا۔

پھر انھوں نے اپنی قوم کے لیے ان برتنوں کا حکم پوچھا جن میں وہ پیتے اور نبیذ وغیرہ ڈالتے تھے۔

مقصود یہ کہ جس وقت شراب حلال تھی اور جن برتنوں میں اسے رکھتے اور استعمال کرتے تھے اب جب کہ شراب حرام ہوگئی ہے کیا ان برتنوں کو وہ کسی اور استعمال میں لا سکتے ہیں اور ان سے کوئی اور کام لے سکتے ہیں یا ان برتنوں سے شراب پینے کی مشابہت کی بنا پر پرہیز واجتناب کریں؟

اس پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو ایسے چار برتنوں کے استعمال سے منع فرمایا جو شراب کے استعمال کے لیے خاص ہیں۔

ایک : حنتم، یعنی سبز مٹکا جس میں شراب و نبیذ بناتے ہیں۔

دوسرا : برتن دبا، یعنی خشک کدو جس کو رنگ کر کے صراحی نما بناتے ہیں۔

تیسرا : برتن نقیر، یہ ایک درخت کی جڑ ہوتی ہے جسے کھوکھلا کر کے برتن بناتے ہیں اور اس میں نبیذ ڈالتے ہیں۔

چوتھا : برتن مزفت، جو زفت سے رنگ کر بناتے ہیں، زفت اور قیر اس رنگ کو کہتے ہیں جو کشتی وغیرہ پر لگایا جاتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان امور و احکام کو یاد رکھنا اور اپنی قوم کو اور اس کو جو تم سے ملے اور وہ یہاں نہ آسکے اس کی خبر دینا۔

اور ان کا سردار جسے اشج عبدالقیس کہتے ہیں وہ اپنی سواری کو لے کر جائے قیام چلا گیا جہاں اس نے غسل کر کے عمدہ و پاکیزہ کپڑے پہنے اور حلم و وقار کے ساتھ آہستہ آہستہ چل کر مسجد نبوی شریف میں آیا یہاں دوگانہ پڑھا اور دعا مانگی اس کے بعد وہ حضور کی مجلس مبارک میں حاضر ہوا، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے اس وضع و آداب کو پسند کیا اور تحسین فرمائی اور ارشاد فرمایا۔

ان فیک لخصلتین یحبهما الله الحلم و الاناة .

بلاشبہ دو خوبیاں تم میں ایسی ہیں جو خدا کو محبوب ہیں ایک حلم دوسرا وقار۔

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ یہ وفد جب بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور جمال باکمال کو دیکھا تو سواریوں پر سے زمین پر اتر پڑے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست اقدس اور پائے اقدس کو بوسہ دے کر محبت وشوق کا اظہار کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے اس جذبۂ شوق کو جائز وبرقرار رکھا اور اس سے انھیں منع نہ فرمایا۔

یہ وفد مدینہ طیبہ میں دس دن رہا اور قرآن واحکام شرعیہ کو سیکھا، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان میں سے ہر ایک کو تحائف دیے اور اشج کو سب سے زیادہ عنایت فرمایا، پھر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو جانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ (مولف) (مدارج النبوۃ جلد دوم، سیرت مصطفیٰ)

وفد عبد القیس کی وارفتگی

وفد عبد القیس کی بارگاہ رسالت میں باریابی کے وقت اس کی عقیدت و وارفتگی سے متعلق امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

وفد عبد القیس رضی اللہ تعالیٰ عنہم چوں بخدمت اقدس حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رسیدند واز دور نگاہ شاں بر جمال جہاں آرائے حضور اقدس سید المحبوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افتاد بے تابانہ خود را از پشت سواریہا افگندند و دواں دواں بحضور رسیدہ بوسہ بر دست و پائے اقدس دادند سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انکار نہ فرمودہ۔

امام بخاری در ادب مفرد و امام ابوداؤد در سنن وبیہقی از زارع بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کنند۔

فجعلنا نتبادر فنتقبل يد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و رجله .

وفد عبد القیس جب حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور دور ہی سے حضور اقدس سید المحبوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جمال جہاں آرا پر نظر پڑی تو ان لوگوں نے بے تابانہ اپنے کو سواریوں سے گرا دیا اور دوڑ دوڑ کر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ اور پائے اقدس پر بوسہ دینے لگے۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے اس فعل سے انکار نہ فرمایا بلکہ اسے جائز و برقرار رکھا۔

امام بخاری وغیرہ نے روایت کی ہے کہ زارع بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست اقدس و پائے مبارک کے چومنے اور بوسہ دینے میں ایک دوسرے پر سبقت کرنے لگے۔ (مولف) (فتاویٰ رضویہ ج۹، ص٦٦)

وفد ثقیف

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنگ حنین کے بعد طائف سے واپس تشریف لائے اور جعرانہ سے عمرہ ادا کرنے کے بعد مدینہ تشریف لے جا رہے تھے تو راستے ہی میں قبیلۂ ثقیف کے سردار اعظم ''عروہ بن مسعود ثقفی'' بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر برضا و رغبت دامن اسلام میں آ گئے، یہ بہت ہی شاندار اور باوفا آدمی تھے، انھوں نے مسلمان ہونے کے بعد عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ مجھے اجازت عطا فرمائیں کہ میں اپنی قوم میں جا کر اسلام کی تبلیغ کروں، آپ نے اجازت دے دی اور یہ وہیں سے لوٹ کر اپنے قبیلہ میں گئے اور اپنے مکان کی چھت پر چڑھ کر اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا اور اپنے قبیلہ والوں کو اسلام کی دعوت دی۔

اس علانیہ دعوت اسلام کو سن کر قبیلہ ثقیف کے لوگ غیظ و غضب میں بھر کر اس قدر طیش میں آ گئے کہ چاروں طرف سے ان پر تیروں کی بارش کرنے لگے یہاں تک کہ ان کو ایک تیر لگا اور یہ شہید ہو گئے۔

قبیلہ ثقیف کے لوگوں نے ان کو قتل تو کر دیا لیکن پھر یہ سوچا کہ تمام قبائل عرب اسلام قبول کر چکے

ہیں اب ہم بھلا اسلام کے خلاف کب تک اور کتنے لوگوں سے لڑتے رہیں گے؟ پھر مسلمانوں کے انتقام اور ایک لمبی جنگ کے انجام کو سوچ کر دن میں تارے نظر آنے لگے۔ اس لیے ان لوگوں نے اپنے ایک معزز رئیس عبد یالیل بن عمرو کو چند ممتاز سرداروں کے ساتھ مدینہ طیبہ بھیجا۔

اس وفد نے مدینہ پہنچ کر بارگاہ اقدس میں عرض کیا کہ ہم اس شرط پر اسلام قبول کرتے ہیں کہ تین سال تک ہمارے بت "لات" کو توڑا نہ جائے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس شرط کو قبول کرنے سے صاف انکار فرما دیا اور ارشاد فرمایا کہ اسلام کسی حال میں بھی بت پرستی کو ایک لمحے کے لیے بھی برداشت نہیں کر سکتا لہٰذا بت تو ضرور توڑا جائے گا یہ اور بات ہے کہ تم لوگ اس کو اپنے ہاتھ سے نہ توڑو بلکہ میں حضرت ابوسفیان اور حضرت مغیرہ بن شعبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو بھیج دوں گا وہ اس بت کو توڑ ڈالیں گے۔

چنانچہ یہ لوگ مسلمان ہو گئے اور حضرت عثمان بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو اس قوم کے ایک معزز اور ممتاز فرد تھے اس قبیلے کا امیر مقرر فرما دیا۔ اور ان لوگوں کے ساتھ حضرت ابوسفیان اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو طائف بھیجا اور ان دونوں حضرات نے ان کے بت "لات" کو توڑ پھوڑ کر ریزہ ریزہ کر ڈالا۔ (مولف) (مدارج النبوۃ جلد دوم، سیرت مصطفیٰ)

وفد ثقیف کی بیعت

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ وفد ثقیف کی حاضری اور اس کی بیعت کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

جب وفد ثقیف حاضر بارگاہ اقدس ہوئے اور دست انور پر بیعتیں کیں، ان میں ایک صاحب کو یہ (جذام کا) عارضہ تھا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرما بھیجا:

ارجع فقد بایعناک .

واپس جاؤ تمھاری بیعت ہوگئی، یعنی زبانی کافی ہے، مصافحہ نہ ہونا مانع بیعت نہیں۔ اسے ابن ماجہ نے روایت کیا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۹، ص ۲۴۱۔ الحق المجتلی)

حجۃ الوداع

آخریں حج غم امت میں پریشاں ہوکر
تیرہ بختوں کی شفاعت کو سدھارے گیسو

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔

آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔ (المائدۃ۔۳)

حجۃ الوداع

۱۰ ھ کے تمام واقعات میں سب سے زیادہ شاندار اور اہم ترین واقعہ ''حجۃ الوداع'' ہے حج کی فرضیت چھٹے یا نویں سال میں ہوئی ہے۔نویں سال میں دعوت اسلام، تعلیم احکام، دین اسلام کی بنیادوں کے استحکام میں مشغولیت کی وجہ سے تشریف نہ لے جا سکے۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ مکرمہ بھیجا تا کہ لوگوں کو حج ادا کرائیں۔

اور ۱۰ ھ میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود حج کے لیے متوجہ ہوئے اس حج کو حجۃ الاسلام اور حجۃ الوداع بھی کہتے ہیں۔اس بنا پر کہ اس میں لوگوں کو حج کے مسائل و احکام سکھائے اور سفر آخرت کے ساتھ رخصت فرمایا۔جیسا کہ فرمایا مجھ سے اپنے مناسک حج معلوم کر لو ممکن ہے کہ آئندہ سال میں حج نہ کروں اور زندہ نہ رہوں۔یہ آپ کا آخری حج تھا اور ہجرت کے بعد یہی آپ کا پہلا حج تھا۔

ذی قعدہ ۱۰ ھ میں آپ نے حج کے لیے روانگی کا اعلان فرمایا یہ خبر بجلی کی طرح سارے عرب میں پھیل گئی اور تمام عرب شرف ہمرکابی کے لیے امنڈ پڑا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آخر ذی قعدہ میں جمعرات کے دن مدینہ میں غسل فرما کر تہبند اور چادر زیب تن فرمایا اور نماز ظہر مسجد نبوی میں ادا فرما کر مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے اور اپنی تمام ازواج مطہرات کو بھی ساتھ چلنے کا حکم دیا۔مدینہ منورہ سے چھ میل دور اہل مدینہ کی میقات ''ذوالحلیفہ'' پر پہنچ کر رات بھر قیام فرمایا پھر احرام کے لیے غسل فرمایا اور حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے ہاتھ سے جسم اطہر پر خوشبو لگائی پھر آپ نے دو رکعت نماز ادا فرمائی اور اپنی اونٹنی ''قصوا'' پر سوار ہو کر احرام باندھا اور بلند آواز سے ''لبیک'' پڑھا اور روانہ ہو گئے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو آگے پیچھے، دائیں بائیں حد نگاہ تک آدمیوں کا جنگل نظر آتا تھا۔ بیہقی کی روایت ہے کہ ایک لاکھ چودہ ہزار اور دوسری روایتوں میں ہے ایک لاکھ چوبیس ہزار مسلمان حجۃ الوداع میں آپ کے ساتھ تھے۔

چوتھی ذی الحجہ کو آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے آپ کے خاندان بنی ہاشم کے لڑکوں نے تشریف آوری کی خبر سنی تو خوشی سے دوڑ پڑے اور آپ نے نہایت ہی محبت و پیار کے ساتھ کسی کو آگے کسی کو پیچھے اپنی اونٹنی پر بٹھالیا۔

فجر کی نماز آپ نے مقام ''ذی طویٰ'' میں ادا فرمائی اور غسل فرمایا پھر آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور چاشت کے وقت یعنی جب آفتاب بلند ہو چکا تھا تو آپ مسجد حرام میں داخل ہوئے جب کعبہ معظمہ پر نگاہ نبوت پڑی تو آپ نے یہ دعا پڑھی۔

اللھم انت السلام و منک السلام حینا ربنا بالسلام اللھم زد ھذا البیت تشریفا و تعظیما و تکریما و مھابة و زد من حجه و اعتمره تکریما و تشریفا وتعظیما.

اے اللہ تو سلامتی دینے والا ہے اور تیری ہی طرف سے سلامتی ہے اے رب ہمیں سلامتی کے ساتھ زندہ رکھ اے اللہ اس گھر کی عظمت و شرف اور عزت و ہیبت کو زیادہ کر۔ اور جو اس گھر کا حج اور عمرہ کرے تو اس کی بزرگی اور شرف و عظمت کو زیادہ کر۔

جب حجر اسود کے سامنے آپ تشریف لے گئے تو حجر اسود پر ہاتھ رکھ کر اس کو بوسہ دیا پھر خانہ کعبہ کا طواف فرمایا، شروع کے تین پھیروں میں آپ نے ''رمل'' کیا اور باقی چار چکروں میں معمولی چال سے چلے ہر چکر میں جب حجر اسود کے سامنے پہنچتے تو اپنی چھڑی سے حجر اسود کی طرف اشارہ کر کے

چھڑی کو چوم لیتے تھے۔ حجر اسود کا استلام کبھی آپ نے چھڑی کے ذریعہ سے کیا، کبھی ہاتھ سے چھو کر ہاتھ کو چوم لیا، کبھی لب مبارک کو حجر اسود پر رکھ کر بوسہ دیا۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ کبھی رکن یمانی کا بھی آپ نے استلام کیا۔

جب طواف سے فارغ ہوئے تو مقام ابراہیم کے پاس تشریف لائے اور وہاں دو رکعت نماز ادا کی نماز سے فارغ ہو کر پھر حجر اسود کا استلام فرمایا اور اس کے سامنے دروازہ سے صفا کی جانب روانہ ہوئے قریب پہنچے تو اس آیت کی تلاوت فرمائی :

ان الصفا و المروة من شعائر الله .

بیشک صفا اور مروہ اللہ کے دین کے نشانوں میں سے ہیں۔

پھر صفا اور مروہ کی سعی فرمائی اور چوں کہ آپ کے ساتھ قربانی کے جانور تھے اس لیے عمرہ ادا کرنے کے بعد آپ نے احرام نہیں اتارا۔

آٹھویں ذی الحجہ جمعرات کے دن آپ منیٰ تشریف لے گئے اور پانچ نماز، ظہر، عصر، مغرب، عشا اور فجر منیٰ میں ادا فرما کر نویں ذی الحجہ جمعہ کے دن آپ عرفات میں تشریف لے گئے۔

زمانہ جاہلیت میں چوں کہ قریش اپنے کو سارے عرب میں افضل و اعلیٰ شمار کرتے تھے اس لیے وہ عرفات کی بجائے ''مزدلفہ'' میں قیام کرتے تھے اور دوسرے تمام عرب ''عرفات'' میں ٹھہرتے تھے اسلامی مساوات نے قریش کے لیے اس تخصیص کو گوارا نہیں کیا اور اللہ عزوجل نے یہ حکم دیا کہ

ثم افیضوا من حیث افاض الناس

(اے قریش) تم بھی وہیں (عرفات) میں پلٹ کر آؤ جہاں سے سب لوگ پلٹ کر آتے ہیں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرفات پہنچ کر ایک کمبل کے خیمہ میں قیام فرمایا جب سورج ڈھل گیا تو آپ نے اپنی اونٹنی ''قصوا'' پرسوار ہوکر خطبہ پڑھا۔ اس خطبہ میں آپ نے بہت ضروری احکام اسلام کا اعلان فرمایا اور زمانۂ جاہلیت کی تمام برائیوں اور بیہودہ رسموں کو آپ نے مٹاتے ہوئے اعلان فرمایا کہ :

الا کل شی من امر الجاهلية تحت قدمي موضوع.

سن لو جاہلیت کے تمام دستور میرے دونوں قدموں کے نیچے پامال ہیں۔

اسی طرح زمانۂ جاہلیت کے خاندانی تفاخر اور رنگ و نسل کی برتری اور قومیت میں نیچ اونچ وغیرہ تصورات جاہلیت کے بتوں کو پاش پاش کرتے ہوئے اور مساوات اسلامی کا علم بلند فرماتے ہوئے تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اس تاریخی خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ :

ايها الناس الا ان ربكم واحد وان اباكم واحد لافضل لعربي علىٰ عجمي و لا حمر على اسود و لا لاسود على على احمر الا بالتقوى .

اے لوگو! بیشک تمہارا رب ایک ہے، اور بیشک تمہارا باپ (آدم علیہ السلام) ایک ہے سن لو کسی عربی کو کسی عجمی پر کسی سرخ کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی سرخ پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے سبب سے۔

اسی طرح تمام دنیا میں امن و امان قائم فرمانے کے لیے امن و سلامتی کے شہنشاہ تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ خدائی فرمان جاری فرمایا کہ :

ان دماء كم و اموالكم عليكم حرام كحرمة يومكم هذا في شهر كم هذا في بلدكم هذا يوم تلقون ربكم .

تمہارا خون اور تمہارا مال تم پر تا قیامت اسی طرح حرام ہے جس طرح تمہارا یہ دن، تمہارا یہ مہینہ، تمہارا یہ شہر محترم ہے۔

اپنا خطبہ ختم فرماتے ہوئے آپ نے سامعین سے فرمایا کہ :

و انتم مسئولون عنی فما انتم قائلون .

تم سے خدا کے یہاں میری نسبت پوچھا جائے گا تو تم لوگ کیا جواب دو گے؟

تمام سامعین نے کہا ہم لوگ خدا سے کہہ دیں گے کہ آپ نے خدا کا پیغام پہنچا دیا اور رسالت کا حق ادا کر دیا یہ سن کر آپ نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور تین بار فرمایا کہ :

اللھم اشھد

اللہ! تو گواہ رہنا۔

عین اسی حالت میں جب کہ خطبہ میں آپ اپنا فرض رسالت ادا فرما رہے تھے یہ آیت نازل ہوئی کہ :

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا.

آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کر لیا۔

شہنشاہ کونین کا تخت شاہی

یہ حیرت انگیز و عبرت خیز واقعہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جس وقت شہنشاہ کونین خدا کے نائب

اکرم اور خلیفۂ اعظم ہونے کی حیثیت سے فرمان ربانی کا اعلان فرمار ہے تھے آپ کا تخت شہنشاہی یعنی اونٹنی کا کجاوہ اور عرق گیر شاید دس روپیہ سے زیادہ قیمت کا نہ تھا نہ اس اونٹنی پر کوئی شاندار کجاوہ تھا نہ کوئی ہودج نہ کوئی محمل نہ کوئی چتر اور نہ کوئی تاج۔

کیا تاریخ عالم میں کسی اور بادشاہ نے بھی ایسی سادگی کا نمونہ پیش کیا ہے؟

اس کا جواب یہی اور فقط یہی ہے کہ ''نہیں''

یہ وہ زاہدانہ شہنشاہی ہے جو صرف شہنشاہ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شہنشاہیت کا طرۂ امتیاز ہے۔ خطبہ کے بعد آپ نے ظہر و عصر ایک اذان اور دو اقامتوں سے ادا فرمائی پھر موقف میں تشریف لے گئے اور جبل رحمت کے نیچے غروب آفتاب تک دعاؤں میں مصروف رہے۔ غروب آفتاب کے بعد عرفات سے ایک لاکھ سے زائد حجاج کے ازدحام میں ''مزدلفہ'' پہنچے۔ یہاں پہلے مغرب پھر عشا ایک اذان دو اقامتوں سے ادا فرمائی۔ مشعر حرام کے پاس رات بھر امت کے لیے دعائیں مانگتے رہے اور سورج نکلنے سے پہلے مزدلفہ سے منیٰ کے لیے روانہ ہو گئے اور ''وادی محسر'' کے راستہ سے منیٰ میں آپ ''جمرہ'' کے پاس تشریف لائے اور کنکریاں ماریں پھر آپ نے بآواز بلند فرمایا کہ :

لتاخذوا مناسككم فانى لا ادرى لعلى لا احج بعد حجتى هذه .

حج کے مسائل سیکھ لو میں نہیں جانتا کہ شاید اس کے بعد میں دوسرا حج نہ کروں گا۔

منیٰ میں بھی آپ نے ایک طویل خطبہ دیا جس میں عرفات کے خطبہ کی طرح بہت سے مسائل و احکام کا اعلان فرمایا پھر قربان گاہ میں تشریف لے گئے آپ کے ساتھ قربانی کے ایک سو اونٹ تھے کچھ اونٹوں کو آپ نے اپنے دست مبارک سے ذبح فرمایا اور باقی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سونپ دیا اور گوشت، پوست، جھول و نکیل سب کو خیرات کر دینے کا حکم دیا اور فرمایا کہ قصاب کی مزدوری اس میں سے نہ ادا کی

جائے بلکہ الگ سے دی جائے۔

موئے مبارک

قربانی کے بعد حضرت معمر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ نے سر کے بال اتروائے اور کچھ حصہ حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمایا اور باقی موئے مبارک کو مسلمانوں میں تقسیم کردینے کا حکم صادر فرمایا۔

اس کے بعد آپ مکہ تشریف لائے اور طواف زیارت فرمایا۔

ساقی کوثر چاہ زم زم پر

پھر چاہ زم زم کے پاس تشریف لائے خاندان عبدالمطلب کے لوگ حاجیوں کو زم زم پلا رہے تھے آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ مجھ کو ایسا کرتے دیکھ کر دوسرے لوگ بھی تمھارے ہاتھ سے ڈول چھین کر خود اپنے ہاتھ سے پانی بھر کر پینے لگیں گے تو میں خود اپنے ہاتھ سے پانی بھر کر پیتا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زمزم شریف پیش کیا اور آپ نے قبلہ رخ کھڑے ہوکر زم زم شریف نوش فرمایا۔

پھر منیٰ واپس تشریف لے گئے اور بارہ ذی الحجہ تک منیٰ میں مقیم رہے اور ہر روز سورج ڈھلنے کے بعد جمروں کو کنکری مارتے رہے۔ تیرہ ذی الحجہ منگل کے دن آپ نے سورج ڈھلنے کے بعد منیٰ سے روانہ ہوکر ''محصب'' میں رات بھر قیام فرمایا اور صبح کو نماز فجر کعبہ کی مسجد میں ادا فرمائی اور طواف کعبہ کرکے انصار و مہاجرین کے ساتھ مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہو گئے۔ (مولف)

(مدارج النبوۃ جلد دوم، سیرت مصطفیٰ)

جبریل کا پیام اور بشارت مغفرت

حجۃ الوداع کے موقع پر جبریل علیہ الصلاۃ والسلام نے مژدہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے عرفات اور مشعر حرام والوں کی مغفرت فرمادی ہے، امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں :

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے :

قال وقف النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعرفات و قد کادت الشمس ان تغرب فقال یا بلال انصت لی الناس فقام بلال فقال انصتوا لرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فانصت الناس فقال یا معشر الناس اتانی جبریل انفا قراء نی من ربی السلام و قال ان اللہ عزوجل غفر لاھل عرفات و اھل المشعر و ضمن عنھم التبعات فقام عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقال یا رسول اللہ ھذا لنا خاصۃ قال ھذا لکم و لمن اتی من بعدکم الی یوم القیمۃ فقال عمر بن الخطاب کثر خیر اللہ و طاب۔

یعنی حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرفات میں وقوف فرمایا یہاں تک کہ آفتاب ڈوبنے پر آیا اس وقت ارشاد ہوا اے بلال لوگوں کو میرے لیے خاموش کرو، بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہوکر پکارا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے خاموش ہو لوگ ساکت ہوئے حضور پرنور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ نے فرمایا اے لوگو! ابھی جبریل نے حاضر ہوکر میرے رب کا سلام و پیام پہنچایا کہ اللہ عزوجل نے عرفات و مشعر الحرام والوں کی مغفرت فرمائی اور ان کے باہمی حقوق کا خود ضامن ہوگیا امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہوکر عرض کی یارسول اللہ کیا یہ دولت خاص ہمارے لیے ہے فرمایا تمھارے لیے اور جو تمھارے بعد قیامت تک آئیں گے سب کے لیے، عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اللہ عزوجل کی خیر کثیر و پاکیزہ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۹، ص ۵۱۔ اعجب الامداد)

حجۃ الوداع کی تاریخ

حجۃ الوداع کی تاریخ پر کلام کرتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں :

حجۃ الوداع شریف کھلی بہار کے موسم میں تھا، فقیر نے حساب کیا ۹ رذی الحجہ ۱۰ھ ہجریہ روز جمعہ کو چھٹی مارچ ۶۳۲ء تھی (یعنی اس وقت کی تعبیر میں، ورنہ آغاز سن عیسوی کے حساب سے دسویں مارچ تھی جیسا کہ ہم نے اپنے ایک رسالہ متعلق "تحقیق سال عیسوی" میں ثابت کیا ہے) ولہٰذا علماء اسے ماہ تحویل حمل میں بتاتے ہیں۔

امام ابن حجر نے فتح الباری کتاب بدء الخلق میں، پھر امام قسطلانی نے ارشاد الساری میں نقل کیا کہ یہ ارشاد اقدس (یعنی خطبہ حجۃ الوداع) تحویل حمل کے مہینے میں تھا۔

حیث قال زعم یوسف بن عبد الملک فی کتابه تفضیل الازمنة ، ان هذه المقالة صدرت من النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی شهر مارس و هو آذار و هو برمهات بالقبطیة و فیه یستوی الیل و النهار عند حلول الشمس برج الحمل :

اقول : مراد یہ ہے کہ اس مہینے میں تحویل حمل ہوتی ہے نہ کہ اس دن تحویل حمل تھی، ہم نے زیچ الغ بیگی سلطانی اور زیچ احد بہادر خانی، دو زیچوں سے نصف النہار حقیقی مکہ معظمہ دہم ذی الحجہ ۱۰ھ ہجریہ مطابق یازدہم ذی الحجہ وسطیہ روز شنبہ کی تقویم نکالی، دونوں سے حوت کے اکیسویں درجے میں آئی اول سے حوت کے بیس درجے سینتیس دقیقے انتالیس ثانیے، دوم سے بیس درجے چھتیس دقیقے پچاس ثانیے۔ بلا شبہ اس تقویم کا موسم ان ملکوں خصوصاً مکہ معظمہ اور اس کے قریب العرض شہروں میں نہایت معتدل موسم ہوتا ہے نہ رات کو برف، نہ دن کو لوہ، نہ برسات کی مکھیاں۔

حجۃ الوداع کا خطبہ

صحیح بخاری میں خطبہ حجۃ الوداع ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دہم ذی الحجہ کو ارشاد فرمایا:

الزمان قد استدار کھیئتہ یوم خلق اللہ السموات و الارض ۔

و فیہ قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ای شھر ھذا قلنا اللہ و رسولہ اعلم، قال الیس ذو الحجۃ ، قال فای یوم ھذا قلنا اللہ و رسولہ اعلم قال الیس یوم النحر۔

زمانہ اپنی حالت میں گھومتا ہے جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کی تخلیق فرمائی ہے۔

اسی میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ یہ کون سا مہینہ ہے ہم نے عرض کی اللہ و رسول زیادہ جانتے ہیں فرمایا کیا یہ ذوالحجہ نہیں ہے؟ حضور نے فرمایا یہ کونسا دن ہے؟ ہم نے عرض کی اللہ و رسول زیادہ جانیں فرمایا کیا یہ قربانی کا دن نہیں ہے؟

یعنی حضور نے اس انداز سے تخاطب اس لیے فرمایا تاکہ یوم نحر کی عظمت کا حال لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ جس طرح اس دن کی حرمت ہے اسی طرح میرے بعد بھی تم لوگ اس کا احترام کرو گے۔ اور یہ کہ حضور نے اسی دن فرمایا کہ کیا میں نے خدا کا پیغام تم تک نہیں پہنچایا؟ **(مولف)**

(فتاویٰ رضویہ ۸/۵۳۶)

حجۃ الوداع کی قربانیاں

حجۃ الوداع کے مبارک موقع پر جن جانوروں کو قربان کیا گیا ان کے گوشت پوست وغیرہ کو حضور

اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تقسیم کر دینے کا حکم فرمایا اس مضمون پر امام احمد رضا بریلوی نے متعدد روایات پیش کی ہیں۔

بخاری میں امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے ہے :

امرنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان اتصدق بجلال البدن التی نحرت و بجلودھا.

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے حکم فرمایا کہ قربانی کے اونٹوں کی جھولیں اور ان کی کھالیں صدقہ کر دوں۔ (مولف)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے :

امرنی فقسمت لحومھا ثم امرنی فقسمت جلالھا و جلودھا.

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم فرمایا تو میں نے قربانی کا گوشت تقسیم کر دیا پھر حکم فرمایا تو ان کی جھولیں اور چمڑے تقسیم کر دیئے۔ (مولف)

(ان ہی سے روایت ہے) **ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امرہ ان یقوم علی بدنہ و ان یقسم بدنہ کلھا لحومھا و جلودھا و جلالھا.**

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو حکم فرمایا کہ وہ قربانی کے جانوروں کے پاس کھڑے رہیں اور ان کے تمام گوشت، پوست، اور جھول کو تقسیم کر دیں۔ (مولف)

(روایت علی) **اھدی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مائۃ بدنۃ فامرنی بلحومھا فقسمتھا ثم امرنی بجلالھا فقسمتھا ثم بجلودھا فقسمتھا.**

سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سو اونٹ کی قربانی فرمائی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور نے مجھے ان کے گوشت، پوست اور ان کی جھول کو تقسیم کرنے کا حکم فرمایا تو میں نے ان سب کو تقسیم کر دیا۔ (مولف)

صحیح مسلم شریف میں ہے:

امرنی رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم ان اقوم على بدنه و ان اتصدق لحومها و جلودها و اجلتها.

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے حکم فرمایا کہ جانوروں کے پاس کھڑا رہوں اور ان کے گوشت و پوست اور جھول کو صدقہ کر دوں۔ (مولف)

(فتاویٰ رضویہ ج ۸، ص ۵۳۳)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع شریف میں سو اونٹ ہدی بھیجے۔ ان پر جھولیں تھیں کہ بحکم اقدس بعد نحر تصدق کی گئیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۸، ص ۵۳۶)

ایک مقام پر امام احمد رضا بریلوی اس طرح فرماتے ہیں:

حجۃ الوداع شریف میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سو کے سو اونٹ یوں ہی نحر فرمائے۔ ۶۳ بدست انور اور ۳۷ بدست امیر المومنین حیدر۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۸، ص ۵۳۸)

عرفہ کی دعا

حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں سب میں بہتر وہ چیز جو آج کے دن میں نے اور مجھ سے پہلے انبیاء نے کہی ہے:

لا اله الا الله وحده لا شریک له له الملک و له الحمد یحیی و یمیت و هو حی لا یموت بیده الخیر و هو علی کل شئ قدیر۔

(فتاوی رضویہ ج ۴، ص ۷۰۶۔ انوار البشارۃ)

صحیحین میں ہے :

عن انس ان انجشة حدا بالنساء فی حجة الوداع فاسرعت الابل فقال صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یا انجشة رفقا بالقواریر.

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انجشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حجۃ الوداع شریف میں حدی پڑھی تو اونٹ گرمائے، بہت تیز چل نکلے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے انجشہ! شیشیوں کے ساتھ نرمی کرو۔

یعنی شیشیوں سے مراد عورتیں ہیں یعنی اونٹ اتنے تیز نہ کرو کہ تکلیف ہوگی یا عورتوں کا مجمع ہے خوش الحانی حد سے نہ گزارو۔ (مولف) (فتاوی رضویہ ج ۹، ص ۱۷۳)

منیٰ میں سائبان بنانے کی گزارش

جاء الاثر عن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وحدث باسناده الی عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت قلت یا رسول الله الا نتخد لک بمنی شیئا تستظل فیه فقال یا عائشة انها مناخ لمن سبق.

مثلاً موقف عرفات و منیٰ میں کوئی شخص ایک حجرہ بنائے کہ جس سال یہ حج کو جائے دوسرا وہاں وقوف نہ کر سکے اس کی ہرگز اجازت نہیں اس سلسلے میں) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول

ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ ہم منیٰ میں آپ کے لیے کوئی سائبان بنا دیں جس میں آپ آرام فرمائیں تو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ یہ تو اس کے اونٹ بٹھانے کی جگہ ہے جو پہلے آئے۔ یعنی یہ پہلے آنے والے کا حق ہے۔ (مولف)

(فتاویٰ رضویہ ج ۶، ص ۳۴۶)

منیٰ میں نمازیں

صفت حجۃ الوداع میں حدیث طویل سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما صحیح وغیرہ میں ملاحظہ ہو فرماتے ہیں۔

فلما كان يوم التروية توجهوا الى منى فاهلوا بالحج و ركب رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فصلى بها الظهر و العصر و المغرب و العشاء و الفجر.

جب آٹھویں ذی الحجہ کی ہوئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حج کا احرام باندھ کر منیٰ کو چلے اور حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سوار ہوئے تو منیٰ میں ظہر وعصر ومغرب وعشاو فجر پانچوں نمازیں پڑھیں۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۳۲۵۔ حاجز البحرین)

مزدلفہ میں نمازیں

حجۃ الوداع میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز اور دو نمازوں کو ایک ساتھ ادا فرمانے کے بارے میں امام احمد رضا بریلوی تحریر فرماتے ہیں :

صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و سنن نسائی و مصنف طحاوی میں بطریق عدیدہ و الفاظ مجملہ و مفصلہ مختصرہ و مطولہ مروی۔

بخاری کے لفظ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ ہیں :

قال ما رأیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم صلی صلاة لغیر میقاتها الا صلاتین جمع بین المغرب و العشاء و صلی الفجر قبل میقاتها.

مسلم وابوبکر بن ابی شیبہ اور ابوکریب عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی :

قال ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم صلی صلاة الا لمیقاتها الا صلاة المغرب و العشاء بجمع و صلی الفجر یومئذ قبل میقاتها.

عثمان بن ابی شیبہ واسحاق بن ابراہیم دونوں اعمش سے راوی ہے :

قال قبل وقتها بغلس.

یعنی حضرت حاضر سفر وحضر ومصاحب وملازم جلوت وخلوت سید البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ سابقین اولین فی الاسلام وملازمین خاص حضور سید الانام علیہ افضل الصلاۃ والسلام سے تھے بوجہ کمال قرب بارگاہ اہل بیت رسالت سے سمجھے جاتے اور سفر وحضر میں خدمت والامنزلت بستر گستری ومسواک ومطہرہ داری وکفش برداری محبوب باری صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معزز و ممتاز رہتے ارشاد فرماتے ہیں، میں نے کبھی نہ دیکھا کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی کوئی نماز اس کے غیر وقت میں پڑھی ہو مگر دو نمازیں کہ ایک ان میں سے نماز مغرب ہے جسے مزدلفہ میں عشا کے وقت پڑھا تھا اور وہاں فجر بھی روز کے معمولی وقت سے پیشتر تاریکی میں پڑھی۔

سنن ابی داؤد میں ہے :

حدثنا قتیبة نا عبد اللہ بن نافع عن ابی مودود عن سلیمان بن ابی یحیی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال ما جمع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم بین

المغرب و العشا قط فی السفر الامرۃ .

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی کسی سفر میں مغرب وعشا ملا کر نہ پڑھی سوا ایک بار کے۔

ظاہر ہے کہ وہ بار وہی سفر حجۃ الوداع ہے کہ شب نہم ذی الحجہ مزدلفہ میں جمع فرمائی جس پر سب کا اتفاق ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۳۹۱۔۳۹۲۔ حاجز البحرین)

سنن نسائی کتاب المناسک باب الجمع بین الظہر والعصر بعرفۃ میں ہے۔

اخبرنا اسمعیل بن مسعود عن خالد عن شعبة عن سلیمن عن عمارة بن عمیر عن عبد الرحمن بن یزید عن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنه قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم یصلی الصلاة لوقتها الا بجمع و عرفات.

یعنی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر نماز اس کے وقت ہی میں پڑھتے مگر مزدلفہ وعرفات میں۔

سنن نسائی کتاب المناسک، باب جمع الصلاتین بالمزدلفۃ میں ہے۔

اخبرنا القاسم بن زکریا ثنا مصعب بن المقدام عن داؤد عن الاعمش عن عمارة عن عبد الرحمن بن یزید عن ابن مسعود ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم جمع بین المغرب و العشا بجمع .

بیشک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مزدلفہ میں مغرب وعشا کو جمع فرماتے تھے۔ (مولف)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۴۰۱۔۴۰۲۔ حاجز البحرین)

حج کا ایک خطبہ

حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر جو عظیم و جلیل تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا اس کی ایک جھلک یہ ہے، امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں :

بیہقی جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں بارہویں ذی الحجہ کو خطبہ فرمایا اس میں ارشاد کیا۔

یا ایھا الناس ان ربکم واحد و ان اباکم واحد.

اے لوگوں تمھارا رب ایک اور تمھارا باپ ایک یعنی آدم علیہ الصلاۃ والسلام اس وقت انھیں اپنا باپ نہ فرمایا حالاں کہ عالم صورت میں بیشک وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے باپ ہیں اگرچہ عالم معنی میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آدم و عالم سب کے باپ ہیں۔

ولہٰذا مدخل امام ابن الحاج مکی میں ہے۔

سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یاد کرتے یوں کہتے۔

یا ابنی صورۃ و ابائی معنی .

اے ظاہر میں میرے بیٹے اور حقیقت میں میرے باپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و علیہ و علی الانبیاء و کرم۔ (فتاویٰ افریقہ، ۲۱-۲۳)

ایک اور خطبہ میں اس طرح مروی ہے جس کی روایت حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے آئی ہے انھوں نے فرمایا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایام تشریق کے درمیانی دن میں خطبۃ الوداع دیا اور فرمایا :

يا ايها الناس ان ربكم واحد و ان اباكم واحد الا لا فضل لعربی علی عجمی و لا لعجمی علی عربی و لا لاحمر علی اسود و لا لاسود علی احمر إلا بالتقوی ان اكرمكم عند الله اتقاكم الا هل بلغت قالوا بلی يا رسول الله قال فليبلغ الشاهد الغائب.

اے لوگو! بیشک تمھارا رب ایک ہے اور بے شک تمھارا باپ ایک ہے، سنتے ہو عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں اور نہ عجمی کو عربی پر، نہ سرخ کو کالے پر اور نہ کالے کو سرخ پر فضیلت ہے مگر تقویٰ سے۔ بیشک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے سنتے ہو کیا میں نے رب کا پیغام پہنچا دیا صحابہ نے عرض کی ہاں کیوں نہیں یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ فرمایا اب جو حاضر ہیں وہ غائبین کو پیغام پہنچا دیں۔ پھر لوگوں کے خون و مال اور آبرو کی حرمت میں کچھ باتیں ارشاد فرمائیں۔

(الزلال الانقیٰ من بحر سبقۃ الاتقیٰ)

ازواج مطہرات سے فرمان اقدس

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ رکاب اقدس حجۃ الوداع میں امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن بھی تھیں اس کے بعد ان سے فرمایا۔

هذه ثم ظهور الحصر.

جو حج ضروری تھا وہ تو یہ ہولیا آگے چٹائیوں کی نشست۔

اسے امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

(فتاویٰ افریقہ ۹۵)

۱۰ھ کے متفرق واقعات

دسویں سال کے واقعات میں سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک جماعت کے ساتھ بنی الحارث بن کعب کی جانب بھیجنا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت خالد کو نصیحت فرمائی کہ تین مرتبہ ان کو دعوت اسلام دینا اگر وہ قبول کرلیں تو ان میں رہنا اور انھیں قرآن وسنت کی تعلیم دینا اور اگر وہ قبول نہ کریں تو مقابلہ کرنا، چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں پہنچے اور دعوت اسلام دی وہ مسلمان ہوگئے اور فرمان نبوی کے پیش نظر حضرت خالد نے وہاں اقامت فرمائی اور قرآن کریم اور احکام شرعیہ انھیں بتائے۔ اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عریضہ بھیجا اور کیفیت احوال ظاہر کی حکم ہوا کہ ان کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر آجاؤ۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی ایک جماعت کے ساتھ مدینہ طیبہ آگئے۔ بارگاہ رسالت میں پہنچ کر سلام عرض کیا۔ اور بلند آواز سے کہا **اشهد ان لا اله الا الله و انک رسول الله** حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں بھی حق تعالیٰ کی وحدانیت اور اپنی رسالت کی گواہی دیتا ہوں۔ اور پھر ان میں سے ایک شخص کو جس کا نام قیس بن حصین تھا ان پر امیر بنایا اور اپنے وطن مالوف واپس ہونے کی اجازت دی۔

نجران کے نصاریٰ سے مباہلہ

اسی سال نجران کے نصرانیوں سے مباہلہ ہونا طے پایا مگر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب ان کے مباہلہ کا قصہ بیان فرمایا تو ان میں جو صاحب مشورہ تھا اس سے پوچھنے لگے کہ تیری رائے اس بارے میں کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اے نصرانیو! قسم ہے خدا کی تم خوب جانتے ہو کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نبی برحق ہیں ان کے ساتھ مباہلہ نہ کرو جس نے بھی کسی نبی کے ساتھ مباہلہ کیا ہے وہ ضرور ہلاک ہوا ہے اور جب کہ تم یہ چاہتے ہو کہ ہم اپنے دین پر قائم وثابت رہیں تو ان سے مصالحت کر کے اپنے شہروں کی

طرف لوٹ چلو۔

دوسرے دن صبح کو جب وہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آئے تو حضور کو خود مباہلہ کے لیے آمادہ وتیار پایا اور حسین بن علی کو اپنی آغوش میں اور حسن مجتبیٰ کو اپنے دست مبارک میں لیے ہوئے اور سیدہ فاطمۃ الزہراء حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عقب میں اور حضرت علی مرتضیٰ سیدہ فاطمۃ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عقب میں موجود تھے حضور نے ان سے فرمایا جب میں دعا کروں تو تم سب آمین کہنا۔ سبحان اللہ کیا وقت اور کیا سماں ہوگا کیا شان شاہد کی ہے اور کیا مرتبہ مشہود کا ہے۔

گروہ نصاریٰ نے جب ان پنجتن پاک کو دیکھا اور کلمات دعا وآمین سنے تو لرزنے اور کانپنے لگے ابوالحارث بن علقمہ جوان میں دانشمند تھا کہنے لگا اے لوگو! میں ایسی پاکیزہ صورتوں کو دیکھ رہا ہوں کہ اگر وہ خدا سے چاہیں کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائے تو ان کی دعا سے وہ ٹل جائے۔ خبردار ان سے مباہلہ نہ کرنا ورنہ اب ہلاک ہو جاؤ گے اور کوئی نصرانی روئے زمین پر باقی نہ رہے گا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر یہ لوگ مباہلہ کرتے تو بندر اور خنزیر کی مانند ان کی صورتیں مسخ ہو جاتیں اور یہ وادی ان پر آگ برساتی اور تمام اہل نجران کو بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکتی یہاں تک کہ وہ جانور جو درختوں پر بیٹھے ہوتے وہ سب ہلاک ہو جاتے اور ایک سال نہ گزرتا کہ تمام نصاریٰ ہلاک ہو جاتے۔ پھر جزیہ دینے کے معاہدہ پر نصاریٰ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مصالحت کی۔

تقسیم مملکت باذان

اسی سال یمن کے حاکم باذان نے وفات پائی جب اس کی وفات کی خبر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کے سمع مبارک میں پہنچی تو اس مملکت کو تقسیم فرمایا کچھ حصے اس کے بیٹے شہر بن باذان کو دیا کچھ حصہ ابو موسیٰ اشعری کو، کچھ حصہ یعلی بن امیہ کو، اور کچھ حصہ معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو مرحمت فرمایا۔ یہ باذان اصل میں کسریٰ کی جانب سے حاکم تھا پھر وہ مسلمان ہوگیا۔

اس کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی حجۃ الوداع سے پہلے ۱۰ھ کے ماہ ربیع الاول یا ربیع الآخر یا جمادی الاولیٰ میں عبدالمدان کی جانب جو کہ نجران کا قبیلہ ہے بھیجا وہ اسلام لائے۔

اس کے بعد حضرت مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو یمن کی طرف ماہ رمضان مبارک ۱۰ھ میں تین سو سواروں کے ساتھ بھیجا۔

جیش جریر بن عبداللہ بجلی

اسی سال حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ذی الکلاع بن کور بن حبیب بن مالک بن حسان بن تبع کی جانب بھیجا جو طائف کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھا خلق کثیر اسے خدا جان کر پوجتی تھی اور اس کی پیروی کرتی تھی۔ حضرت جریر کی دعوت پر وہ لوگ مسلمان ہوگئے ذی الکلاع کے اٹھارہ ہزار غلام تھے اسلام قبول کرنے کے بعد انھوں نے سب کو آزاد کردیا اور تخت و تاج کو ٹھوکر ماردی۔

انسانی شکل میں جبریل کی آمد

اسی سال حضرت جبریل امین علیہ الصلاۃ والسلام خوبصورت انسان، خوب سیاہ بالوں والے، بہت سفید لباس، نہایت حسین وجمیل شکل میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس شریف میں نمودار ہوئے اس طرح کہ تمام حاضرین مجلس حیرت و تعجب میں رہ گئے۔ اور انھوں نے اسلام، ایمان، احسان قیامت اور اس کی نشانیوں کے بارے میں سوال کیا اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سب کا جواب

عنایت فرمایا۔اس کے بعد وہ مجلس شریف سے چلے گئے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ اسے تلاش کرو صحابہ باہر نکلے اور بہت تلاش کیا مگر نہ پایا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ جبریل تھے جو تمھیں تمھارے دین کی باتیں سکھانے آئے تھے۔اس حدیث کو حدیث جبریل کہتے ہیں اور حدیث کی اکثر کتابوں میں یہ حدیث موجود ہے۔(مولف) (مدارج النبوۃ جلد دوم)

جھوٹے مدعیان نبوت

أنا خاتم النبيين لا نبي بعدي

میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(الحدیث)

جھوٹے مدعیان نبوت

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے واپس تشریف لائے تو بعض اشقیاء و جہال کو دعوائے نبوت کا خبط سمایا چنانچہ مسیلمہ بن ثمامہ، اسود بن کعب عنسی، طلیحہ بن خویلد اسدی، اور ایک عورت جس کا نام سجاح بنت الحارث بن سوید تمیمیہ تھا ان سب نے دعوائے نبوت کیا۔

مسیلمہ کذاب

ان بدبختوں میں مسیلمہ بہت مشہور شقی تھا اسے مسیلمہ کذاب کہا جاتا ہے اور یہ خود کو رحمٰن الیمامہ کہلواتا تھا اس لیے کہ وہ کہتا تھا کہ جو شخص مجھ پر وحی لاتا ہے اس کا نام رحمٰن ہے اور ظاہر یہ ہے کہ وہ خود کو جاہلوں سے رحمٰن کہلواتا تھا وہ نادان تھے کیوں کہ یہ نام حضرت رب العزت جل جلالہ کے ساتھ مخصوص ہے۔

یہ ملعون بہت بوڑھا انتہائی مکار اور حیلہ جو تھا یہ بنی حنیفہ کے وفد کے ساتھ مدینہ منورہ آیا تھا جب اس کی قوم مجلس شریف میں آئی تھی اور مسلمان ہوئی تو اس نے تخلف کیا اور کہا کہ اگر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مجھے اپنے بعد خلیفہ بنا دیں تو میں مسلمان ہو جاؤں اور ان کی متابعت کرلوں۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی قیام گاہ پر تشریف لے گئے اور اس کے سر پر کھڑے ہوئے اس وقت حضور کے دست اقدس میں کھجور کی ایک شاخ تھی فرمایا اگر تو مجھ سے اس شاخ کو بھی مانگے تو میں تجھے نہ دوں۔ بجز اس کے جو مسلمانوں کے بارے میں حکم الٰہی ہے۔ اور فرمایا اگر تو میرے بعد زندہ رہا تو تجھے حق تعالیٰ ہلاک فرمائے گا یہ ارشاد اس خواب کی تعبیر میں تھا جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دکھایا گیا تھا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ آپ کے دونوں دست مبارک میں دو سونے کے کنگن ہیں اس سے آپ غمگین ہوئے پھر حکم ہوا کہ آپ ان پر پھونک ماریں آپ نے ان پر پھونک مارا تو وہ دونوں ناپید ہو گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس خواب کی تعبیر یہ لی کہ دو کذاب ہوں گے۔ ایک یمامہ کا اور دوسرا صنعا کا یعنی ایک تو یہی مسیلمہ کذاب تھا اور دوسرا اسود عنسی۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ یہ ملعون دائرۂ اسلام میں آ گیا تھا جب وہ اپنے علاقہ میں واپس گیا تو مرتد ہو گیا اور نبوت کا دعویٰ کر دیا اور شراب وزنا کو حلال کر کے نماز کی فرضیت کو ساقط کیا، مفسدوں کی ایک جماعت اس کا مطیع و منقاد ہو گئی اس نے ایک خط حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا اس میں لکھا۔

من مسيلمة رسول الله الى محمد رسول الله ، اما بعد فان الارض لنا نصف و لقريش نصف و لكن قريش يعتدون .

آدھی زمین مسیلمہ کے لیے ہے اور آدھی قریش کے لیے ہے لیکن قریش زیادتی کرتے ہیں۔

جب یہ خط حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو جواب میں تحریر فرمایا۔

من رسول الله إلى مسيلمة الكذاب ، اما بعد فان الارض لله يورثها من يشاء من عباده و العاقبة للمتقين .

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے مسیلمہ کذاب کے نام، امابعد، جان لے کہ بلاشبہ زمین اللہ کی ہے وہ جسے چاہے گا وہ اس کا وارث ہوگا اور عاقبت پرہیزگاروں کے لیے ہے۔

اس کے بعد مسیلمہ کذاب کفر پر اصرار کرتا رہا قرآن کریم کے مقابل مکروہ ہذیانات باندھتا رہا جو عقلائے عالم کے نزدیک مضحکہ خیز بنیں عجیب وغریب شعبدے اور کارنامے دکھاتا رہا اور جو کچھ بھی وہ دکھاتا

خوارق و معجزات کے برعکس اور اس کے مدعا کے برخلاف ہوتا۔ چنانچہ وہ اگر کسی کے لیے درازی عمر کی دعا کرتا تو وہ اسی وقت مر جاتا اور اگر کسی کے لیے آنکھوں میں روشنی کے لیے دعا کرتا تو وہ اسی وقت اندھا ہو جاتا۔ جب اس نے یہ سنا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کلی فرما کر اس پانی کو کنوئیں میں ڈالتے ہیں جس سے وہ پانی زیادہ اور شیریں ہو جاتا ہے جب کبھی اس نے بھی ایسا کیا تو کنوئیں کا پانی زمین میں اتر جاتا اور وہ کنواں کھارا اور کڑوا ہو جاتا۔ لوگ ایک بچہ اس کے پاس لائے اس نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر پھیرا تو وہ گنجا ہو گیا۔ ایک بچہ کے حلق میں اس نے انگلی ٹھونسی تو اس کی زبان پھٹ گئی ایک مرتبہ کسی باغ میں اس نے اپنا سیاہ منہ دھویا اور اس کا پانی وہاں چھڑ کا وہاں پھر کبھی گھاس نہ اگی۔

دستور خداوندی یہی ہے کہ جھوٹے کے ہاتھ پر خوارق مدعا کے موافق ظاہر نہیں ہوتے، ایک شخص اس کے پاس گیا اس نے کہا کہ میرے دولڑ کے ہیں ان کی خیر و برکت کی دعا کے لیے ہاتھ اٹھا اس نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی جب وہ شخص گھر پہنچا تو اس کے ایک لڑکے کو تو بھیڑیئے نے پھاڑ ڈالا اور دوسرا کنوئیں میں گر کر مر گیا تھا۔

ان لوگوں پر تعجب ہے کہ اس ملعون کے ایسے کرتوتوں کے مشاہدے کے باوجود اس کے پیچھے لگ گئے اور اس سے بیزار نہ ہوئے چوں کہ جاہلوں کی اس جماعت میں غرض کے بندے تھے اور دنیاوی اغراض کے ماتحت اس کے پیچھے لگ گئے تھے چنانچہ جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس جہان سے تشریف لے گئے تو اس کا کاروبار چمک گیا اور ایک لاکھ سے زائد جہال اس کے گرد جمع ہو گئے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت کے آخر میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چوبیس ہزار مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ بھیجا، ان کے مقابلہ میں مسیلمہ کے چالیس ہزار جنگی آدمی میدان میں آئے فریقین میں خوب شدت کی جنگ ہوئی اگرچہ شروع میں مسلمانوں کے قدم ڈگمگا گئے تھے مگر آخر میں بحکم الاسلام یعلو و لا یعلی (اسلام غالب رہتا ہے مغلوب نہیں) دشمنوں کو

شکست ہوئی اور وہ بھاگ گئے مسلمانوں کی ایک جماعت نے ان کا تعاقب کیا اور وہ وحشی جس نے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کو جنگ احد میں قتل کیا تھا مسیلمہ کے قریب پہنچے اور وہی نیزہ جس سے وحشی نے حضرت حمزہ کو شہید کیا تھا اس پر پھینکا اور اسے جہنم رسید کیا اس وقت حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا :

انا قاتل خیر الناس فی الکفر و انا قاتل شر الناس فی الاسلام .

میں نے حالت کفر میں بہترین شخص کو قتل کیا یعنی حضرت حمزہ کو اور حالت اسلام میں بدترین شخص کو قتل کیا یعنی مسیلمہ کذاب کو۔

اسود عنسی مدعی نبوت

دوسرا مدعی نبوت اسود عنسی ہے جو عنس بن قدحج سے منسوب تھا اس کا نام عیلہ تھا اور اسے ذوالخمار بھی کہتے تھے خمار کے معنی دوپٹہ کے ہیں چونکہ یہ اپنے منہ پر دوپٹہ ڈالا کرتا تھا اور بعض اس کو ذوالحمار (حاء کیساتھ) بتاتے ہیں اور اس کی وجہ تسمیہ یہ بتاتے ہیں کہ وہ کہتا تھا کہ جو شخص مجھ پر ظاہر ہوتا ہے وہ گدھے پر سوار ہوتا ہے۔

ارباب سیر کہتے ہیں کہ وہ ایک کاہن تھا اور اس سے عجیب وغریب باتیں ظاہر ہوتی تھیں وہ لوگوں کے دلوں کو اپنی چرب زبانی سے گرویدہ کر لیتا تھا اور اس کے ساتھ دو ہمزاد شیطان تھے جس طرح کاہنوں کے ساتھ ہوتے ہیں اور ان کو زمانہ کی خبریں لاکر بتاتے ہیں۔

اس ملعون کا پورا قصہ اور اس کا انجام یہ ہے کہ باذان جو ابنائے فارس سے تھا اور کسریٰ کی جانب سے یمن کا حاکم تھا اس نے آخر میں توفیق اسلام پائی اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے باذان کو صنعاء کی حکومت پر یمن میں برقرار رکھا جب اس نے وفات پائی تو اس کی مملکت کو تقسیم فرما کے کچھ اس کے بیٹے شہر بن باذان کو دیا، کچھ حضرت ابوموسیٰ اشعری کو اور کچھ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو مرحمت

فرمایا۔ پھر اسود عنسی نے خروج کیا اور نبوت کا مدعی بنا اور اپنے لشکر کے ساتھ اہل صنعا پر غالب آیا اور وہ مملکت اپنے قبضۂ تصرف میں لے آیا۔ شہر بن باذان کو قتل کر دیا اور مرزبانہ کی خواست گاری کی جو شہر بن باذان کی بیوی تھی۔ فروہ بن مسیک جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے وہاں کے عامل تھے اور قبیلہ مراد سے تعلق رکھتے تھے انھوں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک خط لکھا جس میں تمام حالات وواقعات بیان کیے۔ حضرت معاذ بن جبل وحضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو اس نواح میں تھے باہمی اتفاق رائے سے حضرموت چلے گئے۔ جب یہ خبر بارگاہ رسالت میں پہنچی تو اس جماعت کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لکھا کہ متفقہ طور سے جس طرح بھی ممکن ہو اسود عنسی کے شر وفساد کے دفع کرنے کی کوشش کریں اور مادۂ فساد کا استیصال کریں۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم پر تمام فرماں برداران نبوت جمع ہو گئے اور مرزبانہ کو پیغام بھیجا کہ اسود عنسی وہ شخص ہے جس نے تیرے باپ اور تیرے شوہر کو قتل کیا ہے اس کے ساتھ تیری زندگی کیسے گزرے گی؟ مرزبانہ نے کہلوایا کہ میرے نزدیک یہ شخص دشمن ترین مخلوق خدا ہے۔ اس پر مسلمانوں کی جماعت نے دوبارہ پیغام بھیجا کہ جس طرح تمھاری سمجھ میں آئے اور جیسے بھی ممکن ہو اس ملعون کو ہلاک کرنے کی تدبیر کرو۔ چنانچہ مرزبانہ نے فیروز دیلمی (جو مرزبانہ کے چچا کا بیٹا اور نجاشی کا بھانجا تھا اور وہ دسویں سال میں آ کر مسلمان ہو گیا تھا) اور ایک اور شخص کو جس کا نام داویہ تھا آمادہ کیا کہ رات کے وقت دیوار میں نقب لگا کر اسود کی خواب گاہ میں داخل ہو کر اسے قتل کر دیں۔ جب وہ مقررہ رات آئی تو مرزبانہ نے اسود کو خالص شراب بہت زیادہ پلادی یہاں تک کہ وہ مدہوش ہو کر سو گیا۔ وہ اپنے دروازہ پر ایک ہزار پہرے دار رکھتا تھا۔ فیروز دیلمی نے ایک جماعت کے ساتھ دیوان خانہ میں نقب لگائی اور اس بدبخت کے سر کو تن سے جدا کر دیا اسے ذبح کرنے کے دوران میں اس کے منہ سے گائے کے ڈکارنے کی مانند بڑی شدید آوازیں نکلیں پہرے داروں نے جو یہ آواز سنی تو اس کی طرف دوڑے مرزبانہ گھر سے نکل کر ان کے

سامنے آ گئی اور کہا خاموش رہو کیوں کہ تمھارے نبی پر وحی آئی ہوئی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمال نے یہ خبر بارگاہ رسالت میں بھیجی مگر یہ خبر حضور کی رحلت فرمانے کے بعد مدینہ منورہ میں پہنچی لیکن رحلت فرمانے سے ایک دن پہلے ہی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی اس واقعہ کی کیفیت معلوم ہوگئی تھی اور فرمادیا تھا کہ آج رات اسود عنسی مارا گیا ہے اور ایک مرد مبارک نے اس کی اہل کی مدد سے اسے قتل کیا ہے اس کا نام فیروز ہے اور فرمایا فــاز فیــروز فیروز کامیاب ہوا۔

طلحہ بن خویلد مدعی نبوت

طلیحہ بن خویلد قبیلہ بنی اسد سے تھا اس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال اقدس کے بعد خروج کیا اور عروج پایا۔ عینیہ بن حصین فرازی جو قبیلہ فرازہ سے تھا اسلام سے منحرف ہو کر مرتد ہو گیا اور طلیحہ کا گرویدہ بن گیا۔ طلیحہ دعویٰ کرتا تھا جبریل علیہ الصلاۃ والسلام اس پر آتے ہیں اور وحی لاتے ہیں۔

پہلا استدراج اس سے جو صادر ہوا اور جس کے سبب لوگ گمراہ ہوئے وہ یہ تھا کہ ایک روز یہ اپنی قوم کے ساتھ سفر میں تھا ان کے ساتھ پانی نہ تھا لوگ پیاسے ہو گئے تو اس نے کہا :

ارکبوا اعلالا و رای امیالا تجدوا ابلالا.

سوار ہو گھوڑوں پر اور چند میل سفر کرو تو پانی کو پالو گے۔

یہ اتفاق تھا کہ قوم نے ایسا کیا اور پانی پالیا۔ اس وجہ سے بدوی لوگ فتنہ میں پڑ گئے جب یہ خبر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچی تو ایک لشکر تیار کر کے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر لشکر مقرر فرمایا اور طلیحہ کی جانب بھیجا۔ حضرت خالد روانہ ہو کر قبیلہ طے پہنچے اور دو پہاڑوں کوہ سلمہ اور کوہ اجاہ کے درمیان لشکر کو ٹھہرایا۔ وہ قبائل جو گرد و نواح میں اسلام پر ثابت و قائم تھے ان کے ساتھ آکر شامل

ہو گئے اور سب نے مل کر دشمنوں سے جنگ کی۔ لشکر فرازہ نے راہ فرار دکھائی، عینیہ بن حصین فرازی کو اس کا کذب معلوم ہوا تو وہ بھی فرازہ کے ساتھ بھاگ گیا۔ اس کے بعد طلیحہ واپس آیا اور مسلمان ہو گیا اور نہاوند کی جنگ میں انھوں نے شہادت حاصل کی۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

سجاح بنت الحارث مدعیہ نبوت

چوتھی مدعیہ نبوت سجاح بنت الحارث بن موید بن یربوع کی ایک عورت تھی جو بنی تغلب میں نبوت کا دعویٰ کرتی تھی اور ایک جماعت اس کی گرویدہ ہوگئی اور اس کا زمانہ ومسکن مسیلمہ کذاب کے قریب تھا۔ مسیلمہ کا ایک گروہ اس کے موافق بن گیا تھا مسیلمہ ڈرتا تھا کہ اگر اس سے معترض ہوا تو مبادا وہ قبائل جو اس کے گردونواح میں ہیں اور اس سے متفق ہیں تمام یمامہ پر غالب نہ آجائیں اس بناء پر سجاح کے پاس تحفے اور ہدایا روانہ کیے اور اس سے ملاقات کی استدعاء کی اور کہلوایا کہ کچھ مخفی باتیں ہیں جو آمنے سامنے کہی جائیں گی۔ سجاح نے حکم دیا کہ خیمہ لگایا جائے چنانچہ خیمہ لگایا گیا اور طرح طرح کے عطریات، خوشبوجات، فرش وفروش اور برتنوں سے خیمہ سجایا گیا پھر مسیلمہ اس جگہ پہنچا اور دونوں خیمہ میں داخل ہوئے اور ہر باب میں باہمی گفتگو ہوئی اور مسیلمہ نے اپنے ہذیانات ومخترعات کو اس کے سامنے رکھا اور کہا کہ بہتر ہوگا کہ ہم میں مناکحت کی نسبت پیدا ہو جائے۔ جو کچھ مسیلمہ نے کہا سجاح نے یقین جانا اور اس کی نبوت کو برقرار رکھا اور تین روز دونوں ایک ساتھ خیمہ کے اندر رہے اور تعجب نہیں کہ ان تین دنوں میں ایک دوسرے نے زنا کیا ہو۔

عقد مناکحت کے بعد سجاح اپنی قوم میں چلی گئی اور مسیلمہ اپنی ٹولی میں جا ملا۔ سجاح کی قوم نے پوچھا تیرا قصہ کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ اس کی نبوت کی حقیقت مجھ پر ظاہر ہوئی اور میں اس کے نکاح میں داخل ہوگئی لوگوں نے پوچھا مہر کیا قرار پایا ہے؟ اس نے کہا مہر کے تعین کی فرصت نہ ملی، لوگوں نے کہا بغیر مہر کے تو

نکاح نہیں ہوتا جاؤ مہر معین کرو۔ اس پر سجاح، مسیلمہ کے پاس آئی اور مہر طلب کیا۔ اس نے کہا یمامہ کا نصف غلہ تجھے سونپنا ہوگا اور اس پر مزید یہ کہ صبح اور عشا کی نماز تیری امت پر تخفیف کرتا ہوں۔ اور ایک جماعت کو مذکورہ غلہ حاصل کرنے کے لیے کہا۔ یہ لوگ انھیں معاملات میں مصروف تھے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غلغلہ ایک لشکر عظیم کے ساتھ پہنچا اور سجاح کے عاملوں کو ان کے عمل سے معزول کیا۔

اس سلسلے میں دو روایتیں ہیں۔

ایک یہ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ امارت میں وہ مع اپنی امت مسلمان ہوگئی اور ان کا اسلام نیک و مقبول ہوا۔

اور دوسری روایت یہ ہے کہ مسیلمہ جس جزیرہ میں رہتا تھا وہاں وہ چھپ گئی اور وہیں ہلاک ہوگئی اور پھر کسی نے اس کا نام ونشان تک نہ سنا۔ (مولف) (مدارج النبوۃ جلد دوم)

کذاب ودجال

کچھ جھوٹے مدعیان نبوت نے زمانہ رسالت میں اور کچھ کذاب نے بعد میں نبوت کا دعویٰ کیا ہر زمانہ میں اہل حق نے ان کی سرکوبی فرمائی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جھوٹے مدعیان نبوت اور دجال کذاب کے بارے میں جو پیشین گوئیاں فرمائی ہیں ان میں سے چند روایات یہ ہیں امام احمد رضا بریلوی کے حوالے سے ملاحظہ فرمائیں:

بعد طلوع آفتاب عالم تاب خاتمیت صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلی آلہ الکرام جو کسی کے لیے ادعائے نبوت کرے دجال کذاب مستحق لعنت وعذاب ہے۔

امام بخاری حضرت ابوہریرہ اور احمد ومسلم وابوداؤد وترمذی وابن ماجہ حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انه سیکون فی امتی کذابون ثلثون کلهم یزعم انه نبی و انا خاتم النبیین لا نبی بعدی. لفظ البخاری دجالون کذابون قریبا من ثلثین .

عنقریب اس امت میں قریب تیس کے دجال کذاب نکلیں گے ہر ایک ادعا کرے گا کہ وہ نبی ہے حالاں کہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

امام احمد وطبرانی وضیاء حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

فی امتی کذابون و دجالون سبعة و عشرون منهم اربعة نسوة و انی خاتم النبیین لا نبی بعدی .

میری امت دعوت میں (کہ مومن وکافر سب کو شامل ہے) ستائیس دجال کذاب ہوں گے ان میں چار عورتیں ہیں حالاں کہ میں خاتم الانبیاء ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ابن عساکر علاء بن زیاد سے مرسلاً راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لا تقوم الساعة حتی یخرج ثلثون دجالون کذابون کلهم یزعم انه نبی .

قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ تیس دجال کذاب مدعی نبوت نکلیں۔

ابویعلی مسند میں بسند حسن حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لا تقوم الساعة حتی یخرج ثلثون کذابون منهم مسیلمة و العنسی و المختار.

قیامت نہ آئے گی جب تک کہ تیس کذاب نکلیں ان میں سے مسیلمہ اور اسود عنسی ومختار ثقفی ہیں۔

بفضلہٖ تعالیٰ یہ تینوں خبیث کتے کہ شیران اسلام کے ہاتھ سے مارے گئے ۔ اسود مردود خود زمانہ اقدس اور مسیلمہ ملعون زمانہ خلافت صدیقی اور مختار بدکار حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عہد خلافت میں ۔

مسیلمہ خبیث کے قاتل وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جنھوں نے زمانہ کفر میں سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا وہ فرمایا کرتے ۔

قتلت خير الناس و شر الناس.

میں نے بہتر شخص کو شہید کیا (یعنی حضرت حمزہ کو) پھر سب سے بدتر کو مارا (یعنی مسیلمہ کذاب کو)

(جزاء اللہ عدوہ باباء ہ ختم النبوۃ)

جیش اسامہ

اس لشکر کا دوسرا نام ''سریہ اسامہ'' بھی ہے یہ سب سے آخری فوج ہے جس کے روانہ کرنے کا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا۔ ۲۶ ؍صفر ۱۱ ھ دوشنبہ کے دن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رومیوں سے جنگ کی تیاری کا حکم دیا اور دوسرے دن حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بلا کر فرمایا کہ میں نے تم کو اس فوج کا امیر لشکر مقرر کیا تم اپنے باپ کی شہادت گاہ مقام ''اُبنیٰ'' میں جاؤ اور نہایت تیزی کے ساتھ سفر کر کے ان کفار پر اچانک حملہ کر دو تا کہ وہ لوگ جنگ کی تیاری نہ کر سکیں باوجودیکہ مزاج اقدس ناساز تھا مگر اسی حالت میں آپ نے خود اپنے دست مبارک سے جھنڈا باندھا اور یہ نشان اسلام حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں دے کر ارشاد فرمایا :

اغز بسم الله و فى سبيل الله فقاتل من كفر بالله .

اللہ کے نام سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور کافروں کے ساتھ جنگ کرو۔

حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بریدہ بن الحصیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علمبردار بنایا اور مدینہ سے نکل کر ایک کوس دور مقام ''جرف'' میں پڑاؤ کیا تا کہ وہاں پورا لشکر جمع ہو جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انصار و مہاجرین کے تمام معززین کو بھی اس لشکر میں شامل ہو جانے کا حکم دے دیا۔ بعض لوگوں پر یہ شاق گزرا کہ ایسا لشکر جس میں انصار و مہاجرین کے اکابر و عمائد موجود ہیں ایک نوعمر لڑکا جس کی عمر بیس برس سے زائد نہیں کس طرح امیر لشکر بنا دیا گیا؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس اعتراض کی خبر ملی تو آپ کے قلب نازک پر صدمہ گزرا اور آپ نے علالت کے باوجود سر میں پٹی باندھے ہوئے ایک چادر اوڑھ کر منبر پر ایک خطبہ دیا جس میں ارشاد فرمایا کہ۔

اگر تم لوگوں نے اسامہ کی سپہ سالاری پر طعنہ زنی کی ہے تو تم لوگوں نے اس سے قبل اس کے باپ کے سپہ سالار ہونے پر بھی طعنہ زنی کی تھی حالاں کہ خدا کی قسم اس کا باپ (زید بن حارثہ) سپہ سالار ہونے کے لائق تھا اور اس کے بعد اس کا بیٹا (اسامہ بن زید) بھی سپہ سالار ہونے کے قابل ہے اور یہ میرے نزدیک میرے محبوب ترین صحابہ میں سے ہے جیسا کہ اس کا باپ میرے محبوب ترین اصحاب میں سے تھا لہٰذا اسامہ کے بارے میں تم لوگ میری نیک وصیت کو قبول کرو کہ وہ تمھارے بہترین لوگوں میں سے ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ خطبہ دے کر مکان میں تشریف لے گئے اور آپ کی علالت میں کچھ اور بھی اضافہ ہو گیا۔

حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حکم نبوی کی تکمیل کرتے ہوئے مقام جرف میں پہنچ گئے تھے اور وہاں لشکر اسلام کا اجتماع ہوتا رہا یہاں تک کہ ایک عظیم لشکر تیار ہو گیا۔ ۱۰ ربیع الاول ۱۱ھ کو جہاد میں جانے والے خواص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے رخصت ہونے کے لیے آئے اور رخصت ہو کر مقام

جرف میں پہنچ گئے اس کے دوسرے دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی علالت نے اور زیادہ شدت اختیار کر لی حضرت اسامہ بھی آپ کی مزاج پرسی اور رخصت ہونے کے لیے خدمت اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے آپ نے حضرت اسامہ کو دیکھا مگر ضعف کی وجہ سے کچھ بول نہ سکے بار بار دست مبارک کو آسمان کی طرف اٹھاتے تھے اور ان کے بدن پر اپنا مقدس ہاتھ پھیرتے تھے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ اس سے میں نے یہ سمجھا کہ حضور میرے لیے دعا فرما رہے ہیں اس کے بعد حضرت اسامہ رخصت ہو کر اپنی فوج میں تشریف لے گئے اور ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو کوچ کرنے کا اعلان بھی فرما دیا۔ اب سوار ہونے کے لیے تیاری کر ہی رہے تھے کہ ان کی والدہ حضرت ام ایمن کا فرستادہ آدمی پہنچا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نزع کی حالت میں ہیں یہ ہوش ربا خبر سن کر حضرت اسامہ و حضرت عمر و حضرت ابو عبیدہ وغیرہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم فوراً ہی مدینہ آئے تو یہ دیکھا کہ آپ سکرات کے عالم میں ہیں اور اسی دن دوپہر یا سہ پہر کے وقت آپ کا وصال ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

یہ خبر سن کر حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لشکر مدینہ واپس چلا آیا مگر جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسند خلافت پر رونق افروز ہو گئے تو آپ نے بعض لوگوں کی مخالفت کے باوجود ربیع الآخر کی آخری تاریخوں میں اس لشکر کو روانہ فرمایا اور حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقام "ابنیٰ" میں تشریف لے گئے اور وہاں بہت ہی خوں ریز جنگ کے بعد لشکر اسلام فتح یاب ہوا اور آپ نے اپنے باپ کے قاتل اور دوسرے کفار کو قتل کیا اور بے شمار مال غنیمت لے کر چالیس دن کے بعد مدینہ واپس تشریف لائے۔ (مولف) (مدارج النبوۃ دوم، سیرت مصطفیٰ)

وفاتِ اقدس ﷺ

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ۔

بیشک تمہیں انتقال فرمانا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے۔

(الزمر۔۳۰)

وفات اقدس ﷺ ۱۱ھ

حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس عالم میں تشریف لانا صرف اس لیے تھا کہ آپ خدا کے آخری اور قطعی پیغام یعنی دین اسلام کے احکام اس کے بندوں تک پہنچادیں اور خدا کی حجت تمام فرمادیں ۔اس کام کو آپ نے کیوں کرانجام دیا؟ اوراس میں آپ کو کتنی کامیابی حاصل ہوئی ؟اس کا اجمالی جواب یہ ہے کہ جب یہ دنیا عالم وجود میں آئی ہزاروں انبیاء ورسل علیہم السلام اس عظیم الشان کام کو انجام دینے کے لیے اس عالم میں تشریف لائے مگر تمام انبیاء ومرسلین کے تبلیغی کارناموں کو اگر جمع کرلیا جائے تو وہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تبلیغی شاہکاروں کے مقابلہ میں ایسے ہی نظر آئیں گے جیسے آفتاب عالم تاب کے مقابلے میں ایک چراغ، یا ایک صحرا کے مقابلے میں ایک ذرہ یا ایک سمندر کے مقابلہ میں ایک قطرہ۔

آپ کی تبلیغ نے عالم میں ایسا انقلاب برپا کردیا کہ کائنات ہستی کی ہر پستی کو معراج کمال کی سربلندی عطا فرماکر ذلت کی سرزمین کو عزت کا آسمان بنادیا اور دین حنیف کے اس مقدس اور نورانی محل کو جس کی تعمیر کے لیے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء ورسل معمار بنا کر بھیجے جاتے رہے آپ نے خاتم النبیین کی شان سے اس قصر ہدایت کو اس طرح مکمل فرمادیا کہ حضرت حق جل جلالہ نے اس پر **الیوم اکملت لکم دینکم** کی مہر لگادی۔

جب دین اسلام مکمل ہو چکا اور دنیا میں آپ کے تشریف لانے کا مقصد پورا ہو چکا تو اللہ تعالیٰ کے وعدہ محکم **انک میت و انھم میتون** کے پورا ہونے کا وقت آ گیا۔

حضور کو اپنی وفات کا علم

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت پہلے سے اپنی وفات کا علم حاصل ہو گیا تھا اور آپ نے مختلف مواقع پر لوگوں کو اس کی خبر بھی دے دی تھی ۔ چنانچہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ نے لوگوں کو یہ فرما کر

رخصت فرمایا تھا کہ۔

شاید اس کے بعد میں تمھارے ساتھ حج نہ کرسکوں گا۔

اسی طرح ''غدیر خم'' کے خطبہ میں اسی انداز سے کچھ اسی قسم کے الفاظ آپ کی زبان اقدس سے ادا ہوئے تھے اگر چہ ان دونوں خطبات میں لفظ لعل (شاید) فرما کر ذرا پردہ ڈالتے ہوئے اپنی وفات کی خبر دی مگر حجۃ الوداع سے واپس آ کر آپ نے جو خطبات ارشاد فرمائے اس میں لعل کا لفظ آپ نے نہیں فرمایا بلکہ صاف صاف اور یقین کے ساتھ اپنی وفات کی خبر سے لوگوں کو آگاہ فرمادیا۔

چنانچہ بخاری شریف میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لے گئے اور شہدائے احد کی قبروں پر اس طرح نماز پڑھی جیسے میت پر نماز پڑھی جاتی ہے، پھر پلٹ کر منبر پر رونق افروز ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ میں تمھارا پیش رو تم سے پہلے وفات پانے والا ہوں اور تمھارا گواہ ہوں اور میں خدا کی قسم اپنے حوض کو اس وقت دیکھ رہا ہوں۔

اس حدیث میں انی فرط لکم فرمایا یعنی میں اب تم لوگوں سے پہلے ہی وفات پا کر جارہا ہوں تاکہ وہاں جا کر تم لوگوں کے لیے حوض کوثر وغیرہ کا انتظام کروں۔

یہ قصہ مرض وفات شروع ہونے سے پہلے کا ہے لیکن اس قصہ کو بیان فرمانے کے وقت آپ کو اس کا یقینی علم حاصل ہو چکا تھا کہ میں کب اور کس وقت دنیا سے جانے والا ہوں اور مرض وفات شروع ہونے کے بعد تو اپنی صاحبزادی حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو صاف صاف لفظوں میں بغیر ''شاید'' کا لفظ فرماتے ہوئے اپنی وفات کی خبر دے دی۔

چنانچہ بخاری شریف کی روایت ہے کہ اپنے مرض وفات میں آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلایا اور چپکے چپکے ان سے کچھ فرمایا تو وہ رو پڑیں پھر بلایا اور چپکے چپکے کچھ فرمایا تو وہ ہنس پڑیں،

جب ازواج مطہرات نے اس کے بارے میں حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آہستہ آہستہ مجھ سے یہ فرمایا کہ میں اسی بیماری میں وفات پا جاؤں گا تو میں رو پڑی پھر چپکے چپکے مجھ سے فرمایا کہ میرے بعد میرے گھر والوں میں سب سے پہلے تم وفات پا کر میرے پیچھے آؤ گی تو میں ہنس پڑی۔

بہر حال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی وفات سے پہلے اپنی وفات کے وقت کا علم حاصل ہو چکا تھا کیوں ہو نہ کہ جب دوسرے لوگوں کی وفات کے اوقات سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل نے آگاہ فرما دیا تھا تو اگر خداوند علام الغیوب کے بتا دینے سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی وفات کے وقت کا قبل از وقت علم ہو گیا تو اس میں کون سا استبعاد ہے؟ اللہ تعالیٰ نے تو آپ کو علم ما کان و ما یکون عطا فرمایا یعنی جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے سب کا علم عطا فرما کر آپ کو دنیا سے اٹھایا۔

علالت کی ابتداء

مرض کی ابتداء کب ہوئی؟ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کتنے دنوں تک علیل رہے؟ اس میں مورخین کا اختلاف ہے بہر حال ۲۰ یا ۲۲ رصفر ۱۱ھ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنت البقیع میں جو عام مسلمانوں کا قبرستان ہے آدھی رات میں تشریف لے گئے وہاں سے واپس تشریف لائے تو مزاج اقدس ناساز ہو گیا یہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باری کا دن تھا۔

دوشنبہ کے دن آپ کی علالت بہت شدید ہو گئی آپ کی خواہش پر تمام ازواج مطہرات نے اجازت دے دی کہ آپ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں قیام فرمائیں۔ چنانچہ حضرت عباس و حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے سہارا دے کر آپ کو حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرۂ مبارکہ میں پہنچا دیا۔ جب تک طاقت رہی آپ خود مسجد نبوی میں نمازیں پڑھاتے رہے، جب کمزوری بہت زیادہ بڑھ گئی تو آپ نے حکم دیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے مصلی پر امامت کریں چنانچہ

سترہ نمازیں حضرت ابوبکر صدیق نے پڑھائیں۔

ایک دن ظہر کی نماز کے وقت کچھ افاقہ محسوس ہوا تو آپ نے حکم دیا کہ سات پانی کی مشکیں میرے اوپر ڈالی جائیں جب آپ غسل فرما چکے تو حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ کا مقدس بازو تھام کر آپ کو مسجد میں لائے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھا رہے تھے آہٹ پا کر پیچھے ہٹنے لگے مگر آپ نے اشارہ سے ان کو روکا اور ان کے پہلو میں بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ آپ کو دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے مقتدی لوگ ارکان نماز ادا کرتے رہے، نماز کے بعد آپ نے ایک خطبہ بھی دیا جس میں بہت سی وصیتیں اور احکام اسلام بیان فرما کر انصار کے فضائل اور ان کے حقوق کے بارے میں کچھ کلمات ارشاد فرمائے اور سورۂ والعصر اور ایک آیت بھی تلاوت فرمائی۔

گھر میں سات دینار رکھے ہوئے تھے آپ نے حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ تم ان دیناروں کو لاؤ تاکہ میں ان دیناروں کو خدا کی راہ میں خرچ کر دوں۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ آپ نے ان دیناروں کو تقسیم کر دیا اور اپنے گھر میں ایک ذرہ بھر بھی سونا یا چاندی نہیں چھوڑا۔

آپ کے مرض میں کمی بیشی ہوتی رہتی تھی خاص وفات کے دن یعنی دوشنبہ کے روز طبیعت اچھی تھی حجرہ مسجد سے متصل ہی تھا آپ نے پردہ اٹھا کر دیکھا تو لوگ نماز فجر پڑھ رہے تھے یہ دیکھ کر خوشی سے آپ ہنس پڑے لوگوں نے سمجھا کہ آپ مسجد میں آنا چاہتے ہیں مارے خوشی کے تمام لوگ بے قابو ہو گئے مگر آپ نے اشارہ سے روکا اور حجرہ میں داخل ہو کر پردہ ڈال دیا یہ سب سے آخری موقع تھا کہ صحابہ کرام نے جمال نبوت کی زیارت کی۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ آپ کا رخ انور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا قرآن کا کوئی ورق ہے یعنی سفید ہو گیا تھا۔

اس کے بعد بار بار غشی کا دورہ پڑنے لگا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زبان سے شدت غم میں یہ لفظ نکل گیا واکرب اباہ ہائے رے میرے باپ کی بے چینی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ اے بیٹی تمھارا باپ آج کے بعد کبھی بے چین نہ ہوگا۔

اس کے بعد بار بار آپ یہ فرماتے رہے کہ **مع الذین انعم اللہ علیھم** یعنی ان لوگوں کے ساتھ جن پر خدا کا انعام ہے اور کبھی یہ فرماتے کہ **اللھم فی الرفیق الاعلیٰ** خداوندا بڑے رفیق میں، اور لا الہ الا اللہ بھی پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ بیشک موت کے لیے سختیاں ہیں۔

حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ تندرستی کی حالت میں آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ پیغمبروں کو اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ خواہ وفات کو قبول کرلیں یا حیات دنیا کو، جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر یہ کلمات جاری ہوئے تو میں نے سمجھ لیا کہ آپ نے آخرت کو قبول فرمالیا۔

وفات سے تھوڑی دیر پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تازہ مسواک ہاتھ میں لیے حاضر ہوئے آپ نے ان کی طرف نظر جما کر دیکھا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سمجھا کہ مسواک کی خواہش ہے انھوں نے فوراً ہی مسواک لے کر اپنے دانتوں سے نرم کی اور دست اقدس میں دے دی آپ نے مسواک فرمائی، سہ پہر کا وقت تھا کہ سینۂ اقدس میں سانس کی گھر گھراہٹ محسوس ہونے لگی اتنے میں لب مبارک ہلے تو لوگوں نے یہ الفاظ سنے کہ

الصلوٰۃ و ما ملکت ایمانکم .

نماز اور لونڈی، غلاموں کا خیال رکھو۔

پاس میں پانی کی ایک لگن تھی اس میں بار بار ہاتھ ڈالتے اور چہرۂ اقدس پر ملتے اور کلمہ پڑھتے، چادر مبارک کو کبھی منہ پر ڈالتے کبھی ہٹا دیتے، حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اقدس کو اپنے سینے سے لگائے بیٹھی ہوئی تھیں اتنے میں آپ نے ہاتھ اٹھا کر انگلی سے اشارہ فرمایا اور تین مرتبہ یہ فرمایا کہ

بل الرفیق الاعلیٰ .

(اب کوئی نہیں) بلکہ وہ بڑا رفیق چاہیے۔

یہی الفاظ زبان اقدس پر تھے کہ ناگہاں مقدس ہاتھ لٹک گئے اور آنکھیں چھت کی طرف دیکھتے ہوئے کھلی کی کھلی رہیں اور آپ کی قدسی روح عالم قدس میں پہنچ گئی۔ (انا للہ و انا الیہ راجعون)

اللھم صل و سلم و بارک علی سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین.

تاریخ وفات میں مورخین کا بڑا اختلاف ہے لیکن اس پر تمام علماء سیرت کا اتفاق ہے کہ دوشنبہ کا دن اور ربیع الاول کا مہینہ تھا۔ بہر حال عام طور پر یہی مشہور ہے کہ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ دوشنبہ کے دن تیسرے پہر آپ نے وصال فرمایا۔

وفات کا اثر

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات سے حضرات صحابہ کرام اور اہل بیت کرام کو کتنا بڑا صدمہ پہنچا اور اہل مدینہ کا کیا حال ہو گیا؟ اس کی تصویر کشی کے لیے ہزاروں صفحات بھی متحمل نہیں ہو سکتے، وہ شمع نبوت کے پروانے جو چند دنوں تک جمال نبوت کا دیدار نہ کرتے تو ان کے دل بے قرار اور ان کی آنکھیں اشک بار ہو جاتی تھیں۔ ظاہر ہے کہ ان عاشقان رسول پر جان عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دائمی فراق کا کتنا روح فرسا اور کس قدر جانکاہ صدمۂ عظیمہ ہوا ہوگا۔

جلیل القدر صحابہ کرام بلا مبالغہ ہوش و حواس کھو بیٹھے، ان کی عقلیں گم ہو گئیں، آوازیں بند ہو گئیں اور وہ اس قدر مخبوط الحواس ہو گئے کہ ان کے لیے یہ سوچنا بھی مشکل ہو گیا کہ کیا کہیں اور کیا کریں؟ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ایسا سکتہ طاری ہو گیا کہ وہ ادھر ادھر بھاگے پھرتے تھے مگر کسی سے نہ کچھ کہتے تھے، نہ کسی کی کچھ سنتے تھے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رنج و ملال میں نڈھال ہو کر اس طرح بیٹھ رہے کہ ان میں اٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے کی سکت ہی نہ رہی۔ حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلب

پر ایسا دھچکا لگا کہ وہ اس صدمہ کو برداشت نہ کر سکے اور ان کا ہارٹ فیل ہو گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر ہوش و حواس کھو بیٹھے کہ انھوں نے تلوار کھینچ لی اور ننگی تلوار لے کر مدینہ کی گلیوں میں ادھر ادھر آتے جاتے تھے اور یہ کہتے پھرتے تھے کہ اگر کسی نے یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو میں اس تلوار سے اس کی گردن اڑا دوں گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ وفات کے بعد حضرت عمر و حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اجازت لے کر مکان میں داخل ہوئے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ کر کہا کہ بہت ہی سخت غشی کا دورہ پڑ گیا ہے۔ جب وہ وہاں سے چلنے لگے تو حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اے عمر تمھیں کچھ خبر بھی ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپے سے باہر ہو گئے اور تڑپ کر بولے کہ اے مغیرہ تم جھوٹے ہو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس وقت تک انتقال نہیں ہو سکتا جب تک دنیا سے ایک ایک منافق کا خاتمہ نہ ہو جائے۔

مواہب لدنیہ میں طبری سے منقول ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ "سخ" میں تھے جو مسجد نبوی سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے ان کی بیوی حضرت حبیبہ بنت خارجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہیں رہتی تھیں۔ چوں کہ دو شنبہ کی صبح کو مرض میں کمی نظر آئی اور کچھ سکون معلوم ہوا اس لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اجازت دے دی تھی کہ تم سخ چلے جاؤ اور بیوی بچوں کو دیکھتے آؤ۔

بخاری شریف وغیرہ میں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر سخ سے آئے اور کسی سے کوئی بات نہ کی نہ سنی سیدھے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے میں چلے گئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رخ انور سے چادر ہٹا کر آپ پر جھکے اور آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان نہایت گرم جوشی کے ساتھ ایک بوسہ دیا اور کہا کہ آپ اپنی حیات اور وفات دونوں حالتوں میں

پاکیزہ رہے۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں ہرگز خداوند تعالیٰ آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں فرمائے گا۔ آپ کی جو موت لکھی ہوئی تھی آپ اس موت کے ساتھ وفات پا چکے اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں تشریف لائے تو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کے سامنے تقریر کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اے عمر بیٹھ جاؤ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیٹھنے سے انکار کر دیا۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں چھوڑ دیا اور خود لوگوں کو متوجہ کرنے کے لیے خطبہ دینا شروع کر دیا۔

امابعد، جو شخص تم میں سے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا (وہ جان لے) کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور جو شخص تم میں سے خدا کی پرستش کرتا تھا تو خدا زندہ ہے وہ کبھی نہیں مرے گا۔

پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورۂ آل عمران کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم و من ینقلب علی عقبیه فلن یضر الله شیئا و سیجزی الله الشاکرین.

اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے بہت سے رسول ہو چکے تو کیا اگر وہ انتقال فرما جائیں یا شہید ہو جائیں تو تم لٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور جو الٹے پاؤں پھرے گا اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا اور عنقریب اللہ شکر ادا کرنے والوں کو ثواب دے گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی تو معلوم ہوتا تھا کہ گویا کوئی اس آیت کو جانتا ہی نہ تھا ان سے سن کر ہر شخص اسی آیت کو پڑھنے لگا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے سورۂ آل عمران کی یہ آیت سنی تو مجھے معلوم ہو گیا کہ واقعی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اضطراب کی حالت میں ننگی شمشیر لے کر جو اعلان کرتے پھرتے تھے کہ حضور

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال نہیں ہوا اس سے رجوع کیا۔ اور ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ گویا ہم پر ایک پردہ پڑا ہوا تھا کہ اس آیت کی طرف ہمارا دھیان ہی نہیں گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خطبہ نے اس پردہ کو اٹھا دیا۔

تجہیز و تکفین

چوں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وصیت فرما دی تھی کہ میری تجہیز و تکفین میرے اہل بیت اور اہل خاندان کریں اس لیے یہ خدمت آپ کے خاندان ہی کے لوگوں نے انجام دی۔ چنانچہ حضرت فضل بن عباس و حضرت قثم بن عباس و حضرت علی و حضرت عباس و حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مل جل کر آپ کو غسل دیا، اور ناف مبارک اور پلکوں پر جو پانی کے قطرات اور تری جمع تھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جوش محبت اور فرط عقیدت سے اس کو زبان سے چاٹ کر پی لیا۔

غسل کے بعد تین سوتی کپڑوں کا جو "سحول" گاؤں کے بنے ہوئے تھے کفن بنایا گیا ان میں قمیص و عمامہ نہ تھا۔

جنازے کی نماز

جنازہ تیار ہوا تو لوگ نماز جنازہ کے لیے ٹوٹ پڑے پہلے مردوں نے، پھر عورتوں نے، پھر بچوں نے نماز جنازہ پڑھی، جنازہ مبارکہ حجرۂ مقدسہ کے اندر ہی تھا باری باری سے تھوڑے تھوڑے لوگ اندر جاتے تھے اور نماز پڑھ کر چلے آتے تھے لیکن کوئی امام نہ تھا۔

قبر انور

حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبر شریف تیار کی جو بغلی تھی جسم اطہر کو حضرت علی و

حضرت فضل بن عباس، حضرت عباس وحضرت قثم بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے قبر منور میں اتارا۔

لیکن ابوداؤد کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسامہ وحضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی قبر میں اترے تھے۔

صحابہ کرام میں یہ اختلاف رونما ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کہاں دفن کیا جائے؟ کچھ لوگوں نے کہا کہ مسجد نبوی میں آپ کا مدفن ہونا چاہیے۔ اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ ہر نبی اپنی وفات کے بعد اسی جگہ دفن کیا جاتا ہے جس جگہ اس کی وفات ہوئی ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو سن کر لوگوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بچھونے کو اٹھایا اور اسی جگہ (حجرۂ عائشہ میں) آپ کی قبر تیار کی اور آپ اسی میں مدفون ہوئے۔ (مولف) (مدارج النبوۃ جلد دوم، سیرت مصطفیٰ)

وصال اقدس کی تاریخ وتفصیل

امام احمد رضا بریلوی سے سوال ہوا کہ وفات شریف حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تاریخ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:

قول مشہور ومعتمد جمہور دوازدہم ربیع الاول شریف ہے۔

ابن سعد نے طبقات میں بطریق عمر بن علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت کی

قال مات رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يوم الاثنين لاثنتى عشرة مضت من ربيع الاول .

یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات شریف روز دوشنبہ بارہویں تاریخ ربیع الاول شریف کو ہوئی (مولف)

شرح مواہب علامہ زرقانی آخر مقصد اول میں ہے

الذی عند ابن اسحٰق و الجمھور انه صلی الله تعالٰی علیه وسلم مات لاثنتی عشرة لیلة خلت من شھر ربیع الاول .

اسی میں آغاز مقصد دہم میں ہے

قول الجمھوریه توفی ثانی عشرة ربیع الاول

یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال اقدس ۱۲ ربیع الاول شریف کو ہوا۔ (مولف)

خمیس فی احوال انفس نفیس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ہے :

توفی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یوم الاثنین نصف النھار لاثنتی عشرہ لیلة خلت من ربیع الاول سنة احدی عشرة من الھجرة ضحی فی مثل الوقت الذی دخل فیه المدینة .

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات اقدس ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ بروز دوشنبہ چاشت کے ایسے وقت میں ہوئی جس وقت ہجرت کے موقع پر حضور مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تھے۔ (مولف)

اسی میں امام ابوحاتم رازی وامام رزین عبدری وکتاب الوفا امام ابن جوزی سے ہے:

مرض فی صفر لعشر بقین منه و توفی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لاثنتی عشرة لیلة خلت من ربیع الاول یوم الاثنین .

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۲۰ر صفر کو مرض میں مبتلا ہوئے اور ۱۲ر ربیع الاول روز دوشنبہ کو وفات ہوئی۔ (مولف)

کامل ابن اثیر جزری میں ہے :

کان موته صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم یوم الاثنین لثنتی عشرة خلت من ربیع الاول .

۱۲ر ربیع الاول روز دوشنبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات ہوئی۔ (مولف)

مجمع بحار الانوار میں ہے :

وصل بالحق فی نصف نهاره لاثنی عشر من ربیع الاول ، و قیل لمستهلة و قیل للیلتین خلتا منه الاول اکثر من الاخرین .

۱۲ر ربیع الاول نصف النہار کے وقت حضور واصل بحق ہوئے۔ اور کہا گیا ہے چاند رات کو، اور کہا گیا کہ دوسری شب کی آخر پہر کو۔ (مولف)

اسعاف الراغبین فاضل محمد صبان میں ہے :

توفی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فی بیت عائشة یوم الاثنین قبیل الزوال للیلتین مضتا من ربیع الاول و قیل لیلة مضت منه و قیل لاثنتی عشرة لیلة مضت منه و علیه الجمهور .

ربیع الاول کی دوسری شب روز دوشنبہ حجرۂ عائشہ میں زوال سے پہلے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات ہوئی۔ ایک قول میں ہے کہ پہلی شب کو اور دوسرے قول میں ہے کہ بارہویں ربیع الاول

شریف کواور اسی پر جمہور ہیں۔ (مولف)

اور تحقیق یہ ہے کہ حقیقۃً بحسب رویت مکہ معظمہ ربیع الاول شریف کی تیرہویں تھی مدینہ طیبہ میں رویت نہ ہوئی لہٰذا ان کے حساب سے بارہویں ٹھہری، وہی رواۃ نے اپنے حساب کی بناء پر روایت کی اور مشہور و مقبول جمہور ہوئی۔ یہ حاصل تحقیق امام ماورزی و امام عماد الدین بن کثیر و امام بدر الدین بن جماعہ وغیرہم اکابر محدثین و محققین ہے اس کے سوا دو قول، ایک یکم ربیع الاول شریف۔ اسے موسیٰ بن عقبہ و لیث و خوارزمی اور ابن زبیر نے بیان کیا ہے۔

اور دوسرا دوم ربیع الاول شریف کو دو رافضیان کذاب ابومخنف و کلبی کا قول ہے یہ دونوں اقوال محض باطل و نامعتبر بلکہ سراسر محال و نامتصور ہیں۔

تفصیل مقام و توضیح مرام یہ ہے کہ وفات اقدس ماہ ربیع الاول شریف روز دوشنبہ میں واقع ہوئی اس قدر ثابت و مستحکم و یقینی ہے جس میں اصلاً جائے نزاع نہیں۔

فتح الباری شرح صحیح بخاری و مواہب لدنیہ و شرح زرقانی میں ہے :

ثم ان وفاته صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في يوم الاثنين) كما ثبت في الصحيحين عن انس رضى الله تعالىٰ عنه .

حاصل یہ ہے کہ وفات اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ماہ ربیع الاول روز دوشنبہ کو ہوئی۔ جیسا کہ صحیحین میں حضرت انس سے ثابت ہے۔ (مولف)

ادھر یہ بلا شبہ ثابت کہ اس ربیع الاول سے پہلے جو ذی الحجہ تھا اس کی پہلی روز پنج شنبہ تھی کہ حجۃ الوداع شریف بالاجماع روز جمعہ ہے۔

اور جب ذی الحجہ ۱۰ھ کی ۲۹ روز پنج شنبہ تھی تو ربیع الاول ۱۱ھ کی ۱۲ رکسی طرح روز دو

شنبہ نہیں آتی کہ اگر ذی الحجہ محرم صفر تینوں مہینے ۳۰ر کے لیے جائیں تو غرہ ربیع الاول روز چہار شنبہ ہوتا ہے اور پیر کی چھٹی اور تیرہویں اور اگر تینوں ۲۹ کے لیں تو غرہ روز یک شنبہ پڑتا ہے اور پیر کی دوسری اور نویں اور اگر ان میں کوئی سا ایک ناقص اور باقی دو کامل لیجیے تو پہلی سہ شنبہ کی ہوتی ہے اور پیر کی ساتویں چودھویں اور اگر ایک کامل دو ناقص مانیے تو پہلی پیر کی ہوتی ہے پھر پیر کی آٹھویں اور پندرہویں غرض بارہویں کسی حساب سے نہیں آتی اور ان چار کے سوا پانچویں کوئی صورت نہیں، قول جمہور پر یہ اشکال پہلے امام سہیلی کے خیال میں آیا اور اسے لاحل سمجھ کر انھوں نے قول یکم اور امام ابن حجر عسقلانی نے دوم کی طرف عدول فرمایا۔

مگر امام بدر بن جماعہ نے قول جمہور کی یہ تاویل کی کہ **اثنتی عشرۃ خلت** سے بارہ دن گزرنا مراد ہے نہ کہ صرف بارہ راتیں اور یہ ظاہر کہ بارہ دن گزرنا تیرھویں ہی تاریخ پر صادق آئے گا اور دوشنبہ کی تیرہویں بے تکلف صحیح ہے جب کہ پہلے تینوں مہینے کامل ہوں **کما علمت** اور امام مارزی و امام ابن کثیر نے یوں توجیہ فرمائی کہ مکہ معظمہ میں ہلال ذی الحجہ کی رویت شام چار شنبہ کو ہوئی پنج شنبہ کا غرہ اور جمعہ کا عرفہ مگر مدینہ طیبہ میں رویت دوسرے دن ہوئی تو ذی الحجہ کی پہلی جمعہ کی ٹھہری اور تینوں مہینے ذی الحجہ محرم صفر ۳۰،۳۰ کے ہوئے تو غرہ ربیع الاول پنج شنبہ اور بارہویں دوشنبہ آئی۔ **ذکرھا الحافظ فی الفتح**.

اقول: مدینہ طیبہ مکہ معظمہ سے اگرچہ طول میں غربی اور عرض میں شمالی ہے۔

اما الثانی فظاھر معروف لکل من حج و زار و اما الاول فثابت مثبت کالثانی فی الزیجات و الاطالس من قدیم الاعصار

مگر ثانی ہر حج و زیارت کرنے والے کے لیے ظاہر و مشہور ہے اور اول زیجات اور قدیم زمانے کے اٹلس میں ثانی کی طرح ثابت و مقرر ہے۔ **(مولف)**

اور ان دونوں اختلافوں کو اختلاف رویت میں دخل بین ہے کہ اختلاف طول سے بعد نیرین کم

بیش ہوتا ہے اور اختلاف عرض سے قمر کے ارتفاع مدار کے انتصاب اور بالائے افق اس کی بقا میں تفاوت پڑتا ہے اور کثرت بعد وزیادت انتصاب مدار وارتفاع قمر طول مکث سب معین رویت ہیں اور ان کی کمی مخل رویت مگر بلدین کریمین کے طول وعرض میں چنداں تفاوت کثیر نہیں اور جو کچھ ہے یعنی طول میں دو درجے اور عرض میں تین درجے وہ مانحن فیہ میں ہرگز یہ نہ چاہے گا کہ مکہ معظمہ میں تو رویت ہو اور مدینہ طیبہ میں نہ ہو بلکہ اگر مقتضی ہوگا تو اس کے عکس کا کہ مقام جس قدر غربی تر ہو امکان رویت بیشتر ہوگا کہ دورۂ معدل میں مواضع غربیہ پر نیرین کا گزر مواضع شرقیہ کے بعد ہوتا ہے اور حرکت قمر توالی بروج بر غرب سے شرق کو ہے تو جب موضع شرقی میں فصل قمرین حد رویت پر ہو غربی میں اور زیادہ ہوگا کہ وہاں تک پہنچنے میں قمر نے قدرے اور حرکت شرق کو کی اور شمس سے اس کا فاصلہ بڑھ گیا۔ یوں ہی جب عرض مرئی قمر شمالی ہو جیسا کہ یہاں تھا تو عرض بلد کا شمالی تر ہونا موجب زیادت تعدیل الغروب زائد ہو کر باعث زیادت بعد معدل وطول مکث قمر ہوگا مگر ہے یہ کہ موانع رویت حد انضباط سے خارج ہیں تو دفع استحالہ وتوجیہ مقالہ کے لیے احتمال کافی اور قواعد پر نظر کیجیے تو واقعی وہ دن مدینہ طیبہ میں رویت عادیہ کا نہ تھا سلخ ذی القعدہ وسطیہ روز چارشنبہ کو غروب شرعی شمس کے وقت افق کریم مدینہ منورہ میں موامرہ رویت کے مقدمات یہ تھے۔

ماجےا	تقویم شمس
مانح مد	تقویم مرئی قمر
حہ حالب	عرض مرئی قمر شمالی
طق	تعدیل الغروب
مایح لح	قمر معدل
طحہ لولج	بعد معدل
حہ کہ	بعد سوا

پر ظاہر کہ جب بعد معدل و بعد سوا دونوں دس درجے سے کم ہیں تو یہ حالت حالت رویت نہیں قریب قریب اسی حالت کے مکہ معظمہ میں تھی مگر ازانجا کہ وہ نو درجے یہ آٹھ درجے سے زائد ہے رویت پر حکم استحالہ بھی نہ تھا حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکات بے نہایات کے حضور یہ کیا بات تھی کہ ایسے امکان غیر متوقع کی حالت میں فضل وقفہ جمعہ ملنے کے لیے بحکم الٰہی مکہ معظمہ میں شام چار شنبہ کو رویت واقع ہوگئی افق مدینہ طیبہ میں حسب عادت معہودہ نہ ہوئی پھر روز رویت ایام حمل ثور و جوزا خصوصاً ان بلاد گرم سیر میں گرد و غبار ہونا کوئی نا متوقع بات نہیں یہ تحقیق کلام علماء ہے مگر امام عسقلانی نے ان توجیہوں پر قناعت نہ کی پہلی پر مخالفت محاورہ سے اعتراض پایا کہ اہل زبان جب یہ لفظ بولتے ہیں بارہ راتیں ہی گزرنا مراد لیتے ہیں نہ کہ بارہ دن کہ یہ تیرہویں پر صادق ہو اور اول و دوم دونوں میں یہ استبعاد بتایا کہ چار مہینے متواتر تیس دن کے ہوئے جاتے ہیں

فی المواهب عن الفتح هذا الجواب بعيد من حيث انه يلزم منه توالى اربعة اشهر كوامل .

مواہب میں فتح سے منقول ہے کہ یہ جواب اس حیثیت سے بعید ہے کہ اس سے لازم آئے گا کہ چار مہینے متواتر تیس کے ہوں۔ **(مولف)**

اقول: اگر ندرت مقصود تو الزام مفقود کہ دفع استحالہ کو احتمال کافی خود امام عسقلانی نے جو قول اختیار فرمایا اس پر تین مہینے متوالی ناقص آتے ہیں یہ کیا نادر نہیں اور اگر امتناع مراد تو ظاہر الفساد تین سے زیادہ متواتر ۲۹ کے مہینے نہیں ہوتے۔ ۳۰ر کے چار تک آتے ہیں ہاں پانچ نہیں ہوتے۔

تحفہ شاہیہ علامہ قطب الدین شیرازی و زیج الغ بیگی میں ہے :

واللفظ لہ اہل شرع ماہ ہائے این تاریخ از رویت ہلال گیرند و آن ہرگز از سی روز زیادہ نباشد و از

بست و نہ روز کمتر نے وتا چہار ماہ متوالی سی سی آید و زیادہ نے وتا سہ ماہ متوالی بست و نہ آید و زیادہ نے۔

اہل شرع اس تاریخ کے مہینوں کو رویت ہلال سے شمار کرتے ہیں اور وہ مہینے تیس دن سے زیادہ اور انتیس دن سے کم نہیں ہوتے، چار مہینے تک لگا تار تیس تیس کے آتے ہیں اس سے زیادہ نہیں آتے اور تین مہینے تک لگا تار انتیس کے آتے ہیں اس سے زیادہ نہیں آتے۔ (مولف)

ثم اقول و باللہ التوفیق: قول جمہور سے قول مہجور کی طرف عدول نامقبول ہونے کے لیے اسی قدر بس تھا کہ اس کے لیے توجیہ وجیہ موجود ہے نہ کہ جب وہ اقوال مہجورہ دلائل قاطعہ سے باطل ہوں کہ اب تو ان کی طرف کوئی راہ نہیں اوپر واضح ہوا کہ ان دونوں حضرات کا منشائے عدول تمسک بالحساب ہے کہ پیر کا دن یقینی تھا اور وہ بارہویں پر منطبق نہیں آتا پہلی دوسری پر آسکتا ہے مگر حساب ہی شاہد عدل ہے کہ اس سال ربیع الاول شریف کی پہلی یا دوسری پیر کی ہونا باطل و محال ہے فقیر اس پر دو حجت قاطعہ رکھتا ہے۔ دلیل اول غرہ وسطیہ کہ علمائے زیج بحساب اوسط لیتے ہیں نیرین کے اجتماع وسطی سے اخذ کرتے ہیں اور بداہۃ واضح کہ رویت ہلال اجتماع قمرین سے ایک مدت معتد بہا کے بعد واقع ہوتی ہے تو غرۂ ہلالیہ کبھی غرۂ وسطیہ سے مقدم نہ آئے گا و انما غاية التساوی اور اجتماع و رویت میں کبھی اتنا فصل بھی نہیں ہوتا کہ قمر ڈیڑھ دو برج طے کر جائے لہٰذا تقدم وسطیہ کی نہایت ایک دو دن ہے وبس کل ذلک ظاهر من له اشتغال بالفن اور آشنائے فن جانتا ہے کہ ۱۱ھ ہجریہ میں ماہ مبارک ربیع الاول شریف کا غرہ وسطیہ روز سہ شنبہ تھا تو غرۂ ہلالیہ یک شنبہ یا دوشنبہ کیوں کر متصور کہ اگر یہ سہ شنبہ متاخر ہے تو ہلالیہ کا وسطیہ پر تقدم لازم آتا ہے اور اگر مقدم ہے تو اجتماع سے چار پانچ روز تک رویت نہ ہونے کا لزوم ہوتا ہے اور دونوں باطل ہیں۔

دلیل دوم: فقیر نے شام دوشنبہ ۲۹ر صفر وسطے ۱۱ھ کے لیے افق کریم مدینہ طیبہ میں نیرین کی تقویمات استخراج کیں اور حساب صحیح معتمد نے شہادت دی کہ اس وقت تک فصل قمرین حد رویت معتادہ پر نہ تھا آفتاب جوزا کے ۶ درجے سترہ دقیقے باون ثانیے پر تھا اور چاند کی تقویم مرئی جوزا کے پندرہ درجے

ستائس دقیقے اکتیس ثانیے۔فاصلہ صرف ۹ درجے ۹ دقیقے ۳۹ ثانیے تھا۔اور حسب قول متعارف اہل عمل رویت کے لیے کم سے کم دس درجے سے زیادہ فاصلہ چاہیئے۔

حاشیہ شرح چغمینی للعلامۃ عبدالعلی البرجندی میں ہے:

المذكور في الكتب المشهورة انه ينبغي ان يكون البعد بين تقويمي النيرين اكثر من عشرة اجزاء و قيل ينبغي ان يكون ما بين مغاربيهما عشرة اجزاء او اكثر حتى يكون القمر فوق الارض بعد غروب الشمس مقدار ثلثي ساعة او اكثر و المشهور في هذا الزمان بين اهل العمل انه ينبغي ان يتحقق الشرطان حتى تمكن الروية و يسمون البعد الاول بعد السواء و البعد الثاني بعد المعدل .

کتب مشہورہ میں بیان کیا گیا ہے کہ نیرین کی دونوں تقویم کے درمیان دس اجزاء یا اس سے زیادہ دوری ہونی چاہیئے ،بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ دونوں نیرین کے مغارب کے درمیان دس اجزاء یا اس سے زیادہ بعد ہونا چاہیئے یہاں تک کہ غروب آفتاب کے بعد چاند پون گھنٹہ یا اس سے زیادہ مدت تک زمین کے اوپر رہا اور اس زمانے میں اہل عمل کے درمیان مشہور یہ ہے کہ دو شرطوں کا وجود ہونا چاہیئے تاکہ رویت ہلال ممکن ہو۔اور بعد اول کو بعد سوا اور بعد ثانی کو بعد معدل کہتے ہیں۔ **(مولف)**

شرح زیج سلطانی میں ہے:

باید کہ بعد معدل دہ درجہ باشد یا زیادہ و بعد میان دو تقویم ایشاں از دہ زیادہ باشد تا ہر دو شرط وجود نگیرد ہلال مرئی نہ شود و متعارف دریں زمان ایں ست۔

دس درجہ یا اس سے زیادہ بعد معدل ہونا چاہیئے اور ان دونوں تقویم کے درمیان دس درجہ سے زیادہ دوری ہونی چاہیئے جب تک دونوں شرط نہ پائی جائے تو رویت ہلال نہ ہوگی ،اس زمانے میں مشہور و متعارف یہی ہے۔ **(مولف)**

جزئیات موامرہ کی جدول یہ ہے۔

وتام	وقت غروب شرعی بعد نصف النہار وسطے زیجی
ج و ر ن	تقویم حقیقی شمس بوقت مذکور
ن ج و ے الف	تقویم حقیقی قمر بوقت مذکور
حہ سم	عرض حقیقی قمر شمالی
مہ قہ نا	اختلاف منظر قمر طولی جدولی
الحہ قہ ح	اختلاف منظر قمر عرضی جدولی
ج مہ الرلا	تقویم مرئی قمر ....
جہ مہ لب	عرض مرئی قمر شمالی ....
آ حہ ر	تعدیل الغروب ....
ج سو لدلا	قمر معدل ....
زند حہ قہ لم	مطالع نظیر جزء الشمس .....
ز سو حہ لو	مطالع نظیر جزء القمر المعدل ....
ما حہ مہ لم	بعد معدل ....
ما حہ ط لط	بعد سوا ....
غیر متوقع	حکم رویت ہلال ....

جب شب سہ شنبہ تک نیرین کا یہ حال تھا کہ وقوع رویت ہلال ایک مخفی غیر متوقع احتمال تھا تو اس سے دو ایک رات پہلے کا وقوع بداہۃً محال تھا جب اس رات قمر صرف نو درجے آفتاب سے شرقی ہوا تھا تو شام ایک شنبہ کو قطعاً کئی درجے اس سے غربی تھا اور غروب شمس سے کوئی پاؤ گھنٹے پہلے ڈوبا اور شام شنبہ کو تو عصر کا اعلیٰ مستحب وقت تھا جب چاند حجلہ نشین مغرب ہو چکا پھر رات کو رویت ہلال کیا زمین چیر کر ہوئی۔ غرض دلائل ساطعہ سے ثابت ہے کہ اس ماہ مبارک کی پہلی یا دوسری دوشنبہ کی ہرگز نہ تھی اور روز وفات اقدس یقیناً دوشنبہ ہے تو وہ دونوں قول قطعاً باطل ہیں اور حق وصواب وہی قول جمہور بمعنی مذکور ہے یعنی واقع میں تیرہویں اور بوجہ مسطور تعبیر میں بارہویں کہ بحساب شمسی نہم جزیران ۹۴۳ء رومی نوسو

تینتالیس رومی اسکندرانی ہشتم (یعنی اس وقت جو شمار رائج تھا اس کے حساب سے ۸ر جون اور اصلی حساب سے ۱۲ رتھی زیج بہادر خانی سے بستم جون آتی ہے مگر یہ اس کی غلطی ہے جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ تحقیقات سال مسیحی میں واضح کیا ہے) جون ۶۳۲ چھ سو بتیس عیسوی تھی۔

(نطق الہلال بارخ ولاد الحبیب والوصال)

وفات اقدس پر غم کرنا منع ہے

اسلام کی کوئی یادگار غم کی یادگار نہیں کیوں کہ شریعت اسلامیہ میں غم منانا جائز و درست نہیں بعض لوگ محرم میں شہادت حسین کا غم مناتے ہیں حالاں کہ وہ اسلام کی سربلندی کی خوشی و مسرت کا مہینہ ہے اسی مضمون کو مختصر انداز میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں :

حضور اقدس صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ کا ماہ ولادت و ماہ وفات وہی ماہ مبارک ربیع الاول شریف ہے پھر علمائے امت و حامیان سنت نے اسے ماتم وفات نہ ٹھہرایا بلکہ موسم شادی ولادت اقدس بنایا۔ (اعالی الافادۃ فی تعزیۃ الھند وبیان الشہادۃ)

وقت رحلت یہود پر لعنت

صحیحین میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے :

لما اشتکی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ذکر بعض نسائه کنیسة یقال لها ماریة و کانت ام سلمة و ام حبیبة اتتا ارض الحبشة فذکرتا من حسنها و تصاویر فیها فرفع راسه فقال اولئک اذا مات فیهم الرجل الصالح بنوا علی قبره مسجدا ثم صوروا فیه تلک الصور اولئک شرار خلق اللہ .

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مرض میں بعض ازواج مطہرات نے ایک گرجا کا ذکر کیا جس کا نام ماریہ تھا اور حضرت ام المومنین ام سلمہ وام المومنین ام حبیبہ ملک حبشہ میں ہو آئی تھیں ان دونوں بیبیوں نے ماریہ کی خوبصورتی اور اس کی تصویروں کا ذکر کیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سر اٹھا کر فرمایا یہ لوگ جب ان میں کوئی نیک بندہ نبی یا ولی انتقال کرتا ہے اس کی قبر پر مسجد بنا کر اس میں تبرکا اس کی تصویر لگاتے ہیں یہ لوگ بدترین خلق ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۱۴۶۔ شفاء الوالہ)

احمد بخاری مسلم نسائی ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال فی مرضہ الذی لم یقم منہ لعن اللہ الیہود و النصاریٰ اتخذوا قبور انبیائہم مساجد قالت و لولا ذلک لا برز قبرہ غیر انہ خشی ان یتخذ مسجدا.

انھیں کی دوسری روایت میں یہ ہے :

عنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اولئک شرار الخلق عند اللہ عزوجل یوم القیامۃ .

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی وفات اقدس کے مرض میں فرمایا یہود ونصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو محل سجدہ بنالیا۔ اور فرمایا ایسا کرنے والے اللہ عزوجل کے نزدیک روز قیامت بدترین خلق ہیں ام المومنین نے فرمایا یہ نہ ہوتا تو مزار اطہر کھول دیا جاتا مگر اندیشہ ہوا کہ کہیں سجدہ نہ ہونے لگے لہذا احاطہ میں مخفی رکھا گیا۔

مسلم اپنی صحیح اور عبدالرزاق مصنف اور دارمی سنن میں ام المومنین وعبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی :

قالا لما نزلت برسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طفق یطرح خمیصۃ لہ

علی وجهه فاذا اغتم کشفها عن وجهه فقال و هو کذلک لعنة الله علی الیهود و النصاریٰ اتخذوا قبور انبیائهم مساجد یحذر مثل ما صنعوا.

نزع روح اقدس کے وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چادر روئے انور پر ڈال لیتے جب ناگوار ہوتی منہ کھول دیتے اسی حالت میں فرمایا یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت انھوں نے اپنے انبیاء کی قبریں مساجد کر لیں۔ ڈراتے تھے کہ ہمارے مزار پرانوار کے ساتھ ایسا نہ ہو۔

بزار مسند میں امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی :

قال لی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی مرضه الذی مات فیه ائذن للناس علی فاذنت للناس علیه فقال لعن الله قوما اتخذوا قبور انبیائهم مسجدا ثم اغمی علیه فلما افاق قال یا علی ائذن للناس فاذنت لهم فقال لعن الله قوما اتخذوا قبور انبیائهم مسجدا ثلثا فی مرض موته .

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وفات انور کے مرض میں مجھ سے فرمایا لوگوں کو ہمارے حضور حاضر ہونے کا اذن دو میں نے اذن دیا جب لوگ حاضر ہوئے فرمایا اللہ کی لعنت ہے اس قوم پر جس نے اپنے انبیاء کی قبریں جائے سجدہ ٹھہرا لیں۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر غشی طاری ہوئی جب افاقہ ہوا ... اے علی لوگوں کو اذن دو میں نے اذن دیا فرمایا اللہ کی لعنت ہے اس قوم پر جس نے اپنے انبیاء کی قبریں جائے سجدہ کر لیں۔ تین بار ایسا ہی ہوا۔

ابوداؤد طیالسی و امام احمد مسند اور طبرانی کبیر میں بسند جید اور ابونعیم معرفۃ الصحابہ اور ضیاء صحیح مختارہ میں اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی :

ان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال فی مرضه الذی مات فیه ادخلوا

علی اصحابی فدخلوا علیه و ھو متقنع ببرد معافری فکشف القناع ثم قال لعن اللہ الیھود و النصاریٰ اتخذوا قبور انبیائھم مساجد.

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مرض وفات شریف میں فرمایا میرے اصحاب کو میرے حضور لاؤ حاضر ہوئے حضور نے روئے انور سے کپڑا اٹھا کر فرمایا یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت انھوں نے اپنے انبیاء کی قبریں محل سجدہ قرار دے لیں۔

صحیح مسلم میں جندب اور معجم طبرانی میں کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

قال سمعت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبل ان یموت بخمس و ھو یقول الا ان کان من قبلکم کانوا یتخذون قبور انبیائھم مساجد الا فلا تتخذوا القبور مساجد انی انھاکم عن ذلک.

میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات پاک سے پانچ روز پہلے حضور کو فرماتے سنا خبردار تم سے اگلے اپنے انبیاء و اولیاء کی قبروں کو محل سجدہ قرار دیتے تھے خبردار تم ایسا نہ کرنا ضرور میں تمھیں اس سے منع فرماتا ہوں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۴۸۶۔ زبدۃ الزکیۃ)

بتول زہراء کا اظہار غم

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مرض سے گرانی ہوئی بے چینی نے غلبہ کیا حضرت بتول زہراء نے کہا "ہائے میرے باپ کی بے چینی"۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا آج کے بعد تیرے باپ پر کبھی کسی قسم کی بے چینی نہیں۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا حضرت بتول زہراء نے کہا۔

اے میرے باپ اللہ کے بلانے پر تشریف لے گئے، اے باپ میرے وہ کہ فردوس کے باغ میں

جن کا ٹھکانہ، اے باپ میرے ہم ان کے انتقال کی مصیبت جبریل سے بیان کرتے ہیں۔

جب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دفن کر چکے حضرت بتول زہراء نے فرمایا اے انس تمھارے دلوں نے کیوں کر گوارا کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم اطہر کو خاک میں پنہاں کرو۔

یہ حدیث بخاری نے روایت کی حضرت بتول زہراء نے یہ کلمات نہ صیحہ وفریاد کے ساتھ کہے نہ ان میں کوئی غلطی یا بے تحقیق وصف بیان فرمایا نہ کوئی کلمہ شکایت رب العزت وناراضی قضائے الٰہی پر دال تھا لہٰذا اس میں کوئی وجہ ممانعت نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۹، ص ۱۷۴)

سات مشک پانی ڈالنے کی تاکید

صحیح بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے۔

انہ صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لما دخل بیتی و اشتد وجعه قال اهریقوا علی من سبع قرب لم تحلل او کیتهن لعلی اعهد الی الناس.

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب میرے گھر میں تشریف لائے اور مرض شدید تھا فرمایا کہ مجھ پر سر بستہ سات مشک پانی ڈالو تا کہ میں لوگوں کو وصیت کروں۔ (سات کے عدد میں زہر اور سحر کے ضرر کو دفع کرنے کی ایک خاص تاثیر ہے۔ (مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۹، ص ۱۷۵)

جنازۂ اقدس کا کوئی امام نہ تھا

ابن سعد طبقات میں امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی :

قال لما وضع رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم علی السریر قال لا یقوم علیه احد هو امامکم حیا و میتا فکان یدخل الناس رسلا رسلا فیصلون علیه صفا صفا

لیس لھم امام و یکبرون و علی قائم بحیال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ اللھم انا نشھد ان قد بلغ ما انزل الیہ و نصح لامتہ وجاھد فی سبیل اللہ حتی اعز اللہ دینہ و تمت کلمتہ اللھم فاجعلنا ممن تبع ما انزل الیہ و ثبتنا بعدہ و اجمع بیننا و بینہ فیقول الناس آمین حتی صلی علیہ الرجال ثم النساء ثم الصبیان۔

یعنی حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غسل دے کر سریر منبر پر لٹایا حضرت مولیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آگے کوئی امام بن کر نہ کھڑا ہو کہ وہ تمھارے امام ہیں اپنی زندگی دنیاوی میں اور بعد وصال بھی، پس لوگ گروہ در گروہ آتے اور پرے کے پرے حضور پر صلاۃ کرتے کوئی ان کا امام نہ تھا۔ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے عرض کرتے تھے۔ سلام حضور پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں الٰہی ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور نے پہنچا دیا جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا اور ہر بات میں اپنی امت کی بھلائی کی اور راہ خدا میں جہاد فرمایا یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے اپنے دین کو غالب کیا اور اللہ کا قول پورا ہوا۔ الٰہی تو ہم کو ان پر اتاری ہوئی کتاب کے پیروؤں میں سے کر اور ان کے بعد بھی ان کے دین پر قائم رکھ اور روز قیامت ہمیں ان سے ملا۔ مولیٰ علی یہ دعا کرتے اور حاضرین آمین کہتے یہاں تک کہ ان پر مردوں پھر عورتوں پھر لڑکوں نے صلاۃ کی۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ابوبکر و عمر نے سلام عرض کیا

اور یہی ظاہر اس حدیث کا ہے جو ابن سعد و بیہقی نے محمد ابراہیم تیمی مدنی سے روایت کی:

لما کفن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وضع علی سریرہ دخل ابوبکر

و عمر فقالا السلام علیک یا ایها النبی و رحمته و برکاته و معهما نفر من المهاجرین و الانصار قدر ما یسع البیت فسلموا کما سلم ابو بکر و عمر و همافی الصف الاول حیال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اللهم انا اشهد ان قد بلغ ما انزل علیه و نصح لامته و جاهد فی سبیل الله حتی اعز الله دینه و تمت کلماته فاومن به وحده لا شریک له فاجعلنا یا الهنا ممن یتبع القول الذی انزل معه و اجمع بیننا و بینه حتی نعرفه و تعرفه بنا فانه کان بالمومنین رؤفا رحیما لا ینبغی بالایمان بدلا و لا نشتری به ثمنا ابدا فیقول الناس آمین آمین ثم یخرجون و یدخل علیه آخرون حتی صلوا علیه الرجال ثم النساء ثم الصبیان .

یعنی جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کفن دے کر سریر مبارک پر آرام دیا صدیق وفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حاضر ہو کر عرض کی سلام حضور پر اے نبی اور اللہ کی مہر اور اس کی افزونیاں اور دونوں حضرات کے ساتھ ایک گروہ مہاجرین اور انصار کا تھا جس قدر اس حجرۂ پاک میں سما جاتا۔ان سب نے بھی یوں ہی سلام عرض کیا اور صدیق وفاروق پہلی صف میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے یہ دعا کرتے کہ الٰہی میں گواہی دیتا ہوں کہ جو کچھ تو نے اپنے نبی پر اتارا حضور نے امت کو پہنچایا اور اس کی خیر خواہی میں رہے اور راہ خدا میں جہاد فرمایا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو غلبہ دیا اور اللہ کی باتیں پوری ہوئیں میں ایک اللہ پر ایمان لاتا ہوں اس کا کوئی شریک نہیں تو اے معبود ہمارے ہمیں ان کی کتاب کے پیروؤں میں کر جو ان کے ساتھ اتری اور ہمیں ان سے ملا کہ ہم انھیں پہچانیں اور تو ہماری پہچان انھیں کرادے کہ وہ مسلمانوں پر مہربان رحم دل تھے۔ہم نہ ایمان کسی چیز سے بدلنا چاہیں نہ اس کے عوض کچھ قیمت لینا۔لوگ اس دعا پر آمین آمین کہتے پھر باہر جاتے اور آتے یہاں تک کہ مردوں پھر عورتوں پھر بچوں نے حضور پر صلاۃ کی۔

جبریل و میکائیل نے صلاۃ کی

بزار و حاکم و ابن سعد و ابن منیع و بیہقی اور طبرانی معجم اوسط میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا غسلتمونی و کفنتمونی فضعونی علی سریری ثم اخرجوا عنی فان اول من یصلی علی جبریل ثم میکائیل ثم اسرافیل ثم ملک الموت مع جنوده من الملائکة باجمعهم ثم ادخلوا علی فوجا بعد فوج فصلوا علی و سلموا تسلیما.

جب میرے غسل و کفن مبارک سے فارغ ہو مجھے نعش مبارک پر رکھ کر باہر چلے جاؤ۔ سب میں پہلے جبریل مجھ پر صلاۃ کریں گے پھر میکائیل پھر اسرافیل پھر ملک الموت اپنے سارے لشکروں کے ساتھ۔ پھر گروہ گروہ میرے پاس حاضر ہو کر مجھ پر درود و سلام عرض کرتے جاؤ۔

اس حدیث سے بھی ظاہر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اپنے جنازۂ اقدس کی نسبت اسی قدر تعلیم فرمائی کہ گروہ گروہ حاضر ہو کر درود و سلام پڑھتے جانا۔

شرح موطا امام مالک للعلامۃ الزرقانی میں بعد ذکر حدیث مذکور امیر المومنین علی ہے۔

ظاهر هذا ان المراد بالصلاة علیه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ما ذهب الیه جماعة ان من خصائصه انه لم یصل علیه اصلاً و انما کان الناس یدخلون فیدعون و یفرقون.

اس کا ظاہر یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلاۃ سے مراد یہ ہے جس کی طرف ایک جماعت گئی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ خصوصیت میں سے ہے کہ حضور پر نماز نہیں پڑھی گئی ہاں لوگ آ کر دعا کرتے اور چلے جاتے۔(مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۴۰، ۴۱۔ الملتقی الحاجز)

جنازۂ اقدس پر امامت نہ ہونے کی حکمت

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جنازۂ اقدس کا کوئی امام نہ تھا اس کی حکمت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

نعش مبارک کا مقابر کی طرف نہ لے جانا، جہاں روح اقدس نے رفیق اعلیٰ کی طرف عروج فرمایا، خاص اس جگہ دفن ہونا، نہلانے میں قمیص مقدس بدن اقدس سے نہ جدا کیا جانا، سب صحابہ کے مشرف ہونے کے لیے جنازۂ مبارک کا پونے دو دن رکھا رہنا، جنازۂ اقدس پر کسی کی امامت روا نہ ہونا (حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہیں) خصوصاً جب کہ حدیث میں وارد ہے کہ یہ صورت حسب وصیت اقدس واقع ہوئی۔

نماز جنازہ مسلمان کا حق مسلمان پر ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

حق المسلم علی المسلم خمس رد السلام و عیادۃ المریض و اتباع الجنازۃ و اجابۃ الدعوۃ و تشمیت العاطس.

ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کے پانچ حقوق ہیں۔ سلام کا جواب دینا، مریض کی عیادت کرنا، جنازہ کا اتباع کرنا، دعوت قبول کرنا اور چھینکنے والے کا جواب دینا۔ اسے بخاری و مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ **(مولف)**

عام مومنین کا حق ایسا ہونا آسان کہ حضار سے بعض نے ادا کر دیا ادا ہو گیا مگر مولائے نعمت ہر دو جہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حق عظیم کہ بعد حضرت حق عزوجل اعظم حقوق ہے۔ اگر تمام حضار پر لازم عین ہو کیا مستبعد۔ معہذا اعظم مقاصد مہمہ سے ہر مسلمان حاضر کا بالذات اس شرف اجل و اعظم سے مشرف ہونا ہے۔

متعدد احادیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بندۂ مقبول کو بعد وفات پہلا تحفہ جو بارگاہ عزت سے ملتا ہے یہ ہے کہ جتنے لوگ اس کے جنازہ کی نماز پڑھتے ہیں اللہ عزوجل سب کی مغفرت فرما دیتا ہے نہ کہ نبی کا جنازہ نہ کہ سید الانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلاۃ والثناء کا۔ اس کے فضل کی مقدار کون قیاس کرسکتا ہے، شریعت محمدیہ علی صاحبہا افضل الصلاۃ والتحیۃ مسلمان کے لیے خیر محض ونفع خاص لے کر آئی ہے، نہ کہ معاذ اللہ انھیں ایسے فضل عظیم سے محروم کرنا تو حکمت شرعیہ اسی کی مقتضی تھی کہ یہاں اجازت عامہ دی جائے۔ حجرۂ اقدس میں جگہ کتنی اور حضار تیس ہزار جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ اب اگر یہ حکم ہوتا کہ اول بار جو پڑھ لیں پڑھ لیں تو ایک تو ہزار ہا صحابہ کی محرومی، دوسرے اس پر تنافس شدید واقع ہونا مظنون بلکہ یقینی۔ جب معلوم ہوتا کہ یہاں بھی مثل تمام جنائز ایک ہی بار کی اجازت ملے گی تو ہر ایک یہ چاہتا کہ میں ہی پڑھ لوں۔ لہٰذا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم عظیم وجود عمیم مقتضی ہوا کہ اپنے معاملہ میں خود فوج فوج حاضری کی وصیت فرما دی۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

یہی سر جلیل جنازۂ اقدس پر امامت نہ ہونے کی بھی ایک حکمت نفیسہ ہے۔ تاکہ تمام حضار بالذات بلا واسطہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شرف یاب ہوں۔

امام اجل سہیلی یہاں امامت نہ ہونے کی وجہ فرماتے ہیں :

اخبر الله انه و ملائكته يصلون عليه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و امر كل واحد من المومنين ان يصلى عليه فوجب على كل واحد ان يباشر الصلوٰة عليه منه اليه و الصلاة عليه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بعد موته من هذا القبيل .

یعنی اللہ عزوجل نے خبر دی کہ وہ اور اس کے سب فرشتے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں اور ہر مسلمان پر حکم فرمایا کہ ان پر درود بھیجے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم۔ تو ہر شخص پر واجب ہوا کہ

محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایسے درود بھیجے کہ بلا واسطہ دیگرے اس شخص کی طرف سے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچے **اللھم صل و سلم و بارک علیہ و علی آلہ و صحبہ و امتہ اجمعین آمین** اور محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بعد وصال شریف صلاۃ بھی اسی قبیل سے ہے۔ یعنی تو اس کا بھی بے وساطت احدے ہونا چاہیئے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۴۷۔ النہی الحاجز)

صدیق کے بعد کسی نے نماز نہ پڑھی

جنازۂ اقدس پر امامت نہ ہونے کی ایک اور وجہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

مبسوط امام شمس الائمہ سرخسی میں ہے۔ **ان ابا بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کان مشغولا بتسویۃ الامور و تسکین الفتنۃ فکانوا یصلون علیہ قبل حضورہ و کان الحق لہ لانہ ھو الخلیفۃ فلما فرغ صلی علیہ ثم لم یصل علیہ بعدہ علیہ .**

حاصل یہ ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تسکین فتن و انتظام امت میں مشغول تھے، جب تک ان کے دست حق پرست پر بیعت نہ ہوئی تھی لوگ فوج فوج آتے اور جنازۂ انور پر نماز پڑھتے جاتے، جب بیعت ہولی ولی شرعی صدیق ہوئے انھوں نے جنازۂ مقدسہ پر نماز پڑھی پھر کسی نے نہ پڑھی کہ بعد صلاۃ ولی پھر اعادۂ نماز جنازہ کا اختیار نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۵۴)

اس لیے امام احمد رضا بریلوی تکرار نماز جنازہ کی عدم مشروعیت واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حاشیہ نور الایضاح کے لفظ سراج وغنیۃ وامداد سے یوں ہے۔

و الا یصلی علی قبرہ الشریف الی یوم القیمۃ لبقائہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کما دفن طریا بل ھو حی یرزق و یتنعم بسائر الملاذ و العبادات و کذا سائر

الانبياء علیهم الصلاة و السلام و قد اجتمعت الامة علی ترکها.

اس نماز کی تکرار جائز ہوتی تو مزار اقدس پر قیامت تک نماز پڑھی جاتی کہ حضور ہمیشہ ویسے ہی تر و تازہ ہیں جیسے وقت دفن مبارک تھے بلکہ وہ زندہ ہیں روزی دیئے جاتے ہیں اور تمام لذتوں اور عبادتوں کے ناز و نعم میں ہیں اور ایسے ہی باقی انبیاء علیہم الصلاۃ والثناء حالاں کہ تمام امت نے اس نماز کے ترک پر اجماع کیا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ٦٦۔الھادی الحاجب)

نبی کا ترکہ صدقہ ہے

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں **لا نورث ما ترکناہ صدقة**.

ہمارا کوئی وارث نہ ہوگا ہم جو کچھ چھوڑیں صدقہ ہے۔ اسے احمد و بخاری و مسلم و ابوداؤد اور نسائی نے ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۴۵۔النہی الحاجز)

حضور کی وصیت

امام اجل فقیہ محدث ابواللیث سمرقندی تنبیہ الغافلین میں فرماتے ہیں:

جب سورۂ **إذا جاء نصر الله** حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مرض وصال شریف میں نازل ہوئی حضور فوراً برآمد ہوئے پنج شنبہ کا دن تھا۔ منبر پر جلوس فرمایا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ مدینہ میں ندا کردو لوگو! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وصیت سننے چلو یہ آواز سنتے ہی سب چھوٹے بڑے جمع ہوئے گھروں کے دروازے ویسے ہی کھلے چھوڑ دیئے یہاں تک کہ کنواریاں پردوں سے نکل آئیں حد یہ کہ مسجد شریف حاضرین پر تنگ ہوئی اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمارہے ہیں اپنے پچھلوں کے لیے جگہ وسیع کروا پنے پچھلوں کے لیے جگہ وسیع کرو پھر حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر قیام فرما کر حمد

وثنائے الٰہی بجالائے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام پر درود بھیجی پھر ارشاد ہوا۔

انا محمد بن عبد الله بن عبد المطلب بن هاشم العربي الحرمي المكي لا نبي بعدي .

میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم عربی صاحب حرم محترم و مکہ معظمہ ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اللہ، اللہ ایک وہ دن تھا کہ مدینہ طیبہ میں حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی دھوم ہے زمین و آسمان میں خیر مقدم کی صدائیں گونج رہی ہیں خوشی و شادمانی ہے کہ در و دیوار سے ٹپکی پڑتی ہے مدینے کے ایک ایک بچے کا دمکتا چہرہ انار دانہ ہو رہا ہے باچھیں کھلی جاتی ہیں دل ہیں کہ سینوں میں نہیں سماتے، سینوں پر جامے تنگ جاموں میں قبائے گل رنگ نور ہے کہ جھما جھم برس رہا ہے فرش سے عرش تک نور کا بقعہ بنا ہے پردہ نشیں کنواریاں شوق دیدار محبوب کردگار میں گاتی ہوئی باہر آئی ہیں کہ

طلع البدر علینا   من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا   ما دعا للہ داع

بنی نجار کی لڑکیاں کوچے کوچے محو نغمہ سرائی ہیں کہ

نحن جوار من بنی النجار
یا حبذا محمد من جار

ایک دن آج ہے کہ اس محبوب کی رخصت ہے مجلس آخری وصیت کی ہے مجمع تو آج بھی وہی ہے بچوں سے بوڑھوں تک مردوں سے پردہ نشینوں تک سب کا ہجوم ہے ندائے بلال سنتے ہی چھوٹے بڑے سینوں سے دل کی طرح بے تابانہ نکلے ہیں شہر بھر نے مکانوں کے دروازے کھلے چھوڑ دیئے ہیں دل کھلائے چہرے مرجھائے دن کی روشنی دھیمی پڑ گئی کہ آفتاب جہاں تاب کی وداع نزدیک ہے آسمان پژمردہ زمین افسردہ جدھر دیکھو سناٹے کا عالم اتنا ازدحام اور ہُو کا مقام، آخری نگاہیں اس محبوب کے روئے

حق نما تک کس حسرت و یاس کے ساتھ جاتی اور ضعف و نا میدی سے ہلکان ہوکر، بے خودانہ قدموں پر گر جاتی ہیں فرط ادب سے دل بند مگر دل کے دھوئیں سے یہ صدا بلند :

کنت السواد لناظری فعمی علیک الناظر
من شاء بعدک فلیمت فعلیک کنت احاذر

اللہ کا محبوب، امت کا راعی کس پیار کی نظر سے اپنی پالی ہوئی بکریوں کو دیکھتا اور محبت بھرے دل سے انھیں حافظ حقیقی کے سپرد کر رہا ہے شان رحمت کو ان کی جدائی کا غم بھی ہے اور فوج فوج امنڈتے ہوئے آنے کی خوشی بھی کہ محنت ٹھکانے لگی جس خدمت کو ملک العرش نے بھیجا تھا باحسن الوجوہ انجام کو پہنچی۔

نوح کی ساڑھے نو سو برس وہ سخت مشقت اور صرف پچاس شخصوں کو ہدایت، یہاں بیس تیس ہی سال میں بحمد اللہ یہ روز افزوں کثرت، کنیز و غلام جوق جوق آرہے ہیں جگہ بار بار تنگ ہوتی جاتی ہے دفعہ دفعہ ارشاد ہوتا ہے آنے والوں کو جگہ دو، آنے والوں کو جگہ دو، اس عام دعوت پر جب یہ مجمع ہولیا ہے سلطان عالم نے منبر اکرم پر قیام کیا ہے۔ بعد حمد و صلاۃ اپنے نسب و نام و قوم و مقام و فضائل عظام کا بیان ارشاد ہوا ہے۔ (جزاء اللہ عدوہ باباءہ ختم النبوۃ)

حضور نے اپنی وفات کی خبر دی

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں :

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ حضور کا وصال اقدس مدینہ طیبہ میں ہوگا تو انصار کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا :

المحیا محیاکم و الممات مماتکم .

ہماری زندگی وہاں ہے جہاں تمھاری زندگی ہے اور ہمارا انتقال وہاں ہے جہاں تمھاری موت۔

یہ حدیث مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تو ان سے ارشاد فرمایا :

یا معاذ انک عسی ان لا تلقانی بعد عامی ھذا و لعلک ان تمر بمسجدی ھذا وقبری.

اے معاذ قریب ہے کہ تو مجھ سے اس سال کے بعد (دنیا میں) نہ ملے گا اور امید ہے کہ تو میری اس مسجد اور میرے مزار پاک پر گزرے۔ یہ حدیث امام احمد نے اپنی مسند میں روایت کی۔ (الدولۃ المکیۃ)

حدیث قرطاس

ایام مرض کے واقعات میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ جب جمعرات کے دن حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مرض نے شدت کی تو چاہا کہ ایک خط یا عہد نامہ تحریر فرمائیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا کہ کاغذ وقلم اور دوات لاؤ کہ میں ابو بکر کے لیے لکھوادوں تا کہ اس میں اختلاف نہ ہو۔ جب عبدالرحمٰن نے ارادہ کیا کہ جا کر لائیں تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا حق تعالیٰ منع فرماتا ہے کہ مومنین حضرت ابو بکر کے بارے میں اختلاف کریں۔ اہل سنت و جماعت کی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کی تنصیص میں یہی دلیل ہے۔

اہل سنت کہتے ہیں کہ اگر یہ بات ہوتی کہ روز غدیر امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو مقرر فرمادیا ہوتا اور خلیفہ بنادیا ہوتا تو آخر وقت میں ایسا نہ فرماتے۔

ان واقعات میں سے مشہور واقعہ یہ ہے جو کتب صحاح میں مذکور ومسطور ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اشتداد مرض کے وقت جب کہ صحابہ کرام حجرہ شریف میں مجتمع تھے فرمایا دوات وکاغذ لاؤ،

ایک روایت میں ہے کہ خامہ لے آؤ، تاکہ تمھارے لیے میں ایک وصیت لکھ دوں کہ میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو۔ اس پر صحابہ نے اختلاف کیا کسی نے کہا جو حکم ہے اس پر عمل کیا جائے اور دوات و کاغذ لایا جائے تاکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس پر جو چاہیں لکھوائیں اور کسی نے کہا مناسب نہیں ہے کہ ایسی حالت میں آپ کو لکھوانے کی زحمت دی جائے کیوں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وقت تنگ ہے۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی جانب تھے کہ درد و الم حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر غالب ہے اور قرآن کریم ہمارے درمیان موجود ہے اور وہی ہم کو کافی ہے۔

بعض روایتوں میں اتنا زیادہ بھی آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شدت مرض میں ایسی باتیں فرمار ہے ہیں مطلب یہ کہ منافقین وغیرہ کو اس بات میں باتیں بنانے کا موقع مل جائے گا اور وہ کہیں گے اور خیال کریں گے کہ آپ نے یہ باتیں ہذیان میں فرمائی ہیں جس طرح کہ اور لوگ بیماری کی سختی میں کہا کرتے ہیں ایک جماعت حضرت عمر کی موافقت میں تھی اور ایک جماعت مخالفت میں، یہاں تک کہ اختلاف بڑھ گیا اور آوازیں بلند ہو گئیں اس پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس سے تم سب اٹھ جاؤ کیوں کہ جھگڑا اور رسول خدا کے حضور میں آوازیں اونچی کرنا رسول خدا کے حضور میں مناسب نہیں ہے۔ اس کے باوجود تین وصیتیں فرمائیں۔

ایک یہ کہ مشرکوں کو جزیرۂ عرب سے نکال باہر کردو۔

دوسری یہ کہ جو جماعتیں اور وفود تمھارے پاس آئیں ان کو صلہ اور انعام دیا کرو جیسا کہ میں دیتا رہا ہوں۔

اور تیسری وصیت کو راوی بھول گیا یا اس کے اظہار میں مصلحت نہ دیکھی جیسا کہ علماء فرماتے ہیں۔

حضرت صدیق کو امامت کا حکم فرمانا

ان میں سے ایک واقعہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم فرمانا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو مدت مرض میں تین دن نماز پڑھائی۔ اس کے بعد حکم فرمایا کہ ابوبکر سے کہیں کہ نماز پڑھائیں۔ اور بعض سترہ نمازیں پڑھانا بیان کرتے ہیں اور جب عشا کی اذان کہی گئی تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ابوبکر سے کہیں کہ لوگوں کے ساتھ نماز پڑھیں اور ان کی امامت کریں۔

زہری سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ربیعہ سے فرمایا کہ جاؤ اور کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، عبداللہ بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باہر آئے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انھیں ملے ان سے کہا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں اور حضرت عمر نے نماز پڑھائی چوں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جہیر الصوت تھے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب حضرت عمر کی آواز سنی تو فرمایا کیا یہ عمر کی آواز ہے، عرض کیا گیا یا رسول اللہ ہاں، فرمایا اللہ تعالیٰ منع فرماتا ہے مسلمانوں کو چاہیے کہ ابوبکر سے کہیں کہ نماز پڑھائیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علیل ہوئے اور مسجد میں آنے کی طاقت نہ رہی، عشاء کی نماز کا وقت تھا مسجد میں لوگ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ عرض کیا گیا نہیں یا رسول اللہ! لوگ آپ کے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں فرمایا برتن میں میرے لیے پانی لاؤ پانی آیا اور حضور نے پانی کو خود پر بہایا اور اٹھنے کا ارادہ فرمایا لیکن بے ہوش ہوگئے کچھ عرصہ بعد ہوش آیا فرمایا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ میں نے عرض کیا لوگ آپ کے انتظار میں

بیٹھے ہوئے ہیں، فرمایا میرے لیے برتن میں پانی لاؤ، آپ نے غسل فرمایا اور بے ہوش ہو گئے تین مرتبہ ایسا ہی ہوا کہ اٹھے غسل کیا اور بے ہوش ہو گئے تیسری مرتبہ کسی کو حضرت ابوبکر صدیق کے پاس بھیجا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اس کے بعد حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نماز کی اطلاع دیں۔ جیسی کہ ان کی عادت تھی کہ اذان دینے کے بعد در اقدس پر آتے اور نماز و مسجد میں صحابہ کے آجانے کی اطلاع دیا کرتے تھے۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر صدیق سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے والد رقیق القلب ہیں جب وہ آپ کے مصلے پر کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو قرآن نہ سنا سکیں گے۔ اگر عمر کو فرمائیں تو ہو سکتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر صدیق سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ پھر حضرت عائشہ نے حضرت حفصہ سے کہا کہ تم حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کرو کہ ابوبکر نرم دل شخص ہیں جب وہ آپ کے مصلے پر کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو قرآن نہ سنا سکیں گے اس پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے عورتو! تم یوسف کی صواحب ہو، مطلب یہ کہ تم زبان سے کچھ کہتی ہو اور دل میں کچھ اور ہے۔ ابوبکر صدیق سے کہو کہ نماز پڑھائیں۔

پھر جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز شروع فرمائی تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے آپ میں کچھ افاقہ محسوس فرمایا اٹھے اور اس حال میں تشریف لے چلے کہ دو آدمیوں کا سہارا لیے ہوئے تھے اور آپ کا قدم اقدس زمین پر نقش کھینچتا جاتا تھا یہاں تک کہ مسجد شریف میں تشریف لائے۔ جب حضرت ابوبکر صدیق نے محسوس کیا کہ حضور تشریف لا رہے ہیں تو چاہا کہ پیچھے ہٹ آئیں مگر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ کھڑے رہو، اس کے بعد حضور حضرت ابوبکر کی بائیں جانب آ کے بیٹھ گئے، حضرت ابوبکر کھڑے رہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتدا کر رہے تھے اور لوگ حضرت ابوبکر کی اقتداء کر رہے تھے، مطلب یہ کہ حضرت ابوبکر کی تکبیر

کے ذریعہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انتقالات اور افعال پر مطلع ہو رہے تھے، بعض روایتوں میں آیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام تھے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقتدی، علماء فرماتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر کی امامت میں روایتیں متعدد ہیں۔ (مدارج النبوۃ جلد دوم مترجم)

نیابت دو قسم ہے

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ سے سوال ہوا کہ :

رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وقت رحلت یا کسی اور وقت اپنے بعد اپنا جانشیں کس کو مقرر کیا؟

آپ نے ارشاد فرمایا:

جانشینی و نیابت دو قسم ہے۔

اول : جزئی مقید کہ امام کسی خاص کام یا خاص مقام پر عارضی طور پر کسی خاص وقت کے لیے دوسرے کو اپنا نائب کرے جیسے بادشاہ کا لڑائی میں کسی کو سردار بنا کر بھیجنا یا کسی ضلع کی حکومت دینا یا تحصیل خراج پر مامور کرنا، یا کہیں جاتے ہوئے انتظام شہر سپرد کر جانا اس قسم کا استخلاف صریح حضور پر نور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وعترتہ وازواجہ وصحابتہ اجمعین وبارک وسلم سے بارہا واقع ہوا۔ جیسے:

بعض غزوات میں امیر المؤمنین صدیق اکبر۔

بعض میں حضرت اسامہ بن زید۔

غزوۂ ذات السلاسل میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو سپہ سالار بنا کر بھیجا۔

تحصیل زکاۃ پر امیر المومنین فاروق اعظم وحضرت خالد بن ولید وغیرہما رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو

مقرر فرمایا۔

یہ بھی یقیناً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیابت تھی کہ اخذ صدقات اصل کام حضور والا صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ کا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

خذ من اموالهم صدقة تطهرهم و تزكيهم بها وصل عليهم ان صلوتك سكن لهم.

ان کے اموال سے صدقہ لے کر انھیں طیب و طاہر بنائیں اور ان کے لیے دعائے خیر کریں۔ بے شک تمھاری دعا ان کے لیے وجہ سکون ہے۔

تعلیم قرآن و دین کے لیے قراء کرام، شہداء عظام کو مقرر فرمایا۔

حضرت عتاب بن اسید کو مکہ معظمہ۔

حضرت معاذ بن جبل کو ولایت جند

حضرت ابو موسیٰ کو زبید و عدن

حضرت ابو سفیان والد امیر معاویہ یا حضرت عمر بن حزم کو شہر نجران

حضرت زیاد بن لبید کو حضر موت

حضرت خالد بن سعید اموی کو صنعا اور

حضرت عمرو بن العاص کو عمان کا ناظم صوبہ مقرر کیا۔

باذان بن ساسان کیانی مغل کو صوبہ داری یمن پر مقرر رکھا۔

امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو ملک یمن کا عہدہ وقضا بخشا۔

۸ھ میں حضرت عتاب کو۔

۹ھ میں حضرت صدیق اکبر کو امیر الحاج بنایا۔

بعض وقائع میں امیر المومنین فاروق اعظم۔

بعض میں حضرت معقل بن یسار اور

بعض میں حضرت عقبہ کو حکم قضا دیا۔

غزوۂ تبوک کو تشریف لے جاتے وقت امیر المومنین علی مرتضیٰ کو اہل بیت کرام۔

اور غزوۂ بدر میں حضرت ابولبابہ۔

اور تیرہ غزوات واسفار کو نہضت (تشریف لے جانا) فرماتے وقت حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کو مدینہ طیبہ کا امیر ووالی فرمایا۔

جن غزوات واسفار میں حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ طیبہ کا امیر ووالی بنایا گیا وہ یہ ہیں۔

ازاں جملہ غزوۂ ابواء کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پہلا غزوہ تھا، وغزوۂ بواط، وغزوۂ ذی العشیرۃ، وغزوۂ طلب کرز بن جابر، وغزوۂ سویق، وغزوۂ غطفان، وغزوۂ احد، وغزوۂ حمراء الاسد، وغزوۂ نجران، وغزوۂ ذات الرقاع، وسفر حجۃ الوداع کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پچھلا سفر تھا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

دوم: کلی مطلق کہ حیات مستخلف سے جمع نہیں ہو سکتی۔ یعنی امام کا اپنے بعد کسی کے لیے امامت کبریٰ کی وصیت فرمانا۔ اس کی نص صریح علی الاعلان بتصریح تام حضور اعلیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی

کے واسطے نہ فرمائی ورنہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ضرور پیش کرتے اور قریش وانصار میں در بارۂ خلافت مباحثے مشورے نہ ہوتے۔

امیر المومنین امام الاشجعین اسد اللہ الغالب علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے باسانید صحیحہ تو یہ ثابت کہ جب ان سے عرض کی گئی۔

استخلف علینا.

ہم پر کسی کو خلیفہ کردیجیے۔

فرمایا:

لا ولکن اترککم کما ترککم رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم .

اخرجه احمد و البزار و الدار قطنی .

میں کسی کو خلیفہ نہ کروں گا بلکہ یوں ہی چھوڑ دوں گا جیسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چھوڑ گئے تھے۔اسے احمد و بزار اور دار قطنی نے روایت کیا۔ بزار کی روایت بسند صحیح ہے مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا:

ما استخلف رسول الله فاستخلف علیکم .

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی کو خلیفہ نہ کیا کہ میں کروں۔

حضور نے اپنا جانشین نہیں بنایا

دار قطنی کی روایت میں فرمایا:

دخلنا علی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فقلنا یا رسول الله استخلف

علینا قال لا ان یعلم اللہ فیکم خیرا یول علیکم خیرکم ، قال علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فعلم اللہ فینا خیرا فولی علینا ابا بکر .

ہم نے خدمت اقدس حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوکر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم پر کسی کو خلیفہ فرما دیجیے ارشاد ہوا، نہ، اگر اللہ تعالیٰ تم میں بھلائی جانے گا تو جو تم میں سب سے بہتر ہے اسے تم پر والی فرما دے گا۔ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا رب العزت جل وعلا نے ہم میں بھلائی جانی پس ابوبکر کو ہمارا والی فرمایا۔

امام اسحاق بن راہویہ ودار قطنی ابن عساکر وغیرہم بطریق عدیدہ واسانید کثیرہ راوی۔

دو شخصوں نے امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے ان کے زمانہ خلافت میں دربارۂ خلافت استفسار کیا۔

أ عھد عھدہ الیک النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ام رای رایتہ .

کیا یہ کوئی عہد وقرارداد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے ہے یا آپ کی رائے ہے؟

فرمایا :

بل رای رأیتہ .

بلکہ ہماری رائے ہے۔

اما ان یکون عھد من النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عھدہ الی فی ذلک فلا و اللہ لئن کنت اول من صدق بہ فلا اکون اول من کذب علیہ و لو کان عندی منہ عھد فی ذلک ما ترکت اخا بنی تمیم بن مرۃ یثوبان علی منبرہ و لقاتلتھما و لو لم اجد

الابـردتـي هـذه و لـكـن رسـول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لم يقتل قتلا و لم يمت فـجـاءـة مكث في مرضه اياما و ليا لي يأتيه الموذن يوذنه بالصلاة فيامر ابا بكر ليصلى بـالـنـاس و هـو يـرى مـكـاني و لقد ارادت امراء ة من نسائه تصرفه عن ابى بكر فابى و غـضـب و قـال انتن صواحب يوسف مروا ابا بكر فليصل بالناس فلما قبض رسول الله صـلـى الـلـه تعالىٰ عليه وسلم نظرنا في امورنا فاخترنا لدنيا نا من رضيه رسول الله صلى الـلـه تـعـالـىٰ عليه وسلم لديننا و كانت الصلاة عظم الاسلام و قوم الدين فبايعنا ابا بكر رضى الله تعالى عنه و كان بذلک اصلاً لم يختلف منا اثنان .

رہا یہ کہ اس باب میں میرے لیے حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی عہد و قرارداد فرمایا ہو، سو خدا کی قسم ایسا نہیں۔ اگر سب سے پہلے میں نے حضور کی تصدیق کی تو میں سب سے پہلے حضور پر افترا کرنے والا نہ ہوں گا۔ اور اگر اس باب میں حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے میرے پاس کوئی عہد ہوتا تو میں ابوبکر و عمر کو منبر اطہر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جست کرنے نہ دیتا اور بیشک میں اپنے ہاتھ سے ان کے ساتھ قتال کرتا اگرچہ اپنی اس چادر کے سوا کوئی ساتھی نہ پاتا۔ بات یہ ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معاذ اللہ کچھ قتل نہ ہوئے نہ یکا یک انتقال فرمایا بلکہ کئی دن رات حضور کو مرض میں گزرے، مؤذن آتا نماز کی اطلاع دیتا، حضور ابوبکر کو امامت کا حکم فرماتے حالاں کہ میں کہیں غائب نہ تھا۔ اور خدا کی قسم ازواج مطہرات سے ایک بی بی نے اس معاملہ کو ابوبکر سے پھیرنا چاہا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ مانا اور غضب کیا اور فرمایا تم وہی یوسف والیاں ہو ابوبکر کو حکم دو کہ امامت کرے پس جب کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا ہم نے اپنے کاموں میں نظر کی تو اپنی دنیا یعنی خلافت کے لیے اسے پسند کرلیا جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمارے دین یعنی نماز کے لیے پسند فرمایا تھا کہ نماز تو اسلام کی بزرگی اور دین کی درستی تھی۔ لہٰذا ہم نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کی اور وہ اس کے

لائق تھے ہم میں سے کسی نے اس بارے میں اس کا خلاف نہ کیا۔

یہ سب کچھ ارشاد کر کے مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنیٰ نے فرمایا۔

فادیت الی ابی بکر حقه و عرفت له طاعته و غزوت معه فی جنوده و کنت آخذا اذا اعطانی و اغزوا اذا اغزانی و اضرب بین یدیه الحدود بسوطی .

پس میں نے ابو بکر کو ان کا حق دیا اور ان کی طاعت لازم جانی اور ان کے ساتھ ہو کر ان کے لشکروں میں جہاد کیا اور جب وہ مجھے بیت المال سے کچھ دیتے میں لے لیتا اور جب مجھے لڑائی پر بھیجتے میں جاتا اور ان کے سامنے تازیانے سے حد لگاتا۔

پھر بعینہٖ یہی مضمون امیر المومنین فاروق اعظم و امیر المومنین عثمان غنی کی نسبت ارشاد فرمایا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

حضور کے خواب

ہاں البتہ (حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے) ارشادات جلیلہ واضحہ بارہا فرمائے مثلاً ایک بار ارشاد ہوا: میں نے خواب دیکھا کہ میں ایک کنوئیں پر ہوں اس پر ایک ڈول ہے، میں اس سے پانی بھرتا رہا جب تک اللہ نے چاہا، پھر ابو بکر نے ڈول لیا دو ایک بار کھینچا پھر وہ ڈول ایک پل ہو گیا جسے چرسہ (بڑا ڈول) کہتے ہیں، اسے عمر نے لیا تو میں نے کسی سردار زبردست کو اس کام میں اس کے مثل نہ دیکھا، یہاں تک کہ تمام لوگوں کو سیراب کر دیا کہ پانی پی پی کر اپنی فرودگاہ کو واپس ہوئے۔

امام بخاری و مسلم نے اسے ابو ہریرہ و ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا۔

ایک بار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

آج کی رات ایک مرد صالح (یعنی خود حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے خواب دیکھا کہ ابوبکر، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متعلق ہیں اور عمر، ابوبکر سے اور عثمان، عمر سے۔

جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں، جب ہم خدمت اقدس حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اٹھے آپس میں تذکرہ کیا کہ وہ مرد صالح تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اور بعض کا بعض سے تعلق وہ اس امر کا والی ہونا جس کے ساتھ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مبعوث ہوئے ہیں۔

ابوداؤد و حاکم نے اسے جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

ابوبکر و عمر کی معیت

امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں:

میں نے بارہا بکثرت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ، ہوا میں اور ابوبکر و عمر، کیا میں نے اور ابوبکر و عمر نے، چلا میں اور ابوبکر و عمر۔ امام بخاری و مسلم نے اسے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

حضور کے بعد ابوبکر

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: مجھے بنی مصطلق نے خدمت حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بھیجا کہ حضور سے دریافت کروں، حضور کے بعد ہم اپنے اموال زکاۃ کس کے پاس بھیجیں؟ فرمایا ابوبکر کے پاس، عرض کی اگر انھیں کوئی حادثہ پیش آئے تو کسے دیں؟ فرمایا عمر کو، عرض کی: جب ان کا بھی واقعہ ہو تو فرمایا عثمان کو۔

اسے حاکم نے مستدرک میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور کہا کہ یہ صحیح ہے۔

ایک بی بی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور کچھ سوال کیا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر حاضر ہو، انھوں نے عرض کیا آؤں اور حضور کو نہ پاؤں، فرمایا مجھے نہ پائے تو ابو بکر کے پاس آنا۔

امام بخاری و مسلم نے اسے جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

یوں ہی ایک مرد سے ارشاد فرمانا مروی کہ میں نہ ہوں تو ابو بکر کے پاس آنا، عرض کی جب انھیں نہ پاؤں؟ فرمایا تو عمر کے پاس، عرض کی جب وہ بھی نہ ملیں فرمایا عثمان کے پاس۔

ابو نعیم نے اسے حلیہ میں اور طبرانی نے سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

ایک شخص سے کچھ اونٹ قرضوں پر خریدے یہ واپس جاتا تھا کہ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ملے حال پوچھا اس نے بیان کیا فرمایا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پھر حاضر ہو وہ پھر حاضر ہوا اور عرض کیا اگر حضور کو کچھ حادثہ پیش آجائے تو میری قیمت کون ادا کرے گا؟ فرمایا ابو بکر، پھر دریافت کیا اور جو ابو بکر کو کچھ حادثہ پیش آجائے تو کون دے گا؟ فرمایا عمر، پھر دریافت کیا کہ انھیں بھی کچھ حادثہ درپیش ہو فرمایا۔

و یحک اذا مات عمر فان استطعت ان تموت فمت.

ہائے نادان جب عمر مر جائے تو اگر مر سکے تو مر جانا۔ طبرانی نے کبیر میں اسے عصمہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

ابو بکر کی امامت

ان ہی ارشادات جلیلہ سے ہے حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایام مرض وفات اقدس میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی جگہ امامت مسلمین پر قائم کرنا اور دوسرے کی امامت پر راضی نہ ہونا،

غضب فرمانا جس سے امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے استناد فرمایا کہ :

رضیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لدیننا افلا نرضاہ لدنیانا.

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں چن لیا ہمارے دین کی پیشوائی کو کیا انھیں ہم پسند نہ کریں اپنی دنیا کی امامت کو۔

ابوبکر کی اقتدا کا حکم

اور نہایت روشن وصریح قریب نص وتصریح وہ ارشاد اقدس ہے کہ امام احمد وترمذی نے بافادۂ تحسین وابن ماجہ وابن حبان وحاکم نے بافادۂ تصحیح اور ابوالحاسن رویانی نے حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ترمذی وحاکم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور طبرانی نے حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور پرنور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

انی لا ادری ما بقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر ، و فی لفظ اقتدوا بالذین من بعدی من اصحابی ابا بکر و عمر.

میں نہیں جانتا میرا رہنا تم میں کب تک ہو لہٰذا تمھیں فرماتا ہوں کہ میرے ان دو صحابیوں کی پیروی کرو جو میرے بعد ہوں گے ۔ ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

حدیث قرطاس اور ابوبکر کے لیے اشارہ

ایک بار آخر حیات اقدس میں عین صریح حکم بھی فرمادینا چاہا تھا پھر خدا اور مسلمانوں پر چھوڑ کر حاجت نہ سمجھی۔

امام احمد وامام بخاری وامام مسلم ام المومنین صدیقہ محبوبۂ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وعلیہا

وسلم سے راوی کہ وہ ارشاد فرماتی ہیں :

قال لی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی مرضہ الذی مات فیہ ادعی لی اباک و اخاک حتی اکتب کتابا فانی اخاف ان یتمنی متمن و یقول قائل انا اولی و یابی اللہ و المومنون الا ابا بکر.

حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس مرض میں انتقال فرمانے کو ہیں اس میں مجھ سے فرمایا اپنے باپ اور بھائی کو بلالے کہ میں ایک نوشتہ تحریر فرمادوں مجھے خوف ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے اور کہنے والا کہہ اٹھے کہ میں زیادہ مستحق ہوں اور اللہ نہ مانے گا اور مسلمان نہ مانیں گے مگر ابوبکر کو۔

امام احمد کے لفظ یہ ہیں کہ فرمایا:

ادعی لی عبد الرحمن بن ابی بکر اکتب لابی بکر کتابا لا یختلف علیہ احد ثم قال دعیہ معاذ اللہ ان یختلف المومنون فی ابی بکر.

عبد الرحمٰن بن ابی بکر کو بلالاؤ، کہ میں ابوبکر کے لیے نوشتہ لکھ دوں کہ ان پر کوئی اختلاف نہ کرے پھر فرمایا رہنے دو خدا کی پناہ کہ مسلمان اختلاف کریں ابوبکر کے بارے میں۔

(غایۃ التحقیق فی امامۃ العلی والصدیق)

روضۂ انور کی زیارت

من زار قبری وجبت لہ شفاعتی

ان پر درود جن سے نوید ان بشر کی ہے

من زار قبري وجبت له شفاعتي

جس نے میرے روضۂ کریم کی زیارت کی اس پر میری شفاعت واجب ہو گئی

(الحدیث)

Marfat.com

روضۂ انور کی زیارت

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ مقدسہ کی زیارت سنت موکدہ قریب واجب ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

و لو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤک فاستغفروا الله و استغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما.

اور اگر یہ لوگ جس وقت کہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں آپ کے پاس آجاتے اور خدا سے بخشش مانگتے اور رسول ان کے لیے بخشش کی دعا فرماتے تو یہ لوگ خدا کو بہت زیادہ بخشنے والا مہربان پاتے۔

اس آیت میں گنہگاروں کے گناہوں کی بخشش کے لیے ارحم الراحمین نے تین شرطیں لگائی ہیں۔

اول : دربار رسول میں حاضری۔

دوم : استغفار۔

سوم : رسول کی دعائے مغفرت۔

اور یہ حکم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری دنیاوی حیات ہی تک محدود نہیں بلکہ روضۂ اقدس میں حاضری بھی یقیناً دربار رسول ہی میں حاضری ہے اسی لیے علمائے عظام نے تصریح فرمادی ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے دربار کا یہ فیض آپ کی وفات اقدس سے منقطع نہیں ہوا ہے اس لیے جو گنہگار قبر انور کے پاس حاضر ہو جائے اور وہاں سے خدا سے استغفار کرے اور چوں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو اپنی قبر انور میں اپنی امت کے لیے استغفار فرماتے ہی رہتے ہیں لہٰذا اس گنہگار کے لیے مغفرت کی تینوں شرطیں پائی گئیں اس لیے انشاء اللہ تعالیٰ اس کی ضرور مغفرت ہو جائے گی۔

یہی وجہ ہے کہ چاروں مذاہب کے علمائے کرام نے مناسک حج وزیارت کی کتابوں میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ جو شخص بھی روضۂ منورہ پر حاضری دے اس کے لیے مستحب ہے کہ اس آیت کو پڑھے اور پھر خدا سے اپنی مغفرت کی دعا مانگے۔

مذکورہ بالا آیات کریمہ کے علاوہ بہت سی حدیثیں بھی روضۂ منورہ کی زیارت کے فضائل میں وارد ہوئی ہیں، مثلاً۔

من زار قبری وجبت له شفاعتی .

جو شخص میری قبر شریف کی زیارت کرے میری شفاعت اس کے لیے واجب اور لازم ہے۔

من جاء نی زائرا لا تعمله حاجة الا زیارتی کان حقا علی ان اکون له شفیعا یوم القیامة .

جو شخص میری زیارت کے لیے آئے اور اسے میری زیارت کے علاوہ کوئی حاجت نہ ہو تو ہم پر واجب ہے کہ قیامت کے دن ہم اس کے شفیع ہو جائیں۔

من زارنی الی المدینة کنت له شفیعا و شهیدا.

جو شخص مدینہ میں ہماری زیارت کرے ہم اس کے لیے شفیع اور گواہ ہوں گے۔

اسی لیے صحابہ کرام کے مقدس زمانے سے لے کر آج تک تمام دنیا کے مسلمان قبر منور کی زیارت کرتے اور آپ کی مقدس جناب میں توسل اور استغاثہ کرتے رہے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک یہ مبارک سلسلہ جاری رہے گا۔

چنانچہ حضرت امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وفات اقدس کے تین

دن بعد ایک اعرابی مسلمان ہو کر آیا اور قبر انور پر گر کر لپٹ گیا پھر کچھ مٹی اپنے سر پر ڈال کر یوں عرض کرنے لگا کہ

یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ نے جو کچھ فرمایا ہم اس پر ایمان لائے ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ پر قرآن نازل فرمایا جس میں اس نے ارشاد فرمایا **و لو انهم اذ ظلموا انفسهم الآية** تو یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں نے اپنی جان پر (گناہ کر کے) ظلم کیا ہے اس لیے میں آپ کے پاس آیا ہوں تا کہ آپ میرے حق میں مغفرت کی دعا فرمائیں۔ اعرابی کی اس فریاد کے جواب میں قبر انور سے آواز آئی کہ اے اعرابی تو بخش دیا گیا۔

سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار کی زیارت علمائے دین کے نزدیک بالاتفاق قولاً وفعلاً بہترین سنن اور موکدترین مستحبات میں سے ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت ایک متفق علیہ سنت اور مرغوب فضیلت ہے۔ بعض علمائے مالکیہ اس کے وجوب کے قائل ہیں اور دوسروں نے اس قول کی تاویل سنت واجبہ سے کی ہے، گویا سنت واجبہ سے مراد موکدہ غایت تاکید ہے۔

اکثر علماء فرماتے ہیں کہ بعد ادائے حج فریضہ زیارت کرنا سنت ہے، قاضی حسین جو ائمہ شافعیہ کے مشاہیر میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ جب فریضۂ حج سے فارغ ہو جائے تو ملتزم کے پاس وقوف کرے اور دعا کر کے مدینہ منورہ آ کر سید کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو۔ قاضی ابوالطیب کہتے ہیں کہ حج وعمرہ کے بعد مستحب ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کا قصد کرے۔

حسن بن زیاد امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حاجیوں کے لیے سب سے یہ ہے کہ مکہ معظمہ سے ابتدا کریں اور حج کے ارکان بجالا کر اس کے بعد مدینہ منورہ آئیں اور حضور صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کریں۔

امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک زیارت بہترین مستحسنات اور موکدترین مستحبات درجہ واجبات کے قریب ہے۔ چاروں مذاہب کے علماء نے حج کو مقدم کرنے کی تصریح فرمادی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اگر حج کے راستے میں مدینہ شریف پڑے تو بہتر یہ ہے کہ ابتدا مدینہ سے کرے اس کے بعد حج کو متوجہ ہو۔ اور بعض بزرگان دین نے تو یہاں تک کہا ہے کہ اگر حج کا راستہ مدینہ کی جانب سے نہ ہولیکن دیار محبوب ان سے قریب ہوتو مدینہ کی حاضر کو مقدم کرنا لوازم وقت میں شمار کیا جائے۔ اور بعض تابعین کو مکہ کے عازمین کے لیے مدینہ منورہ کی زیارت کو مقدم قرار دینے پر کوئی اختلاف نہیں ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

قبر شریف کی زیارت کے لیے سفر اختیار کرنا اور اس سعادت عظمی کے حصول کے لیے کجاوے کسنا جائز ومستحب ہے، دلائل کے عام ہونے کی وجہ سے قرب اور بعد دونوں ایک ہی حکم میں ہیں۔

لیکن حدیث ہے : **لا تشدوا الرحال الا الی ثلثة مساجد.**

تین مسجدوں کے علاوہ کسی کی طرف سفر کے لیے کجاوے مت کسو۔

اس حدیث سے مراد ان تین مسجدوں کے علاوہ کسی اور مسجد کے لیے سفر کرنے کی ممانعت ہے۔

مگر جیسا کہ نحو کا قاعدہ ہے کہ مستثنیٰ منہ کو مستثنیٰ کی جنس سے ہونا چاہیے۔ تو مطلق سفر کی ممانعت جو ان مساجد کے علاوہ ہو لازم نہیں آتی اور ان تین مساجد کے علاوہ سفر کرنا کس طرح منع ہو سکتا ہے۔ حالاں کہ بالاتفاق سفر حج وسفر جہاد اور دار کفر سے ہجرت کرنا نیز تجارت اور تمام مصالح دنیویہ کے لیے سفر کرنا جائز ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ اس فرمان سے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقصود یہ ہے کہ قربت مقصودہ مساجد کے قصد میں تین ہیں۔

مسجد حرام و مسجد النبی اور مسجد اقصیٰ

ان کے علاوہ ایسی مسجدیں نہیں ہیں باوجودیکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کا قصد آپ کی مسجد شریفہ کے قصد کو مستلزم ہے اور آپ کی قربت کی وجہ سے ہے اور اس مقام کی برکت سے مقصد وہاں کے موجودین کی تعظیم ہے۔ جس طرح سے آپ کی حالت حیات میں آپ کے شرف صحبت حاصل کرنے کی غرض سے سفر کرتے تھے نہ کہ محض مقام کی وجہ سے۔

بعض نے کہا ہے کہ تین مسجدوں کے علاوہ جو سفر کرنے کی ممانعت کی گئی ہے وہ باعتبار تعظیم و فضیلت اور ثواب دو چند ہونے کی غرض سے ہے جیسا کہ ان مساجد کی حاضری میں ہے۔ ورنہ اس اعتقاد کے بغیر کوئی ممانعت اور کراہت نہیں ہے۔ لیکن جو مساجد متبرکہ شہروں سے قریب ہوں ان کی سوار یا پیادہ پا زیارت کرنا جائز ہے جس طرح سے کہ مسجد قبا کو بعض علماء نے کہا ہے۔ اور جمہور علماء کہتے ہیں کہ ان تین مسجدوں کے علاوہ زیارت کی نذر ماننا جائز نہیں ہے اور بعض نے مطلقاً جائز رکھا ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ اگر سفر بے شد رحال (بغیر کجاوے کسے) ہے تو جائز ہے ورنہ نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس شخص کے متعلق پوچھا گیا جس نے مسجد قبا تک پیدل جانے کی مدینے میں نذر مانی تھی، فرمایا کہ اس پر اس کا پورا کرنا لازم ہے۔ ظاہراً آپ نے یہ حکم اس کے فضائل کی وجہ سے دیا ہے۔

چنانچہ وارد ہوا ہے کہ اس میں نماز پڑھنا عمرہ کے برابر ہے۔ اور اس میں دو رکعت پڑھ لینا مسجد اقصیٰ میں ہزار رکعت پڑھنے سے افضل ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس مسجد کی طرف سوار و پیادہ سفر کرنا اور عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمانا کہ اگر یہ مسجد کسی سمت سے اطراف زمین کے ہوتی تو افسوس ہے ان اونٹوں پر جو اس کی طلب میں ہلاک نہ ہوتے۔

ان فضائل کا خیال کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ سمجھا کہ گویا یہ مسجد بھی مقصود برکت کے اعتبار سے مساجد ثلثہ کے حکم میں ہے اس لیے انھوں نے نذر کو پورا کرنے کا حکم فرمایا۔

اور سفر و شد رحال کے اختیار کرنے کے سلسلے میں مساجد ثلثہ کے مذکورہ حکم میں اس مسجد کا ذکر نہ کرنا اکتفا کرنے کی وجہ سے تھا کیوں کہ مدینہ منورہ سے قریب ہونے کی وجہ سے دوسری جگہ اس کی فضیلت کا ذکر کیا جا چکا تھا۔

جب کوئی آدمی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی نذر مان لے تو اس کے پورا کرنے میں کسی کو اختلاف نہیں ہے لیکن غیر نبی کی زیارت کی نذر میں اختلاف ہے۔ سلف صالحین کا سید کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی غرض سے سفر کرنا کثرت سے ثابت ہے۔

حضرت بلال کا سفر زیارت

امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں بلال موذن کا شام سے مدینہ آنے کا قصہ مشہور ہے۔ ابن عساکر ابی درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ نے فرمایا کہ اے بلال یہ کیا ظلم ہے کہ کبھی ہماری زیارت کو نہیں آتے، اسی وقت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی سواری کے ذریعہ مدینہ کے قصد سے روانہ ہو گئے، جب قبر شریف پر پہنچے تو اشک بار ہو کر عاجزی کے ساتھ روئے نیاز خاک پر رکھا، حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما حجرے سے باہر نکلے تو بلال نے ان کو گود میں لے کر سر و چشم کو چوما تھوڑا ہی زمانہ گزرا تھا کہ

حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی دار بقا کو تشریف لے جا چکی تھیں۔ لوگوں نے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اذان سننے کی خواہش کی سب نے مشورہ کیا حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمائیں تو بلال کو اذان کہنے سے گریز نہ ہوگا۔ ورنہ حضرت بلال نے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی کے لیے اذان نہیں کہی ہے یہاں تک کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بلال سے چاہا تھا کہ ابوبکر کے لیے اذان پکارا کریں تو بلال نے کہہ دیا تھا اے ابوبکر تم نے مال دے کر مجھے خریدا اور راہ خدا میں آزاد کر دیا، یہ سب آپ نے اپنے لیے کیا تھا یا خدا کے لیے؟ ابوبکر نے فرمایا کہ میں نے خدا کے لیے کیا تھا، بلال نے کہا مجھ کو اب بھی خدا ہی کے لیے چھوڑ دو تا کہ میں خود مختار رہوں۔ مجھ میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی دوسرے کے لیے اذان کہوں۔ اس کے بعد حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام کو چلے گئے تھے اور وہاں سے زیارت کرنے کو مدینہ منورہ تشریف لائے۔

الغرض جب امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان سے فرمایا کہ اذان کہیئے تو بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد کی چھت پر جس جگہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں کھڑے ہوتے تھے چڑھے، جب **اللہ اکبر اللہ اکبر** کہا تو لوگوں میں شور مچ گیا گویا تمام شہر مدینہ حرکت میں آگیا جب **اشھد ان لا الٰہ الا اللہ** کہا تزلزل بہت زائد ہوگیا، ساکنان مدینہ میں گریہ وزاری اور شور بہت زیادہ پیدا ہوگیا جب **اشھد ان محمد رسول اللہ** فرمایا ایک دوسری قیامت قائم ہوگئی۔ کوئی عورت و مرد خورد و کلاں مدینہ میں ایسا نہ تھا جو گھر سے باہر نہ نکل آیا ہو اور نہ رویا ہو گویا کہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معیت کا دن تازہ ہوگیا، کہتے ہیں کہ انتہائی بے چینی اور غم کی وجہ سے اذان کو پورا نہ کر سکے اور اتر آئے۔

کعب احبار کا سفر زیارت

کہتے ہیں کہ جب امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ملک شام فتح کیا اور بیت المقدس کے

باشندوں سے صلح کی اور کعب احبار آکر مشرف بہ اسلام ہوئے تو عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے اسلام سے بے انتہا مسرت ہوئی۔ واپسی کے وقت ان سے فرمایا کہ اے کعب اگر چاہو تو ہمارے ساتھ مدینہ چلو اور سرور انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کرلو، کعب احبار نے کہا بہت خوب! اے امیر المومنین میں ایسا ہی کروں گا مدینہ منورہ میں آنے کے بعد سب سے پہلا کام جو امیر المومنین نے کیا وہ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سلام تھا۔

ابن عمر کا سلام

عبدالرزاق نے صحیح سندوں سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب سفر سے واپس آتے تھے تو پہلے قبر شریف پر پہنچتے اور کہتے:

السلام علیک یا رسول اللہ، السلام علیک یا ابا بکر، السلام علیک یا ابتاہ

ایک شخص نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے غلام نافع سے دریافت کیا کہ کیا تم نے یہ دیکھا تھا کہ ابن عمر قبر شریف پر سلام کرتے تھے انھوں نے کہا کہ ہاں میں نے دیکھا اور سو بار سے زائد دیکھا کہ وہ قبر شریف کے پاس کھڑے ہو کر کہتے تھے۔

السلام علی النبی، السلام علی ابی بکر، السلام علی ابی۔

مسند امام اعظم ابوحنیفہ میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انھوں نے فرمایا کہ سنت یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر شریف پر قبلہ کی جانب سے آئے اور قبلہ کی طرف سے پشت کرکے کہے

السلام علیک ایہا النبی و رحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ (مولف)

(سیرت مصطفیٰ جذب القلوب)

خواب میں جمال جہاں آراء کا دیدار

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں سے یہ ہے کہ جس نے حضور کو خواب میں دیکھا بلا شبہ اس نے حق اور بے شک وشبہ آپ ہی کو دیکھا اس لیے کہ شیطان آپ کی صورت میں متمثل نہیں ہو سکتا اور نہ اسے اس کی قدرت دی گئی ہے کہ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہم شکل بن کر فریب و دھوکہ دے سکے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ :

من رانی فقد رای الحق

جس نے مجھے دیکھا اس نے حق ہی دیکھا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں آیا ہے کہ

من رانی فی المنام فقد رانی

یعنی جس نے مجھے خواب میں دیکھا یقیناً اس نے مجھے ہی دیکھا۔

مطلب یہ ہے کہ اگر چہ حق تعالیٰ نے شیطان کو قدرت دی ہے کہ وہ جو صورت چاہے اختیار کرے لیکن اسے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت میارکہ میں آنے کی قدرت نہیں دی گئی اس لیے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مظہر ہدایت ہیں۔ اور شیطان مظہر ضلالت وگمراہی، اور ہدایت وضلالت ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ یہاں تک کہ شیطان بصورت پروردگار عالم آ سکتا ہے اور دھوکہ وفریب دے سکتا ہے کیوں کہ حق سبحانہ وتعالیٰ ہدایت وضلالت کا خالق ہے مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات مبارک دونوں کے لیے محل اشتباہ نہیں ہے۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ فضیلت تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے لیے عام ہے اور شیطان کسی نبی کی صورت اختیار نہیں کرسکتا، لیکن صاحب مواہب لدنیہ اس فضیلت کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص کے بیان میں لائے ہیں۔ اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھنے میں کسی خاص شکل و صورت میں دیکھنے کی شرط نہیں ہے جو شخص جس صورت میں بھی دیدار سے بہرہ ور ہو یقیناً اس نے آپ ہی کا دیدار کیا۔

اور بعض نے راہ شک اختیار کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ یہ اس تقدیر پر ہے کہ اس نے بصورت خاص دیکھا ہو، مطلب یہ ہے کہ اس نے اس شکل وصورت میں دیکھا جو واقعۃً حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ رہی ہے۔

اور بعض نے اس سے زیادہ تنگی اختیار کرتے ہوئے کہا ہے کہ آپ کو اسی خاص صورت میں دیکھا ہے جو صورت مبارکہ دنیا سے رحلت کے وقت تھی حتیٰ کہ وہ آپ کی داڑھی شریف میں سفید بالوں کی گنتی کا بھی شمار ملحوظ رکھتے تھے یعنی آپ کی داڑھی شریف میں بیس سے زیادہ سفید بال نہ تھے۔ اور کہتے ہیں کہ ابن سیرین جو کہ خواب کی تعبیر میں ماہر تھے ان کے پاس اگر کوئی شخص آکر کہتا کہ میں نے خواب میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دیدار کیا ہے تو وہ اس سے پوچھتے بتاؤ کس صورت میں تم نے دیکھا ہے، اگر وہ ویسی صورت نہ بتاتا جیسی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت تھی تو ابن سیرین کہتے کہ تو نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت نہیں کی ہے، علماء بیان کرتے ہیں کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

کسی شخص نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا ہے آپ نے دریافت کیا کہ کس صورت میں دیکھا اس نے کہا میں نے سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہم شکل دیکھا ہے، اس پر ابن عباس نے رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ تو نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو درست دیکھا۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ آپ کی خاص صورت اور جانی پہچانی

صفات کے ساتھ آپ کی حقیقت کا ادراک ہے اور اس کے سوا میں دیکھنا مثال کا ادراک ہے۔ لیکن درست بات یہی ہے جس پر تمام محدثین متفق ہیں کہ جس صورت میں بھی دیکھے حقیقۃً حضور ہی کا دیکھنا ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ لیکن آپ کی خاص صورت میں دیکھنا اتم واکمل ہے۔ اور صورتوں میں تفاوت، آئینہ خیال کا تفاوت ہے جس کا آئینۂ خیال نور اسلام سے جتنا صاف تر اور منور ہوگا اس کی رویت اتنی ہی درست اور کامل تر ہوگی۔

مسلم شریف کی حدیث میں ہے:

من رأنی فی المنام فسیرانی فی الیقظة .

جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو وہ بہت جلد مجھے بیداری میں دیکھے گا۔

اس حدیث کی چند وجوہ سے توجیہیں کی گئی ہیں

ایک، یہ کہ وہ آخرت میں دیکھے گا، حالاں کہ علماء بیان کرتے ہیں کہ آخرت میں ساری امت ہی دیدار مصطفیٰ سے بہرہ ور ہوگی، خواب میں رویت کی تخصیص کیا ہے۔ علماء کہتے ہیں کہ ایسی رویت کے لیے خاص قسم کی رویت اور مخصوص قسم کی قربت ہوگی۔ ممکن ہے بعض گنہگاران امت بعض اوقات میں جمال جہاں آراء کی رویت سے اپنے گناہوں کی بدبختی سے محروم رہیں، بخلاف ایسی رویت کے کہ وہ اس محرومی اور ناکامی سے محفوظ ہو جائیں۔

دوسری، وجہ یہ کہ بیداری میں دیکھنے سے مراد خواب میں دیکھنے کی تاویل اور اسکی صحت ہے اور یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہل زمانہ کے ساتھ مخصوص ہے، گویا کہ انھیں بشارت دی گئی ہے کہ اہل زمانہ میں جو بھی خواب میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھنے سے مشرف ہو گیا امید ہے کہ وہ شرف صحبت سے بھی مشرف ہوگا۔ یہ معنی اظہر ہیں۔

جیسا کہ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ ایک شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا میرا باپ بہت بوڑھا ہے وہ حضور کی خدمت میں حاضر ہونے کی طاقت نہیں رکھتا لیکن وہ خواب میں حضور کے دیدار سے مشرف ہو گیا ہے تو آپ نے فرمایا:

من رانی فی المنام فسیرانی فی الیقظة

اور یہ بھی ممکن ہے کہ بعض مستعد و مقربان بارگاہ اور سالکان راہ کے لیے بشارت ہو کہ وہ گاہ بگاہ اس نعمت سے مشرف ہو کر بیداری میں دیدار کرنے کے مرتبہ و سعادت سے ہمکنار ہو جائیں۔ مگر علمائے کرام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دنیا سے رحلت فرما جانے کے بعد بیداری میں رویت ہونے کے خلاف ہیں۔

صاحب مواہب لدنیہ اپنے شیخ سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا ہم میں سے کوئی ایک بھی خواہ وہ صحابہ کرام میں سے ہو، یا ان کے بعد والوں میں سے بیداری میں شرف دیدار سے مشرف نہ ہوا۔

اور یہ بات تو بخوبی تحقیق سے ثابت ہے کہ سیدتنا فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحلت پر انتہائی غم واندوہ میں رہیں حتیٰ کہ بقول صحیح اسی غم نہانی میں گھل گھل کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحلت کے چھ ماہ بعد دنیا سے رخصت فرما گئیں۔ حالاں کہ آپ کا گھر قبر انور کے جوار میں تھا۔ مگر اس ساری مدت فراق میں کسی ایک نے بھی ان سے بیداری میں حضور کے دیدار کی روایت نقل نہیں کی۔

نیز مواہب لدنیہ میں ابن ابی حمیرہ کی عبارت نقل کی ہے انھوں نے کہا کہ سلف وخلف کی ایک ایسی جماعت نے ذکر کیا ہے جو اس حدیث" من رانی فی المنام الخ " کی تصدیق کرتی ہے کہ ہم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اس کے بعد بیداری میں دیدار سے مشرف ہوئے۔ اور انھوں نے

حضور سے اپنی پریشانیوں اور مشکلات سے نجات پانے کا ذریعہ معلوم کیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں اس سے روخلاصی کی راہیں ہدایت فرمائیں۔

اگر انسان کرامات اولیاء پر اعتقاد نہ رکھے تو اس سے بحث ہی نہیں ہوسکتی، اس لیے کہ اس سے جو بھی کہا جائے گا وہ اس کی تکذیب کرے گا اور اگر وہ اعتقاد رکھتا ہے اور تصدیق کرتا ہے تو اس سے کہنا چاہیے کہ بیداری میں دیدار سے مشرف ہونا بھی انھیں کرامتوں کے زمرہ میں سے ہے۔ اس لیے کہ اولیائے کرام کے لیے ایسے ایسے خرق عادات اور عجیب وغریب واقعات خواہ وہ عالم علوی سے ہوں یا عالم سفلی سے منکشف ہوتے ہیں جن پر کسی اور انسان کی دسترس ناممکن ہے ۔ ہاں وہ ارباب قلوب جو ہمیشہ مراقبہ وتوجہ میں قائم رہتے ہیں اور نفسانی کدورتوں سے پاک وصاف اور دنیا واہل دنیا سے مطلقاً کنارہ کش اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جمال پر انوار کے عاشق ومشتاق رہتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک ولی اپنے تمام اہل و عیال اور مال ومنال سے جدا ہو جاتا ہے پھر وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دیدار اس شان کے ساتھ کرتا ہے جس طرح کہ حضور سیدنا غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عالم شہود میں اپنی آنکھوں سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت متمثلہ کی زیارت کی۔ اور ان کو اتنا اختیار تھا کہ وہ ہر عالم میں جہاں جسمانی علائق سے مبرا ہوتے ہیں حالت ذوق میں کلام کرتے ہیں۔

حضرت شیخ ابو العباس مرسی سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ اگر مجھ سے ایک لحظہ کے لیے جمال جہاں آراء سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پوشیدہ ہو جائے تو میں اپنے آپ کو مسلمان میں شمار نہ کروں۔ یہ بھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سنن وآداب اور سلوک ومناہج میں دوامی مشاہدہ وحضور پر محمول ہے۔ دوامی مراقبہ، حضور غلبۂ شوق ومحبت، رویت بچشم خیال اور مثال کا تصور کرنا یہ اہل طلب اور اصحاب سلوک کا ایک مرتبہ ہے جس سے وہ متمتع اور محظوظ ہوتے ہیں۔ جیسا کہ خواب میں جائز ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جو ہر شریف متصور ومتمثل ہو جائے اور اس میں شیطان کے متصور ومتمثل ہونے کا شبہ تک نہ رہے۔

یہ بات بیداری میں بھی حاصل ہوتی ہے جیسا کہ سونے والا نیند میں دیکھتا ہے۔ جاگنے والا بیداری میں دیکھتا ہے۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بعد از رحلت دیکھنا مثالی ہے جیسا کہ نیند میں دیکھا جاتا ہے اسی طرح بیداری میں بھی مشرف ہوا جا سکتا ہے۔ اور وہ وجود مبارک جو مدینہ منورہ میں اپنی قبر شریف میں آسودہ ہے وہی متمثل ہوتا ہے اور ایک آن میں متعدد مقامات میں جلوہ افروز ہوتا ہے جو عوام کو خواب میں اور خواص کو بیداری میں دیدار سے مشرف فرماتا ہے۔

صاحب مواہب لدنیہ خود فرماتے ہیں کہ جو شخص اولیائے کرام کی کرامتوں کی تصدیق کرتا ہے اور یہ کہ اولیائے کرام اس قابل ہیں کہ ان پر زمین و آسمان کی ہر چیز بے شک وشبہ منکشف ہو جائے تو یہ دیدار بھی اسی قبیل سے ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ عوام میں سے ہر وہ شخص جو کچھ خواب میں دیکھتا ہے اسے خواص حالت بیداری میں پاتے ہیں، اور عوام جو کچھ محنت و مشقت سے حاصل کرتے ہیں اولیائے کرام ان کو اللہ تعالیٰ کی موہبت وعطا سے پاتے ہیں۔

تنبیہ

اگر چہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خواب میں دیدار سے مشرف ہونا حق وثابت ہے لیکن علماء فرماتے ہیں کہ خواب میں جو کچھ از قبیل احکام سنے اس پر عمل نہ کرے، یہ اس بناء پر نہیں کہ رویت میں کوئی شک یا تردد ہے بلکہ اس لیے کہ خواب میں یعنی نیند کی حالت میں ضبط وحفظ ناپید ہے، جیسا کہ علماء فرماتے ہیں:

اور احکام سننے سے مراد ایسے شرعی احکام ہیں جو دین وشریعت کے مخالف ہوں (ان پر عمل نہیں کیا

جائے گا) ورنہ بعض وہ علوم جو اس قبیل سے نہیں ہیں ان کے ماننے اور ان پر عمل کرنے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ کیوں کہ بکثرت محدثین کرام نے احادیث کریمہ کی تصحیح حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کی ہے اور عرض کیا ہے کہ فلاں حدیث آپ سے روایت کی گئی؟ اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں یا نہیں۔ اور بیداری میں رویت سے بھی بعض مشائخ نے استفادۂ علوم کیا ہے۔ (مولف)

(مدارج النبوۃ، جلد اول)

زیارت اور اس کے لیے سفر

روضۂ منورہ کی زیارت، اس کے ثواب وفوائد اور اس کے لیے سفر کرنے سے متعلق امام احمد رضا بریلوی تحریر فرماتے ہیں:

علماء فرماتے ہیں زیارت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اعظم قربات وافضل طاعات سے ہے بہت برآرندۂ مقاصد و حاجات، قریب بدرجۂ موکدہ واجبات، بلکہ بعض نے وجوب کی تصریح فرمائی۔ فقیر کہتا ہے دلیل اسی کو مقتضی۔

علماء مختلف ہیں کہ پہلے حج کرے یا زیارت، لباب میں ہے حج نفل میں مختار ہے اور فرض ہو تو پہلے حج، مگر مدینہ طیبہ راہ میں آئے تو تقدیم زیارت لازم۔ یعنی بے زیارت گزر جانا گستاخی، اور فقیر کو علامہ سبکی کا یہ ارشاد بہت بھایا کہ پہلے حج کرے تا کہ پاک کی زیارت پاک ہو کر ملے۔ ع

پاک شو اول و پس دیدہ براں پاک انداز

اور سفر مدینہ طیبہ خاص بقصد زیارت شریفہ ہو اور بیشک یہ امر شرعاً محمود، اور زیارت اقدس اعظم مقصود، اور حدیث میں لا تعمله الا زيارتي موجود، یعنی اسے کوئی کام نہ ہو میری زیارت کے سوا۔ اسے طبرانی نے روایت کیا۔

دوسری حدیث میں ہے **زارنی متعمداً**

بالقصد میری زیارت کرے۔ اسے عقیلی نے روایت کیا۔

تیسری حدیث میں ہے **زارنی بالمدینة محتسبا** ثواب کی نیت سے میری زیارت کے لیے مدینہ میں حاضر ہو۔ اسے ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے روایت کیا۔

چوتھی حدیث میں ہے **قصدنی فی مسجدی**

میرا قصد کرے میری مسجد میں آئے۔

اسے شیخ محقق نے جذب القلوب میں ذکر کیا ہے۔

(بخاری شریف کی حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **لا تشدوا الرحال الا الی ثلثة مساجد المسجد الحرام و مسجد الرسول و المسجد الاقصی .**

کجاوے نہ باندھے جائیں مگر تین ہی مسجدوں یعنی مسجد حرام و مسجد رسول و مسجد اقصی کی طرف۔

اس حدیث کا سیدھا سادہ مطلب جس کو تمام شراح حدیث نے سمجھا ہے، یہی ہے کہ تمام دنیا میں تین ہی مسجدیں یعنی مسجد حرام، مسجد رسول، مسجد اقصی ایسی مساجد ہیں جن کو تمام دنیا کی مسجدوں پر اجر وثواب کے معاملہ میں ایک خاص فضیلت حاصل ہے۔ لہٰذا ان تین مسجدوں کی طرف کجاوے باندھ کر دور دور سے سفر کر کے جانا چاہیئے لیکن ان تین مسجدوں کے سوا چوں کہ دنیا بھر کی تمام مسجدیں اجر وثواب کے معاملہ میں برابر ہیں اس لیے ان تین مسجدوں کے سوا کسی دوسری مسجد کی طرف کجاوے باندھ کر دور دور سے سفر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس حدیث کو مشاہدِ مقابر کی طرف نسبت کرنے یا نہ کرنے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ (مولف) (سیرت مصطفیٰ)

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

اقول: علاوہ بریں وہ تمام احادیث جن میں زیارت قبر شریف کی ترغیب و تاکید اور اس کے ترک پر وعید و تہدید ہمارے مدعا کے گواہ و شہید، طرفہ بات یہ ہے کہ شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس امر کی طرف بتاکید بلائے اور اس کے ترک پر وعید فرمائے اس کا قصد ناجائز قرار پائے؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں **انما الاعمال بالنیات** یہ عجیب کار ثواب ہے جس کی نیت موجب عذاب ہے۔ **و لا حول و لا قوة إلا بالله العلي العظيم**.

رہی حدیث، **لا تشدوا الرحال** ائمہ دین نے تصریح فرمائی کہ وہاں ان تینوں مسجدوں کے سوا اور مسجد کے لیے بالقصد سفر کرنے سے مانع نہیں۔ اور قاطع نزاع یہ ہے کہ بعینہ یہی حدیث بروایت حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی مسند میں بسند حسن یوں روایت کی:

لا ینبغی للمسعی ان تشد رحاله الی مسجد تبتغی فیه الصلوٰة غیر المسجد الحرام و الاقصی و مسجدی هذا.

ناقہ کو سزاوار نہیں کہ اس کے کجاوے کسی مسجد کی طرف بغرض نماز کسے جائیں سوا مسجد حرام و مسجد اقصیٰ اور میری اس مسجد کے۔

تو خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد سے حضور کی مراد واضح ہو گئی۔

امام ابن الہمام فرماتے ہیں میرے نزدیک افضل یہ ہے کہ سفر خاص بقصد زیارت والا کرے یہاں تک کہ اس کے ساتھ مسجد شریف کا بھی ارادہ نہ ہو کہ اس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم زیادہ ہے جب حاضر ہوگا حاضری مسجد خود ہو جائے گی یا اس کی نیت دوسرے سفر پر رکھے۔

روضۂ انور کی زیارت باعث شفاعت ہے

حدیث صحیح میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔ اسے ابن خزیمہ وغیرہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا۔

حدیث: جو میری زیارت کو آیا کہ اسے سوا زیارت کے کچھ کام نہ تھا مجھ پر حق ہوگیا کہ روز قیامت اس کا شفیع ہوں۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

حدیث: جو مدینہ میں بہ نیت ثواب میری زیارت کرنے آئے میں ان کا شفیع و گواہ ہوں۔

اسے ابن ابی الدنیا وغیرہ نے روایت کیا۔

حدیث: جو میرے انتقال کے بعد میری زیارت کرے گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی اور میں روز قیامت اپنے زائر کا گواہ یا شفیع ہوں گا۔ اسے عقیلی وغیرہ نے روایت کیا۔

حدیث: جو میری قبر کی یا فرمایا میری زیارت کرے میں اس کا شافع و شاہد ہوں۔ اسے ابوداؤد الطیالسی وغیرہ نے روایت کیا۔

حج اور زیارت

حدیث: جو مکہ جا کر حج کرے پھر میرے قصد سے میری مسجد میں حاضر ہو اس کے لیے دو حج مبرور لکھے جائیں۔

فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: حج مبرور کی جزا سوائے جنت کے کچھ نہیں۔ اسے مالک وغیرہ نے روایت کیا۔

حدیث: جس نے حج کیا اور میری زیارت کو نہ آیا اس نے مجھ پر جفا کی۔ اسے ابن حبان و دارقطنی وغیرہما

نے روایت کیا۔

زیارت کے فوائد

حدیث: جو بالقصد میری زیارت کو حاضر ہو روز قیامت میرے سایہ دامان میں ہو۔

حدیث: جو حجۃ الاسلام بجالائے اور میری قبر کی زیارت سے مشرف ہو اور ایک جہاد کرے اور بیت المقدس میں نماز پڑھے اللہ تعالیٰ اس سے فرائض کا حساب نہ لے۔ اسے ابو الفتح الازدی نے روایت کیا۔

حدیث: جو امتی میری مقدرت رکھتا ہو پھر میری زیارت نہ کرے اس کے لیے کوئی عذر نہیں۔ اسے ابن النجار نے روایت کیا۔

خواب میں زیارت اقدس

امام احمد رضا بریلوی سے سوال ہوا کہ

جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شکل مبارک میں شیطان متمثل نہیں ہوتا۔ نفس بھی متمثل ہوتا ہے یا نہیں؟! اگر ہوتا ہے تو شناخت کیا ہے؟

آپ نے فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم متواتر حدیث میں فرماتے ہیں:

من رأنی فقد رأی الحق فان الشیطان لا یتمثل بی .

جس نے مجھے دیکھا حق دیکھا کہ شیطان میری وضع نہیں بنا سکتا۔

اسے احمد و بخاری و مسلم نے ابو قتادہ سے اور ترمذی نے انس سے اور ابو داؤد نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا۔

نفس کا کسی دوسری شکل میں متشکل ہو کر دھوکہ دینا مسموع نہیں۔ واقع میں بھی اگر اسے تمثل کی قدرت ہی نہ دی گئی جب تو جواب ہے کہ شیطان سے معنی عام مراد ہو جو نفس امارہ کو بھی شامل، یا حدیث بحکم دلالۃ النص اسے مشتمل، و الا لزم ان یکون الدلیل اخص من المدعی بہر حال نفس کا بھی شکل اقدس میں متمثل ہونا ہرگز ممکن نہیں۔ اور وجہ اس کی وہی مباینت کلیہ ہے۔ حق عزوجل حقیقت جامعہ ہے۔ **یھدی من یشاء و یضل من یشاء** اور حضور انور اطہر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خالص ہدایت ہیں اور نفس و شیطان محض اضلال تو ان کا صورت کریمہ میں تمثل باطل ومحال۔ **و الحمد للہ ذی الجلال .**

اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے کسی شناخت کی کیا حاجت، وہ خود اپنی آپ شناخت ہیں۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۱، ص ۷۱)

زیارت اقدس ہی سے متعلق ایک دوسرے سوال کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

خواب میں زیارت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ضرور حق ہے اور اس میں شیطان کی مداخلت نہیں، خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحاح احادیث میں فرماتے ہیں:

من رانی فقد رأی الحق فان الشیطان لا یتمثل بی .

جس نے خواب میں مجھے دیکھا تو صحیح دیکھا کہ شیطان میری صورت نہیں بن سکتا۔

بایں ہمہ اگر خواب میں کوئی شخص ارشاد اقدس سے ایسی بات سنے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت ثابتہ کے خلاف ہے وہ ہرگز نہ مانی جائے گی۔ اور اس خواب دیکھنے والے کے سننے کی خطا سمجھی جائے گی۔

سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں کسی شخص نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور اس کی سمجھ میں یہ فرمانا آیا کہ ''شراب پی'' جاگا تو اس خواب سے متحیر تھا، بہت لوگوں سے پوچھا کسی سے شافی جواب نہ پایا، بالآخر امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، ارشاد یہ ہوا ہے کہ شراب نہ پی، تیرے سننے کی غلطی ہے، بعد کو معلوم ہوا واقع میں وہ شخص شراب پیتا تھا اور اسے ترک کی طرف ہدایت فرمائی۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۱، ص ۳۰)

زیارت روضۂ انور کا ادب

اختیار شرح مختار و فتاویٰ عالمگیریہ وغیرہا میں حاضری روضۂ اقدس کی نسبت فرماتے ہیں:

یقف کما یقف فی الصلاۃ .

حضور روضۂ انور میں نماز کی طرح کھڑا ہو۔

منسک متوسط و مسلک متقسط میں ہے (**ثم توجه) ای بالقلب و القالب مع رعایته غایة الادب فقام اتجاه الوجه الشریف خاضعا خاشعا مع الذلة و الانکسار و الهیبة و الافتقار واضعا یمینه علی شماله ای تادبا فی حال اجلاله .**

یعنی پھر نہایت ادب کی رعایت کے ساتھ روضۂ اقدس کی طرف دل اور بدن دونوں سے منہ کر کے چہرۂ انور کے مقابل خضوع و خشوع و ذلت و انکسار اور حضوری کی ہیبت اور حضور کی طرف محتاجی کے ساتھ سیدھا ہاتھ بائیں پر حضور کے ادب و تعظیم کے لیے باندھے ہوئے کھڑا ہو۔

صحیح حدیث میں ہے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور کے سامنے ایسے بیٹھتے

کان رؤسهم الطير.

گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں، یعنی بے حس وحرکت کہ پرندے لکڑی سمجھ کر سر پر آ بیٹھیں۔

شفاء شریف میں ہے کان مالک اذا ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یتغیر لونہ و ینحنی حتی یصعب ذلک علی جلسائہ.

سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر پاک آتا ان کا رنگ بدل جاتا اور جھک جاتے یہاں تک کہ حاضران مجلس کو ان کی وہ حالت دشوار گزرتی۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۹، ص ۳۴۵)

مزار کریم کا بوسہ

روضۂ اقدس کی زیارت اور مزار انور کے بوسہ سے متعلق امام احمد رضا بریلوی ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

عالم مدینہ علامہ سید نورالدین سمہودی قدس اللہ سرہ خلاصۃ الوفا شریف میں جدار مزار انور کے لمس وتقبیل وطواف سے ممانعت کے اقوال نقل کر کے فرماتے ہیں:

کتاب العلل و السوالات بعبد اللہ بن احمد بن حنبل میں ہے

سالت ابی عن الرجل یمس منبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یتبرک و یمسہ و یقبلہ و یفعل بالقبر مثل ذلک رجاء ثواب اللہ تعالیٰ فقال لا باس بہ.

یعنی احمد بن حنبل کے صاحبزادے فرماتے ہیں میں نے باپ سے پوچھا کوئی شخص رسول اللہ صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منبر کو چھوئے اور بوسہ دے اور ثواب الٰہی کی امید پر ایسا ہی قبر شریف کے ساتھ کرے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں۔

امام اجل تقی الملۃ والدین علی بن عبد الکافی سبکی قدس سرہ الملکی شفاء السقام پھر سید نور الدین خلاصۃ الوفاء میں بروایت یحییٰ بن الحسن عن عمر بن خالد عن ابی نباتہ عن کثیر بن یزید عن المطلب بن عبد اللہ بن حطب ذکر فرماتے ہیں۔

کہ مروان نے ایک صاحب کو دیکھا کہ مزار اعطر سید اطہر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لپٹے ہوئے ہیں قبر شریف پر اپنا منہ رکھے ہیں مروان نے ان کی گردن پکڑ کر کہا جانتے ہو یہ تم کیا کر رہے ہو انھوں نے اس کی طرف منہ کیا اور فرمایا :

نعم انی لم آت الحجر انما جئت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم.

ہاں میں سنگ وگل کے پاس نہ آیا میں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہوا ہوں۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ، **لا تبکوا علی الدین اذا ولیه اهله و لکن ابکوا علی الدین اذا ولیه غیر اهله .**

دین پر نہ روجب اس کا والی اس کا اہل ہو ہاں دین پر روجب نا اہل اس کا والی ہو۔

سید قدس سرہ فرماتے ہیں: **رواه احمد بسند حسن** امام احمد نے یہ حدیث بسند حسن روایت فرمائی۔

نیز فرماتے ہیں: **روی ابن عساکر بسند جید عن ابی الدرداء رضی الله تعالیٰ عنه ان بلا لا رای النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم و هو یقول ما هذه الجفوة یا بلال اما ان لک ان تزورنی فانتبه حزینا خائفا فرکب راحلته و قصد المدینة فاتی قبر رسول الله**

صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فجعل یبکی عنده و یمرغ وجهه علیه .

یعنی ابن عساکر نے بسند صحیح ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام کو چلے گئے تھے ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان سے فرماتے ہیں یہ کیا جفا ہے کیا وہ وقت نہ آیا کہ تو ہماری زیارت کو حاضر ہو بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ غمگین اور ڈرتے ہوئے جاگے اور بقصد زیارت اقدس سوار ہوئے مزار انور پر حاضر ہو کر رونا شروع کیا اور اپنا منہ قبر شریف پر ملتے تھے۔

امام حافظ عبد الغنی وغیرہ اکابر فرماتے ہیں :

لیس الاعتماد فی السفر للزیارة علی مجرد منامه بل علی فعله ذلک و الصحابة متوفرون و لم تخف علیهم القصة .

یعنی زیارت اقدس کے لیے شد الرحال کرنے میں ہم فقط خواب پر اعتماد نہیں کرتے بلکہ اس پر کہ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کیا اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بکثرت موجود تھے اور انھیں معلوم ہوا اور کسی نے اس پر انکار نہ فرمایا۔

عالم مدینہ فرماتے ہیں : ذکر الخطیب بن حملة ان بلالا رضی الله تعالیٰ عنه وضع خدیه علی القبر الشریف و ان ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما کان یضع یده الیمین علیه ثم قال و لا شک ان الاستغراق فی المحبة یحمل علی الاذن فی ذلک و القصد به التعظیم و الناس تختلف مراتبهم کما فی الحیواة فمنهم من لا یملک نفسه بل یبادر الیه و منهم من فیه اناة فیتاخر اه .

و نقل عن ابن ابی الصیف و المحب الطبری جواز تقبیل قبور الصالحین و عن

اسمٰعیل التیمی قال کان ابن المنکدر یصیبه الصمات فکان یقوم فیضع خده علی قبر النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فعوقب فی ذلک فقال انه یستشفی بقبر النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم.

یعنی خطیب بن حملہ نے ذکر کیا کہ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبر انور پر اپنے دونوں رخسارے رکھے اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنا داہنا ہاتھ اس پر رکھتے، پھر کہا شک نہیں کہ محبت میں استغراق اس میں اذن پر باعث ہوتا ہے اور اس سے مقصود تعظیم ہے اور لوگوں کے مرتبے مختلف ہیں جیسے زندگی میں، تو کوئی بے اختیارانہ اس کی طرف سبقت کرتا ہے اور کسی میں تحمل ہے وہ پیچھے رہتا ہے۔

اور ابن ابی الصیف اور امام محب الطبری سے نقل کیا کہ مزارات اولیاء کو بوسہ دینا جائز ہے۔ اور اسماعیل تیمی سے نقل کیا کہ ابن المنکدر تابعی کو ایک مرض لاحق ہوتا کہ کلام دشوار ہو جاتا تو وہ کھڑے ہوتے اور اپنا رخسارہ قبر انور سید اطہر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر رکھتے کسی نے اس پر اعتراض کیا فرمایا میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار اقدس سے شفا حاصل کرتا ہوں۔

علامہ شیخ عبدالقادر فاکہی مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کتاب مستطاب حسن التوسل فی زیارۃ افضل الرسل میں فرماتے ہیں :

تمریغ الوجه و الخد و اللحیة بتراب الحضرة الشریفة و اعتابها فی زمن الخلوۃ المأمون فیها توهم عامی محذورا شرعیا بسببه امر محبوب حسن لطلابها و امر لا بأس به فیما یظهر لکن لمن کان له فی ذلک قصد صالح و حمله علیه فرط الشوق و الحب الطافح.

یعنی خلوت میں جہاں اس کا اندیشہ نہ ہو کہ کسی جاہل کا وہم اس کے سبب کسی ناجائز شرعی کی طرف

جائے گا ایسے وقت بارگاہ اقدس کی مٹی اور آستانے پر اپنا منہ اور رخسارہ اور داڑھی رگڑنا مستحب و مستحسن ہے جس میں کوئی حرج معلوم نہیں مگر اس کے لیے جس کی نیت اچھی ہو اور افراط شوق اور غلبۂ محبت اسے اس پر باعث ہو۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۹، ص ۳۴۹، ۳۵۰)

روضۂ انور میں قندیلیں

عالم مدینہ طیبہ امام اجل سید ابوالحسن علی نور الدین بن عبداللہ سمہودی مدنی قدس سرہ معاصر امام اجل جلال الملۃ والدین سیوطی رحمہما اللہ تعالیٰ نے (کہ دونوں حضرات کی وفات شریف ۹۱۱ ھ میں ہوئی) کتاب مستطاب خلاصۃ الوفاء باخبار دار المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تصنیف ۸۹۳ ھ کے باب رابع کی شانزدگانہ فصلوں میں فصل ۱۱، روضۂ اقدس کے تزک واحتشام وشیشہ آلات وسامان روشنی کے بیان میں وضع فرمائی۔ اسی فصل روضۂ انور میں فرماتے ہیں:

اما معاليق الحجرة الشريفة التى تعلق حولها من قناديل الذهب و الفضة و نحوهما و لم اعلم على ابتداء حدوثها الا ان ابن النجار قال فى سقف المسجد الذى بين القبلة و الحجرة على راس الزوار اذوقفوا معلق نيف و اربعون قنديلا كبارا و صغارا من الفضة المنقوشة و الساذجة و فيها اثنان من بلور و واحد من ذهب و قمر من فضة مغموس فى الذهب و هذه تنفذ من البلد ان من الملوک و ارباب الحشمة . انتهى .

و عمل من ذكر مستمر بذلک لم تزل هذه القناديل فى زيادة و من احسن ما رايت من معاليق الحجرة قنديل من فولاد كبيرا حسن التكوين مخرما مكفتا بذهب يضئ اذا اسرج فيه و عليه مكتوب ان الناصر محمد بن قلادون علقه بيدها هناک .

حاصل یہ کہ روضۂ انور کا سامان روشنی، سونے کی قندیلیں اور چاندی کی اور ان کے مثل اور قیمتی چیزوں کی کہ روضۂ مطہرہ کے گرد آویزاں کی جاتی ہیں۔ مجھے معلوم نہ ہوا کہ ان کی ابتدا کب سے ہے ہاں امام حافظ الحدیث محمد بن محمد بن النجار متوفی ۶۴۶ھ نے اپنی کتاب ''الدرۃ الثمینۃ فی اخبار المدینۃ'' میں فرمایا کہ سقف مسجد کریم کے اتنے ٹکڑے میں کہ دیوار قبلہ سے حجرۂ مقدسہ تک ہے۔ جب زائرین مواجہہ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں کھڑے ہوں، ان کے سروں پر چالیس سے زائد قندیلیں آویزاں ہیں، بڑی بڑی اور چھوٹی چاندی کی نقشی اور سادی اور ان میں دو بلور کی ہیں ایک سونے کی، اور ایک چاندی کا چاند ہے سونے میں مغرق ہے، اور یہ شہروں شہروں سے سلاطین و امراء حاضر کیا کرتے ہیں۔ انتہیٰ۔

اور یہ دستور برابر چلا آتا ہے ہمیشہ ان قندیلوں میں ترقی ہوتی رہی اور روضۂ مطہرہ کی تمام آویزاں روشنیوں میں سب سے زیادہ خوبصورت جو میں نے دیکھی وہ فولادی بڑی قندیل ہے کہ نہایت خوبصورت بنی ہوئی ہے اس کے پیٹ اور کناروں پر سونا چڑھا ہوا ہے کہ اس میں روشنی کرنے سے دمکنے لگتا ہے۔ اس پر لکھا ہوا ہے کہ ناصر محمد بن قلادون نے اسے یہاں اپنے ہاتھ سے لٹکایا۔

یہاں یہ معلوم ہوا کہ روشنی خاص روضۂ منورہ کے لیے ہی ہے اور یہ کہ کتنی کثیر و شاندار ہے اور یہ کہ صدہا سال سے ہے اور یہ کہ عثمانی سلطنت سے بھی بہت پہلے سے ہے۔

علامہ قطب الدین مکی حنفی معاصر امام ابن حجر مکی رحمہما اللہ تعالیٰ کتاب الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام ص ۳۰، میں اس واقعہ کا ذکر فرماتے ہیں۔ جب سلطان مراد خاں بن سلطان سلیم خاں بن سلیمان خاں رحمہم الرحمٰن نے ۹۸۴ھ میں باب عالی سے سونے کی تین قندیلیں بیش بہا جواہرات سے مرصع محمد چاویش خاں کے ہاتھ حاضر کی ہیں کہ وہ کعبہ معظمہ کے اندر آویزاں کی جائیں۔

اور ایک حجرہ مزار اطہر میں چہرۂ انور کے مقابل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

جب مکہ معظمہ میں آئے حضرت شریف مکہ سیدی حسن بن ابی نمی حسنی اور ناظر حرم محترم قاضی مدینہ منورہ شیخ الاسلام سید العلماء سیدی حسین حسینی مکی اور قاضی مکہ معظمہ مولانا مصلح الدین لطفی بگ زادہ مع جملہ اعیان واکابر حرم محترم میں حاضر ہوئے۔

فرماتے ہیں و کافة العلماء و الفقهاء و الموالی .

یعنی مکہ معظمہ کے تمام علماء وفقہاء وسردار، گرد کعبہ معظمہ جمع ہوئے، پھر آستانہ عالیہ کی طرف سے حضرت شریف ودیگر عظماء کو خلعت پہنائے گئے۔ کعبہ معظمہ کا دروازہ کھولا گیا، سیدنا الشریف نے خلعت پہنا اور طواف کعبہ معظمہ کیا، ادھر وہ طواف میں ہیں ادھر رئیس موذناں قبہ زمزم پر سلطنت وشریف کے لیے باآواز بلند دعا کر رہا ہے اور تمام حاضر دعا وآمین میں مشغول ہیں۔ بعد فراغ طواف ورکعتین طواف حضرت شریف کعبہ معظمہ کے اندر حاضر ہوئے اور اپنے دست مبارک سے قندیلیں آویزاں کیں۔ سب حاضرین جملہ علماء و فقہاء و امراء و عظماء نے فاتحہ پڑھی اور دعائیں کیں اور جلسہ ختم ہوا۔

علامہ ممدوح فرماتے ہیں و کان یوما شریفا مشهودا ووقتا مبارکا متیمنا مسعودا.

وہ دن بزرگ اور تمام اعیان مکہ کی حاضری کا تھا اور وہ وقت مبارک اور فرخندہ باسعادت تھا۔

پھر محمد چاویش باقی قندیلیں لے کر سرکار اعظم مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔

علامہ فرماتے ہیں و اجتمعت له اکابر المدینة الشریفة و اعیانها و علمائها و صلحائها.

ان کے پاس مدینہ طیبہ کے اکابر وعمائد وعلماء وصلحاء سب جمع ہوئے۔

و عمل موکب شریف فی الحرم الشریف النبوی .

حرم کریم میں محفل عظیم منعقد کی گئی۔

و فتحت الحجرة الشريفة النبوية على ساكنها افضل الصلاة و السلام .

حجرۂ طاہرہ مزار پر انوار حضرت سید ابرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھول دیا گیا۔

و علق ذلک القنديل تجاه وجهه النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم.

اور وہ سونے کی قندیل جواہر بے بہا سے مرصع روئے انور سید اطہر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مواجہہ اقدس میں آویزاں کی گئی۔

و قرء ت الفواتح و حصل الدعاء .

حاضرین نے فاتحہ پڑھی اور دعا کی۔ اور مجلس بخیر وخوب ختم ہوئی۔

سلطان مراد خاں نے سب سے پہلے سونے کی قندیل لگائی

علامہ ممدوح اس حکایت کا خاتمہ ان لفظوں پر فرماتے ہیں :

وهو اول من علق قناديل الذهب فی الحرمين الشريفين من سلاطين آل عثمان خلد الله تعالیٰ سلطنتهم و قد سبق بهذه المنقبة الشريفة آباء ه السلاطين العظام .

یعنی سلاطین آل عثمان میں کہ اللہ عزوجل ان کی سلطنت کو ہمیشہ رکھے، سلطان مراد خاں نے اس کی پہل کی کہ حرمین محترمین میں سونے کی قندیلیں آویزاں کیں۔ وہ اس عظیم منقبت میں اپنے باپ دادا سلاطین پر سبقت لے گئے۔

اس خاتمہ سے دو فائدے ظاہر ہوئے۔

ایک یہ کہ سلاطین عثمانیہ سے پہلے سلاطین بھی سونے کی قندیلیں حاضر کرتے، سلاطین عثمانیہ میں پہلے یہ سعادت سلطان محمد مراد خان نے پائی۔

دوسرے یہ کہ علامہ ممدوح اس کا استحسان فرماتے اور اسے منقبت شریفہ بتاتے ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۱۵۵، ۱۵۶۔ بریق المنار)

زیارت کا ادب واحترام

روضۂ انور کی زیارت کے آداب واصول سے متعلق امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں :

اختیار شرح مختار اور عالمگیری میں ہے۔

ثم ینهض فیتوجه الی قبره صلی الله تعالیٰ علیه وسلم و لا یضع یده علی جدار التربة فهو اهیب و اعظم للحرمة و یقف کما یقف فی الصلاة .

یعنی پھر کھڑا ہو کہ قبر اکرم حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو، اور تربت کریمہ کی دیوار پر ہاتھ نہ رکھے کہ اس میں زیادہ ہیبت وتعظیم حرمت کریمہ ہے اور یوں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جیسا نماز میں کھڑا ہوتا ہے۔

منسک متوسط اور اس کی شرح مسلک متقسط علی قاری میں ہے۔

و لیغتنم ایام مقامه بالمدینة المشرفة فیحرص علی ملازمة المسجد و ادامة النظر الی الحجرة الشریفة ان تیسر و القبة المنیفة ان تعسر مع المهابة و الخضوع و الخشوع و الخشیة ظاهرا و باطنا فانه عبادة کالنظر الی الکعبة الشریفة .

یعنی مدینہ طیبہ میں حاضری کے دنوں کو غنیمت جانے، اکثر اوقات مسجد کریم میں حاضر رہے اور ہو سکے تو مزار اطہر کے حجرۂ مقدسہ ورنہ اس کے گنبد مبارک ہی کو دیکھتا رہے، خوف وادب اور خشوع وخضوع کے ساتھ کہ اس پر نگاہ ہی عبادت ہے جیسے کعبہ معظمہ پر نظر۔

مزار انور کی طرف پشت نہ کرے

علامہ عبدالقادر فاکہی مکی تلمیذ امام ابن حجر مکی رحمہما اللہ تعالیٰ، حسن التوسل فی زیارۃ افضل الرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں فرماتے ہیں :

و منها ان لا يستدبر القبر الشريف.

یعنی آداب میں سے ہے کہ قبر اقدس کو پشت نہ کرے۔

سید قدس سرہ نے خلاصۃ الوفاء میں فرمایا :

فی الصلاة و لا فی غيرها.

نہ نماز میں ادھر پیٹھ کرے نہ نماز کے غیر میں۔

پھر امام عزالدین بن عبدالسلام سے نقل فرمایا۔

اذا اردت صلاة فلا تجعل حجرته صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وراء ظهرک و لا بين يديک و الادب معه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بعد وفاته مثله فی حياته فما كنت صانعه فی حياته فاصنعه بعد وفاته من احترامه و الاطراق بين يديه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم.

جب تو نماز پڑھنا چاہے تو حجرۂ مطہرہ مزار اطہر کو پیٹھ نہ کر نہ نماز میں اپنے سامنے رکھ، حضور اقدس

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب بعد وفات بھی ویسا ہی ہے جیسا عالم حیات ظاہر میں تھا تو جیسا تو اس وقت ادب کرتا اور حضور کے سامنے سر جھکاتا ایسا ہی مزار اطہر کے حضور کر۔

خواب میں حصول زیارت کی درود

حدیث شریف میں ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں جمال جہاں آراء کی زیارت سے مشرف ہونے کے لیے تعلیم فرمائی۔

در منظم امام ابوالقاسم محمد لولوی بستی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من صلی علی روح محمد فی الارواح و علی جسده فی الاجساد و علی قبره فی القبور رانی فی منامه و من رانی فی منامه رانی یوم القیمة و من رانی یوم القیمة شفعت له و من شفعت له شرب من حوضی و حرم الله جسده علی النار.

جو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح اقدس پر ارواح میں اور جسم اطہر پر اجسام میں اور قبر انور پر قبور میں درود بھیجے وہ مجھے خواب میں دیکھے اور جو خواب میں دیکھے مجھے قیامت میں دیکھے گا اور جو مجھے قیامت میں دیکھے گا میں اس کی شفاعت فرماؤں گا اور جس کی میں شفاعت فرماؤں گا وہ میرے حوض کریم سے پئے گا اور اللہ عزوجل اس کے بدن پر دوزخ کو حرام فرمائے گا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۱۵۸، بریق المنار)

مروان کی نااہلی

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسند شریف میں بسند حسن روایت فرماتے ہیں :

اقبل مروان یوما فوجد رجلا واضعا وجهه علی القبر فاخذ مروان برقبته ثم قال هل تدری ما تصنع فاقبل علیه فقال نعم انی لم آت الحجر انما جئت رسول الله صلی الله

تعالیٰ علیه وسلم و لم آت الحجر سمعت رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم یقول لا تبکوا علی الدین اذ ولیه اهله و لکن ابکوا علی الدین اذا ولیه غیر اهله.

یعنی مروان نے اپنے زمانہ تسلط میں ایک صاحب کو دیکھا کہ قبر اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اپنا منھ رکھے ہوئے ہیں، مروان نے ان کی گردن مبارک پکڑ کر کہا جانتے ہو کیا کر رہے ہو، اس پر ان صاحب نے اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا ہاں میں سنگ وگل کے پاس نہیں آیا ہوں میں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہوا ہوں، میں اینٹ پتھر کے پاس نہ آیا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا، دین پر نہ روؤ جب اس کا اہل اس پر والی ہو، ہاں اس وقت دین پر روؤ جب کہ نااہل والی ہو۔ یہ صحابی سیدنا ابوایوب انصاری تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۱۶۰۔ بریق المنار)

زیارت کے بعد

روضۂ انور کے زائرین زیارت اقدس سے فارغ ہونے کے بعد کیا کریں؟ اس کی توضیح کرتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں :

منسک متوسط و مسلک متقسط واختیار شرح مختار وفتاویٰ عالمگیری میں ہے و اللفظ للاخيرين فانه ابسط. کہ بعد زیارت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہاتھ بھر ہٹ کر سر اقدس صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابل ہو اور بعد سلام عرض کرے۔

جزاک الله عنا افضل ما جزی اماما عن امة نبیه و لقد خلفته باحسن خلف و سلکت طریقه و منهاجه خیر مسلک و قاتلت اهل الردة و البدع و مهدت الاسلام و وصلت الارحام و لم تزل قائلا للحق ناصرا لاهله حتی اتاک الیقین.

آپ کو اللہ تعالیٰ ہم سے جزاو عوض نیک دے بہتر اس عوض کا جو کسی امام کو اس کے نبی کی امت سے عطا فرمایا ہو بیشک آپ نے بہترین خلافت سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیابت کی اور بہترین روش سے حضور کی راہ وطریقہ پر چلے، آپ نے اہل ارتداد و بدعت سے قتال کیا آپ نے اسلام کو آراستگی دی، آپ نے صلہ رحم فرمایا، آپ ہمیشہ حق گو اور اہل حق کے ناصر رہے یہاں تک کہ آپ کو موت آئی۔

پھر ہٹ کر قبر مبارک حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محاذی ہو اور بعد سلام عرض کرے۔

جزاک الله عنا افضل الجزاء و رضی عمن استخلفک فقد نظر للاسلام و المسلمین حیا و میتا فکفلت الایتام ووصلت الارحام و قوی بک الاسلام کنت للمسلمین اماما مرضیا و هادیا و مهدیا جمعت شملهم و اغنیت فقیرهم و جبرت کسیرهم.

اللہ تعالیٰ آپ کو بہتر بدلہ دے اوران سے راضی ہو جنھوں نے آپ کو خلیفہ کیا (یعنی صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہ انھوں نے اپنی زندگی اور موت دونوں حال میں اسلام و مسلمین کی رعایت فرمائی، آپ نے یتیموں کی کفالت اور رحم کا صلہ کیا، اسلام نے آپ سے قوت پائی، آپ مسلمانوں کے پسندیدہ پیشوا اور رہنمائے راہ یاب ہوئے، آپ نے ان کا جتھا باندھا اوران کے محتاجوں کو غنی کر دیا اوران کی شکستہ دلی کو دور فرمایا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۲۹۴ ۔ حیات الموات)

یہی مضمون دوسرے مقام پر اس طرح ہے۔

لباب وشرح لباب واختیار و فتاویٰ ہندیہ میں ہے **واللفظ للاولین فانه اتم بعد زیارت**

فاروقی بقدر ایک بالشت کے سرہانے کی طرف پلٹے اور وزیرین جلیلین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان کھڑا ہو کر بعد اعادۂ سلام وذکر مآثر اسلام عرض کرے۔

جزاکما الله من ذلک مرافقته فی جنته و ایانا معکما برحمته انه ارحم الراحمین و جزا کما الله عن الاسلام و اهله خیر الجزا جئنا یا صاحبی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم زائرین لنبینا و صدیقنا و فاروقنا و نحن نتوسل بکما الی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لیشفع لنا الی ربنا.

اللہ تعالیٰ آپ دونوں صاحبوں کو ان خوبیوں کے عوض اپنی جنت میں اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفاقت عطا فرمائے اور آپ کے ساتھ ہمیں بھی، بیشک وہ ہر مہر والے سے زیادہ مہر والا ہے اللہ آپ دونوں کو اسلام و اہل اسلام کی طرف سے بہتر بدلہ کرامت فرمائے۔ اے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دونوں یارو! ہم اپنے نبی اور اپنے صدیق اور اپنے فاروق کی زیارت کو حاضر ہوئے اور ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف آپ دونوں سے توسل کرتے ہیں تاکہ حضور ہمارے رب کے پاس ہماری شفاعت فرمائیں۔

اسی طرح مدخل میں ہے:

یتوسل بهما الی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم و یقدمهما بین یدیه شفیعین فی حوائجه.

یعنی حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف توسل کرے اور انہیں حاجتوں میں شفیع بنا کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آگے کرے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۳۰۱۔ حیات الموات)

قبر انور کی طرف رخ کرے

امام ابن الہمام فتح القدیر کے آخر کتاب الحج میں فرماتے ہیں:

یاتی القبر الشریف و یستقبل جداره و یستدبر القبلة و ما عن ابی اللیث یقف مستقبل القبلة مردود بما روی ابو حنیفة رضی الله تعالیٰ عنه فی مسنده عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما قال من السنة ان تأتی قبر النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم من قبل القبلة و تجعل ظهرک الی القبلة و تستقبل القبلة بوجهک ثم تقول السلام علیک ایها النبی و رحمة الله و برکاته الا ان یحمل علی نوع ما من الاستقبال و ذلک انه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی القبرا الشریف المکرم علی شقة الایمن مستقبل القبلة و قالوا فی زیارة القبور مطلقاً الاولیٰ ان یاتی الزائر من قبل رجل المتوفی لامن قبل راسه فانه اتعب لبصر المیت . بخلاف الاول لانه یکون مقابل بصره ناظر الی جهة قدمیه اذا کان علی جنبیه فعلی هذا تکون القبلة عن یسارا الواقف من جهة قدمیه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بخلاف ما کان من جهة وجهه الکریم فاذا اکثر الاستقبال الیه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لاکل الاستقبال یکون استدباره القبلة اکثر من اخذه الی جهتها فیصدق الاستدبار و نوع من الاستقبال الخ.

یعنی مزار انور حضور سید اطہر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کو حاضر ہو روضہ اقدس کی طرف منہ اور قبلہ کو پیٹھ کرے اور وہ جو فقیہ ابو اللیث سے نقل کیا گیا کہ قبلہ رو کھڑا ہو مردود ہے۔ اس حدیث سے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی مسند میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ سنت یوں

ہے کہ مزار اقدس کے حضور قبلہ کی طرف سے آئے قبلہ کو پشت اور قبر انور کی طرف منہ کرے، پھر عرض رسا ہو سلام حضور پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں، ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ ایک گونہ قبلے کی طرف ہونا مراد لیں اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبر منور میں دہنی کروٹ پر قبلہ رو تشریف فرما ہیں۔ اور علماء کرام نے عام قبروں کی زیارت میں حکم دیا ہے کہ زائر کو چاہیئے کہ میت کی پائنتی کی طرف سے آئے نہ سرہانے کی جانب سے کہ اس میں مردے کی نگاہ کو تکلیف ہوتی ہے بخلاف پہلی صورت کے کہ یوں آنے والا میت کی نگاہ کے سامنے ہوگا اس لیے کہ میت جب کروٹ سے ہو تو اس کی نظر اپنے پاؤں کی طرف ہے تو اس تقدیر پر جب یہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاؤں کی طرف سے حاضر ہوگا قبلہ اس کے بائیں ہاتھ کو ہوگا زیادہ رخ جانب قبر ہوگا اور ایک گوشہ جانب قبلہ ہوگا تو پشت بقبلہ بھی ہوا اور ایک گونہ قبلہ کی طرف جھکا ہونا بھی صادق آیا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۳۴۶۔ الوفاق المتین)

جسم اقدس سے متصل زمین

قبر انور کی جو زمین جسم اقدس سے متصل ہے اس سے متعلق ایک سوال کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

تربت اطہر یعنی وہ زمین کہ جسم انور سے متصل ہے کعبہ معظمہ بلکہ عرش سے بھی افضل ہے۔ صرح به ابن عقیل الحنبلی و تلقاه العلماء بالقبول.

باقی مزار شریف کا بالائی حصہ اس میں داخل نہیں۔ کعبہ معظمہ مدینہ طیبہ سے افضل ہے ہاں اس میں اختلاف ہے کہ مدینہ طیبہ سوائے موضع تربت اطہر اور مکہ معظمہ سوائے کعبہ مکرمہ ان دونوں میں کون افضل ہے۔ اکثر جانب ثانی ہیں اور اپنا مسلک اول، اور یہی مذہب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ طبرانی کی حدیث میں تصریح ہے کہ:

المدينة افضل من مكة

مدینہ، مکہ سے افضل ہے۔ (مولف)

(فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۶۸۷)

زیارت کے احکام وآداب

سرکار اعظم مدینہ طیبہ حضور حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی میں حاضری کے احکام و آداب پر مشتمل امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی عاشقانہ تحریر یہ ہے۔

(۱) زیارت اقدس قریب بواجب ہے۔

(۲) حاضری میں خاص زیارت اقدس کی نیت کرو یہاں تک کہ امام ابن الہمام فرماتے ہیں، اس بار مسجد شریف کی بھی نیت نہ کرے۔

(۳) راستہ بھر درود و ذکر شریف میں ڈوب جاؤ۔

(۴) جب حرم مدینہ نظر آئے بہتر یہ ہے کہ پیادہ ہولو، روتے، سر جھکاتے، آنکھیں نیچی کیے اور ہو سکے تو ننگے پاؤں چلو بلکہ۔

جائے سر است ایں کہ تو پامی نہی
پائے نہ بینی کہ کجا می نہی

•

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا
ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

(۵) جب قبہ انور پر نگاہ پڑے درود و سلام کی کثرت کرو۔

(۶) جب شہر اقدس تک پہنچو جلال و جمال محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تصور میں غرق ہو جاؤ۔

(۷) حاضری مسجد سے پہلے تمام ضروریات جن کا لگاؤ دل بٹنے کا باعث ہو نہایت جلد فارغ ہو، ان کے سوا کسی بے کار بات میں مشغول نہ ہو، معاً وضو اور مسواک کرو اور غسل بہتر، سفید و پاکیزہ کپڑے پہنو اور نئے بہتر، سرمہ اور خوشبو لگاؤ اور مشک افضل ہے۔

(۸) اب فوراً آستانہ اقدس کی طرف نہایت خشوع و خضوع سے متوجہ ہو، رونا نہ آئے تو رونے کا منھ بناؤ اور دل کو بزور رونے پر لاؤ اور اپنی سنگ دلی سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف التجا کرو۔

(۹) جب در مسجد پر حاضر ہو صلاۃ و سلام عرض کر کے تھوڑا ٹھہرو جیسے سرکار سے حاضری کی اجازت مانگتے ہو، بسم اللہ کہہ کر سیدھا پاؤں پہلے رکھ کر ہمہ تن ادب ہو کر داخل ہو۔

(۱۰) اس وقت جو ادب و تعظیم فرض ہے ہر مسلمان کا دل جانتا ہے آنکھوں، کان، زبان، ہاتھ، پاؤں دل سب خیال غیر سے پاک کرو، مسجد اقدس کے نقش و نگار نہ دیکھو۔

(۱۱) اگر کوئی ایسا سامنے آجائے جس سے سلام کلام ضرور ہو تو جہاں تک بنے کترا جاؤ ورنہ ضرورت سے زیادہ نہ بڑھو پھر بھی دل سرکار ہی کی طرف ہو۔

(۱۲) ہرگز ہرگز مسجد اقدس میں کوئی حرف چلا کر نہ نکلے۔

(۱۳) یقین جانو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سچی حقیقی دنیاوی جسمانی حیات سے ویسے ہی زندہ ہیں جیسے وفات شریف سے پہلے تھے ان کی اور تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی موت صرف وعدۂ خدا کی تصدیق کو ایک آن کے لیے تھی، ان کا انتقال صرف نظر عوام سے چھپ جانا ہے۔

امام محمد بن الحاج مکی مدخل اور امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ میں اور ائمہ دین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین فرماتے ہیں:

لا فرق بین موته و حیاته صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی مشاهدته لامته و معرفته باحوالهم و نیاتهم و عزائمهم و خواطرهم و ذلک عنده جلی لا خفاء به .

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات و وفات میں اس بات میں کچھ فرق نہیں کہ وہ اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں اور ان کی حالتوں اور ان کی نیتوں، ان کے ارادوں، ان کے دلوں کے خیالوں کو پہچانتے ہیں اور یہ سب حضور پر ایسا ہی روشن ہے جس میں اصلاً پوشیدگی نہیں۔

امام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تلمیذ امام محقق ابن الہمام منسک متوسط اور علی قاری مکی اس کی شرح مسلک متقسط میں فرماتے ہیں:

انه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم عالم بحضورک و قیامک و سلامک ای بجمیع احوالک و افعالک و ارتحالک و مقامک .

بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیری حاضری اور تیرے کھڑے ہونے اور تیرے سلام بلکہ تیرے تمام احوال و افعال و کوچ و مقام سے آگاہ ہیں۔

(۱۴) اب کمال ادب میں ڈوبے ہوئے گردن جھکائے، آنکھیں نیچی کیے، لرزتے، کانپتے، گناہوں کی ندامت سے پسینہ پسینہ ہوتے، حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عفو و کرم کی امید رکھتے حضور والا کی پائیں یعنی مشرق کی طرف سے مواجہہ عالیہ میں حاضر ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مزار انور میں روبقبلہ جلوہ فرما ہیں، اس سمت سے حاضر ہو کہ حضور کی نگاہ بے کس پناہ تمھاری

طرف ہوگی اور یہ بات تمھارے لیے دونوں جہاں میں کافی ہے۔

(۱۵) اب کمال ادب وہیبت وخوف وامید کے ساتھ زیر قندیل اس چاندی کی کیل کے جو حجرۂ مطہرہ کے جنوبی دیوار میں چہرۂ انور کے مقابل لگی ہے کم از کم چار ہاتھ کے فاصلہ سے قبلہ کو پیٹھ اور مزار انور کو منھ کر کے نماز کی طرح ہاتھ باندھے کھڑے ہو۔

لباب وشرح لباب واختیار شرح مختار فتاویٰ عالمگیری وغیرہا معتمد کتابوں میں ادب کی تصریح فرمائی کہ :

یقف کما فی الصلوٰۃ .

حضور کے سامنے ایسا کھڑا ہو جیسا نماز میں کھڑا ہوتا ہے۔ یہ عبارت عالمگیری واختیار کی ہے۔

اور لباب میں فرمایا: **واضعا یمینه علی شماله .**

دست بستہ داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر کھڑا ہو۔

(۱۶) خبردار جالی شریف کو بوسہ دینے یا ہاتھ لگانے سے بچو کہ خلاف ادب ہے بلکہ چار ہاتھ فاصلہ سے زیادہ قریب نہ جاؤ۔ یہ ان کی رحمت کیا کم ہے کہ تم کو اپنے حضور بلایا، اپنے مواجہہ اقدس میں جگہ بخشی، ان کی نگاہ کریم اگرچہ ہر جگہ تمھاری طرف تھی اب خصوصیت اور اس درجہ قرب کے ساتھ ہے۔

(۱۷) الحمد للہ اب کہ دل کی طرح تمھارا منھ بھی اس پاک جالی کی طرف ہے جو اللہ عزوجل کے محبوب عظیم الشان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آرام گاہ ہے نہایت ادب ووقار کے ساتھ بآواز حزیں وصورت درد آگیں ودل شرمناک وجگر چاک چاک معتدل آواز سے نہ بلند وسخت (کہ ان کے حضور آواز بلند کرنے سے عمل اکارت ہوجاتے ہیں) نہ نہایت نرم وپست (کہ سنت کے خلاف

ہے اگرچہ وہ تمھارے دلوں کے خطروں تک سے آگاہ ہیں جیسا کہ ابھی تصریحات ائمہ سے گزرا) مجری وتسلیم بجالاؤ اور عرض کرو۔

السلام علیک ایها النبی و رحمة الله و برکاته، السلام علیک یا رسول الله، السلام علیک یا خیر خلق الله، السلام علیک یا شفیع المذنبین، السلام علیک و علی آلک و اصحابک و امتک اجمعین.

(۱۸) جہاں تک ممکن ہو اور زبان یاری دے اور ملال و کسل نہ ہو صلاۃ وسلام کی کثرت کرو، حضور سے اپنے لیے اور اپنے ماں باپ، پیر، استاذ، اولاد، عزیزوں، دوستوں اور سب مسلمانوں کے لیے شفاعت مانگو، بار بار عرض کرو **اسئلک الشفاعة یا رسول الله.**

(۱۹) پھر اگر کسی نے عرض سلام کی وصیت کی بجالاؤ، شرعاً اس کا حکم ہے۔

(۲۰) پھر اپنے دہنے ہاتھ یعنی مشرق کی طرف ہاتھ بھر ہٹ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرۂ نورانی کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کرو **السلام علیک یا خلیفة رسول الله، السلام علیک یا صاحب رسول الله فی الغار و رحمة الله و برکاته.**

(۲۱) پھر اتنا ہی اور ہٹ کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رو برو کھڑے ہو کر عرض کرو **السلام علیک یا امیر المومنین، السلام علیک یا متمم الاربعین، السلام علیک یا عز الاسلام و المسلمین و رحمة الله وبرکاته.**

(۲۲) پھر بالشت بھر مغرب کی طرف پلٹو اور صدیق و فاروق کے درمیان کھڑے ہو کر عرض کرو **السلام علیکما یا خلیفتی رسول الله، السلام علیکما یا وزیری رسول الله، السلام علیکما یا ضجیعی رسول الله و رحمة الله و برکاته اسئلکما**

الشفاعة عند رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و عليكما يا بارک و سلم۔

(۲۳) روضۂ انور پر نظر بھی عبادت ہے جیسے کعبہ معظمہ یا قرآن مجید کا دیکھنا، تو ادب کے ساتھ اس کی کثرت کرو اور درود و سلام عرض کرو۔

(۲۴) پنج گانہ یا کم از کم صبح و شام مواجہہ شریف میں عرض سلام کے لیے حاضر رہو۔

(۲۵) شہر میں یا شہر سے باہر جہاں کہیں گنبد مبارک پر نظر پڑے فوراً دست بستہ ادھر منہ کر کے صلاۃ و سلام عرض کرو، بغیر اس کے ہر گز نہ گزرو کہ خلاف ادب ہے۔

(۲۶) قبر کریم کو ہر گز پیٹھ نہ کرو اور حتی الامکان نماز میں بھی ایسی جگہ کھڑے ہو کہ پیٹھ کرنی نہ پڑے۔

(۲۷) روضۂ انور کا نہ طوف کرو نہ سجدہ نہ اتنا جھکنا کہ رکوع کے برابر ہو، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ان کی اطاعت میں ہے۔

(۲۸) وقت رخصت مواجہہ انور میں حاضر ہو اور حضور سے بار بار اس نعمت کی عطا کا سوال کرو اور سچے دل سے دعا کرو کہ الٰہی ایمان و سنت پر مدینہ طیبہ میں مرنا اور بقیع پاک میں دفن ہونا نصیب ہو۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۴، ص ۷۲۰ تا ۷۲۴۔ انوار البشارۃ)

روضۂ انور کی طرف پشت کرنا منع ہے

زیارت اقدس کے آداب و احترام کو مزید واضح و آشکارا کرتے ہوئے ایک مقام پر امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

سرکار اعظم مدینہ طیبہ صلی اللہ تعالیٰ علیٰ من طیبہا و آلہ وسلم میں روضۂ انور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کے سامنے نمازیوں کی صفیں کی صفیں ہوتی ہیں جن کا سجدہ خاص روضۂ انور کی طرف ہوتا ہے مگر نیت استقبال قبلہ کی ہے نہ استقبال روضۂ اطہر کی، لہٰذا ہمیشہ علمائے کرام نے اسے جائز رکھا ہاں بلا مجبوری مزار اقدس کو پیٹھ کرنے سے منع فرمایا اگرچہ نماز میں ہو۔

منسک متوسط اور اس کی شرح مسلک متقسط ملا علی قاری میں ہے۔

(لا یستد بر القبر المقدس) ای فی صلاۃ و لا غیرھا الا بضرورۃ ملجئۃ الیہ.

ضرورت شدیدہ کے علاوہ نماز اور غیر نماز میں روضۂ انور کی طرف پشت نہ کرے۔ (مولف)

نیز شرح مذکور میں ہے۔

لا تکرہ الصلاۃ خلف الحجرۃ الشریفۃ الا اذا قصد التوجہ الی قبرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم .

روضۂ انور کے پیچھے نماز مکروہ نہیں ہے مگر جب کہ قبر شریف کی طرف توجہ مقصود ہو تو مکروہ ہے۔(مولف)

(فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۴۲۰)

اختیار شرح مختار و فتاویٰ عالمگیریہ میں تصریح ہے۔

یتوجہ الی قبرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و یقف کما یقف فی الصلاۃ و یمثل صورتہ الکریمۃ البھیۃ . آہ . .

یعنی قبر شریف سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف توجہ کرے اور یوں کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے۔ اور حضور کی صورت مبارک کا تصور باندھے۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۴، ص ۵۴۴۔ انہار الانوار)

زیارت میں کمال ادب

منسک متوسط اور اس کی شرح مسلک متقسط میں ہے۔

فاذا فرغ من ذلک قصد التوجه الى القبر المقدس و فرغ القلب من كل شئ من امور الدنيا و اقبل بكليته لما هو بصدده ليصلح قلبه للاستمداد منه صلى الله تعالى عليه وسلم و ليلاحظ مع ذلک الاستمداد من سعة عفوه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و عطفه و رافته (اى شدة رحمته على سائر العباد) ان يسامحه فيما عجز عن ازالته من قلبه ثم توجه (اى بالقلب و القالب) مع رعاية غاية الادب فقام تجاه الوجه الشريف متواضعا خاضعا خاشعا مع الذلة و الانكسار و الخشية و الوقار و الهيبة و الافتقار غاض الطرف مكفوف الجوارح (من الحركات) فارغ القلب (عمن سوى مقصوده و مرامه) واضعا يمينه على شماله (تادبا فى حال اجلاله مستقبلا للوجه الكريم مستدبرا للقبلة ناظرا الى الارض متمثلا صورته الكريمة فى خيالک مستشعرا بانه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عالم بحضورک و قيامک و سلامک (بل بجميع افعالک و احوالک و ارتحالک و مقامک) مستحضرا عظمته و جلالته و شرفه و قدره صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ثم قال من غير رفع صوت (لقوله تعالىٰ ان الذين يغضون اصواتهم عند رسول الله الآية) و لا اخفاء (اى بالمرة لفوت الاسماع الذى هو السنة و ان كان لا يخفى شئ على الحضرة) بحضور (قلب و استحياء) السلام عليک ايها النبى و رحمة الله و بركاته ثم يقول يا رسول الله اسألک الشفاعة ثلثا (لانه اقل مراقب الالحاح لتحصيل المنال فى مقام الدعاء و السوال)

یعنی جب مقدمات زیارت سے فارغ ہو قبرانور کی طرف توجہ کا قصد اور دل کو تمام خیالات دنیویہ سے فارغ کرے اور ہمہ تن اس طرف متوجہ ہو جائے تا کہ اس کا قلب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے استمداد کے لائق ہو بایں ہمہ جو خیال مجبورانہ دل میں باقی رہے جس کے ازالہ پر قادر نہ ہو اس کی معافی کے لیے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کمال مغفرت ومہربانی ورافت اور تمام بندوں پر حضور کی شدت رحمت سے مدد مانگے پھر دل بدن دونوں سے نہایت ادب کے ساتھ مواجہ شریفہ میں حاضر ہو تواضع وخضوع وخشوع و تذلل وانکسار وخوف ووقار وہیبت واحتیاج کے ساتھ آنکھیں بند کیے اعضا کو حرکت سے روکے دل اس مقصود مبارک کے سوا سب سے فارغ کیے ہوئے ادب وتعظیم حضور کے لیے داہنا ہاتھ بائیں پر رکھے حضور کی طرف منہ اور قبلے کو پیٹھ کرے نگاہ زمین پر جمائے رہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت کریمہ کا تصور باندھے اور ہوشیار ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی حاضری وقیام وسلام بلکہ تمام افعال و احوال اور منزل بمنزل کے قیام وارتحال پر مطلع ہیں اور حضور کی عظمت وجلال وشرف ومنزلت کو خوب خیال کرے پھر نہ تو آواز بلند ہو کہ اللہ تعالیٰ ان کے حضور پست آواز کا حکم دیتا ہے نہ بالکل آہستہ جس میں سنانے کی سنت فوت ہو اگرچہ سرکار پر کچھ پوشیدہ نہیں اس طرح حضور قلب وشرم وحیاء کے ساتھ عرض کرے السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ پھر کہے یارسول اللہ میں حضور سے شفاعت مانگتا ہوں، یارسول اللہ میں حضور سے شفاعت مانگتا ہوں، یارسول اللہ میں حضور سے شفاعت مانگتا ہوں۔ تین بار اس لیے کہے کہ یہ دعا وسوال میں حصول مقصود کے واسطے ادنیٰ مرتبۂ الحاح کا ہے۔

اس کے بعد امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

ان کلمات طیبات سے آفتاب نیمروز کی طرح روشن وآشکار ہو گیا کہ ہنگام توسل محبوبان خدا کی طرف منہ کرنا چاہیئے اگرچہ قبلہ کو پیٹھ ہو اور دل کو ان کی طرف خوب متوجہ کرے یہاں تک کہ ہر ایں وآں خاطر سے محو ہو جائے اور ان کے لیے خضوع وخشوع محمود ومشروع اور اس میں ان کا زمانہ وفات ظاہری و

حضور مرقد وذکر مجرد سب برابر ہے۔ (فتاوی رضویہ ج ۳، ص ۵۳۵، ۵۳۶۔ انہار الانوار)

خواب میں حضور کے ارشاد کا حکم

خواب میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد اقدس سے متعلق ایک سوال کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی تحریر فرماتے ہیں :

حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہونا اگرچہ بلاشبہ حق ہوتا ہے یہ خواب کبھی اضغاث احلام سے نہیں ہوتا حضور پرنور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ فرماتے ہیں :

من رأني في المنام فقد رأني فان الشيطان لا يتمثل بي .

جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھی کو دیکھا کہ شیطان میری مثال بن کر نہیں آ سکتا۔

یہ حدیث احمد و بخاری و ترمذی نے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمائی۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

من رأني فقد رأى الحق فان الشيطان لا يتز يأبي .

جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا کہ شیطان میری وضع نہ بنائے گا۔

اسے احمد بخاری ومسلم نے ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

مگر ازانجا کہ حالت خواب میں ہوش وحواس عالم بیداری کی طرح ضبط وتیقظ پر نہیں ہوتے لہٰذا خواب میں جو ارشاد سنے مثل سماع بیداری مورث یقین نہیں ہوتا۔ اس کا ضابطہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جو ارشادات بیداری میں ثابت ہو چکے ان پر عرض کریں اگر ان سے مخالف نہیں تو ٹھیک

ہے خواہ ارشاد صریح کے مطابق ہو یا نہ ہو، ایسی حالت میں اس ارشاد کا ماننا چاہیئے، اور مخالف ہے تو یقین کریں گے کہ صاحب خواب کے سننے میں فرق ہوا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حق فرمایا اور بوجہ تکدر حواس کہ اثر خواب ہے اس کے سننے میں غلط آیا۔

جیسے ایک شخص نے خواب دیکھا کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے مےکشی کا حکم دیتے ہیں امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا حضور نے مےکشی سے نہی فرمائی تیرے سننے میں الٹی آئی۔

اس امر میں فاسق و متقی برابر ہیں نہ متقی کا سماع واجب الصحۃ نہ فاسق کا بیان یقینی الکذب بلکہ ضابطہ مطلقہ یہی ہے جو مذکور ہوا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲، ص ۲۲۳، ۲۲۴)

ثواب کی بات پر عمل کا حکم

خلعی اپنے فوائد میں حمزہ بن عبدالمجید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے راوی :

رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی النوم فی الحجر فقلت بابی انت و امی یا رسول اللہ انہ قد بلغنا عنک انک قلت من سمع حدیثا فیہ ثواب فعمل بذلک الحدیث رجاء ذلک الثواب اعطاہ اللہ ذلک الثواب و ان کان الحدیث باطلا فقال ای و رب ھذہ البلدۃ انہ لمنی و انا قلتہ .

میں نے حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں حطیم کعبہ میں دیکھا عرض کی یا رسول اللہ میرے ماں باپ حضور پر قربان ہمیں حضور سے حدیث پہنچی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص کوئی حدیث ایسی سنے جس میں کسی ثواب کا ذکر ہو وہ اس حدیث پر بامید ثواب عمل کرے اللہ عزوجل اسے وہ ثواب عطا فرمائے اگرچہ حدیث باطل ہو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں قسم اس شہر کے رب

کی بیشک یہ حدیث مجھ سے ہے اور میں نے فرمائی ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

حدیث ۳: حسن بن عرفہ اپنے جزء حدیثی اور ابوالشیخ مکارم الاخلاق میں سیدنا جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دار قطنی اور موہبی کتاب فضل العلم میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور کامل جحدری اپنے نسخہ میں اور عبداللہ بن محمد بغوی ان کے طریق سے اور ابن حبان اور ابوعمر بن عبدالبر کتاب العلم اور ابواحمد بن عدی کامل میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیہم اجمعین فرماتے ہیں:

من بلغه عن الله عزوجل شئ فيه فضيلة فاخذ به ايمانا به و رجاء ثوابه اعطاه الله تعالىٰ ذلک و ان لم يکن کذلک .

جسے اللہ تبارک وتعالیٰ سے کسی بات میں کچھ فضیلت کی خبر پہنچے وہ اپنے یقین اور اس ثواب کی امید سے اس بات پر عمل کرے اللہ تعالیٰ اسے وہ فضیلت عطا فرمائے اگرچہ خبر ٹھیک نہ ہو۔

امام احمد و ابن ماجہ و عقیلی سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما جاء کم عني من خير قلته او لم اقله فاني اقوله و ما جاء کم عني من شر فاني لا اقول الشر.

تمھیں جس بھلائی کی مجھ سے خبر پہنچے خواہ وہ میں نے فرمائی ہو یا نہ فرمائی ہو میں اسے فرماتا ہوں اور جس بری بات کی خبر پہنچے تو میں بری بات نہیں فرماتا۔

ابویعلیٰ اور طبرانی معجم اوسط میں سیدنا ابی حمزہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من بلغه عن الله تعالیٰ فضیلة فلم یصدق بها لم ینلها.

جسے اللہ تعالیٰ سے کسی فضیلت کی خبر پہنچے وہ اسے نہ مانے اس فضل سے محروم رہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۵۵۷، منیر العین)

بدھ کے دن پچھنا لگانے کی ممانعت

ایک حدیث ضعیف میں بدھ کے دن پچھنے لگانے کی ممانعت آئی ہے کہ

من احتجم یوم الاربعاء و یوم السبت فاصابه برص فلا یلومن الا نفسه.

جو بدھ یا ہفتہ کے روز پچھنے لگائے پھر اس کے بدن پر سفید داغ ہو جائے تو اپنے ہی آپ کو ملامت کرے۔

امام سیوطی لآلی و تعقبات میں مسند الفردوس دیلمی سے نقل فرماتے ہیں:

سمعت ابی یقول سمعت ابا عمر و محمد بن جعفر بن مطر النیسابوری قال قلت یوما ان هذا الحدیث لیس بصحیح فافتصدت یوم الاربعاء فاصابنی البرص فرأیت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی النوم فشکوت الیه حالی فقال ایاک و الاستهانة بحدیثی فقلت تبت یا رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فانتهبت و قد عافانی الله تعالیٰ و ذهب ذلک عنی.

ایک صاحب محمد بن جعفر بن مطر نیشاپوری کو فصد کی ضرورت تھی بدھ کا دن تھا خیال کیا کہ حدیث مذکور تو صحیح نہیں فصد لے لی فوراً برص ہو گئی خواب میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے حضور سے فریاد کی حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ایاک و الاستھانة بحدیثی.

خبردار میری حدیث کو ہلکا نہ سمجھنا۔

انھوں نے توبہ کی آنکھ کھلی تو اچھے تھے۔

ہفتہ کے دن پچھنا لگانے کی ممانعت

لآلی میں ہے :

اخرج ابن عساکر فی تاریخه من طریق ابی علی مهران بن هارون الحافظ الرازی قال سمعت ابا معین الحسین بن الحسن الطبری یقول اردت الحجامة یوم السبت فقلت للغلام ادع الحجام فلما ولی الغلام ذکرت خبر النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فاصابه وضح فلا یلومن الا نفسه قال فدعوت الغلام ثم تفکرت فقلت هذا حدیث فی اسناده بعض الضعف فقلت للغلام ادع الحجام لی فدعاه فاحتجمت فاصابنی البرص فرأیت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی النوم فشکوت الیه حالی فقال ایاک و الاستهانة بحدیثی فنذرت لله نذرا لئن اذهب الله مابی من البرص لم اتهاون فی خبر النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم صحیحا کان او سقیما فذهب الله عنی ذلک البرص.

امام ابن عساکر روایت فرماتے ہیں ابو معین حسین بن حسن طبری نے پچھنے لگانے چاہے ہفتہ کا دن تھا غلام سے کہا حجام کو بلا لا جب وہ چلا حدیث یاد آئی پھر کچھ سوچکر کہا حدیث میں تو ضعف ہے غرض لگا لیے برص ہوگئی خواب میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فریاد کی فرمایا :

ایاک و الاستهانة بحدیثی .

دیکھ میری حدیث کا معاملہ آسان نہ جاننا۔

انہوں نے منت مانی اللہ تعالیٰ اس مرض سے نجات دے تو اب کبھی حدیث کے معاملہ میں سہل انگاری نہ کروں گا صحیح ہو یا ضعیف اللہ عزوجل نے شفا بخشی۔

بدھ کے دن ناخن کتروانے کی ممانعت

علامہ شہاب الدین خفاجی مصری حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نسیم الریاض شرح امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:

قص الاظفار و تقليمها سنة و رد النهى عنه فى يوم الاربعاء و انه يورث البرص. وحكى عن بعض العلماء انه فعله فنهى عنه فقال لم يثبت هذا فلحقه البرص من ساعته فرأى النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فى منامه فشكى اليه فقال له الم تسمع نهي عنه فقال لم يصح عندى فقال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يكفيك انه سمع ثم مسح بدنه بيده الشريفة فذهب ما به فتاب عن مخالفة ما سمع . اهـ

علامہ طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں:

ورد فى بعض الاثار النهى عن قص الاظفار يوم الاربعاء فانه يورث و عن ابن الحاج صاحب المدخل انه هم بقص اظفاره يوم الاربعاء فتذكر ذلك فترك ثم رأى ان قص الاظفار سنة حاضرة و لم يصح عنده النهى فقصها فلحقه اى اصابه البرص فراى النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فى النوم فقال الم تسمع نهي عن ذلك فقال يا رسول الله لم يصح عندى ذلك فقال يكفيك ان تسمع ثم مسح صلى الله تعالىٰ عليه وسلم على بدنه فزال البرص جميعا قال ابن الحاج رحمه

اللہ تعالیٰ فجددت مع اللہ توبۃ انی لا اخالف ما سمعت عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابدا.

حاصل یہ ہے کہ ایک حدیث ضعیف میں بدھ کے دن ناخن کتروانے کو آیا کہ مورث برص ہوتا ہے بعض علماء نے کتروائے کسی نے بر بنائے حدیث منع کیا فرمایا حدیث صحیح نہیں فوراً مبتلا ہو گئے خواب میں زیارت جمال بے مثال حضور پرنور محبوب ذی الجلال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے شافی کافی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور اپنے حال کی شکایت عرض کی حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے نہ سنا تھا کہ ہم نے اس سے نہی فرمائی ہے عرض کی حدیث میرے نزدیک صحت کو نہ پہنچی تھی ارشاد ہوا تمھیں اتنا کافی تھا کہ حدیث ہمارے نام پاک سے تمھارے کان تک پہنچی یہ فرما کر حضور مبری الاکمہ والابرص محی الموتی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس کہ پناہ دو جہاں و دستگیر بیکساں ہے ان کے بدن پر لگا دیا فوراً اچھے ہو گئے اور اسی وقت توبہ کی کہ اب کبھی حدیث سن کر مخالفت نہ کروں گا۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، منیر العین)

خواب کی رویت دل سے ہوتی ہے

خواب میں جمال جہاں آراء کی رویت و زیارت دل سے ہوتی ہے اس سلسلے میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

عارف باللہ سیدی عبد الوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی کتاب الیواقیت والجواہر کی بحث ثانی میں سیدی شیخ محمد مغربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے نقل کرتے ہیں۔

انہ کان رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول ان من ادعی رویۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کما رأتہ الصحابۃ فھو کاذب و ان ادعی انہ یراہ بقلبہ حال کون

القلب یقظانا فھذ الا یمنع منه و ذلک لان من بالغ فی کمال الاستعداد بتنظیف القلب من الرزائل المذمومة حتی من خلاف الاولیٰ صار محبو با للحق تعالیٰ و اذا احب الحق تعالیٰ عبدا کان فی نومه من کثرة نورانیة قلبه کانه یقظان الخ.

شیخ محمد مغربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صحابہ کرام کے مثل دیکھنے کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے اور اگر دل کے بیدار رہنے کی حالت میں دل سے دیکھنے کا دعویٰ کرے تو یہ ممنوع نہیں ہے اس لیے کہ جس کا دل بری باتوں اور خلاف اولیٰ چیزوں سے پاک ہو کر کمال استعداد کو پہنچتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہو جاتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو محبوب رکھتا ہے تو وہ نورانیت قلب کی کثرت سے خواب میں بیداری کی طرح دیکھتا ہے۔ (مولف) (فتاویٰ رضویہ ج۱ص۹۲ ۔نبہ القوم)

روضۂ انور کے پاس دعا کا ادب

جب خلیفہ ابوجعفر منصور عباسی نے سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا دعا میں قبلہ کی طرف منھ کروں یا مزار مبارک حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف فرمایا :

و لم تصرف وجھک عنه و ھو وسیلتک و وسیلة ابیک آدم علیه الصلاة و السلام الی الله تعالیٰ یوم القیامة بل استقبله و استشفع به فیشفعک الله تعالیٰ.

کیوں اپنا منھ ان سے پھیرتا ہے وہ قیامت کو تیرا اور تیرے باپ آدم علیہ الصلاۃ والسلام کا اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ ہیں بلکہ انھیں کی طرف منھ کر اور شفاعت مانگ کہ اللہ تعالیٰ تیری درخواست قبول فرمائے۔

امام قاضی عیاض وغیرہ نے اسے شفاء وغیرہ میں بیان فرمایا ہے۔

گنہ گار حضور کو وسیلہ بنائے

اللہ تعالیٰ قرآن عظیم میں ارشاد فرماتا ہے:

و لو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤک فاستغفروا الله و استغفرلهم الرسول لوجدوا الله توابا رحیما.

اور اگر وہ جب اپنی جانوں پر ظلم کریں تیرے حضور حاضر ہو کر خدا سے بخشش چاہیں اور رسول ان کے لیے استغفار کرے تو بیشک اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

سبحان اللہ! خدا ہر جگہ سنتا ہے اور بے سبب مغفرت فرماتا ہے مگر ارشاد یوں ہوتا ہے کہ گنہ گار بندے تیری خدمت میں حاضر ہو کر ہم سے دعائے بخشش کریں، اور قدیماً وحدیثاً علماء وصلحاء اس آیہ کریمہ کو زمانہ حیات و وفات سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عام اور حاضری مزار مبارک کو حاضری مجلس اقدس کی مثل سمجھا کیے اور اوقات زیارت میں یہی آیہ کریمہ تلاوت کر کے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے رہے۔

اس مضمون کی بہت روایات وحکایات مواہب لدنیہ ومنح محمدیہ ومدارج النبوۃ وجذب القلوب الیٰ دیار المحبوب وخلاصۃ الوفا فی اخبار دار المصطفیٰ وغیرہا تصانیف علماء میں مذکور ومشہور بعض ان سے حضرت مقدم المحققین خدمت والد قدس سرہ الماجد (حضرت علامہ مولانا نقی علی رضا خاں صاحب بریلوی والد ماجد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی) نے سرور القلوب فی ذکر المحبوب میں ذکر کر کے اس مسئلہ کا اثبات فرمایا **من شاء فلیتشرف بمطالعته.** جو چاہے اس کے مطالعہ کا شرف حاصل کرے۔

اسی طرح بہت علماء مصنفان مناسک باب زیارت شریفۂ مدینہ طیبہ میں وقت حاضری اس آیت کو پڑھ کر استغفار کا حکم دیتے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۳، ص ۵۳۸۔ انبار الانوار)

کنگرہ اقدس کو مس کر کے صحابہ کی دعا

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے مروی کہ رمانہ منبر اطہر کو جو مزار اقدس واز ہر پر ہے یعنی اس کے بازو پر جو گول شکل کا ایک کنگرہ سا بنا دیتے ہیں اسے داہنے ہاتھ سے مس کر کے دعا مانگا کرتے۔

قاضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں :

قال نافع کان ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما یسلم علی القبر رأیته مائة مرة او اکثر یجیئ الی القبر فیقول السلام علی النبی السلام علی ابی بکر ثم ینصرف وروی و اضعا یده علی مقعد النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم من المنبر ثم وضعها علی وجهه.

نافع نے کہا کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کو سلام کرتے ہوئے سو مرتبہ یا اس سے بھی زائد دیکھا آپ قبر پر تشریف لاتے اور کہتے نبی علیہ السلام اور ابو بکر کو سلام ہو، پھر واپس چلے جاتے اور یہ بھی دیکھا گیا کہ منبر پر حضور کے بیٹھنے کی جگہ کو مس کر کے اپنے چہرہ پر لگاتے تھے۔

و عن ابن قسیط و العتبی کان اصحاب النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اذا خلا المسجد حسوا برمانة المنبر علی (تلی) القبر بمیا منهم ثم استقبلوا القبلة یدعون.

اور ابن قسیط وعتبی سے مروی ہے کہ جب مسجد خالی ہو جاتی تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس کنگرے کو اپنے داہنے ہاتھ سے چھوتے تھے جو قبر انور پر ہے پھر قبلہ رو ہو کر دعا مانگتے تھے۔

یہ دونوں حدیثیں امام ابن سعد نے کتاب الطبقات میں روایت کیں۔

(ابر المقال فی استحسان قبلۃ الاجلال)

اشعار

روضۂ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تعلق سے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے یہ مدح سرائی کی ہے:

اے مدعیو! خاک کو تم خاک نہ سمجھے — اس خاک میں مدفون شہ بطحا ہے ہمارا
ہے خاک سے تعمیر مزار شہ کونین — معمور اسی خاک سے قبلہ ہے ہمارا

•

مدد اے جوشش گریہ بہادے کوہ اور صحرا — نظر آجائے جلوۂ حجاب اس پاک تربت کا
ہوئے کم خوابیٔ ہجراں میں ساتوں پردے کم خوابی — تصور خوب باندھا آنکھوں نے استار تربت کا
سرہانے ان کے بسمل کے یہ بے تابی کا ماتم ہے — شہ کوثر ترحم تشنہ جاتا ہے زیارت کا
وہ چمکیں بجلیاں یارب تجلی ہائے جاناں سے — کہ چشم طور کا سرمہ ہو دل مشتاق رویت کا

•

بجا تھا عرش پہ خاک مزار پاک کو ناز
کہ تجھ سا عرش نشیں آفریدہ ہونا تھا

•

ہر چراغ مزار پر قدسی — کیسے پروانہ وار پھرتے ہیں
لاکھوں قدسی ہیں کام خدمت پر — لاکھوں گرد مزار پھرتے ہیں

•

آہ وہ عالم کہ آنکھیں بند اور لب پر درود
وقف سنگ در جبیں روضہ کی جالی ہاتھ میں

•

اس طرف روضہ کا نور اس سمت منبر کی بہار
بیچ میں جنت کی پیاری پیاری کیاری واہ واہ

•

اس میں روضہ کا سجدہ ہو کہ طواف
ہوش میں جو نہ ہو وہ کیا نہ کرے

•

پیش نظر وہ نو بہار سجدے کو دل ہے بے قرار
روکیے سر کو روکیے ہاں یہی امتحان ہے

•

جو مقصد زیارت کا بر آئے پھر تو
نہ کچھ قصد کیجئے یہ قصد دلی[1] ہے

•

من زار تربتی وجبت لہ شفاعتی
ان پر درود جن سے نوید ان بشر کی ہے

ان کے طفیل حج بھی خدا نے کرادیے
اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے

کعبہ کا نام تک نہ لیا طیبہ ہی کہا
پوچھا ہم سے جس نے کہ نہضت کدھر کی ہے

عشاق روضہ سجدہ میں سوئے حرم جھکے
اللہ جانتا ہے کہ نیت کدھر کی ہے

محبوب رب عرش ہے اس سبز قبہ میں
پہلو میں جلوہ گاہ عتیق و عمر کی ہے

چھائے ملائکہ ہیں لگا تار ہے درود
بدلے ہیں پہرے بدلی میں بارش درر کی ہے

سعدین کا قران ہے پہلوئے ماہ میں
جھرمٹ کیے ہیں تارے تجلی قمر کی ہے

ستر ہزار صبح ہیں ستر ہزار شام
یوں بندگی زلف و رخ آٹھوں پہر کی ہے

جو ایک بار آئے دو بارہ نہ آئیں گے
رخصت ہی بارگاہ سے بس اس قدر کی ہے

تڑپا کریں بدل کے پھر آنا کہاں نصیب
بے حکم کب مجال پرندے کو پر کی ہے

اے وائے بے کسی تمنا کہ اب امید
دن کو نہ شام کی ہے نہ شب کو سحر کی ہے

یہ بدلیاں نہ ہوں تو کروروں کی آس جائے
اور بارگاہ مرحمت عام تر کی ہے

معصوموں کو ہے عمر میں صرف ایک بار بار
عاصی پڑے رہیں تو صلا عمر بھر کی ہے

ہیں چتر و تخت سایہ دیوار و خاک در
شاہوں کو کب نصیب یہ دھج کروفر کی ہے

کعبہ دلھن ہے تربت اطہر نئی دلھن
یہ رشک آفتاب وہ غیرت قمر کی ہے

●

کعبہ سے اگر تربت شہ فاضل ہے
کیوں بائیں طرف اس کے لیے منزل ہے
اس فکر میں جو دل کی طرف دھیان گیا
سمجھا کہ وہ جسم ہے یہ مرقد دل ہے

●

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو

رکن شامی سے مٹی وحشت شام غربت
اب مدینہ کو چلو صبح دل آرا دیکھو

آب زم زم تو پیا خوب بجھائیں پیاسیں
آؤ جود شہ کوثر کا بھی دریا دیکھو

زیر میزاب ملے خوب کرم کے چھینٹے
ابر رحمت کا یہاں زور برسنا دیکھو

دھوم دیکھی ہے در کعبہ پہ بے تابوں کی
ان کے مشتاقوں میں حسرت کا تڑپنا دیکھو

مثل پروانہ پھرا کرتے تھے جس شمع کے گرد — اپنی اس شمع کو پروانہ یہاں کا دیکھو

خوب آنکھوں سے لگایا ہے غلاف کعبہ — قصر محبوب کے پردے کا بھی جلوہ دیکھو

واں مطیعوں کا جگر خوف سے پانی پایا — یاں سیہ کاروں کا دامن پہ مچلنا دیکھو

اولیں خانۂ حق کی تو ضیائیں دیکھیں — آخریں بیت نبی کا بھی تجلّا دیکھو

زینت کعبہ میں تھا لاکھ عروسوں کا بناؤ — جلوہ فرما یہاں کونین کا دولھا دیکھو

ایمن طور کا تھا رکن یمانی میں فروغ — شعلہ طور یہاں انجمن آرا دیکھو

مہر مادر کا مزہ دیتی ہے آغوش حطیم — جن پہ ماں باپ فدا یاں کرم ان کا دیکھو

عرض حاجت میں رہا کعبہ کفیل الحجاج — آؤ اب داد رسی شہ طیبہ دیکھو

دھو چکا ظلمت دل بوسہ سنگ اسود — خاک بوسی مدینہ کا بھی رتبہ دیکھو

کر چکی رفعت کعبہ پہ نظر پروازیں — ٹوپی اب تھام کے خاک در والا دیکھو

بے نیازی سے وہاں کانپتی پائی طاعت — جوش رحمت پہ یہاں ناز گنہ کا دیکھو

جمعہ مکہ تھا عید اہل عبادت کے لیے — مجرمو آؤ یہاں عید دو شنبہ دیکھو

ملتزم سے تو گلے لگ کے نکالے ارماں — ادب و شوق کا یاں باہم الجھنا دیکھو

خوب مسعی میں بامید صفا دوڑ لیے — رہ جاناں کی صفا کا بھی تماشا دیکھو

رقص بسمل کی بہاریں تو منیٰ میں دیکھیں — دل خونناب فشاں کا بھی تڑپنا دیکھو

غور سے سن تو رضا کعبہ سے آتی ہے صدا — میری آنکھوں سے میرے پیارے کا روضہ دیکھو

قبر انور کہیے یا قصر معلّٰی نور کا
چرخ اطلس یا کوئی سادہ سا قبہ نور کا

•

وہ کلس روضے کا چمکا
سر جھکاؤ کج کلا ہو

•

سر سوئے روضہ جھکا پھر تجھ کو کیا ‌ ‌ ‌ ‌ دل تھا ساجد نجدیا پھر تجھ کو کیا
بے خودی میں سجدۂ در یا طواف ‌ ‌ ‌ ‌ جو کیا اچھا کیا پھر تجھ کو کیا

•

چرخ گردوں تیرے روضۂ پاک کا
سائباں سائباں سائباں ہوگیا
جس کو اس کے مکاں کا پتہ مل گیا
بے نشاں بے نشاں بے نشاں ہوگیا

•

بے ادب پا منہ ایں جا کہ عجب درگاہ ست
سجدہ گاہ ملک و روضۂ شاہنشاہ ست

•

کھلے کیا راز محبوب و محبّ مستان غفلت پر
شراب قد رأی الحق زیب جام من رانی ہے

•

من رانی قد رای الحق جو کہے
کیا بیاں اس کی حقیقت کیجیے

●

جنت نہ دیں، نہ دیں تیری رویت ہو خیر سے
اس گل کے آگے کس کو ہوس برگ و بر کی ہے

●

دیکھنے والوں نے کچھ دیکھا نہ بھالا نور کا
مــــــن رای کیسا؟ یہ آئینہ دکھایا نور کا

●

وصف جس کا ہے آئینہ حق نما
اس خدا ساز طلعت پہ لاکھوں سلام

(حدائق بخشش)

سواری کے جانوروغیرہ

نور کی خیرات لینے دوڑتے ہیں مہر و ماہ
اٹھتی ہے کس شان سے گرد سواری واہ واہ

سواری کے جانور وغیرہ

زرقانی علی المواہب وغیرہ میں لکھا ہوا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملکیت میں سات گھوڑے، پانچ خچر، تین گدھے اور دو اونٹنیاں تھیں۔ لیکن اس میں یہ تشریح نہیں ہے کہ بوقت وفات ان میں سے کتنے جانور موجود تھے کیوں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے جانور دوسروں کو عطا فرماتے رہتے تھے، کچھ نئے خریدتے، کچھ ہدایا اور نذرانوں میں ملتے بھی رہے۔

بہر حال روایات صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وفات اقدس کے وقت جو سواری کے جانور موجود تھے ان میں ایک گھوڑا تھا جس کا نام ''لحیف'' تھا۔ ایک سفید خچر تھا جس کا نام ''دلدل'' تھا یہ بہت ہی عمر دراز ہوا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ تک زندہ رہا اتنا بوڑھا ہو گیا تھا کہ اس کے تمام دانت گر گئے تھے اور آخر میں اندھا بھی ہو گیا تھا ابن عساکر کی تاریخ میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی جنگ خوارج میں اس پر سوار ہوئے تھے۔

ایک عربی گدھا تھا جس کا نام ''عفیر'' تھا۔ ایک اونٹنی تھی جس کا نام ''عضباء وقصواء'' تھا یہ وہی اونٹنی تھی جس کو بوقت ہجرت آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خریدا تھا اس اونٹنی پر آپ نے ہجرت فرمائی اور اسی کی پشت پر حجۃ الوداع میں آپ نے عرفات ومنیٰ کا خطبہ پڑھا تھا۔

ہتھیار

چوں کہ جہاد کی ضرورت ہر وقت درپیش ہوتی رہتی تھی اس لیے آپ کے اسلحہ خانہ میں نو یا دس تلواریں، سات لوہے کی زرہیں، چھ کمانیں، ایک تیردان، ایک ڈھال، پانچ برچھیاں، دو مغفر، تین جبے، ایک سیاہ رنگ کا بڑا جھنڈا باقی سفید و زرد رنگ کے چھوٹے چھوٹے جھنڈے تھے ایک خیمہ بھی تھا۔

ہتھیاروں میں تلواروں کے بارے میں حضرت شیخ محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا کہ مجھے اس کا علم نہیں کہ یہ سب تلواریں بیک وقت جمع تھیں یا مختلف اوقات میں آپ کے پاس رہیں۔

ظروف ومختلف سامان

ظروف اور برتنوں میں کئی پیالے تھے ایک شیشہ کا پیالہ بھی تھا، ایک پیالہ لکڑی کا تھا جو پھٹ گیا تھا تو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے شگاف کو بند کرنے کے لیے ایک چاندی کی زنجیر سے اس کو جکڑ دیا تھا۔

چمڑے کا ایک ڈول، ایک پرانی مشک، ایک پتھر کا تغار، ایک بڑا سا پیالہ جس کا نام ''السعہ'' تھا ایک چمڑے کا تھیلا جس میں آپ آئینہ، قینچی، اور مسواک رکھتے تھے۔ ایک کنگھی، ایک سرمہ دانی، ایک بہت بڑا پیالہ جس کا نام ''الغراء'' تھا۔ صاع اور مد دوناپنے کے پیانے۔

ان کے علاوہ ایک چار پائی جس کے پائے سیاہ لکڑی کے تھے یہ چار پائی حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہدیۃً خدمت اقدس میں پیش کی تھی، بچھونا اور تکیہ چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اور مقدس جوتیاں۔

یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسباب وسامانوں کی ایک فہرست ہے جن کا تذکرہ احادیث میں متفرق طور پر آتا ہے۔ (مولف) (سیرت مصطفیٰ)

ناقۂ قصواء

بعض وہ جانور جن پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سوار ہوتے تھے ان کے اسماء واحوال امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی تحریر میں ملاحظہ فرمائیں

جب واقعہ حدیبیہ میں ناقہ قصواء شریف بیٹھ گئی اور لوگوں نے کہا ناقہ نے سرکشی کی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نہ اس نے سرکشی کی نہ اس کی یہ عادت۔

ولکن حبسھا حابس الفیل .

بلکہ اسے حابس فیل نے روک دیا۔ یعنی جس نے ابرہہ کے ہاتھی کو بٹھا دیا اور کعبہ معظمہ پر حملہ کرنے سے روکا تھا۔ عز جلالہ۔ (فتنہ شہنشاہ)

گھوڑا

امام بخاری جامع صحیح میں ابی بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی :

قال کان للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی حائطنا فرس یقال لہ اللحیف.

حضرت ابی بن عباس فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک گھوڑا ہمارے باغ میں رہتا تھا جسے ''لحیف'' کہا جاتا۔ (مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۵۷۳ ۔ منیر العین)

سفید مرغ

حدیث: **الدیک الابیض صدیقی و صدیق صدیقی و عدو عدو اللہ و کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یبیتہ معہ فی البیت**

مرغ سپید میرا خیرخواہ اور میرے دوست کا خیرخواہ، اللہ تعالیٰ کے دشمن کا دشمن ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے شب کو مکان خواب گاہ اقدس میں اپنے ساتھ رکھتے تھے۔

اسے ابوبکر برقی نے ابوزید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۵۸۳، منیر العین)

حضور کا جانور بوڑھا نہیں ہوتا

ابن سبع نے فرمایا جس جانور پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سوار ہوتے عمر بھر ویسا ہی رہتا اور حضور کی برکت سے بوڑھا نہ ہوتا۔

علامہ سیوطی خصائص میں فرماتے ہیں :

قال ابن سبع من خصائصه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ان کل دابة رکبها بقیت علی القدر الذی کانت علیه و لم تهرم ببرکته .

ابن سبع نے کہا کہ آپ کے خصائص میں سے یہ تھا کہ آپ جس جانور پر سوار ہوتے تو وہ عمر بھر ویسا ہی رہتا اور آپ کی برکت کے باعث بوڑھا نہ ہوتا۔ (قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام)

یعفور

ابن حبان و ابن عساکر حضرت ابو منظور اور ابو نعیم بروجہ آخر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی جب خیبر فتح ہوا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دراز گوش سیاہ رنگ دیکھا اس سے کلام فرمایا وہ جانور بھی تکلم میں آیا ارشاد ہوا تیرا کیا نام ہے عرض کی یزید بیٹا شہاب کا اللہ تعالیٰ نے میرے دادا کی نسل سے ساٹھ دراز گوش پیدا کیے۔

کلهم لا یرکبه الا نبی .

ان سب پر انبیاء سوار ہوا کیے

و قد کنت اتوقعک ان ترکبنی لم یبق من نسل جدی غیری و لا من الانبیاء غیرک .

مجھے یقینی توقع تھی کہ حضور مجھے اپنی سواری سے مشرف فرمائیں گے کہ اب نسل میں سوا میرے اور انبیاء میں سوا حضور کے کوئی باقی نہیں۔

میں پہلے ایک یہودی کے پاس تھا اسے قصداً گرادیا کرتا وہ مجھے بھوکا رکھتا اور مارتا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا نام یعفور رکھا جسے بلانا چاہتے اسے بھیج دیتے چوکھٹ پر سر مارتا۔ جب صاحب خانہ باہر آتا اسے اشارے سے بتاتا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یاد فرماتے ہیں جب حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا وہ مفارقت کی تاب نہ لایا۔ ابوالھیثم بن التیھان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کنوئیں میں گر کر مر گیا۔ (جزاء اللہ عدوہ باباءہ ختم النبوۃ)

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ اپنے دیوان میں فرماتے ہیں :

اشعار

عصائے کلیم اژدہائے غضب تھا
گِروں کا سہارا عصائے محمد

●

رضا نہ سبزۂ گردوں ہیں کوتل جس کے موکب کے
کوئی کیا لکھ سکے اس کی سواری کے تجمل کو

●

نور کی خیرات لینے دوڑتے ہیں مہر و ماہ
اٹھتی ہے کس شان سے گرد سواری واہ واہ

سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰی

آثار شریفہ

و

تبرکات مقدسہ

جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعل پاک حضور
تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

(حسن رضا بریلوی)

وقال لهم نبيهم ان آية ملكه ان يأتيكم التابوت فيه سكينة من ربكم وبقية مما ترك آل موسى وآل هارون تحمله الملائكة ان في ذلك لآية لكم ان كنتم مؤمنين

اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمھارے پاس تابوت جس میں تمھارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں معزز موسیٰ اور معزز ہارون کے ترکہ کی اٹھاتے لائیں گے اسے فرشتے بیشک اس میں بڑی نشانی ہے تمھارے لیے۔ (سورۃ البقرہ، ۲۴۸)

آثار شریفہ و تبرکات مقدسہ

یعنی مقامات مقدسہ اور حضور سے منسوب چیزوں کی تعظیم و توقیر۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر میں یہ بھی ہے کہ ہر وہ چیز جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تعلق رکھے خواہ وہ اماکن متبرکہ ہوں یا مقامات مقدسہ یا وہ چیز جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست اقدس سے چھوگئی ہو یا وہ چیز حضور سے منسوب ہو یا حضور نے اس کی معرفت کرائی ہو ان سب کی تعظیم و توقیر ہر مسلمان کے لیے لازم و ضروری ہے۔

منقول ہے کہ حضرت ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی کے بال اتنے لمبے تھے کہ جب بیٹھتے تو ان کے بال زمین تک پہنچ جاتے تھے، لوگوں نے ان سے پوچھا ان بالوں کو اتنا لمبا کیوں کر رکھا ہے انھیں ترشواتے کیوں نہیں؟ جواب میں فرمایا میں انھیں اس بناء پر نہیں ترشواتا کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دست مبارک اس سے مس کر گیا تھا، میں تبرکاً ان کی حفاظت کرتا ہوں۔

امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مدینہ منورہ میں اپنی سواری کے جانور پر سوار نہ ہوتے اور فرماتے کہ میں خدا سے شرم رکھتا ہوں کہ اس زمین کو گھوڑوں کے سموں سے روندوں جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آرام فرما ہیں، اور اس زمین مقدس پر حضور نے اپنے مبارک قدم رکھے ہیں۔ حضرت امام مالک نے اپنے تمام گھوڑے امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حوالے کر دیے، اس پر امام شافعی نے کہا اپنے لیے بھی ایک گھوڑا روک لیجیے تو انھیں بھی یہی مذکورہ جواب ملا۔

احمد بن فضلویہ زاہد سے منقول ہے کہ یہ بزرگ بڑے غازیوں اور تیراندازوں میں سے تھے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی اپنی کمان کو اپنے ہاتھ سے بغیر وضو نہیں چھوا، جب سے میں نے یہ سنا ہے کہ اس کمان کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک میں لیا تھا۔

امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس شخص کو قید کرنے اور اس پر تین درے مارنے کا حکم دیا جس نے یہ کہا تھا کہ مدینہ طیبہ کی مٹی خراب ہے، باوجودیکہ وہ شخص لوگوں میں بڑی قدر و منزلت والا شخص تھا۔ اور کیا تعجب ہے کہ اس شخص کی گردن اڑا دینے کا حکم دیا جائے جو معاذ اللہ یہ کہے کہ وہ مٹی جس میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں خراب اور غیر خوشبودار ہے۔

خالد بن الولید کی ٹوپی

حضرت خالد بن ولید کی ٹوپی میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک کے چند بال تبرکا رکھے ہوئے تھے ایک جنگ میں میدان کارزار میں ان کی یہ ٹوپی سر سے اتر کر گر پڑی تو انھوں نے اس کے حاصل کرنے کا عزم صمیم کر لیا۔ اور شدت کے ساتھ جنگ کی اس جنگ میں بہت سے مسلمان شہید ہوئے، اس پر بہت سے صحابہ کرام نے حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اعتراض کیا انھوں نے فرمایا میں نے یہ جنگ محض ٹوپی کے حاصل کرنے کے لیے شدت کے ساتھ نہ لڑی بلکہ ان موہائے مبارک کے لیے لڑی ہے جو اس ٹوپی میں سلے ہوئے تھے اور میں نے اس کی حفاظت کے لیے یہ شدت اختیار کی ہے تا کہ وہ مشرکوں کے ہاتھوں میں پڑ کر ضائع نہ ہو جائیں اور مجھ سے یہ تبرک جاتا رہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا گیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نشست گاہ پر اپنے ہاتھوں کو پھیرتے پھر ان ہاتھوں کو اپنے چہرہ پر ملتے۔ (مولف)

(مدارج النبوۃ، جلد اول)

امام احمد رضا بریلوی سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص اپنے وعظ میں صاف انکار کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی تبرک اور حضور کے آثار شریفہ سے کوئی چیز اصلاً باقی نہیں، نہ صحابہ کے پاس تبرکات شریفہ سے کچھ تھا نہ کبھی کسی نبی کے آثار سے کچھ تھا۔

آپ نے اس کا جو مدلل اور محققانہ جواب تحریر فرمایا ہے وہ ملاحظہ ہو :

ایسا شخص آیات واحادیث کا منکر اور سخت جاہل خاسر یا کمال گمراہ فاجر ہے اس پر توبہ فرض ہے اور بعد اطلاع بھی تائب نہ ہو تو ضرور گمراہ بد دین ہے۔

مقام ابراہیم

اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

ان اول بیت وضع للناس للذی ببکة مبرکا و ھدی للعلمین فیه آیات بینت مقام ابراھیم .

بیشک سب میں پہلا گھر کہ لوگوں کے لیے مقرر فرمایا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور سارے جہان کو راہ دکھاتا اس میں کھلی نشانیاں ہیں ابراہیم کے کھڑے ہونے کا پتھر۔ جس پر کھڑے ہو کر انھوں نے کعبہ معظمہ بنایا ان کے قدم پاک کا نشان اس میں بن گیا۔

اجلہ محدثین عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و ارزقی نے امام اجل مجاہد تلمیذ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں روایت کی۔

قال اثر قدمیه فی المقام آیة بینة .

فرمایا کہ سیدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے دونوں قدم پاک کا اس پتھر میں نشان ہو جانا یہ کھلی نشانی ہے جسے اللہ عزوجل آیات بینات فرما رہا ہے۔

تفسیر کبیر میں ہے :

الفضیلة الثانیة لھذا البیت مقام ابراھیم و ھو الحجر الذی وضع ابراھیم قدمه

عليه فجعل الله ما تحت قدم ابراهيم عليه الصلاة و السلام من ذلك الحجر دون سائر اجزانه كالطين حتى غاص فيه قدم ابراهيم عليه الصلاة و السلام و هذا فما لا يقدر عليه الا الله تعالىٰ و لا يظهره الا على انبياء ثم لما رفع ابراهيم عليه الصلاة و السلام قدمه عنه خلق فيه الصلابة الحجرية مرة اخرى ثم انه تعالىٰ ابقى ذلك الحجر على سبيل الاستمرار و الدوام فهذه انواع من الآيات العجيبة و المعجزات الباهرة اظهر الله تعالىٰ في ذلك الحجر.

یعنی کعبہ معظمہ کی ایک فضیلت مقام ابراھیم ہے یہ وہ پتھر ہے جس پر ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنا قدم مبارک رکھا تو جتنا ٹکڑا ان کے زیر قدم آیا تر مٹی کی طرح نرم ہو گیا یہاں تک کہ ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کا قدم اس میں پیر گیا اور یہ خاص قدرت الٰہیہ و معجزۂ انبیاء ہے پھر جب ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے قدم اٹھایا اللہ تعالیٰ نے دوبارہ اس ٹکڑے میں پتھر کی سختی پیدا کر دی کہ وہ نشان قدم محفوظ رہ گیا پھر اسے حق سبحانہ نے مدتہا مدت باقی رکھا تو اقسام اقسام کے عجیب و غریب معجزے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس پتھر میں ظاہر فرمائے۔

ارشاد العقل السلیم میں ہے :

ان كل واحد من اثر قدميه في صخرة صماء و غوصه فيها الى الكعبين و الانة بعض دون بعض و ابقائه دون سائر آيات الانبياء عليهم الصلاة و السلام و حفظه مع كثرة الاعداء الوف سنة آية مستقلة.

یعنی اسی ایک پتھر کو اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات فرمایا اس لیے کہ اس میں ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کا نشان قدم ہو جانا ایک، اور ان کے قدموں کا اس میں گٹوں تک پیر جانا دو، اور پتھر کا ایک ٹکڑا نرم

ہوجانا باقی کا اپنے حال پر رہنا تین اور معجزات انبیاء سابقین علیہم الصلاۃ والسلام میں اس معجزے کا باقی رکھنا چار، اور باوصف کثرت اعدا ہزاروں برس اس کا محفوظ رہنا پانچ، یہ ہر ایک بجائے خود ایک آیت ومعجزہ ہے۔

تابوت سکینہ

مولیٰ سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے :

قال لهم نبيهم ان آية ملكه ان ياتيكم التابوت فيه سكينة من ربكم و بقية مما ترك آل موسىٰ و آل هارون تحمله الملائكة ان في ذلك لاية لكم ان كنتم مومنين:

بنی اسرائیل کے نبی شمویل علیہ الصلاۃ والسلام نے ان سے فرمایا کہ سلطنت طالوت کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمھارے پاس تابوت جس میں تمھارے رب کی طرف سے سکینہ ہے اور موسیٰ و ہارون کے چھوڑے ہوئے تبرکات ہیں فرشتے اسے اٹھا کر لائیں بیشک اس میں تمھارے لیے عظیم نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

وہ تبرکات کیا تھے موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا عصا اور ان کی نعلین مبارک اور ہارون علیہ الصلاۃ والسلام کا عمامہ مقدسہ وغیرہا ان کی برکات تھیں کہ بنی اسرائیل اس تابوت کو جس لڑائی میں آگے کرتے فتح پاتے اور جس مراد میں اس سے توسل کرتے اجابت دیکھتے۔

ابن جریر وابن ابی حاتم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی :

و بقية مما ترك آل موسىٰ عصاه و رضاض الالواح .

تابوت سکینہ میں تبرکات موسویہ سے ان کا عصا تھا اور تختیوں کی کرچیں۔

وکیع بن الجراح وسعید بن منصور عبد بن حمید وابن ابی حاتم ابوصالح تلمیذ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی :

قال کان فی التابوت عصا موسی و عصا هارون و ثیاب موسیٰ و ثیاب هارون و لوحان من التوراة و المن و کلمة الفرج لا اله الا الله الحلیم الکریم و سبحان الله رب السموات السبع و رب العرش العظیم و الحمد لله رب العالمین .

تابوت میں موسیٰ و ہارون علیہما الصلاۃ والسلام کے عصا اور دونوں حضرات کے ملبوس اور توریت کی دو تختیاں اور قدرے من کہ بنی اسرائیل پر اترا اور یہ دعائے کشایش لا الٰہ الا اللہ الحلیم الخ.

معالم التنزیل میں ہے۔

کان فیه عصا موسیٰ و نعلاه و عمامة هارون و عصاه الخ .

تابوت میں موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا عصا اور ان کی نعلین اور ہارون علیہ الصلاۃ والسلام کا عمامہ وعصا۔

موہائے مبارک کی تقسیم

صحیح بخاری وصحیح مسلم میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے :

ان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم دعا بالحلاق و ناول الحالق شقه الایمن فحلقه ثم دعا ابا طلحة الانصاری فاعطاه ایاه ثم ناول الشق الا یسر فقال احلق فحلقه

فاعطاه ابا طلحة فقال اقسمه بين الناس .

یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجام کو بلا کر سر مبارک کے داہنی جانب کے بال مونڈ نے کا حکم فرمایا پھر ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر وہ سب بال انھیں عطا فرما دیئے پھر بائیں جانب کے بالوں کو حکم فرمایا اور وہ ابوطلحہ کو دیئے کہ انھیں لوگوں میں تقسیم کردو۔

نعلین مقدس

صحیح بخاری شریف کتاب اللباس میں عیسیٰ بن طہمان سے ہے۔

قال اخرج الينا انس بن مالك رضى الله تعالىٰ عنه نعلين لهما قبالان فقال ثابت البنانى هذا نعل النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم.

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو نعل مبارک ہمارے پاس لائے کہ ہر ایک میں بندش کے دو تسمے تھے ان کے شاگرد رشید ثابت بنانی نے کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعل مقدس ہے۔

ازار وغیرہ کی زیارت

صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔

قال اخرجت الينا عائشة رضى الله تعالىٰ عنها كساء ملبدا و ازارا غليظا فقالت قبض رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فى هذين .

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک رضائی یا کمبل اور ایک موٹا تہبند نکال کر ہمیں دکھایا اور فرمایا کہ وقت وصال اقدس حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ دو کپڑے تھے۔

جبۂ مقدس سے شفایابی

صحیح مسلم شریف میں حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے:

انها اخرجت جبة طيالسية كسروانية لها لبنة ديباج و فرجيها مكفوفين بالديباج و قالت هذه جبة رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كانت عند عائشة فلما قبضت قبضتها و كان النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يلبسها فنحن نغسلها للمرضى نستشفى بها.

یعنی انھوں نے ایک اونی جبہ کسروانی ساخت نکالا اس کی پلیٹ ریشمین تھی اور دونوں چاکوں پر ریشم کا کام تھا اور کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جبہ ہے ام المومنین صدیقہ کے پاس تھا ان کے انتقال کے بعد میں نے لے لیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے پہنا کرتے تھے تو ہم اسے دھودھو کر مریضوں کو پلاتے اور اس سے شفا چاہتے ہیں۔

موئے مبارک کی زیارت

صحیح بخاری میں عثمان بن عبداللہ بن مواہب سے ہے:

قال دخلت على ام سلمة فاخرجت الينا شعرا من شعر النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مخضوبا.

میں حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک کی ہمیں زیارت کرائی اس پر خضاب کا اثر تھا۔

آثار شریفہ کی شرعی حیثیت، ان کی تعظیم و تکریم اور ان سے تبرک و شفایابی کو دلائل و براہین سے

ثابت کرنے کے بعد امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

یہ چند احادیث خاص صحیحین سے لکھ دیں اور یہاں احادیث میں کثرت اور اقوال ائمہ کا تواتر بشدت اور مسئلہ خود واضح اور اس کا انکار جہل فاضح ہے۔لہٰذا صرف ایک عبارت شفا پر اقتصار کریں فرماتے ہیں۔

آثار شریفہ کی تعظیم اور خالد بن ولید کی ٹوپی

ومن اعظامه و اكباره صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اعظام جميع اسبابه و ما لمسه او عرف به و كانت في قلنسوة خالد بن الوليد رضي الله تعالىٰ عنه شعرات من شعره صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فسقطت قلنسوته في بعض حروبه فشد عليها شدة انكر عليه اصحاب النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كثرة من قتل فيها فقال لم افعلها بسبب القلنسوة بل لما تضمنته من شعره صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لئلا تسلب بركتها و تقع في ايدي المشركين . و راى ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما واضعا يده على مقعد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من المنبر ثم وضعها على وجهه.

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کا ایک جزیہ بھی ہے کہ جس چیز کو حضور سے کچھ علاقہ ہو حضور کی طرف منسوب ہو حضور نے اسے چھوا ہو یا حضور کے نام پاک سے پہچانی جاتی ہو اس سب کی تعظیم کی جائے۔خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ٹوپی میں چند موئے مبارک تھے کسی لڑائی میں وہ ٹوپی گر گئی خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے لیے ایسا شدید حملہ فرمایا جس پر اور صحابہ کرام نے انکار کیا اس لیے کہ اس شدید و سخت حملہ میں بہت مسلمان کام آئے خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میرا یہ حملہ ٹوپی کے لیے نہ تھا بلکہ موئے مبارک کے لیے تھا کہ مبادا اس کی برکت میرے پاس نہ رہے اور وہ کافروں کے ہاتھ لگیں۔اور ابن

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا گیا کہ منبر اطہر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں جو جگہ جلوس اقدس کی تھی اسے ہاتھ سے مس کر کے وہ ہاتھ اپنے منھ پر پھیر لیا۔

خالد بن ولید کی حدیث ابو یعلی اور عبداللہ بن عمر کی حدیث ابن سعد نے طبقات میں روایت کی۔

(بدر الانوار فی آداب الآثار)

حضور اور آثار صالحین سے تبرک

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور سلف صالحین کے آثار و باقیات سے تبرک و فیض حاصل کرنے سے متعلق ایک سوال کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

برکت آثار بزرگاں سے انکار آفتاب روشن کا انکار ہے معہذا جب برکت آثار شریفہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلم اور پر ظاہر کہ اولیاء و علماء حضور کے ورثاء ہیں تو ان کے آثار میں برکت کیوں نہ ہوگی کہ آخر وارث برکات و وارث ایراث برکات ہیں۔

فقیر (امام احمد رضا بریلوی) غفر اللہ تعالیٰ کہ اتمام حجت کے لیے چند عبارات ائمہ و علماء کہ وہ سب آج سے سو برس پہلے اور بعض پانسو چھ سو برس پہلے کے تھے حاضر کرتا ہے کتب مطبوعہ کا نشان جلد و صفحہ بھی ظاہر کر دیا جائے گا کہ مراجعت میں آسانی ہو۔

حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔

انی احب ان تاتینی و تصلی فی منزلی فاتخذہ مصلی۔

حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گزارش کی کہ یا رسول اللہ آپ ہمارے گھر تشریف لا کر نماز ادا فرمادیں تاکہ میں اس جگہ کو نماز کے لیے مقرر کر لوں۔

عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عذر کے سبب سے یہ عرض کیا کہ وہ ہر وقت جماعت میں حاضر نہ ہو سکتے تھے جسے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منظور فرمالیا۔ (مولف)

امام اجل ابوزکریا نووی جن کی ولادت باسعادت ۶۳۱ھ اور وفات شریف ۶۷۶ھ میں ہوئی شرح صحیح مسلم میں زیر حدیث عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

فی ھذا الحدیث انواع من العلم و فیہ التبرک باثار الصالحین و فیہ زیارۃ العلماء و الصلحاء الکبار و اتباعھم و تبریکم ایاھم۔

اس حدیث میں بہت سارے علوم ہیں، اس میں آثار صالحین سے برکت حاصل کرنے کا ثبوت ہے اور اس حدیث میں بڑے بڑے علماء وصلحاء اور ان کے متبعین کی زیارت اور ان سے برکت کا حصول بھی ثابت ہے۔ (مولف)

نیز جلد اول ص ۱۴۷ اسی حدیث کے نیچے لکھتے ہیں۔

فی حدیث عتبان فی ھذا فوائد کثیرۃ منھا التبرک بالصالحین و اثارھم و الصلوٰۃ فی المواضع التی صلوا بھا و طلب التبرک منھم۔

عتبان بن مالک کی اس حدیث میں بہت سارے فوائد ہیں ان فوائد میں سے یہ ہے کہ صالحین اور ان کے آثار و تبرکات سے برکت لینا اور ان مقامات میں نماز پڑھنا جہاں پر صالحین نے نماز پڑھی ہے اور ان سے برکت طلب کرنا، یہ سب جائز و درست ہے۔ (مولف)

حدیث حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے۔

فخرج بلال بوضوئہ فمن نائل و ناضح۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا آب وضو نکالا تو کچھ لوگ اسے لینے لگے اور کچھ لوگ لے کر اپنے اوپر چھڑکنے لگے۔ (مولف)

اس حدیث کے تحت شرح صحیح مسلم جلد اول، ص ۳۳۲ میں ہے۔

فیہ التبرک بآثار الصالحین و استعمال فضل طهورهم و طعامهم و شرابهم و لباسهم .

اس حدیث میں آثار صالحین سے تبرک کا ثبوت ہے اور ان کے وضو، ان کے کھانے پینے اور ان کے لباس کا استعمال کرنا بھی ثابت ہے۔ (مولف)

حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث میں ہے۔

اکل منه و بعث بفضله الی .

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کھانا تناول فرمانے کے بعد بچا ہوا میرے پاس بھیج دیتے تھے۔

(مولف)

شرح صحیح مسلم جلد دوم، ص ۲۵۶ میں امام نووی فرماتے ہیں۔

قال العلماء فی هذه انه یستحب للاکل و الشارب ان یفضل مما یاکل و یشرب فضلة لیواسی بها من بعده لا سیما ان کان ممن یتبرک بفضله .

علماء فرماتے ہیں کہ کھانے پینے والے کے لیے مستحب ہے کہ وہ کچھ کھانا اور پینا ضرور بچائے تا کہ بعد والے اس سے استفادہ کریں خصوصاً جب کہ کھانے اور پینے والا اہل علم وفضل میں سے ہو اور ان کے بچے ہوئے کو تبرک سمجھا جاتا ہو۔ اسے ضرور بچانا چاہیے۔ (مولف)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے

سأل عن موضع اصابعه فتتبع موضع اصابعه .

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سالن میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انگلیاں ڈالنے کی جگہ کو پوچھا پھر حضور کے انگلیاں رکھنے کی جگہ میں (کدو) تلاش کرنے لگے۔ (مولف)

شرح صحیح مسلم ج ۲، ص ۱۸۳ میں اس حدیث کے تحت میں ہے۔

فيه التبرک بآثار الخير في الطعام وغيره .

اس حدیث میں کھانا وغیرہ میں آثار خیر سے حصول تبرک ثابت ہے۔ (مولف)

ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔

فجعل الناس يتمسحون بوضوئه .

پھر لوگ حضور جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آب وضو لے کر چہرے اور بدن پر ملنے لگے۔

(مولف)

امام احمد بن محمد قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری جلد اول، ص ۱۸۳ پر اس حدیث کے ضمن میں فرماتے ہیں۔

استنبط منه التبرک لما يلامس اجساد الصالحين .

اس حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے کہ جو چیز صالحین کے جسم کو چھو جائے اس میں برکت ہی برکت ہے۔ (مولف)

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔

انی و اللہ ما سالتہ لالبسہا انما سألتہ لتکون کفنی ۔

انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک چادر مانگی لوگوں نے اعتراض کیا کہ حضور کو خود اس وقت چادر کی ضرورت ہے اور تم نے مانگ لی جب کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی کا سوال رد نہیں فرماتے ہیں اس پر حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ قسم خدا کی میں نے پہننے کے لیے سوال نہیں کیا میں نے اس لیے چادر مانگی تا کہ وہ میرا کفن بنے۔ (مولف)

اس حدیث کے تحت ارشاد الساری جلد اول ص ۳۸۱ پر ہے۔

فیہ التبرک باثار الصالحین قال اصحابنا لا یندب ان یعد لنفسہ کفنا الا ان یکون من اثر ذی صلاح فحسن اعدادہ کما ھنا ۔

اس حدیث میں آثار صالحین سے حصول برکت کا ثبوت ہے ہمارے علماء واصحاب فرماتے ہیں کہ اپنے لیے کفن تیار کر کے رکھنا مندوب نہیں ہے ہاں اگر کوئی کپڑا نیک آدمی کا تبرک ہو تو اسے کفن بنا کر رکھنا مستحسن ہے جیسا کہ سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور کی چادر اطہر کا کفن بنا کر رکھا۔ (مولف)

جلد دوم ص ۳۲۴ مولانا علی قاری مکی متوفی ۱۰۱۴ھ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث نسائی کے نیچے کہ طلق بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بقیۂ آب وضو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضور سے مانگ کر اپنے ملک کو لے گئے یہ فائدہ لکھا۔

فیہ التبرک بفضلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و نقلہ الی البلاد نظیر ماء زمزم۔

اس حدیث میں یہ ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بقیۂ وضو سے برکت حاصل کرنا اور اسے دور دراز شہروں میں لے جانا جائز ہے اور یہ ایسا ہی ہے جیسے آب زمزم کو دور دراز شہروں میں

لے جاتے ہیں۔

ملا علی قاری اسی کے ضمن میں فرماتے ہیں:

ویوخذ من ذٰلك ان فضلة وارثيه من العلماء والصلحاء كذٰلك

اور اس حدیث سے یہ حکم بھی اخذ کیا جاتا ہے کہ علماء وصلحاء جو حضور کے وارث ہیں ان کا بقیہ وضو وغیرہ بھی ایسا ہی متبرک ہے۔ (مؤلف)

مولانا شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ نے اشعۃ اللمعات میں فرمایا۔

دریں حدیث استحباب تبرک است بہ بقیہ آب وضوے وپس ماندہ آنحضرت ونقل آن ببلاد و مواضع بعیدہ مانند آب زمزم، وآنحضرت چوں در مدینہ می بود آب زم زم را از حاکم مکہ می طلبید وتبرک می ساخت وفضلہ وارثان او کہ علماء وصلحائند وتبرک بآثار وانوار ایشاں ہم بریں قیاس ست۔

اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے باقی ماندہ آب وضو سے برکت لینے اور اسے دور دراز شہروں وملکوں میں لے جانے کا استحباب ثابت ہے جیسا کہ آب زم زم کو مختلف مقامات پر لے جایا جاتا ہے۔ حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ میں تشریف فرما تھے تو مکہ کے حاکم سے آب زم زم طلب فرمایا اور اسے تبرک بنایا۔ علماء وصلحاء جو حضور کے وارث و نائب ہیں ان کا باقی ماندہ آب وضو اور ان کے آثار وانوار اسی طرح متبرک و بابرکت ہیں۔ (مؤلف)

آثار مسلمین سے حضور کا تبرک

اس بحث کے آخر میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ حدیث صحیح سے ثابت کرے کہ خود حضور پُرنور سیّد یوم النشور، افضل صلوات اللہ تعالیٰ واجل تسلیماتہ علیہ وعلیٰ آلہ وذریاتہ

آثار مسلمین سے تبرک فرماتے۔ و لله الحجة البالغة .

طبرانی معجم اوسط اور ابونعیم حلیہ میں حضرت سیدنا وابن سیدنا عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی :

قال كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يبعث الى المطاهر فيوتى بالماء فيشربه يرجو به بركة ايدى المسلمين .

یعنی حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلمانوں کی طہارت گاہوں مثل حوض وغیرہ سے جہاں اہل اسلام وضو کیا کرتے پانی منگا کر نوش فرماتے اور اس سے مسلمانوں کے ہاتھوں کی برکت لینا چاہتے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

علامہ عبدالرؤف مناوی تیسیر ج ۲، ص ۲۶۹ پھر علامہ علی بن احمد عزیزی سراج المنیر ج ۳، ص ۱۴۷ شروح جامع صغیر میں اس حدیث کی نسبت فرماتے ہیں باسناد صحیح، علامہ محمد حفنی اپنی تعلیقات علی الجامع میں فرماتے ہیں۔

يرجو به بركة الخ لانهم محبوبون لله تعالىٰ بدليل ان الله يحب التوابين و يحب المتطهرين .

یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بقیہ آب وضوئے مسلمین میں اس وجہ سے امید برکت رکھتے کہ وہ محبوبان خدا ہیں قرآن عظیم میں فرمایا بیشک اللہ دوست رکھتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور دوست رکھتا ہے طہارت والوں کو۔ اللہ اکبر ، اللہ اکبر .

یہ حضور پرنور سید السارکین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں جن کی خاک نعلین پاک تمام جہان کے لیے تبرک دل و جان وسرمہ چشم دین وایمان ہے وہ اس پانی کو جس میں مسلمانوں کے ہاتھ دھلے تبرک

ٹھہرائیں اور اسے منگا کر بغرض حصول برکت نوش فرمائیں حالاں کہ واللہ! مسلمانوں کے دست وزبان و دل و جان میں جو برکتیں ہیں سب انھیں نے عطا فرمائیں انھیں کی نعلین پاک کے صدقے میں ہاتھ آئیں۔

یہ سب تعلیم امت وتنبیہ مشغولان خواب غفلت کے لیے تھا کہ یوں نہ سمجھیں تو اپنے مولیٰ وآقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فعل سن کر بیدار اور برکت آثار اولیاء وعلماء کے طلب گار ہوں پھر کیسا جاہل ومحروم وہ نافہم ملوم کہ محبوبان خدا کے آثار کو تبرک نہ جانے اور اس سے حصول برکت نہ مانے۔و لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم . (بدرالانوار فی آداب الآثار)

آثار وتبرکات کے لیے سند کی حاجت نہیں

آثار وتبرکات کی شرعی حیثیت سے متعلق ایک سوال کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں :

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آثار وتبرکات شریفہ کی تعظیم دین ومسلمان کا فرض عظیم ہے، تابوت سکینہ جس کا ذکر قرآن عظیم میں ہے جس کی برکت سے بنی اسرائیل ہمیشہ کافروں پر فتح پاتے اس میں کیا تھا؟

بقية مما ترک آل موسیٰ و آل هارون .

موسیٰ وہارون علیہما الصلاۃ والسلام کے چھوڑے ہوئے تبرکات سے کچھ بقیہ تھا۔موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا عصا اور ان کی نعلین مبارک اور ہارون علیہ الصلاۃ والسلام کا عمامہ وغیرہا۔

والہذا تواتر سے ثابت کہ جس چیز کو کسی طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی علاقہ بدن اقدس سے چھونے کا ہوتا صحابہ وتابعین وائمہ دین ہمیشہ اس کی تعظیم وحرمت اور اس سے طلب برکت

فرماتے آئے۔

اور دین حق کے معظم اماموں نے تصریح فرمائی کہ اس کے لیے کسی سند کی بھی حاجت نہیں بلکہ جو چیز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پاک سے مشہور ہو اس کی تعظیم شعائر دین سے ہے۔

شفاء شریف ومواہب لدنیہ ومدارج شریف وغیرہا میں ہے۔

من اعظامه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اعظام جميع اسبابه و ما لمسه او عرف به صلى الله تعالىٰ عليه وسلم .

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم میں سے ہے ان تمام اشیاء کی تعظیم جن کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ علاقہ ہو اور جسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چھوا ہو یا جو حضور کے نام پاک سے مشہور ہو۔

یہاں تک کہ برابر ائمہ دین وعلماء معتمدین نعل اقدس کی شبیہ ومثال کی تعظیم فرماتے رہے اور اس سے صدہا عجیب مددیں پائیں اور اس کے باب میں مستقل کتابیں تصنیف فرمائیں، جب نقشے کی یہ برکت و عظمت ہے تو خود نعل اقدس کی برکت وعظمت کو خیال کیجیے پھر ردائے اقدس و جبہ مقدسہ وعمامہ مکرمہ پر نظر کیجیے پھر ان تمام آثار وتبرکات شریفہ سے ہزاروں درجے اعظم واعلیٰ واکرم واولیٰ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ناخن پاک کا تراشہ ہے کہ یہ سب ملبوسات تھے اور وہ جزء بدن والا ہے اور اس سے اجل واعظم وارفع واکرم حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ریش مبارک کا موئے مطہر ہے۔ مسلمان کا ایمان گواہ ہے کہ ہفت آسمان وزمین ہرگز اس ایک موئے مبارک کی عظمت کو نہیں پہنچتے۔

اور ابھی تصریحات ائمہ سے معلوم ہولیا کہ تعظیم کے لیے نہ یقین درکار ہے نہ کوئی خاص سند بلکہ صرف نام پاک سے اس شی کا اشتہار کافی ہے ایسی جگہ بے اوراک سند تعظیم سے باز نہ رہے گا مگر بیمار دل پر

آزار دل جس میں نہ عظمت شان محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بروجہ کافی نہ ایمان کامل۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

ان یک فعلیہ کذبہ و ان یک صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم .

اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اس پر اور اگر سچا ہے تو تمھیں پہنچ جائیں گے بعض وہ عذاب جن کا وہ تمھیں وعدہ دیتا ہے۔

اور خصوصاً جہاں سند بھی موجود ہو پھر تو تعظیم و اعزاز و تکریم سے باز نہیں رہ سکتا مگر کوئی کھلا کافر یا چھپا منافق۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

مصنوعی تبرکات کا حکم

اور یہ کہنا کہ آج کل اکثر لوگ مصنوعی تبرکات لیے پھرتے ہیں اگر یوں ہی مجمل بلا تعین شخص ہو یعنی کسی شخص معین پر اس کی وجہ سے الزام یا بدگمانی مقصود نہ ہو تو اس میں کچھ گناہ نہیں اور بلا ثبوت شرعی کسی شخص کی نسبت حکم لگا دینا کہ یہ ان ہی میں سے ہے جو مصنوعی تبرکات لیے پھرتے ہیں ضرور ناجائز و گناہ و حرام ہے کہ اس کا منشاء صرف بدگمانی ہے اور بدگمانی سے بڑھ کر کوئی جھوٹی بات نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

ایاکم و الظن فان الظن اکذب الحدیث.

بدگمانی سے بچو کہ بدگمانی سب سے بڑھ کر جھوٹی بات ہے۔

ائمہ دین فرماتے ہیں :

انما ینشوء الظن الخبیث من القلب الخبیث .

خبیث گمان خبیث ہی دل سے پیدا ہوتا ہے۔

تبرکات شریفہ جس کے پاس ہوں ان کی زیارت کرنے پر لوگوں سے اس کا کچھ مانگنا سخت شنیع ہے جو تندرست ہو اعضا صحیح رکھتا ہو نوکری خواہ مزدوری اگرچہ ڈلیا ڈھونے کے ذریعہ سے روٹی کما سکتا ہو اسے سوال کرنا حرام ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لا تحل الصدقة لغنى و لا لذى مرة سوى .

غنی یا سکت والے تندرست کے لیے صدقہ حلال نہیں۔

علماء فرماتے ہیں :

- **ما جمع السائل بالتكدى فهو الخبيث .**

سائل جو مانگ کر جمع کرتا ہے وہ خبیث ہے۔

اس پر ایک شناعت یہ ہوئی دوسری شناعت سخت تر یہ ہے کہ دین کے نام سے دنیا کماتا ہے اور **يشترون بايتى ثمنا قليلا** کے قبیل میں داخل ہوتا ہے۔ تبرکات شریفہ بھی اللہ عزوجل کی نشانیوں سے عمدہ نشانیاں ہیں ان کے ذریعہ سے دنیا کی ذلیل قلیل پونجی حاصل کرنے والا دنیا کے بدلے دین بیچنے والا ہے۔ شناعت سخت تر یہ ہے کہ اپنے اس مقصد فاسد کے لیے تبرکات شریفہ کو شہر شہر دربدر لیے پھرتے ہیں اور ہر کس وناکس کے پاس لے جاتے ہیں یہ آثار شریفہ کی سخت توہین ہے۔

خلیفہ ہارون رشید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عالم دار الہجرۃ سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درخواست کی تھی کہ ان کے یہاں جا کر خلیفہ زادوں کو پڑھا دیا کریں ارشاد فرمایا میں علم کو ذلیل نہ کروں گا

انھیں پڑھنا منظور ہے تو خود حاضر ہوا کریں عرض کی وہیں حاضر ہوں گے مگر اور طلبہ پر ان کو تقدیم دی جائے فرمایا یہ بھی نہ ہوگا سب یکساں رکھے جائیں گے آخر خلیفہ کو یہی منظور کرنا پڑا۔

یوں ہی امام شریک نخعی سے خلیفہ وقت نے چاہا تھا کہ ان کے گھر جا کر شاہزادوں کو پڑھا دیا کریں انکار کیا کہا آپ امیر المومنین کا حکم ماننا نہیں چاہتے فرمایا یہ نہیں بلکہ میں علم کو ذلیل نہیں کرنا چاہتا۔

رہا یہ کہ بے اس کے مانگے زائرین کچھ اسے دیں اور یہ لے، اس میں تفصیل ہے، شرع مطہر کا قاعدہ کلیہ ہے کہ **المعهود عرفا كالمشروط لفظا**. جو لوگ تبرکات شریفہ شہر بہ شہر لیے پھرتے ہیں ان کی نیت و عادت قطعاً معلوم کہ اس کے عوض تحصیل زر و جمع مال چاہتے ہیں یہ قصد نہ ہو تو کیوں دور دراز سفر کی مشقت اٹھائیں ریلوں کے کرائے دیں اگر کوئی ان میں زبانی کہے بھی کہ ہماری نیت فقط مسلمانوں کو زیارت سے بہرہ مند کرنا ہے تو ان کا حال ان کے قال کی صریح تکذیب کر رہا ہے۔ ان میں علی العموم وہ لوگ ہیں جو ضروری ضروری طہارت و صلاۃ سے بھی آگاہ نہیں اس فرض قطعی کے حاصل کرنے کو کبھی دس پانچ کوس یا شہر ہی کے کسی عالم کے پاس گھر سے آدھ میل جانا پسند نہ کیا مسلمانوں کو زیارت کرانے کے لیے ہزاروں کوس سفر کرتے ہیں پھر جہاں زیارتیں ہوں اور لوگ کچھ نہ دیں وہاں ان صاحبوں کے غصے دیکھیئے پہلا یہ حکم لگایا جاتا ہے کہ تم لوگوں کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ محبت نہیں گویا ان کے نزدیک محبت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ایمان اسی میں منحصر ہے کہ حرام طور پر کچھ ان کی نذر کر دیا جائے۔ پھر جہاں نہیں ملے بھی مگر ان کے خیال سے تھوڑا ہو ان کی سخت شکایتیں اور مذمتیں ان سے سن لیجیے اگرچہ وہ دینے والے علماء و صلحا ہوں اور مال حلال سے دیا ہو اور جہاں پیٹ بھر کے مل گیا وہاں کی لمبی چوڑی تعریفیں لے لیجیے اگرچہ وہ دینے والے فساق فجار بلکہ بد مذہب ہوں اور مال حرام سے دیا ہو۔ تو قطعاً معلوم کہ وہ زیارت نہیں کراتے مگر لینے کے لیے اور زیارت کرنے والے بھی جانتے ہیں کہ ضرور کچھ دینا پڑے گا تو اب یہ صرف سوال ہی نہ ہوا بلکہ بحسب عرف زیارت شریفہ پر اجارہ ہو گیا اور وہ بچند وجہ

حرام ہے۔

اولاً: زیارت آثار شریفہ کوئی ایسی چیز نہیں جوز یر اجارہ داخل ہو سکے۔

کما صرح به فی رد المحتار وغیره ان ما یوخذ من النصاریٰ علی زیارة بیت المقدس حرام و هذا اذا کان حراما اخذه من کفار دور الحرب کالروس وغیرهم فکیف من المسلمین ان هو الا ضلال مبین.

جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ میں تصریح ہے کہ بیت المقدس کی زیارت پر نصاریٰ سے کچھ لینا حرام ہے اور یہ تو روس وغیرہ دارالحرب کے کفار سے لینا حرام ہے تو مسلمانوں سے لینا کیوں کر حلال ہوگا۔ یہ تو کھلی ہوئی گمراہی ہے۔ (مولف)

ثانیاً: اجرت مقرر نہیں ہوئی کیا دیا جائے گا اور جو اجارے شرعاً جائز ہیں ان میں بھی اجرت مجہول رکھی جانا اسے حرام کر دیتا ہے نہ کہ جو سرے سے حرام ہے کہ حرام در حرام ہوا اور یہ حکم جس طرح گشتی صاحبوں کو شامل ہے مقامی حضرات بھی اس سے محفوظ نہیں جب کہ اسی نیت سے زیارت کراتے ہوں اور ان کا یہ طریقہ معلوم و معروف ہو ہاں اگر کسی بندۂ خدا کے پاس کچھ آثار شریفہ ہوں اور وہ انھیں بہ تعظیم اپنے مکان میں رکھے اور جو مسلمان اس کی درخواست کرے محض لوجہ اللہ اسے زیارت کرا دیا کرے کبھی کسی معاوضہ، نذرانہ کی تمنا نہ رکھے پھر اگر وہ آسودہ حال نہیں اور مسلمان بطور خود قلیل یا کثیر بنظر اعانت اسے کچھ دے تو اس کے لیے لینے میں اس کو کچھ حرج نہیں۔ باقی گشتی صاحبوں کو عموماً اور مقامی صاحبوں میں خاص ان کو جو اس امر پر اخذ نذور کے ساتھ معروف و مشہور ہیں شرعاً جواز کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔ مگر ایک وہ یہ کہ خدائے تعالیٰ ان کو توفیق دے نیت اپنی درست کریں اور اس شرط عرفی کے رد کے لیے صراحۃً اعلان کے ساتھ ہر جلسے میں کہہ دیا کریں کہ مسلمانو! یہ آثار شریفہ تمھارے نبی

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا فلاں ولی معزز و مکرم کے ہیں کہ محض خالصاً لوجہ اللہ تمھیں ان کی زیارت کرائی جاتی ہے ہرگز ہرگز کوئی بدلہ یا معاوضہ مطلوب نہیں اس کے بعد اگر مسلمان کچھ نذر کریں تو اسے قبول کرنے میں کچھ حرج نہ ہوگا۔

فتاویٰ قاضی خان وغیرہا میں ہے۔

ان الصریح یفوق الدلالۃ .

بیشک صراحت دلالت سے بڑھ کر ہے۔ (مولف)

اور اس کی صحت نیت پر دلیل یہ ہوگی کہ کم پر ناراض نہ ہو بلکہ اگر جلسے گزر جائیں لوگ فوج فوج زیارتیں کر کے یوں ہی چلے جائیں اور کوئی پیسہ نہ دے جب بھی اصلاً دل تنگ نہ ہو اور اسی خوشی و شادمانی کے ساتھ مسلمانوں کو زیارت کرایا کرے اس صورت میں یہ لینا دینا دونوں جائز و حلال ہوں گے اور زائرین و مزور دونوں اعانت مسلمین کا ثواب پائیں گے اس نے سعادت و برکت دے کر ان کی مدد کی انھوں نے دنیا کی متاع قلیل سے فائدہ پہنچایا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ .

تم میں جس سے ہو سکے کہ اپنے مسلمان بھائی کو نفع پہنچائے تو پہنچائے۔

اسے امام مسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللہ فی عون العبد ما دام العبد فی عون اخیہ

اللہ اپنے بندہ کی مدد میں ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں ہے۔ یہ حدیث بخاری ومسلم نے روایت فرمائی۔

علی الخصوص جب یہ تبرکات والے سادات کرام ہوں تو اب ان کی خدمت اعلیٰ درجہ کی برکت و سعادت ہے۔

حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص اولاد عبدالمطلب میں سے کسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور اس کا صلہ دنیا میں نہ پائے میں بہ نفس نفیس روز قیامت اس کا صلہ عطا فرماؤں گا۔

اور اگر زیارت کرانے والے کو اس کی توفیق نہ ہو تو زیارت کرنے والے کو چاہئے خود ان سے صاف صراحۃً کہہ دے کہ نذر کچھ نہیں دی جائے گی خالصاً لوجہ اللہ اگر آپ زیارت کراتے ہیں کرائیے اس پر اگر وہ صاحب نہ مانیں ہرگز زیارت نہ کرے کہ زیارت ایک مستحب ہے اور یہ لین دین حرام، کسی مستحب شی کے حاصل کرنے کے واسطے حرام کو اختیار نہیں کر سکتے۔

اشباہ ونظائر وغیرہا میں ہے۔

ما حرم اخذہ حرم اعطاءہ .

جس کا لینا حرام اس کا دینا بھی حرام ہے۔ (مولف)

درمختار میں ہے۔

الاخذ و المعطی آثمان .

لینے والے اور دینے والے دونوں گنہ گار ہیں۔ (مولف)

اسی درمختار میں تصریح ہے کہ جو تندرست ہو اور کسب پر قادر ہو اسے دینا حرام ہے کہ دینے والے اس سوال حرام پر اس کی اعانت کرتے ہیں اگر نہ دیں خواہی نہ خواہی عاجز ہو اور کسب کرے اور اگر اس کی غرض زیارت کرنے والے صاحب نے قبول کرلی تو اب سوال و اجرت کا قدم درمیان سے اٹھ گیا بے تکلف زیارت کرے دونوں کے لیے اجر ہے اس کے بعد حسب استطاعت ان کی نذر کردے یہ لینا دینا دونوں کے لیے حلال اور دونوں کے لیے اجر ہے۔ بحمدہ تعالیٰ فقیر کا یہی معمول ہے اور توفیق خیر اللہ تعالیٰ سے مسئول ہے۔ (بدرالانوار فی آداب الآثار)

روضۂ منورہ کی نقل اور آثار شریفہ کو دیکھ کر درود پڑھنا

روضۂ انور کی نقل صحیح اور دیگر آثار مقدسہ کو دیکھ کر درود شریف پڑھنے سے متعلق ایک سوال کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں :

روضۂ منورہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نقل صحیح بلا شبہ معظمات دینیہ سے ہے اس کی تعظیم و تکریم بروجہ شرعی ہر مسلمان صحیح الایمان کا مقتضائے ایمان ہے۔ ع

اے گل بتو خرسندم تو بوئے کسی داری

اس کی زیارت بآداب شریعت اور اس وقت درود شریف کی کثرت ہر مومن کی شہادت قلب و بداہت عقل سے مستحب و مطلوب ہے۔

علامہ تاج خاکہانی فجر منیر میں فرماتے ہیں :

من فوائد ذلک ان من لم یمکنه زیارة الروضة فلیبرز مثالها و لیلثمه مشتاقا لانه ناب مناب الاصل کما قد ناب مثال نعله الشریف مناب عینها فی المنافع و الخواص بشهادة التجربة الصحیحة و لذا جعلوا له من الاکرام و الاحترام ما یجعلون

للمنوب عنه .

یعنی روضۂ مبارک سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نقل میں ایک فائدہ یہ ہے کہ جسے اصل روضۂ اقدس کی زیارت نہ ملے وہ اس کی زیارت کرے اور شوق دل کے ساتھ اسے بوسہ دے کہ یہ نقل اسی اصل کے قائم مقام ہے جیسے نعل مبارک کا نقشہ منافع وخواص میں یقیناً خود اس کا قائم مقام ہے جس پر صحیح تجربہ گواہ ہے ولہٰذا علماء دین نے اس کی نقل کا اعزاز واکرام وہی رکھا جو اصل کا رکھتے ہیں۔

اسی طرح دلائل الخیرات ومطالع المسرات وغیرہما معتبرات میں ہے۔

اس بحث کی تفصیل جمیل فقیر (امام احمد رضا بریلوی) کے رسالہ ''شفاء الوالہ فی صور الحبیب ومزارہ ونعالہ ۱۳۱۵ھ'' میں ہے یہاں لفظ زیارت کی ممانعت محض جہالت ہے اور معاذ اللہ درود شریف کی ممانعت اور سخت حماقت اور صراحۃً شریعت مطہرہ پر افتراء وتہمت ہے۔

علامہ طاہر فتنی مجمع البحار میں اپنے استاذ حضرت عارف باللہ سیدی علی متقی مکی وہ اپنے استاذ امام ابن حجر مکی رحمہم اللہ تعالیٰ سے نقل فرماتے ہیں۔

من استقيظ عند اخذ الطيب و شمه الى ما كان عليه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من صحبته للطيب و صلى عليه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لما وقر فى قلبه من جلالته و استحقاقه على كل امته ان يلحظوا بعين نهاية الاجلال عند روية شئ من آثاره او ما يدل عليها فهو آت بما له فيه اكمل الثواب الجزيل و قد استحبه العلماء لمن رأى شيئا من آثاره صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و لا شك ان من استحضر ما ذكرته عند شمه للطيب يكون كالرائى بشئ من آثاره الشريفة فى المعنى فليس به الاكثار من الصلاة و السلام عليه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم حينئذ.

اسی ارشاد جمیل میں صاف تصریح جمیل ہے کہ تمام امت پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حق ہے کہ جب حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آثار شریفہ سے کوئی چیز دیکھیں یا وہ شئی دیکھیں جو حضور کے آثار شریفہ سے کسی چیز پر دلالت کرتی ہو تو اس وقت کمال ادب و تعظیم کے ساتھ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تصور لائیں اور درود و سلام کی کثرت کریں ولہٰذا جو خوشبو لیتے یا سونگھتے وقت یاد کرے کہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے دوست رکھتے تھے وہ بھی گویا معنی آثار شریفہ کی زیارت کر رہا ہے اسے اس وقت درود پڑھنے کی کثرت مسنون ہونی چاہیئے۔

تو نقل روضۂ مبارکہ کہ صاف صاف مایدل علیہا میں داخل ہے اس کی زیارت کے وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم اور حضور پر درود و تسلیم کیوں نہ مستحب ہوگی۔

(بدر الانوار فی آداب الآثار)

ابو محذورہ کے گیسو

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طائف شریف فتح فرمایا اذان ہوئی بچوں نے اس کی نقل کی ان میں ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے ان کی آواز بہت اچھی تھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو بلایا اور سر پر دست مبارک رکھا اور ان کو موذن مقرر فرما دیا ماں نے برکت کے لیے پیشانی کے ان بالوں کو جن پر دست اقدس رکھا گیا تھا محفوظ رکھا۔ جس وقت بال کھولے جاتے تو زمین پر آ جاتے تھے۔

(الملفوظ حصہ دوم)

اعضائے شریفہ سے تبرک کا طریقہ

اعضائے شریفہ سے استفادہ اور ان سے حصول برکت کا طریقہ بیان کرتے ہوئے امام احمد رضا

بریلوی فرماتے ہیں:

انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے اعضائے شریفہ مثلاً موئے مبارک اور دندان شریف اور ناخن شریف کا کھانا ناجائز وحرام ہے، ابتذال وتوہین ہے اور جو چیز حرام کی گئی ہے اس کی حلت کی کوئی وجہ نہیں وہ مباح نہیں ہوسکتی اگر تبرک چاہتا ہے پانی میں دھو کر پیئے۔ (الملفوظ، حصہ چہارم)

حضور کا آب وضو

سنن نسائی شریف میں ہے طلق بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حضور کا بقیہ وضو مانگا حضور نے پانی منگا کر وضو فرمایا اور اس میں کلی ڈالی پھر ان کے برتن میں کر دیا اور ارشاد فرمایا جب اپنے شہر میں پہنچو

فاکسروا بیعتکم و انضحوا مکانها بهذا الماء و اتخذوها مسجدا.

اپنا گرجا توڑو اور اس زمین پر یہ پانی چھڑکو اور وہاں مسجد بناؤ۔

انھوں نے اور ان کے ساتھیوں نے عرض کی شہر دور ہے اور گرمی سخت وہاں تک جاتے جاتے پانی خشک ہوجائے گا فرمایا

مدوه من الماء فانه لا یزیده الا طیبا.

اس میں اور پانی ملاتے رہنا کہ پاکیزگی ہی بڑھے گی۔

چاہ اہاب میں حضور نے کلی فرمائی

مدینہ طیبہ کے عوالی میں جانب غرب کے سنگستان میں ایک کنواں ہے جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کلی فرمائی تھی، جب سے برابر اہل مدینہ اس سے تبرک کرتے ہیں اہل اسلام اس کا پانی

زم زم شریف کی طرح دور دور لے جاتے ہیں یہاں تک کہ اس کا نام ہی زم زم ہو گیا ہے۔

امام سید نورالدین علی سمہودی مدنی قدس سرہ خلاصۃ الوفاء شریف میں فرماتے ہیں

بئر اھاب بصق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فیھا و ھی بالحرۃ الغربیۃ معروفۃ الیوم بزمزم و قد قال المطری لم یزل اھل المدینۃ قدیما و خلفا یتبرکون بھا و ینقل الی الافاق من ماء ھا کما ینقل من زمزم یسمونھا ایضا زمزم لبرکتھا.

چاہ اہاب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کلی فرمائی وہ پچھم کی پتھریلی زمین میں ہے آج زم زم کے نام سے مشہور ہے اور بیشک مطری نے کہا کہ ہمیشہ اہل مدینہ سلف سے خلف تک اس سے تبرک کرتے ہیں دور دور شہروں کو زم زم کی طرح اس کا پانی مسلمان لے جاتے ہیں اس کی برکت کے سبب اسے بھی زم زم کہتے ہیں۔ (فتاویٰ افریقہ)

موئے مبارک سے شفایابی

صحیح بخاری و مسند امام احمد و سنن ابن ماجہ میں عثمان بن عبداللہ بن موہب سے مروی:

قال دخلت علی ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا فاخرجت شعرا من شعر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (مخضوبا [زاد الاخیران] (بالحناء و الکتم)

یعنی میں ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک (جو ان کے پاس تبرکات شریفہ میں رکھے تھے جس بیمار کو اس کا پانی دھو کر پلاتیں فوراً شفا پاتا تھا) نکالے (مہندی اور کتم سے رنگے ہوئے تھے)

ان ہی عثمان بن عبداللہ سے ان ہی موئے اقدس کی نسبت صحیح بخاری شریف میں مروی

ان ام سلمة رضی الله تعالیٰ عنها ارته شعر النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم احمر.

یعنی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک سرخ رنگ دکھائے۔

اسی حدیث میں امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دوسری روایت یوں ہے۔

شعرا احمر مخضوبا بالحناء و الکتم.

یعنی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے موئے مبارک سرخ رنگ دکھائے جن پر حنا وکتم کا خضاب تھا۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۹، ص ۳۲)

آثار شریفہ سے تبرک

آثار مقدسہ سے ہر زمانے میں تبرک حاصل کیا گیا اور ان کی تعظیم وتکریم کی گئی اور یہ کہ آثار مقدسہ کے ثبوت کیلیے کسی سند کی حاجت نہیں ان کا مشہور ومعروف ہو جانا ہی کافی ہے، اس مضمون سے متعلق ایک سوال کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں :

فی الواقع آثار شریفہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تبرک سلفاً وخلفاً زمانہ اقدس حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے آج تک بلانکیر رائج ومعمول اور باجماع مسلمین مندوب ومحبوب بکثرت احادیث صحیحہ صحیح بخاری ومسلم وغیرہما صحاح وسنن وکتب حدیث اس پر ناطق جن میں بعض کی تفصیل فقیر نے کتاب ''البارقۃ الشارقۃ علیٰ مارقۃ المشارقۃ'' میں ذکر کی اور ایسی جگہ ثبوت یقینی

یا سند محدثانہ کی اصلاً حاجت نہیں، اس کی تحقیق و تنقیح کے پیچھے پڑنا اور بغیر اس کے تعظیم و تبرک سے باز رہنا سخت محرومی و کم نصیبی ہے، ائمہ دین نے صرف حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام سے اس شی کا معروف ہونا کافی سمجھا ہے۔

امام قاضی عیاض ''شفا شریف'' میں فرماتے ہیں:

من اعظامه و اكباره صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اعظام جميع اسبابه و اكرام مشاهده و امكنته من مكة و المدينة و معاهده و ما منه عليه الصلاة و السلام او عرف به .

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و بڑائی میں سے یہ ہے کہ حضور کے تمام اسباب و مشاہد اور حضور کے رہنے کی جگہ جیسے مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ اور حضور کے معاہد و مامن یا حضور سے منسوب جو چیز مشہور ہے ان سب کی تعظیم و تکریم کرنا۔ (مولف)

نعل مطہر کے نقشے اور اس سے تبرک

اسی طرح طبقۃً فطبقۃً، شرقاً، غرباً، عجماً، عرباً، علمائے دین وائمہ معتمدین نعل مطہر حضور سید البشر علیہ افضل الصلاۃ واکمل السلام کے نقشے کاغذوں پر بناتے، کتابوں پر تحریر فرماتے آئے اور انھیں بوسہ دینے، آنکھوں سے لگانے، سر پر رکھنے کا حکم فرماتے اور دفع امراض وحصول اغراض میں اس سے توسل فرمایا کیے اور بفضل الٰہی عظیم وجلیل برکات و آثار اس سے پایا کیے۔

علامہ ابوالیمن ابن عساکر و شیخ ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن خلف سلمی وغیرہما علماء نے اس باب میں مستقل کتابیں تصنیف کیں۔

اور علامہ احمد مقری کی فتح المتعال فی مدح خیر النعال اس مسئلہ میں اجمع وانفع تصانیف سے ہے۔

علامہ ابوالربیع سلیمان بن سالم کلاعی، وقاضی شمس الدین ضیف اللہ رشیدی وشیخ فتح اللہ بیلونی طبی معاصر علامہ مقری وسید محمد موسیٰ حسینی مالکی معاصر علامہ ممدوح وشیخ محمد بن فرج سبتی وشیخ محمد بن رشید فہری سبتی وعلامہ ابوالیمن ابن عساکر وعلامہ ابوالحکم مالک بن عبدالرحمٰن بن علی مغربی وامام ابوبکر احمد بن امام ابومحمد عبداللہ بن حسین انصاری قرطبی وغیرہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے نقشۂ نعل مقدس کی مدح میں قصائد عالیہ تصنیف فرمائے۔ ان سب میں اسے بوسہ دینے، سر پر رکھنے کا حکم واستحسان مذکور اور یہی مواہب لدنیہ امام علامہ احمد قسطلانی وشرح مواہب علامہ زرقانی وغیرہما کتب جلیلہ میں مسطور۔

نقشۂ نعل مقدس کے فوائد

علماء فرماتے ہیں جس کے پاس یہ نقشہ متبرکہ ہو ظلم ظالمین وشر شیاطین وچشم زخم حاسدین سے محفوظ رہے۔ عورت دردزہ کے وقت اپنے ہاتھ میں لے آسانی ہو۔ جو ہمیشہ پاس رکھے نگاہ خلق میں معزز ہو، زیارت روضۂ اقدس نصیب ہو، یا خواب میں زیارت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف ہو جس لشکر میں ہو نہ بھاگے، جس قافلہ میں ہو نہ لٹے، جس کشتی میں ہو نہ ڈوبے، جس مال میں ہو نہ چرے، جس حاجت میں اس سے توسل کیا جائے پوری ہو، جس مراد کی نیت سے پاس رکھیں حاصل ہو، موضع درد ومرض پر اسے رکھ کر شفائیں ملی ہیں، مہلکوں، مصیبتوں میں اس سے توسل کر کے نجات وفلاح کی راہیں کھلی ہیں، اس باب میں حکایات صلحاء وروایات علماء بکثرت ہیں کہ امام تلمسانی وغیرہ نے فتح المتعال وغیرہ میں ذکر فرمائیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج۹، ص۹۲)

نعل مبارک اور اس کے نقشے کا احترام

علامہ محمد بن احمد بن علی فاسی قصری مطالع میں فرماتے ہیں :

و قد استنابو امثال النعل عن النعل و جعلوا له من الاكرام و الاحترام ما للمنوب عنه و ذكروا له خواص و بركات و قد جربت و قالوا فيه اشعارا كثيرة و الفوا في صورته و رووه بالاسانيد و قد قال القائل .

اذا مـا الشـوق اقـلـقـنـي اليهـا
و لـم اظـفـر بـمـطـلـوبـي لـديهـا

●

نـقـشـت مثـالهـا فـي الكف نـقـشـا
و قـلـت لـنـاظـري قـصـرا عـليهـا

علمائے کرام نے نعل مقدس کے نقشے کو نعل مقدس کا قائم مقام بنایا اور اس کے لیے وہی اکرام و احترام جو اصل کے لیے تھا ثابت ٹھہرایا اور اس نقشۂ مبارک کے لیے خواص و برکات ذکر فرمائے اور بلاشبہ وہ تجربے میں آئے اور اس میں بکثرت اشعار کہے اور اس کی تصویر میں رسالے تصنیف کیے اور اسے سندوں کے ساتھ روایت کیا اور کہنے والے نے کہا۔

جب اس کی آتش شوق میرے سینے میں بھڑکتی ہے اور اس کا دیدار میسر نہیں ہوتا، اس کی تصویر ہاتھ پر کھینچ کر آنکھ سے کہتا ہوں اسی پر بس کر۔

نقشۂ نعل مبارک کی توصیف

امام احمد بن محمد خطیب قسطلانی صاحب ارشاد الساری شرح صحیح بخاری مواہب لدنیہ و منح محمدیہ میں فرماتے ہیں :

- قد ذكر ابو اليمن ابن عساكر تمثال نعله الكريم عليه افضل الصلاة و التسليم

فی جزء مفرد رویته قراء ة و سماعا و کذا افرده بالتالیف ابو اسحٰق ابراهیم بن محمد بن خلف السلمی المشهور بابن الحاج من اهل المریة بالاندلس و کذا غیرهما لله و در ابی الیمن ابن عساکر حیث قال :

یا منشدا فی رسم ربع خال
و منا شد الدواس الاطلال
دع ندب آثار و ذکر مآثر
لاحبة بانوا و عصر خال
و الثم ثری الاثر الکریم محبدا
ان فزت هنه بلثم ذو التمثال
صافح بها خدا و عفر وجنة
فی تربها وجد وفرط تفال
یا شبه نعل المصطفیٰ روح الفداء
لحلک الاسمی الشریف العالی
هملت لمراک العیون و قد نأی
و قا العیون بخیر ما اهمال
و تذکرت عهد العقیق فتأثرت
شوقها عقیق المدمع الهطال
اذکرتنی قدما لها قدم العلی
و الجود و المعروف و الافضال

لو ان خدی یحتذی نعلا لها
لبلغت من نیل المنی آمال

او ان اجفانی لوط و نعالها
ارض سمت عزا بذا الاذلال

خلاصہ یہ کہ ابوالیمن ابن عساکر نے نقشہ نعل اقدس کے باب میں ایک مستقل جز تالیف کیا جسے میں نے استاذ پر پڑھ کر اور استاد سے سن کر روایت کیا اور اسی طرح ابن الحاج اندلسی وغیرہما علماء نے اس بارہ میں مستقل تصنیفیں کیں۔ اور اللہ عزوجل کے لیے ہے خوبی ابوالیمن وابن عساکر کی کیا خوب قصیدہ مدح شبیہ شریف میں لکھا ہے جس میں فرماتے ہیں۔

اے فانی کی یاد کرنے والے ان چیزوں کی یاد چھوڑ اور تبرکات شریفہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خاک بوسی کر، زہے نصیب اگر تجھے اس تصویر نعل مبارک کا بوسہ ملے اپنا رخسار اس پر رکھ اور اس کی خاک پر اپنا چہرہ مل۔ اے نعل مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصویر تیری عزت وشرف بلندی پر میری جان قربان تجھے دیکھ کر آنکھیں ایسی بہہ نکلیں کہ اب تھمنا بہت دور ہے تجھے دیکھ کر انھیں مدینے کی وادی عقیق میں مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفتار یاد آ گئی۔ لہٰذا اپنے اشک رواں کے سرخ سرخ عقیق نچھاور کر رہے ہیں، اے تصویر نعل مبارک تو نے مجھے وہ قدم پاک یاد دلا دیا جس کے بلندی وجود واحسان وفضل قدیم سے ہیں اگر میرا رخسارہ تراش کر اس قدم پاک کے لیے کفش بنائے تو دل کی تمنا بر آتی یا میری آنکھ ان کی کفش مبارک کے لیے زمین ہوتی تو اس زمین ہونے سے عزت کا آسمان بن جاتی۔ ع جزاک اللہ خیرا یا ابا الیمن

نقشہ نعل کے اوصاف

ابو الحکم بن عبد الرحمٰن الشہیر بابن الرحل کہ فضلائے مغاربہ سے ہیں امام بقیۃ الحفاظ ابن حجر

عسقلانی نے تبصیر میں ان کا ذکر لکھا وصف نقش نعل مبارک میں ان کا قصیدۂ غرا شیخ ابن الحاج نے اپنی کتاب مذکور میں ذکر کیا امام قسطلانی نے اسے ما احسنھا کہا یعنی کیا خوب فرمایا اس کے بعض ابیات کریمہ مواہب میں یہ ہیں۔

مثال نعلی من احب ھویتہ	فھا انا فی یومی و لیل لاثمر
اجر علی رای و وجھہ ادیمہ	و الثمہ طورا و طورا لازمہ
اشد فی رجل اکرم من مشی	فتبصرہ عینی و کانما حاملہ
اجرک خدی ثم احسب وقعہ	علی وجنتی خطوا ھناک یداومہ
و من لی بوقع النصل فی حروجنتی	لماش علت فوق النجوم براحمہ
سا جعلہ فوق الترائب عوذۃ	لقلبی لعل القلب یبرد حاجمہ
وار بطہ فوق الشئون تمیمہ	لجفنی لعل الجفن یرقا ساجمہ
الا بابی تمثال نعل محمد	لطاب لحاذیہ و قدم خادمہ
یود ھلال الافق لو انہ ھوی	یزاحمنا فی لثمہ و نزاحمہ
سلام علیہ کلما ھبت الصبا	و غنت باغصان الاراک حمائمہ

اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصویر نعل پاک کو میں دوست رکھتا اور رات دن اسے بوسہ دیتا ہوں اپنے سر اور منہ پر رکھتا ہوں اور کبھی چومتا کبھی سینے سے لگاتا ہوں میں اپنے دھیان میں اسے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پائے اقدس میں تصور کرتا ہوں تو شدت صدق تصور سے گویا اپنی آنکھوں سے جاگتے میں دیکھ لیتا ہوں اس نقشہ پاک کو اپنے رخسارے پر رکھ کر جنبش دیتا اور یہ خیال کرتا ہوں کہ گویا وہ اسے پہنے ہوئے میرے رخسارے پر چل رہے ہیں، آہ کوئی ایسی صورت کردے کہ وہ پائے مبارک جو ستارگان آسمان ہشتم کے سروں پر بلند ہوئے ان کی کفش مبارک چلنے میں میرے رخسارے پر پڑے۔ میں

نقشہ نعل مبارک کو اپنے سینہ پر دل کا تعویذ بنا کر رکھوں گا شاید دل کی آنکھ ٹھنڈی ہو میں اسے سر پر آنکھوں کا تعویذ بنا کر باندھوں گا شاید بہتی پلکیں رکیں، بن لو تصویر کفش مقدس پر میرا باپ نثار کیا اچھا ہے اسکا بنانے والا اور جو اس کی خدمت کرے پاک ہو جائے ماہ نو کی تمنا ہے کاش آسمان سے اتر کر اس نقشہ مبارک کے بوسے میں ہم اور وہ باہم مزاحمت کرتے اللہ عزوجل کا سلام اترے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جب تک باد صبا چلے اور جب تک درخت اراک کی ڈالیوں پر کبوتر گونجیں۔ اللھم صل و سلم و بارک علیه و علی آله و امته ابدا آمین.

درد سے شفایابی

نیز مواہب لدنیہ میں ہے

من بعض ما ذکر من فضلها و جرب من نفعها و بر کتها ما ذکره ابو جعفر احمد بن عبد المجید و کان شیخا صالحا و رعا قال حرزت هذا المثال لبعض الطلبة فجاء نی یوما فقال رایت البارحة من بر کة هذا النعل عجبا اصاب زوجی شدید کاد یهلکا فجعلت النعل علی موضع الوجع و قلت اللهم اشف ببر کة هذا النعل فشفاها الله للحین.

اس مثال مبارک کے فضائل جو ذکر کیے گئے اور اس کے منافع و برکات جو تجربے میں آئے ان میں سے وہ ہیں جو شیخ صالح صاحب ورع و تقویٰ ابو جعفر احمد بن عبد المجید نے بیان فرمایا کہ میں نے نعل مقدس کی مثال اپنے بعض تلامذہ کو بنا دی تھی ایک روز انھوں نے آکر کہا رات میں نے اس مثال مبارک کی عجب برکت دیکھی میری زوجہ کو ایک سخت درد لاحق ہوا کہ مرنے کے قریب ہوگئی میں نے مثال مبارک موضع درد پر رکھ کر دعا کی کہ الٰہی اس کی برکت سے شفا دے اللہ عزوجل نے فوراً شفا بخشی۔

نقشہ نعل مبارک کی برکتیں

نیز امام قسطلانی فرماتے ہیں کہ ابو اسحاق ابراہیم بن الحاج فرماتے ہیں کہ ان کے شیخ الشیخ ابو القاسم ابن محمد فرماتے ہیں :

ومما جرب من بركته ان امسكه عنده متبركا به كان امانا له من بغي النجاة و غلبة العداة و حرزا من كل شيطان مارد و من كل حاسد و ان امسكته الحامل بيمينها و قد اشتد عليها الطلق تيسر امرها بحول الله تعالىٰ و قوته .

نقشہ نعل مبارک کی آزمائی ہوئی برکات سے ہے کہ جو شخص بہ نیت تبرک اسے اپنے پاس رکھے ظالموں کے ظلم اور دشمنوں کے غلبہ سے امان پائے اور وہ نقشہ ہر شیطان سرکش اور ہر حاسد کے چشم زخم سے اس کی پناہ ہو جائے اور زن حاملہ شدت دردزہ میں اگر اسے اپنے داہنے ہاتھ میں لے بعنایت الٰہی اس کا کام آسان ہو۔ (فتاویٰ رضویہ ج۹، ص۱۵۰، ۱۵۱۔ شفاء الوالہ)

نقشہ روضۂ مبارکہ

نقشہ روضۂ مبارکہ کے جواز میں اصلاً مجال سخن و جائے دم زدن نہیں جس طرح ان (ذی روح) تصویروں کی حرمت یقینی ہے یوں ہی اس کا جواز اجماعی ہے۔ شرع مطہر میں ہر ذی روح کی تصویر حرام فرمائی۔

حدیث میں ہے کہ ایک مصور نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت والا میں حاضر ہو کر عرض کی میں تصویریں بنایا کرتا ہوں اس کا فتویٰ دیجیے فرمایا پاس آ وہ پاس آیا فرمایا پاس آ وہ اور پاس آیا یہاں تک کہ حضرت نے اپنا دست مبارک اس کے سر پر رکھ کر فرمایا کیا میں تجھے نہ بتادوں وہ حدیث جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنی پھر مصوروں کے جہنمی ہونے کی حدیث ارشاد فرمائی۔ اس نے نہایت ٹھنڈی سانس لی حضرت نے فرمایا۔

و یحک ان ابیت الا ان تصنع فعلیک بھذہ الشجرۃ و کل شئ لیس فیہ روح.

افسوس تجھ پر اگر بے بنائے نہ بن آئے تو پیڑ اور غیر ذی روح چیزوں کی تصویریں بنایا کر۔

ائمہ مذاہب اربعہ وغیرہم نے اس کے جواز کی تصریح تحسین فرمائیں تمام کتب مذاہب اس سے مملو و مشحون ہیں۔ ہر چند مسئلہ واضح اور حق لائح ہے مگر تسکین اوہام و تثبیت عوام کے لیے ائمہ کرام و علماء اعلام کی بعض سندیں اس باب میں پیش کروں کہ کن اکابر دین و اعاظم معتمدین نے مزار مقدس اور اس کے مثل نعل اقدس کے نقشے بنائے اور ان کی تعظیم اور ان سے تبرک کرتے آئے اور اس باب میں کیا کیا کلمات روح افزائے مومنین و جاں گزائے مومنین ارشاد فرمائے۔

امام عثیم بن نسطاس تابعی مدنی،

امام محدث جلیل القدر ابونعیم صاحب حلیۃ الاولیاء،

امام محدث علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن الجوزی حنبلی،

امام ابوالیمن بن عساکر،

امام تاج الدین خاکہانی صاحب فجر منیر،

علامہ سید نورالدین علی بن احمد سمہودی مدنی شافعی صاحب کتاب الوفاء ووفاء الوفاء،

سیدی عارف باللہ محمد بن سلیمان جزولی صاحب الدلائل،

امام محدث فقیہ احمد بن حجر مکی شافعی صاحب جوہر منظم،

علامہ حسین بن محمد بن حسن دیاربکری صاحب الخمیس فی احوال انفس نفیس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،

علامہ سیدی محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی شارح مواہب لدنیہ ومنح محمدیہ،

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی صاحب جذب القلوب،

محمد العاشق بن عمر الحافظ الرومی الحنفی صاحب خلاصۃ الاخبار ترجمۃ خلاصۃ الوفاء۔

وغیرہم ائمہ وعلماء نے مزار اقدس واکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقبور مقدسہ حضرات صدیق اکبر وفاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نقشے بنائے۔

حضور اور ابوبکر وعمر کی تربت

مواہب اور اس کی شرح میں ہے۔ ابوداؤد وحاکم بطریق قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم روایت کرتے ہیں :

(قال دخلت علی عائشة فقلت یا ام اکشفی لی من قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم) و صاحبیه ، الحدیث . (زاد الحاکم فرأیت رسول اللہ) ای قبرہ (صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم مقدما و ابا بکر راسه بین کتفی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم و عمر رأسه عند رجلی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم قال ابو الیمن بن عساکر و هذه صفته .

حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آیا اور کہا کہ اے میری مادر محترمہ میرے لیے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تربت کو کھول دیجیے پھر میں نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تربت اطہر کو دیکھا کہ آگے ہے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کا اگلا حصہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مونڈھوں کے درمیان ہے اور قبر عمر کا اگلا حصہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدموں کے پاس ہے۔ ابو الیمن بن عساکر نے فرمایا کہ اس کی صورت یہ ہے۔ (مولف)

النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(و روی ابو بکر الآجری) الحافظ الامام توفی فی محرم سنة ست و ثلثمأة (فی کتاب صفة قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن عثیم بن نسطاس المدنی) تابعی مقبول کما فی التقریب (قال رأیت قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی امارة عمر بن عبد العزیز فرأیته مرتفعا نحوا من اربع اصابع و رأیت قبر ابی بکر و راء قبره و رایت قبر عمر اسفل منه) و رواه ابو نعیم بزیادة و صوره لنا.

امام حافظ ابوبکر آجری متوفی محرم ۳۰۶ھ نے اپنی کتاب صفة قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عثیم بن نسطاس مدنی تابعی (جو کہ مقبول ہیں جیسا کہ تقریب میں ہے) سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کو عمر بن عبد العزیز کے دور خلافت میں دیکھا کہ چار انگلی کی مانند بلند ہے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کو دیکھا کہ حضور کی تربت انور کے پیچھے ہے اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کو دیکھا کہ اس سے نیچے ہے۔ ابونعیم نے اس کو کچھ زیادتی کے ساتھ روایت کیا اور ہمارے لیے اس کی صورت یہ بنائی۔ (مولف)

المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(و قد اختلف اهل السیر و غیرهم فی صفة القبور المقدسة علی سبع روایات (اوردها) ابو الیمن (ابن عساکر) فی کتابه (تحفة الزائر) و الصحیح منها روایتان

احدهما ما تقدم عن القاسم و الاخرى و بها جزم رزين وغيره عليها الاكثر كما قال المصنف فى الفصل الثانى و قال النووى انها المشهورة و الشهودى انها اشهر الروايات ان قبره صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الى القبلة مقدما بجدارثم قبر ابى بكر حذاء منكبى النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و قبر عمر حذاء منكبى ابى بكر رضى الله تعالىٰ عنهما و هذا صفتها.

اہل سیر وغیرہ نے قبور مقدسہ کی صفت میں سات روایتوں پر اختلاف کیا ہے جنھیں ابوالیمن بن عساکر نے اپنی کتاب تحفۃ الزائر میں ذکر کیا ہے، ان میں سے صحیح دو روایتیں ہیں ایک وہ ہے جو قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق سے اوپر مذکور ہوئی اور دوسری روایت وہ ہے جس پر رزین وغیرہ نے جزم کیا ہے اور اسی پر اکثر لوگ ہیں جیسا کہ مصنف نے فصل ثانی میں فرمایا ہے اور امام نووی نے فرمایا کہ یہی مشہور ہے اور شہودی نے فرمایا کہ یہ زیادہ مشہور ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تربت انور قبلہ کی جانب دیوار سے متصل آگے ہے پھر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مونڈھوں کے مقابل ہے اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر ابوبکر کے مونڈھوں کے مقابل ہے اور اس کی صورت یہ ہے۔ (مولف)

المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

و مرت واحدة من الضعيفة و لا حاجة لذكر باقيها ما فى المواهب و شرحها

ملتقطا قلت و قد ذکر السبع جمیعا الامام البدر محمود العینی فی عمدۃ القاری فراجعھا ان ھویت.

اور ایک ضعیف روایت گزری اور باقی کی حاجت نہیں ہے۔ جو مواہب اور اس کی شرح میں ہے وہ ملخصاً ہے اور بیشک امام عینی نے عمدۃ القاری میں ساتوں روایات کو ذکر کیا ہے اگر مقصود ہو تو وہاں رجوع کرو۔

مطالع المسرات میں ہے **و دع المولف صفۃ الروضۃ ھکذا.**

مولف نے روضۂ کریم کا نشان اس طرح بنایا ہے۔ (مولف)

قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قبر عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

قبر ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابو بکر مؤخر قلیلا عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خلفہ و عمر خلف رجلی ابی بکر و روی ابو داؤد و الحاکم و صحیح اسنادہ عن القاسم بن محمد الحدیث قال السمھودی و ھذا ارجح ما روی عن القاسم ثم صورھا عن ابن عساکر ھکذا.

ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تربت اطہر سے کچھ فاصلے پر پیچھے ہے اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر حضرت ابو بکر کے پیروں کے پیچھے ہے۔ ابو داؤد و حاکم نے اسے قاسم بن محمد سے صحیح سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے، سمہودی نے کہا کہ یہ قاسم کی روایتوں میں سب سے راجح روایت ہے پھر ابن عساکر سے روایت کر کے اس کی صورت یوں بنائی۔ (مولف)

النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم		عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
	ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	

ابوالفرج بن الجوزی، ابن حجر، سید مرتضی، وغیرہم نے قبرانور کی ایک صورت یہ بتائی ہے۔ملخصاً (مولف)

المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بالجملہ مزار اقدس کا نقشہ تابعین کرام اور نعل مبارک کی تصویر تبع تابعین اعلام سے ثابت، اور جب سے آج تک ہرقرن وطبقہ کے علماء وصلحاء میں معمول ورائج ہمیشہ اکابر دین ان سے تبرک کرتے اوران کی تکریم وتعظیم رکھتے آئے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج۹،ص ۱۴۷۔۱۴۸۔شفاء الوالہ)

حضرت امیر معاویہ کی وصیت

امام ابوعمر یوسف بن عبدالبر کتاب الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب میں فرماتے ہیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے انتقال کے وقت وصیت میں فرمایا :

انی صحبت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فخرج لحاجتہ فتبعتہ باداوۃ فکسانی احد ثوبیہ الذی یلی جسدہ فخباتہ لھذا الیوم و اخذ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من اظفارہ و شعرہ ذات یوم فاخذتہ فخبأتہ لھذا الیوم فاذا انامت

فاجعل ذلک القمیص دون کفنی مما یلی جسدی و خذ ذلک الشعر و الاظفار فاجعله فی فمی و علی عینی و مواضع السجود منی .

یعنی میں صحبت حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شرف یاب ہوا ایک دن حضور اقدس صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ حاجت کے لیے تشریف فرما ہوئے ہیں میں لوٹا لے کر ہمراہ رکاب سعادت مآب ہوا۔ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے جوڑے سے کرتا کہ بدن اقدس سے متصل تھا مجھے انعام فرمایا۔ وہ کرتا میں نے آج کے لیے چھپا رکھا تھا۔ اور ایک روز حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ناخن وموئے مبارک تراشے وہ میں نے لے کر اس دن کے لیے اٹھا رکھے۔ جب میں مرجاؤں تو قمیص مبارک تقدیس کو میرے کفن کے نیچے بدن کے متصل رکھنا۔ وموئے مبارک وناخن ہائے مقدسہ کو میرے منہ میں اور آنکھوں اور پیشانی وغیرہ مواضع سجود پر رکھ دینا۔

حضرت علی نے مشک کی وصیت کی

حاکم نے مستدرک میں بطریق حمید بن عبدالرحمن روایت کی :

قال حدثنا الحسن بن صالح عن هارون بن سعید عن ابی وائل قال عند علی رضی اللہ تعالیٰ عنه مسک فاوصی ان یحنط به و قال هو الفضل حنوط رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم . سکت علیه الحاکم و رواہ ابن ابی شیبة فی مصنفه فی حدثنا حمید بن عبد الرحمن به و رواہ البیهقی فی سننه قال النووی اسنادہ حسن ذکرہ فی نصب الرایة من الجنائز.

یعنی مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے پاس مشک تھا وصیت فرمائی کہ میرے حنوط میں یہ مشک استعمال کیا جائے۔ اور فرمایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حنوط کا بچا ہوا ہے۔ اسے ابن ابی شیبہ

نے مصنف میں اور بیہقی نے سنن میں روایت کیا۔ نووی نے فرمایا اس کی سند حسن ہے اور اسے نصب الرایہ میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

حضرت انس کی وصیت

ابن السکن نے بطریق صفوان بن ہبیرہ عن ابیہ روایت کی :

قال قال ثابت البنانی قال لی انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ھذہ شعرۃ من شعر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فضعھا تحت لسانی قال فوضعتھا تحت لسانہ فدفن و ھی تحت لسانہ . ذکرہ فی الاصابۃ .

یعنی ثابت بنانی فرماتے ہیں مجھ سے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ موئے مبارک سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے اسے میری زبان کے نیچے رکھ دو میں نے رکھ دیا وہ یوں ہی دفن کیے گئے کہ موئے مبارک ان کی زبان کے نیچے تھا۔

بیہقی و ابن عساکر امام محمد بن سیرین سے راوی :

عن انس بن مالک انہ کان عندہ عصیۃ لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فمات فدفنت معہ بین جنبیہ و بین قمیصہ .

یعنی انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک چھڑی تھی وہ ان کے سینہ پر قمیص کے نیچے ان کے ساتھ دفن کی گئی۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۱۳۱، ۱۳۲۔ الحرف الحسن)

آب وضو کے لیے اشتیاق

صحیح بخاری شریف باب صفۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بطریق مالک بن مغول عن عون عن

ابیہ ہے :

و فیہ خرج بلال فنادی بالصلاۃ ثم دخل فاخرج فضل وضوء رسول الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم فوقع الناس علیہ یاخذون منہ ثم دخل فاخرج العنزۃ و خرج رسول الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم کانی انظر الی و بیض ساقیۃ فرکز العنزۃ ثم صلی الظھر رکعتین و العصر رکعتین .

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نکل کرنماز کی ندا دی پھر جا کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وضو کا بچا ہوا پانی لائے تو لوگ اس کے لینے کے لیے جھپٹ پڑے پھر جا کر نیزہ لائے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے ، راوی نے کہا گویا کہ میں حضور کی پنڈلیوں کی سفیدی دیکھ رہا ہوں پھر نیزہ گاڑ کر دو رکعت ظہر اور دو رکعت عصر پڑھیں ۔ (مولف)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص: ۳۲۷ ۔ حاجز البحرین)

آثارشریفہ کا غسالہ قابل وضو ہے

جس پانی سے آثار مقدسہ کو دھویا جائے یا انھیں برکت کے لیے پانی میں رکھا جائے وہ پانی پاک اور وضو کے قابل اس سلسلے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں :

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا موئے مبارک یا جبۂ مقدسہ یا نعل شریف یا کاسۂ مطہرہ تبرک کے لیے جس پانی میں دھویا قابل وضو ہے اگر چہ اس میں قصد قربت بھی ہوا۔ ہاں پاؤں پر نہ ڈالا جائے کہ خلاف ادب ہے۔ اگر منھ پر جاری کیا منھ کا وضو ہو گیا ان کا تو نام پاک لینے سے دل کا وضو ہو جاتا ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اور فرماتے ہیں :

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آثار شریفہ مثل جبہ اقدس ونعل مبارک کا غسالہ شفا و برکت وقابل وضوو منطی طہارت ہے مگر پاؤں پر نہ ڈالا جائے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ا،ص ۴۵۶۔النور والنورق)

شمائل وخصائل

تیرے خلق کو حق نے عظیم کہا تیری خلق حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا تیرے خالق حسن وادا کی قسم

وانک لعلی خلق عظیم

اور بے شک تمھاری خو بو بڑی شان کی ہے۔

(القلم،۲۱)

شمائل وخصائل

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح کمال سیرت میں تمام اولین وآخرین سے ممتاز اور افضل و اعلیٰ بنایا اسی طرح آپ کو جمال صورت میں بھی بے مثل و بے مثال پیدا فرمایا۔ ہم اور آپ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان بے مثال کو بھلا کیا سمجھ سکتے ہیں؟ حضرات صحابہ کرام جو دن رات سفر وحضر میں جمال نبوت کی تجلیاں دیکھتے رہے انھوں نے محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جمال بے مثال کے فضل وکمال کی جو مصوری کی ہے اس کو سن کر یہی کہنا پڑتا ہے جو کسی مداح رسول نے کیا خوب کہا ہے کہ

لم یخلق الرحمن مثل محمد

ابدا و علمی انہ لا یخلق

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل پیدا فرمایا ہی نہیں اور میں یہی جانتا ہوں کہ وہ کبھی نہ پیدا کرے گا۔

صحابی رسول اور تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درباری شاعر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے قصیدۂ ہمزیہ میں جمال نبوت کی شان بے مثال کو اس شان کے ساتھ بیان فرمایا کہ:

و احسن منک لم ترقط عینی

و اجمل منک لم تلد النساء

یعنی یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ سے زیادہ حسن و جمال والا میری آنکھ نے کبھی کسی کو دیکھا ہی نہیں اور آپ سے زیادہ کمال والا کسی عورت نے جنا ہی نہیں۔

خلقت مبرء من كل عیب
کانک قد خلقت کما تشاء

(یارسول اللہ) آپ ہر عیب ونقصان سے پاک پیدا کیے گئے ہیں گویا آپ ایسے ہی پیدا کیے گئے جیسے حسین وجمیل پیدا ہونا چاہتے تھے۔

حضرت علامہ بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے قصیدۂ بردہ میں فرمایا کہ:

منزہ عن شریک فی محاسنہ
فجوھر الحسن فیہ غیر منقسم

یعنی حضرت محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی خوبیوں میں ایسے یکتا ہیں کہ اس معاملہ میں ان کا کوئی شریک ہی نہیں ہے کیوں کہ ان میں جو حسن کا جوہر ہے وہ قابل تقسیم ہی نہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے بھی اس مضمون کی عکاسی فرماتے ہوئے کتنے نفیس انداز میں فرمایا کہ ؎

تیرے خلق کو حق نے عظیم کہا تیری خلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہے نہ ہوگا شہا تیرے خالق حسن و ادا کی قسم

بہر حال اس پر تمام امت کا ایمان ہے کہ تناسب اعضا اور حسن و جمال میں حضور نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے مثل و بے مثال ہیں چنانچہ حضرات محدثین و مصنفین سیرت نے روایات صحیحہ کے ساتھ آپ کے ہر ہر عضو شریفہ کے تناسب اور حسن و جمال کو بیان کیا ہے۔(مولف) (سیرت مصطفیٰ)

جسم اطہر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم اقدس کا

ـُ گورا سپید تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا آپ کا مقدس بدن چاندی سے ڈھال کر بنایا گیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ کا جسم مبارک نہایت نرم و نازک تھا، میں نے باوحریر (ریشمین کپڑے) کو بھی آپ کے بدن سے زیادہ نرم و نازک نہیں دیکھا اور آپ کے جسم مبارک ،خوشبو سے زیادہ اچھی کوئی خوشبو نہیں سونگھی۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوش تے تھے تو آپ کا چہرۂ انور اس طرح چمک اٹھتا تھا کہ گویا چاند کا ایک ٹکڑا ہے اور ہم لوگ اسی کیفیت سے سور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شادمانی ومسرت کو پہچان لیتے تھے۔

آپ کے رخ انور پر پسینہ کے قطرات موتیوں کی طرح ڈھلکتے تھے اور اس میں مشک وعنبر سے بڑھ رخوشبو رہتی تھی، چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ حضرت بی بی ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک رے کا بستر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے بچھا دیتی تھیں اور آپ اس پر دوپہر کو قیلولہ فرمایا کرتے تھے آپ کے جسم اطہر کے پسینے کو وہ ایک شیشی میں جمع فرمالیتی تھیں پھر اس کو اپنی خوشبو میں ملایا کرتی تھیں، نچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت کی تھی کہ میری وفات کے بعد میرے بدن اور کفن میں وہی شبو لگائی جائے جس میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم اطہر کا پسینہ ملا ہوا ہے۔ (مولف)

(سیرت مصطفیٰ)

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم اطہر اور اس کی نظافت و پاکیزگی کے بارے میں امام احمد ضا بریلوی تحریر فرماتے ہیں:

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حسن الناس قواما و احسن الناس وجها و اطیب الناس ریحا و الین الناس کفا و کانت

له جمة الى شحمة اذنيه و كانت لحية قد ملاء ت من ههنا الى ههنا و امر يديه على عارضيه .

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم پاک کی بناوٹ تمام جہان سے بہتر، چہرہ تمام عالم سے خوب تر، مہک سارے زمانہ سے خوشبوتر، ہتھیلیاں سب لوگوں سے نرم تر، بال کانوں کی لو تک (پھر اپنے رخساروں پر اشارہ کر کے بتایا کہ) ریش مبارک یہاں سے یہاں تک بھری ہوئی تھی۔ اسے ابن عساکر نے روایت کیا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۹، ص ۱۲۳۔ لمعۃ الضحیٰ)

نورہ کا استعمال

ابن ماجہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی:

ان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کان اذا طلی بدأ بعورته فطلاها بالنورة و سائر جسده اهله .

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نورہ کا استعمال فرماتے تو ستر مقدس پر اپنے دست مبارک سے لگاتے اور باقی بدن منور پر ازواج مطہرات لگا دیتیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہن وبارک وسلم۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱، ص ۲۱۰۔ بارق النور)

جسم اقدس پر مکھی نہیں بیٹھی

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں سے جسم اقدس ولباس انفس پر مکھی کا نہ بیٹھنا ہے، علامہ ابن سبع نے خصائص میں ذکر فرمایا، علماء نے تصریح کی، اس کا راوی معلوم نہ ہوا اور باوجود اس کے بلا نکیر اپنی کتابوں میں اسے ذکر فرماتے آئے۔

شفائے قاضی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں ہے

و ان الذباب کان لا یقع علی جسده و لا ثیابه .

مکھی آپ کے جسم اقدس اور لباس اطہر پر نہ بیٹھتی تھی۔

امام علامہ جلال الدین سیوطی خصائص کبریٰ میں فرماتے ہیں۔

ذکر القاضی عیاض فی الشفاء و العراقی فی مولده ان من خصائصه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم انه کان لا ینزل علیه الذباب.

و ذکره ابن سبع فی الخصائص بلفظ انه لم یقع علی ثیابه ذباب قط ، و زاد ان من خصائصه ان القمل لم تکن یوذیه .

قاضی عیاض نے شفا میں اور عراقی نے اپنے مولد میں ذکر کیا کہ حضور کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ مکھی آپ پر نہ بیٹھتی تھی۔

ابن سبع نے خصائص میں ان لفظوں سے ذکر کیا کہ مکھی آپ کے کپڑوں پر نہیں بیٹھی اور یہ بھی زیادہ کیا کہ جوئیں آپ کو نہیں ستاتی تھیں۔

شیخ ملا علی قاری شرح شمائل میں فرماتے ہیں:

و نقل الفخر الرازی ان الذباب کان لا یقع علی ثیابه و ان البعوض لا یمتص دمه.

رازی نے نقل کیا کہ مکھیاں آپ کے کپڑوں پر نہیں بیٹھتی تھیں اور مچھر آپ کا خون نہیں چوستے تھے۔

علامہ خفاجی نے نسیم الریاض میں علماء کا وہ قول کہ اس کا راوی نہ معلوم ہوا، نقل کیا اور اس خاصہ کی نسبت لکھا کہ ایک کرامت ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو عطا کی اور اپنے نتائج افکار سے ایک رباعی لکھی کہ اس میں بھی اس خاصہ کی تصریح ہے۔

ان کی مکمل عبارت یہ ہے :

ومن دلائل نبوته صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ان الذباب كان لا يقع على ثيابه ، هذا مما قاله ابن سبع الا انهم قالوا لا يعلم من روى هذه ، و الذباب واحده ذبابة قيل انه سمى به لانه كلما ذب اب اى كلما طرد رجع وهذا مما اكرمه الله به لانه طهره الله من جميع الاقذار و هو مع استقذاره قد يجئ من مستقذر و فى رباعية لى .

من اكرم مرسل عظيم حلا

لم تدن ذبابة اذما حلا

●

هذا عجب و لم يذق ذو نظر

فى الموجودات من حلاه احلا

آپ کے دلائل نبوت سے یہ بھی ہے کہ مکھی نہ آپ کے ظاہری جسم پر بیٹھتی تھی اور نہ لباس پر، یہ ابن سبع نے کہا، محدثین نے کہا کہ اس کا راوی معلوم نہیں، ذباب، کا واحد، ذبابہ ہے، کہتے ہیں اس کا یہ نام اس لیے کہ اس کو جب بھی بھگایا جاتا ہے واپس آجاتی ہے۔ یہ کرامت آپ کو اس لیے عطا ہوئی کہ اللہ نے آپ کو پاک رکھا تھا اور میں (خفاجی) نے ایک رباعی کہی ہے۔

آپ بزرگ ترین عظیم مٹھاس والے رسول ہیں یہ عجیب بات ہے کہ آپ کی مٹھاس کے باوجود

مکھی آپ کے قریب نہ جاتی تھی اور کسی بھی صاحب نظر نے موجودات میں آپ کی مٹھاس سے زیادہ مٹھاس نہ چکھی۔

مکھی نہ بیٹھنے میں حکمت

بعض علمائے عجم نے اس بناء پر کہ کلمہ ''محمد رسول اللہ'' کے سب حروف بے نقطہ ہوتے ہیں، ایک لطیفہ لکھا کہ آپ کے جسم مبارک پر مکھی نہ بیٹھتی تھی، لہٰذا یہ کلمۂ پاک کل نقطوں سے محفوظ رہا کہ وہ شبیہ مکھیوں کے ہیں۔

عربی عبارت یہ ہے :

و تظرف بعض علماء العجم فقال محمد رسول الله ليس فيه حرف منقوط لان الموجود ان النقط تشبه الذباب فصين اسمه و نعته كما قلت فى مدحه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم.

لقد ذب الذباب فليس يعلو
رسول الله محمودا محمد

●

و نقط الحرف يحكيه بشكل
لذاك الخط عنه قد تجرد

اور بعض علمائے عجم نے کہا کہ محمد رسول اللہ میں کوئی نقطہ نہیں ہے اس لیے کہ نقطہ مکھی کے مشابہ ہوتا ہے عیب سے بچانے کے لیے اور آپ کی تعریف کے لیے میں نے آپ کی مدح میں کہا ہے۔

بلاشبہ اللہ نے مکھیوں کو آپ سے دور کر دیا تو آپ پر مکھی نہیں بیٹھتی ہے اللہ کے رسول محمود و محمد ہیں

اورحروف کے نقطے جوشکل میں مکھی کی طرح ہیں ان سے بھی اللہ نے اس لیے آپ کو محفوظ رکھا۔

جوں ایذا نہ دیتی

ابن سبع نے حضور کے خصائص میں کہا، جوں آپ کو ایذا نہ دیتی۔

علامہ سیوطی نے خصائص کبریٰ میں اس طرح ابن سبع سے نقل کیا اور برقرار رکھا۔

اور ملا علی قاری شرح شمائل میں فرماتے ہیں۔

ومن خواصه ان ثوبه لم يقمل

حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں سے یہ ہے کہ جوں آپ کو ایذا نہیں دیتی تھی۔(مولف) (قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام)

قامت زیبا

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قامت زیبا یعنی قد مبارک باغ قدس اور بوستان انس کی شاخ تھا یعنی لطیف، درست اور چست تھا، نہ کوتاہ نہ بہت دراز، لیکن مائل بہ درازی تھا، لہٰذا حدیث میں آیا ہے کہ:

كان ربعته من القوم .

قوم میں متوسط القامت تھے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ

اطول من المربوع و اقصر من المشذب.

پستہ قد سے طویل قامت اور طویل قامت سے کوتاہ تھے۔ مطلب یہ کہ پستہ قد سے دراز تر اس بناء

پر کہ مائل بجانب درازی تھے۔

مشذب، بمعنی بسیار دراز جسکے کھڑے ہونے میں خوف واضطراب لاحق رہے۔

اور ابن ابی ہالہ کی حدیث میں ہے کہ

لم یکن الطویل الممغط و لا بالقصیر المتردد.

بہت زیادہ دراز قد نہ تھے، نہ متردد کی مانند کوتاہ قد۔

ممغط، اسے کہتے ہیں جو دراز قد میں غایت درجہ طویل ہے۔

متردد، اسے کہتے ہیں جس کے جسم کے کچھ اعضا باہر نکل آئیں جیسے کو بڑ وغیرہ۔

بعض حضرات اس عبارت سے اثبات قصر بھی کرتے ہیں مگر زیادہ نہیں جتنا کہ توسط واعتدال کو لازم ہے۔

اور ایک اور حدیث میں ہے

لم یکن الطویل البائن یعنی مفرطا

یعنی طول میں سب سے جدا اور دراز قد نہ تھے۔

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی حدیث میں ہے۔

لیس بالذھب طولا و فوق الربعة اذا جاء مع القوم غمرھم .

یعنی آپ بہت زیادہ دراز قد نہ تھے لیکن مائل بہ طول ہونے کے اعتبار سے، ''ربعہ'' سے بلند تھے۔

جب آپ کسی قوم میں تشریف لاتے تو انھیں چھپا لیتے اور ان کے پست و کوتاہ قد لوگ آپ کے

قریب چھپ جاتے۔

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں ہے کہ جب تنہا ہوتے تو ربعہ یعنی متوسط القامت معلوم ہوتے اور جب قوم کے درمیان ہوتے تو سب سے بلند و بالا معلوم ہوتے اور اس وقت منسوب بہ طویل القامت کہلاتے، اور اگر دو آدمی داہنے بائیں ہوتے تو دونوں سے بلند نظر آتے اور جب ان کے درمیان سے جدا ہو جاتے تو پھر منسوب بہ متوسط القامت ہوتے نیز مجلس میں آپ کے دونوں شانے مبارک بلند سے بلند تر ہوتے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

اس پر صحابہ کا اتفاق ہے کہ آپ میانہ قد تھے لیکن یہ آپ کی معجزانہ شان ہے کہ میانہ قد ہونے کے باوجود اگر آپ ہزاروں انسانوں کے مجمع میں کھڑے ہوتے تو آپ کا سر مبارک سب سے زیادہ اونچا نظر آتا تھا۔ (مولف) (مدارج النبوۃ جلد اول، سیرت مصطفیٰ)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قامت زیبا سے متعلق امام احمد رضا بریلوی تحریر فرماتے ہیں:

امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

بابی و امی کان ربعة ابیض مشربا بحمرة کث اللحیة .

میرے ماں باپ آپ پر قربان میانہ قد تھے، گورا رنگ جس میں سرخی جھلکتی، گھنی داڑھی۔

اسے ابن عساکر نے ابو ہریرہ و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۹، ص ۱۲۳۔ لمعۃ الضحیٰ)

حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قامت زیبا اور جسم اطہر کی توصیف و تعریف میں امام

احمد رضا بریلوی نغمہ سرا ہیں :

شاخِ قامت شہ میں زلف و چشم و رخسار ولب ہیں
سنبل نرگس گل پنکھڑیاں قدرت کی کیا پھولی شاخ

●

گزرے جس راہ سے وہ سید والا ہوکر
رہ گئی ساری زمیں عنبر سارا ہوکر

●

سر تا بقدم ہے تن سلطان زمن پھول
لب پھول، دہن پھول، ذقن پھول، بدن پھول
واللہ جو مل جائے میرے گل کا پسینہ
مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دلھن پھول

●

تیرے خلق کو حق نے عظیم کہا تیری خلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا تیرے خالق حسن و ادا کی قسم

●

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں
جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں

●

تیرا قد تو نادر دہر ہے کوئی مثل ہو تو مثال دے
نہیں گل کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن میں سرو چماں نہیں
نہیں جس کے رنگ کا دوسرا نہ تو ہو کوئی نہ کبھی ہوا
کہو اس کو گل کہے کیا کوئی کہ گلوں کا ڈھیر کہاں نہیں

•

خامۂ قدرت کا حسن دست کاری واہ واہ
کیا ہی تصویر اپنے پیارے کی سنواری واہ واہ

نیم جلوے کی نہ تاب آئے قمر سا تو سہی
مہر اور ان تلووں کی آئینہ داری واہ واہ

•

جس کے تلووں کا دھوون ہے آب حیات
ہے وہ جان مسیحا ہمارا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حسن کھاتا ہے جس کے نمک کی قسم
وہ ملیح دل آرا ہمارا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ذکر سب پھیکے جب تک نہ مذکور ہو
نمکین حسن والا ہمارا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

•

ہے گل باغ قدس رخسار زیبائے حضور
سر و گل زار قدم قامت رسول اللہ کی

•

حسن تیرا سا نہ دیکھا نہ سنا
کہتے ہیں اگلے زمانے والے

وہی دھوم ہے ان کی ما شاء اللہ
مٹ گئے آپ مٹانے والے

•

کیا مہکتے ہیں مہکنے والے
بو پہ چلتے ہیں بھٹکنے والے

•

سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے
باغ خلیل کا گل زیبا کہوں تجھے

گل زار قدس کا گل رنگیں ادا کہوں
درمان درد بلبل شیدا کہوں تجھے

اللہ رے جسم منور کی تابشیں
اے جان جاں میں جان تجلا کہوں تجھے

بے داغ لالہ یا قمر بے کلف کہوں
بے خار گلبن چمن آراء کہوں تجھے

انھیں کی بو مایۂ سمن ہے انھیں کا جلوہ چمن چمن ہے
انھیں سے گلشن مہک رہے ہیں انھیں کی رنگت گلاب میں ہے
وہ گل ہیں لب ہائے نازک ان کے ہزاروں جھڑتے ہیں پھول جن سے
گلاب گلشن میں دیکھے بلبل یہ دیکھ گلشن گلاب میں ہے

تیرا قد مبارک گلبن رحمت کی ڈالی ہے
اسے بو کر تیرے رب نے بنا رحمت کی ڈالی ہے
تمھاری شرم سے شان جلال حق ٹپکتی ہے
خم گردن ہلال آسمان ذو الجلالی ہے

ان کے حسن با ملاحت پر نثار
شیرۂ جاں کی حلاوت کیجیے
یاد قامت کرتے اٹھیے قبر سے
جان محشر پر قیامت کیجیے
جس کا حسن اللہ کو بھی بھا گیا
ایسے پیارے سے محبت کیجیے

ایسی بندھی نصیب کھلے مشکلیں کھلیں
دونوں جہاں میں دھوم تمھاری کمر کی ہے

ہاں شبہ شبیہ کا گزرنا کیسا
بے مثل کی تمثال سنورنا کیسا
ان کا متعلق ہے ترقی پہ مدام
تصویر کا پھر کہیئے اترنا کیسا

میل سے کس درجہ ستھرا ہے وہ پتلا نور کا
ہے گلے میں آج تک کورا ہی کرتا نور کا

وضع واضع میں تیری صورت ہے معنی نور کا   یوں مجازاً چاہیں جس کو کہہ دیں کلمہ نور کا

●

طائران قدس جس کی ہیں قمریاں
اس سہی سرو قامت پہ لاکھوں سلام

●

قد نبی کے سوا کچھ ہمیں نہیں بھاتا
ہمارے آگے کوئی ذکر سرو کا نہ کرے

(حدائق بخشش)

چہرۂ انور

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرۂ منور جمال الٰہی کا آئینہ اور انور تجلی کا مظہر تھا، نہایت ہی وجیہ، پر گوشت اور کسی قدر گولائی لیے ہوئے تھا، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک مرتبہ چاندنی رات میں دیکھا میں ایک مرتبہ چاند کی طرف دیکھتا اور ایک مرتبہ آپ کے چہرۂ انور کو دیکھتا تو مجھے آپ کا چہرہ چاند سے بھی زیادہ خوبصورت نظر آتا تھا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرہ (چمک دمک میں) تلوار کی مانند تھا، تو آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ آپ کا چہرہ چاند کے مثل تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے حلیہ مبارکہ کو بیان کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ

من راه بداهة هابه و من خالطه معرفة احبه .

جو آپ کو اچانک دیکھتا وہ آپ کے رعب داب سے ڈر جاتا اور جو پہچاننے کے بعد آپ سے ملتا وہ آپ سے محبت کرنے لگتا تھا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انسانوں سے بڑھ کر خوب رو اور سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے تھے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے چہرۂ انور کے بارے میں یہ کہا :

فلما تبينت وجهه عرفت ان وجهه ليس بوجه كذاب.

یعنی میں نے جب حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کو بغور دیکھا تو میں نے پہچان لیا کہ آپ کا چہرہ کسی جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ نے کیا خوب کہا کہ

چاند سے منھ پہ تاباں درخشاں درود
نمک آگیں صباحت پہ لاکھوں سلام

●

جن سے تاریک دل جگمگانے لگے
اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

عربی زبان میں بھی کسی مداح رسول نے آپ کے رخ انور کے حسن و جمال کا کتنا حسین منظر اور کتنی بہترین تشریح پیش کی ہے۔

نبي جمال كل ما فيه معجز من
الحسن لكن وجهه الاية الكبرى

ینادی بلال الخال فی صحن خده

یطالع من لألأ غرته الفجرا

یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حسن و جمال کے بھی نبی ہیں یوں تو ان کی ہر ہر چیز حسن کا معجزہ ہے لیکن خاص کر ان کا چہرہ تو آیت کبریٰ (بہت ہی بڑا معجزہ) ہے۔

ان کے رخسار کے صحن میں ان کے تل کا بلال ان کی روشن پیشانی کی چمک سے صبح صادق کو دیکھ کر اذان کہا کرتا تھا۔ (مولف) (سیرت مصطفیٰ)

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرۂ انور سے متعلق امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں **كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فخما مفخما يتلالوء وجهه تلألوء القمر ليلة البدر ازهراللون واسع الجبين كث اللحية .**

حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عظمت والے نگاہوں میں عظیم دلوں میں معظم تھے، چہرۂ مبارک ماہ دو ہفتہ کی طرح چمکتا، جگمگاتی رنگت، کشادہ پیشانی، گھنی داڑھی۔ اسے ترمذی نے شمائل میں، طبرانی نے کبیر میں، بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابن عساکر نے تاریخ میں روایت کیا۔

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں **كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ابيض الوجه كث اللحية احمر الماء فى اهداب الاشفار.**

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منہ گورا، داڑھی گھنی، آنکھوں کے کووؤں میں سرخی، پلکیں دراز۔ اسے ابن عساکر نے روایت کیا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۹، ص ۱۲۳۔ لمعۃ الضحیٰ)

روئے تاباں

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روئے زیبا سے متعلق ایک مقام پر امام احمد رضا بریلوی تحریر فرماتے ہیں :

کتب حدیث وسیر مطالعہ کیجیے بہت خوش ذی عقل لبیب صرف جمال جہاں آرائے حضور پرنور سید عالم سرور اکرم مولائے اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیکھ کر ایمان لائے کہ لیس ھذا وجہ الکذاب.

یہ منہ جھوٹ بولنے والے کا نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۶، ص ۲۲۷۔ سبحان السبوح)

چہرۂ انور کی چمک

وصاف کی حدیث میں وارد ہے۔

یتلألوء وجھہ تلألؤ القمر لیلۃ البدر اقنی العرنین لہ نور یعلوہ یحسبہ من لم یتأملہ اشم انور المتجرد.

یعنی حضور کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا، بینی بلند تھی اور اس پر ایک نور کا بکا متجلی رہتا کہ آدمی خیال نہ کرے تو ناک اس روشن نور کے سبب بہت اونچی معلوم ہو، کپڑوں سے باہر جو بدن تھا یعنی چہرہ اور ہتھیلیاں وغیرہ، نہایت روشن وتابندہ تھا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

کان الشمس تجری فی وجھہ.

گویا آفتاب ان کے چہرے میں رواں تھا۔

اور فرماتے ہیں :

اذ اضحک یتلألو الجدر

جب حضور ہنستے دیواریں روشن ہو جاتیں۔

ربیع بنت معوذ فرماتی ہیں۔

لو رأیته لقلت الشمس طالعة .

اگر تو انھیں دیکھتا، کہتا آفتاب طلوع کر رہا ہے۔

ابو قرصافہ کی ماں اور خالہ فرماتی ہیں

رأینا کالنور یخرج من فیه .

ہم نے نور سا نکلتے دیکھا ان کے دہان پاک سے۔

سوزن گمشدہ ظاہر ہوگئی

ابن عساکر نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی، میں سیتی تھی، سوئی گر پڑی، تلاش کی، نہ ملی، اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے حضور کے نور رخ کی شعاع سے سوئی ظاہر ہوگئی۔

علامہ فاسی مطالع المسرات میں علامہ ابن سبع سے نقل کرتے ہیں۔

کان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یضیئ البیت المظلم من نوره .

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور سے خانۂ تاریک روشن ہو جاتا ہے۔

(نفی الفی عمن استنار بنورہ کل شیٔ)

حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رخِ روشن کے متعلق امام احمد رضا بریلوی رقم طراز ہیں:

لک بدر فی الوجہ الاجمل خط ہالۂ مہ زلف ابر اجل

تورے چندن چندر پروکنڈل رحمت کی بھرن برسا جانا

●

رخ انور کی تجلی جو قمر نے دیکھی   رہ گیا بوسہ دہ نقش کف پا ہوکر

●

میں تو کیا چیز ہوں خود صاحب قرآں کو شہا

لاکھ مصحف سے پسند آئی بہار عارض

جیسے قرآں ہے ورد اس گل محبوبی کا

یوں ہی قرآں کا وظیفہ ہے وقار عارض

مشک بو زلف سے رخ چہرہ سے بالوں میں شعاع

معجزہ ہے حلب زلف و تتار عارض

●

کیا ٹھیک ہو رخ نبوی پر مثال گل   پامال جلوۂ کف پا ہے جمال گل

جنت ہے ان کے جلوہ سے جویائے رنگ و بو   اے گل ہمارے گل سے ہے گل کو سوال گل

ہیں عکس چہرہ سے لب گل گوں میں سرخیاں   ڈوبا ہے بدر گل سے شفق میں ہلال گل

●

دل بستہ و خون گشتہ نہ خوشبو نہ لطافت   کیوں غنچہ کہوں ہے مرے آقا کا دہن پھول

بو ہوکے نہاں ہوگئے تاب رخ شہ میں   لو بن گئے ہیں اب تو حسینوں کا دہن پھول

ہے کلام الٰہی میں شمس وضحیٰ تیرے چہرۂ نور فزا کی قسم
قسم شب تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلف دوتا کی قسم

رخ دن ہے یا مہر سما یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
شب زلف یا مشک ختا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
خورشید تھا کس زور پر کیا بڑھ کے چمکا تھا قمر
بے پردہ جب وہ رخ ہوا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

وصف رخ ان کا کیا کرتے ہیں شرح والشمس وضحیٰ کرتے ہیں
ان کی ہم مدح وثنا کرتے ہیں جن کو محمود کہا کرتے ہیں

پردہ اس چہرۂ انور سے اٹھا کر ایک بار
اپنا آئینہ بنا اے مہ تاباں ہم کو
اے رضا وصف رخ پاک سنانے کے لیے
نذر دیتے ہیں چمن مرغ غزل خواں ہم کو

قبر میں لہرائیں گے تا حشر چشمے نور کے
جلوہ فرما ہوگی جب طلعت رسول اللہ کی

مہ بے داغ کے صدقے جاؤں
یوں دمکتے ہیں دمکنے والے
عرش تک پھیلی ہے تاب عارض
کیا جھلکتے ہیں جھلکنے والے

شمع یاد رخ جاناں نہ بجھے — خاک ہوجائیں بھڑکنے والے

•

تم چاہو تو قسمت کی مصیبت ٹل جائے — کیوں کر کہوں ساعت سے قیامت ٹل جائے
للہ اٹھا دو رخ روشن سے نقاب — مولیٰ میری آئی ہوئی شامت ٹل جائے

•

تیری ہی جانب پانچوں وقت سجدہ نور کا — رخ ہے قبلہ نور کا ابرو ہے کعبہ نور کا
ہیبت عارض سے تھراتا ہے شعلہ نور کا — کفش پا پر گر کے بن جاتا ہے گپھا نور کا
وصف رخ میں گاتی ہیں حوریں ترانہ نور کا — قدرتی بینوں میں کیا بجتا ہے لہرا نور کا
کٓ گیسو ہٓ دہن یٓ ابرو آنکھیں عٓ صٓ — کھیعص ان کا ہے چہرہ نور کا
آب زر بنتا ہے عارض پر پسینہ نور کا — مصحف اعجاز پر چڑھتا ہے سونا نور کا

•

لحد میں عشق رخ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے

•

ہے جلوہ گہہ نور الٰہی وہ رو — قوسین کی مانند ہے دونوں ابرو
آنکھیں یہ نہیں سبزۂ مژگاں کے قریب — چرتے ہیں فضائے لا مکاں میں آہو

•

ان کی خد کی سہولت پہ بیحد درود — ان کے قد کی رشاقت پہ لاکھوں سلام
شبنم باغ حق یعنی رخ کا عرق — اس کی سچی براقت پہ لاکھوں سلام

جن کے آگے چراغ قمر جھلملائے ان عذاروں کی طلعت پہ لاکھوں سلام
چاند سے منھ پہ تاباں درخشاں درود نمک آگیں صباحت پہ لاکھوں سلام

•

گل مست شد از بوئے تو بلبل فدائے روئے تو
سنبل نثار موئے تو طوطی بیادت نغمہ خواں

•

کس کے روئے منور کی یاد آگئی دل تپاں دل تپاں دل تپاں ہوگیا
طوطی سدرہ مدح رخ پاک میں گل فشاں گل فشاں گل فشاں ہوگیا

•

جب ہوا چرخ میرے ماہ رسالت کا مسیر چاند حیرت سے بنا ابرو نقش تصویر
ان کے آگے نہ چلی ایک بھی لاف تنویر کیا ضیاء ہیں رخ انور کی کہ مہتاب منیر
چرخ اخضر سے جو نکلا تو مکدر نکلا

•

رخ نبی سے ہے پھر لاف بندگی گل کو
خدا کسی کو بس اتنا بھی نا سزا نہ کرے

•

نور رخ سرور کا عجب جلوہ ہے آٹھوں پہر اس کوچہ میں دن رہتا ہے
یہ شام مدینہ نہ سمجھنا اے دل آہ دل عاشق کا دھواں چھایا ہے
(حدائق بخشش)

ابروئے مبارک

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بھوؤں کی توصیف میں حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے اپنی حدیث میں بیان فرمایا کہ

واضح الجبین مقرون الحاجبین.

یعنی پیشانی کشادہ اور بھنویں ملی ہوئی تھیں۔

قرن ابرو کا مطلب بھوؤں کے بالوں کا ملا ہوا ہونا ہے۔ لیکن ابن ابی ہالہ جو کہ واصفان حلیہ شریف میں سے ہیں ان کی حدیث میں **من غیر قرن** (ابرو کے بال ملے ہوئے نہ تھے) آیا ہے۔ ان دونوں روایتوں میں اختلاف ہے۔

ارباب سیر کہتے ہیں کہ صحیح روایت یہ ہے کہ آپ غیر متصل ابرو تھے اور بظاہر یہ اتصال بہت گہرا نہ تھا جس سے دونوں ابرو کے بال باہم خوب پیوست ہوگئے ہوں اور نہ درمیان میں اتنی خالی جگہ تھی جسے غیر متصل کہا جائے۔ بلکہ چند خفیف بالوں کا اتصال تھا، اس بناء پر اتصال وعدم اتصال کا اطلاق بادی النظر و الخیال میں ہوسکتا ہے۔

اہل سیر فرماتے ہیں کہ دونوں ابرو کے درمیان ایک رگ تھی، جو حالت غضب میں نمودار ہوتی تھی۔

نیز ابن ابی ہالہ کی حدیث میں **ازج الحواجب** آیا ہے۔ ازج کے معنی لمبی کمان، کثیر بال اور کشیدہ ابرو کے ہیں۔ اور دوسری روایت میں **ازج الحواجب سوابغ** (کشیدہ ابرو گھنے بال) آیا ہے، قاموس اور صحاح میں زج کے معنی باریکی ابرو یا درازی ابرو کے ہیں جیسے فارسی میں کمان ابرو کہتے ہیں۔

اور بیہقی میں بعض صحابہ سے منقول ہے کہ انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

احسن الوجه عظيم الجبهة دقیق الحاجبین .

دیکھا ہے، یعنی آپ کا چہرہ نہایت حسین، عظیم پیشانی اورابرو باریک تھے، باریکی کا مطلب یہ ہے کہ ابرو کے بالوں کا گھنا نہ تھا، اور بالوں کی کثرت کا یہ مطلب ہے کہ بال کم اور کہیں کہیں نہ تھے، یہ نہ تو پراگندہ تھے نہ چھدرے۔(مولف) (مدارج النبوۃ جلداول)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ابرو مبارک کے بارے میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابیض الوجہ کث اللحیة احمر الماء فی اھداب الاشفار . رواہ ابن عساکر .

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منھ گورا، داڑھی گھنی، آنکھوں کے کووؤں میں سرخی، پلکیں دراز۔ اسے ابن عساکر نے روایت کیا۔ (فتاویٰ رضویہ ج۹،ص۱۲۳۔لمعۃ الضحیٰ)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ابروے مبارک کی توصیف میں امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

خم زلف بنی ساجد ہے محراب دو ابرو میں
کہ یا رب تو ہی والی ہے سیہ کاران امت کا

●

یاد ابرو کرکے تڑپو بلبلو
ٹکڑے ٹکڑے دام ہو ہی جائے گا

•

ہلال کیسے نہ بنتا کہ ماہ کامل کو
سلام ابروئے شہ میں خمیدہ ہونا تھا

•

جن کے سجدے کو محراب کعبہ جھکی ان بھوؤں کی لطافت پہ لاکھوں سلام
اشک باری مژگاں پہ برسے درود سلک در شفاعت پہ لاکھوں سلام

•

عشق ابرو میں میں رمز قوسین کا
نکتہ داں نکتہ داں نکتہ داں ہوگیا

•

اشارہ کردیں اگر وہ کمان ابرو کا
ہمارا تیر دعا پھر کبھی خطا نہ کرے

(حدائق بخشش)

بینی مبارک

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بینی مبارک کے بارے میں اقنی الانف و اقنی العرنین وارد ہے۔عرنین بمعنی بلندی جو موئے ابرو کے اتصال کے نیچے ہے۔اور اقنی کی تفسیر سائل الحاجبین یعنی مرتفع الوسط سے کی گئی۔سائل سیلان سے مشتق ہے جس کے معنی ناک کی لمبائی اور باریکی میں یک گونہ ہمواری کے بھی منقول ہیں اور لفظ دقت (باریکی) سیلان کے ہم معنی بھی آتا ہے جسکا مطلب ناک کے

موٹاپے کی نفی کرنا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بینی مبارک ایسی نورانی اور روشن تھی کہ دیکھنے والا جب تک بغور نہ دیکھے یہی گمان کرتا تھا کہ آپ کی بینی شریف بلند ہے حالاں کہ بلند نہ تھی بلکہ یہ بلندی نور کی تھی جو ہر ایک شیٔ کو نمایاں دکھاتا تھا۔ نیز اس خوبی میں نیک بختی اور سعادتمندی کی نشانی بھی ہے۔ (مولف)

(مدارج النبوۃ جلد اول)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بینی مقدس کے بارے میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں :

وصاف کی حدیث میں وارد ہے

یتلألو وجهه تلألو القمر ليلة البدر اقنى العرنين له نور يعلوه يحسبه من لم يتامله اشم انور المتجرد.

یعنی حضور کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا، بلند بینی تھی اور اس پر ایک نور کا بکا متجلی رہتا کہ آدمی خیال نہ کرے تو ناک اس روشن نور کے سبب بہت اونچی معلوم ہو، کپڑوں سے باہر جو بدن تھا یعنی چہرہ اور ہتھیلیاں وغیرہ، نہایت روشن و تابندہ تھا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(نفی الفیٔ عمن استنار بنورہ کل شیٔ)

حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بینی مبارک کی توصیف میں امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

بینی پُر نور پر رخشاں ہے بکہ نور کا
ہے لواء الحمد پر اڑتا پھریرا نور کا

(حدائق بخشش)

دہن شریف

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دہن مبارک کے بارے میں صحیح مسلم میں سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ

كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ضليع الفم .

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فراخ دہان تھے۔

اسی طرح حضرت ابن ابی ہالہ نے بیان کیا ہے جو شمائل ترمذی میں حلیہ مبارک کی طویل حدیث میں مذکور ہے۔

اہل عرب مردوں کے لیے فراخ دہنی کو قابل تعریف اور تنگ دہنی کو لائق مذمت ٹھہراتے تھے عرب کے شعراء تنگ دہن کو معشوق اور محبوب سے نسبت دیتے تھے گویا کہ ان کے نزدیک وہ عورتوں کے حکم میں تھے لیکن بعضوں نے کہا کہ یہ کم سخنی اور محبوبی سے کنایہ ہے۔

دوسری حدیث میں لفظ "ضليع الفم" (فراخ دہنی) کے بعد یہ عبارت زیادہ کی ہے جس سے فراخ دہن مراد لیتے ہیں۔ **يفتح الكلام و يختمه باشداقه .**

یعنی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کلام کو کشادگی دہن سے آغاز فرماتے اور اپنے شدق سے اسے ختم کرتے (شدق، کنج دہاں اور فراخی دہاں کو کہتے ہیں)

مطلب یہ کہ آپ کے دہن مبارک سے کلام تام، کامل اور بھرا ہوا نکلتا تھا، شکستہ و ناقص الفاظ نہ نکلتے تھے لہٰذا اس بیان سے فصاحت اور اثبات فصاحت دونوں کا اجتماع حاصل ہو گیا اور معلوم ہوا کہ آپ فصیح کامل تھے۔ اور اہل سیر نے کشادگی دہن سے ہونٹوں کی نزدیکی مراد لی ہے۔

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ آپ کے رخسار نرم و نازک اور ہموار تھے

اور آپ کا منہ فراخ، دانت کشادہ اور روشن تھے جب آپ گفتگو فرماتے تو آپ کے دونوں اگلے دانتوں کے درمیان سے ایک نور نکلتا تھا اور جب کبھی اندھیرے میں آپ مسکرا دیتے تو دندان مبارک کی چمک سے روشنی ہو جاتی۔

آپ کو کبھی جمائی آئی نہیں اور یہ تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا خاصہ ہے کہ ان کو کبھی جمائی نہیں آتی کیوں کہ جمائی شیطان کی طرف سے ہوا کرتی ہے اور حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام شیطان کے تسلط سے محفوظ و معصوم ہیں۔ (مولف)

وہ دہن جس کی ہر بات وحی خدا
چشمہ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

(مدارج النبوۃ، جلد اول و سیرت مصطفیٰ)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دہن شریف سے متعلق امام احمد رضا بریلوی تحریر فرماتے ہیں :

حدیث میں ہے، ابو قرصافہ کی ماں اور خالہ فرماتی ہیں :

رأينا كالنور يخرج من فيه

ہم نے نور سا نکلتے دیکھا ان کے دہان پاک سے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

اذ ضحک يتلألو الجدر

جب حضور ہنستے دیواریں روشن ہو جاتیں۔ (نفی الفی عمن استنار بنورہ کل شئ)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دہن مبارک کی توصیف و تعریف میں امام احمد رضا بریلوی

نے یہ اشعار نظم فرمائے ہیں :

پتلی پتلی گل قدس کی پتیاں
ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام

وہ دہن جس کی ہر بات وحی خدا
چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

جس کے پانی سے شاداب جان و جناں
اس دہن کی طراوت پہ لاکھوں سلام

جس سے کھاری کنویں شیرۂ جاں بنے
اس زلال حلاوت پہ لاکھوں سلام

وہ زبان جس کو سب کن کی کنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

اس کی پیاری فصاحت پہ بے حد درود
اس کی دل کش بلاغت پہ لاکھوں سلام

اس کی باتوں کی لذت پہ لاکھوں درود
اس کے خطبے کی ہیبت پہ لاکھوں سلام

جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑیں
اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

جس میں نہریں ہیں شیر و شکر کی رواں
اس گلے کی نضارت پہ لاکھوں سلام

(حدائق بخشش)

دندان مبارک

آپ مفلج الاسنان تھے، یعنی سامنے کے دانت کشادہ تھے۔ صراح میں فلج کے معنی سامنے کے دانتوں کی کشادگی ہے۔ ایک اور حدیث میں اشنب مفلج الثنایا یعنی سامنے کے دانت روشن تر، آب دار اور کشادہ مروی ہے۔ اشنب کے معنی دانتوں کی آب داری وتابانی کے ہیں۔

علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں مبلج الثنایا سامنے کے دانت روشن وتاباں آیا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے انھوں نے بیان کیا کہ آپ کے لب ہائے مبارک کشادہ تھے جب گفتگو فرماتے تو ایسا دیکھا جاتا کہ گویا سامنے کے دندان ہائے مبارک کی کشادگی کے درمیان سے نور نکل رہا ہے۔

امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں :

کانھا اللؤلوء المکنون فی صدف

من معدنہ منطق منہ و مبتسم

گویا کہ دندانہائے مبارک صدف میں چھپے ہوئے موتی ہیں جو اپنے معدن میں بولتے اور تبسم فرماتے ہیں۔

طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لبہائے مبارک اور دہن شریف کا مہرہ تمام لوگوں سے زیادہ حسین ولطیف تھا۔ اور ایک روایت میں عظیم الاسنان دندانہائے مبارک عظیم تھے بھی آیا ہے۔ ان سب روایتوں کا مفہوم یہی ہے کہ آپ کا دہن شریف حسن و جمال کے مطابق درست وصحیح تھا۔ (مولف) (مدارج النبوۃ جلد اول)

حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دندان شریف کے بارے میں امام احمد رضا بریلوی

قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں :

ابن عباس کی حدیث میں ہے۔

اذا تکلم رئ کالنور یخرج من بین ثنایاہ .

جب کلام فرماتے دانتوں سے نور چھنتا نظر آتا۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

اذا ضحک یتلالوء الجدر

جب حضور ہنستے دیواریں روشن ہو جاتیں۔

ابو قرصافہ کی ماں اور خالہ فرماتی ہیں۔

رأینا کالنور یخرج من فیہ .

ہم نے نور سا نکلتے دیکھا ان کے دہان پاک سے۔ (نفی الفئ عمن استنار بنورہ کل شئ)

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ دندان مبارک کی توصیف میں فرماتے ہیں :

آب در دندان سے عدن ڈوب گیا
رشک لب لعلیں سے یمن ڈوب گیا

●

خجلت یہ ہوئی دیکھ کے روئے شہ کو
شبنم کے پسینہ میں چمن ڈوب گیا

(حدائق بخشش)

جبین اقدس

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جبین مبارک کی تعریف وتوصیف میں سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں کہ **واضح الجبین** (کشادہ پیشانی) تھی، ایک دوسری روایت میں **صلت الجبین** بمعنی کشادہ پیشانی آیا ہے، ایک اور حدیث میں **واسع الجبین** ایک اور روایت میں **واسع الجبھة** منقول ہے۔ ان سب کے معنی فراخی پیشانی ہے۔

چہرۂ انور کے تذکرے میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گزر چکا ہے کہ جب آپ کی پیشانی شکن آلود ہوتی تو ایسا معلوم ہوتا کہ گویا چاند کا ٹکڑا ہے۔

اہل سیر بیان کرتے ہیں کہ آپ کی پیشانی مبارک سے نیک بختی، سعادت مندی اور نورانیت مترشح ہوتی رہتی تھی۔ اور سرنوشت (جو شکم مادر میں لکھا جاتا ہے) کا مقام پیشانی ہے۔

بسا اوقات اس معنی کا مشاہدہ خانۂ کعبہ کے دروازے میں ہوتا ہے جب یہاں عادۃً پیشانی کو اس سے رگڑتے اور ملتے ہیں تو پیشانی سے نیک بختی اور سعادت مندی کے آثار خوب واضح طریقہ پر ظاہر ہو جاتے ہیں۔

قدرتی طور سے آپ کی پیشانی پر ایک نورانی چمک تھی، چنانچہ دربار رسالت کے شاعر مداح رسول حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی حسین وجمیل نورانی منظر کو دیکھ کر یہ کہا ہے کہ

متی تبدو فی الداجی البھیم جبینہ

یلح مثل مصباح الدجی المتوقد

یعنی جب اندھیری رات میں آپ کی مقدس پیشانی ظاہر ہوتی ہے تو اس طرح چمکتی ہے جس طرح رات کی تاریکی میں روشن چراغ چمکتے ہیں۔ (مولف) (مدارج النبوۃ جلد اول، سیرت مصطفیٰ)

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جبین مبارک کے بارے میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فخما مفخما یتلالو وجھہ تلالو القمر لیلۃ البدر ازھر اللون واسع الجبین کث اللحیۃ.

حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عظمت والی نگاہوں میں عظیم دلوں میں معظم تھے، چہرۂ مبارک ماہ دو ہفتہ کی طرح چمکتا، جگمگاتا رنگ، کشادہ پیشانی، گھنی داڑھی۔

اسے ترمذی نے شمائل میں، طبرانی نے کبیر میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۹، ص ۱۲۳۔ لمعۃ الضحیٰ)

جبین اقدس کی توصیف میں امام احمد رضا بریلوی عرض گزار ہیں۔

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اس جبین سعادت پہ لاکھوں سلام

(حدائق بخشش)

رنگ مبارک

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رنگ مبارک روشن وتاباں تھا، جمہور صحابہ کا اتفاق ہے کہ آپ کا رنگ مبارک مائل بہ سفیدی تھا، سفیدی کے ساتھ ہی آپ کی تعریف وتوصیف کی ہے۔

اور بعض کہتے ہیں کہ کان ابیض ملیحا. ایک اور روایت میں ابیض ملیح الوجہ آیا ہے

یعنی سپید رنگ ملیح بشرہ تھا۔ اس توصیف سے مراد سفیدی و ملاحت ہے حالاں کہ ملاحت آپ کے حسن و جمال اور دیدار جاں فزا کی دل ربائی ولذت بخشی کے اظہار بیان کے لیے علیحدہ صفت ہے۔

یا خالص سفیدی بغیر نمکینی جسے ابہق کہتے ہیں اس سے بچنے کے لیے ہو، اور ابہق کی تفسیر وہ اس طرح کرتے ہیں کہ ابہق وہ سفیدی ہے جس میں نہ سرخی ہو نہ زردی اور نہ گندم گوں ہو، اور اس سفیدی کے مشابہ ہے جو برص کے مریضوں کے چہرہ پر ہوتی ہے اور جست کے ہم رنگ ہو۔

ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ کا چہرۂ انور بہت سفید اور آپ کے موہائے مبارک سخت سیاہ تھے۔

ابو طالب کے اس شعر میں جو انھوں نے آپ کی مدح میں کہا ہے اس میں ہے کہ

ابیض یستسقی الغمام بوجهه

ثمال الیتامی عصمة للارامل

یعنی آپ کے چہرۂ انور کی سفیدی سے برسنے والا سفید بادل بارش کی بھیک مانگتا ہے اور آپ تیموں، بیواؤں کی پرورش فرمانے والے ہیں۔

حضرت علی مرتضی کرم اللہ تعالی وجہہ کی حدیث میں ہے کہ

ابیض مشرب و انه شراب خلط لون بلون .

یعنی آپ کا رنگ سفید مشربی تھا، مشرب اس شراب کو کہتے ہیں جس میں ایک رنگ میں دوسرے رنگ کی آمیزش ہو، گویا کہ ایک رنگ پلا کر دوسرا رنگ پلایا گیا ہو، اس جگہ مشرب سے مراد سرخی ہے۔

دوسری روایت میں تصریح بھی آئی ہے **ابیض مشرب بحمرة**

یعنی آپ کا رنگ سرخ و سفید تھا۔

اور بعض نے ''ازھر اللون '' کہا ہے جو کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے، اس کی بھی یہی تفسیر کرتے ہیں ظاہر یہ ہے کہ اس سے ان کی مراد چمک اور تابانی ہے۔ (مولف)

(مدارج النبوۃ جلد اول)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رنگ پرنور کے بارے میں امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں :

امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں :

بابی و امی کان ربعة ابیض مشربا بحمرة کث اللحیة .

میرے ماں باپ ان پر قربان میانہ قد تھے، گورا رنگ جس میں سرخی جھلکتی، گھنی داڑھی۔

اسے ابن عساکر نے ابو ہریرہ وعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۹، ص ۱۲۳۔ لمعۃ الضحیٰ)

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رنگ مبارک کے بارے میں امام احمد رضا بریلوی یوں مدح سرا ہیں:

جس سے تاریک دل جگمگانے لگے
اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

(حدائق بخشش)

چشمان مبارک

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چشم مبارک سے دو وجہوں پر بحث کی جاتی ہے۔

پہلی وجہ : خانۂ چشم اور اس کی شکل وہیئت کے وصف میں ہے۔

چنانچہ سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ آپ کی چشم مبارک بڑی اور بھنویں دراز تھیں، چشم مبارک کے بڑی ہونے کا مطلب تنگی اور کوتاہی کی نفی کرنا ہے نہ کہ اتنی بڑی کہ آنکھیں باہر نکلی ہوئی تھیں، آپ کے اعضائے شریفہ کے اظہار میں قاعدہ کلیہ توسط واعتدال ہے کیوں کہ مدار حسن و جمال اور بنائے فضل وکمال یہی توسط واعتدال ہے۔

ایک حدیث میں، **اشکل العینین** آیا ہے یعنی آپ کی چشمان مبارک سفیدی میں سرخی لیے ہوئے تھیں، مطلب یہ کہ آنکھوں کی باریک رگیں سرخ تھیں۔

اور ''**شهله**'' یعنی سیاہی میں سرخی ہونا، یہ صفت آپ کی چشمان مبارک کی تعریف میں بہت ہی کم مذکور ہے لیکن نہایہ میں کہا گیا ہے کہ

كان اشهل العينين و كفته اشهل حمرة فی سواد

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دونوں چشم مبارک اشہل تھیں اور سیاہی میں سرخی کو اشہل کہا جاتا ہے۔

ایک روایت میں ''**ادعج العینین**'' بھی آیا ہے، ادعج گہری سیاہ آنکھ کو کہتے ہیں اور قاموس نے اس کے معنی فراخ وکشادہ کے بھی لیے ہیں۔

اور ایک روایت میں ''**اکحل العینین**'' ہے یعنی سرگیں آنکھیں تھیں۔

بسا سرمہ سیاہ کردہ خانہ مردم
دو چشم تو سیاہ اند سرمہ نا کردہ

یعنی آپ کی چشمان مبارک بغیر سرمہ لگائے سرگیں نظر آتی تھیں۔

دوسری وجہ : حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بصارت و بینائی کی تعریف میں ہے۔

چنانچہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کی تاریکی میں بھی ویسا ہی دیکھتے تھے جیسا دن کی روشنی میں (اسے بخاری نے روایت کیا) بیہقی نے بھی سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایسا ہی روایت کیا ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کتاب الشفاء میں بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثریا میں گیارہ ستارے ملاحظہ فرماتے تھے۔اور سہیلی کے نزدیک بارہ منقول ہیں۔

آپ کی نظریں آسمان کی نسبت زمین کی طرف زیادہ رہتی تھیں، یہ حد درجہ شرم وحیاء کی دلیل ہے۔حدیثوں میں جو یہ آیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آسمان کی طرف نظر اٹھاتے تھے کبھی کم اور کبھی زیادہ تو ایسا انتظار وحی کے سلسلے میں ہوتا تھا ورنہ نظر مبارک کا زمین کی طرف رکھنا روزمرہ کے معمولات میں تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر گوشۂ چشم سے نظر فرماتے تھے۔(جو نظر براہ راست ہوا سے جوق وماق کہتے ہیں) آپ کا گوشۂ چشم سے ملاحظہ فرمانا انتہائی حیا ووقار کے سبب تھا لیکن جب آپ کسی کی جانب التفات فرماتے تو مکمل طور پر گھوم جاتے تھے، دائیں بائیں پہلو بدلنے یا محض گردن گھما لینے یا دزدیدہ نظری سے آپ گریز فرماتے تھے کیوں کہ یہ متکبروں اور سہل انگاروں کا شیوہ ہے۔

آپ کی نظر مبارک سامنے اور پس پشت یکساں تھی۔ چنانچہ صحیح حدیثوں میں وارد ہے کہ آپ

مقتدیوں سے فرمایا کرتے تھے کہ رکوع وسجود میں مجھ سے پہل نہ کیا کرو۔ کیوں کہ میں تمھیں اپنے آگے اور پیچھے سے یکساں دیکھتا ہوں اور مجھ سے تمھارا رکوع وسجود پوشیدہ نہیں ہے۔

اس روایت کی حقیقت کو خدا ہی جانتا ہے کہ کیا تھی، یہی نہیں بلکہ آپ کے تمام اعضائے شریفہ کا یہی حال ہے کیوں کہ ان کی کنہٗ حقیقت کو کوئی نہیں پہنچ سکتا اور ان کی کنہ تک جاننے کا دعویٰ ایسا ہی ہے جیسا کہ متشابہات کی تاویل وتفسیر کا حکم ہے۔ عقل وقیاس اور فکر ونظر کی رو سے یہ آپ کی فضیلت ہے۔ لیکن آپ کی یہ بینائی چشم رخ سے ہے یا دل کی آنکھ سے؟ یا تو یہ حالت نماز کے ساتھ مخصوص ہوگی جو محل انکشاف انام اور موجب ازدیار نور ہے، یا پھر یہ صفت تمام احوال واوقات میں عام ہوگی اور یہ روایت بصری چہرۂ مبارک کی چشم ہی میں ہوگی ورنہ پروردگار عالم اس پر بھی قادر ہے کہ قوت بصر یہ بدن کے ہر حصہ اور جزو میں پیدا فرمادے۔ یا یہ کہ یہ بینائی آپ کو بطریق اعجاز بلا شرط مقابلہ حاصل تھی۔

بعض کہتے ہیں کہ آپ کے دونوں شانوں کے درمیان سوئی کے ناکہ کی مانند دو آنکھیں تھیں جن سے آپ پس پشت بھی دیکھ لیا کرتے تھے۔ آپ اسے کپڑوں سے نہیں ڈھانپتے تھے۔ (ایک روایت میں ہے کہ ان آنکھوں کو دیکھنے سے کوئی حجاب مانع نہیں ہوتا) یا یہ کہ قبلہ کی دیوار پر مثل آئینہ مقتدیوں کی صورتیں منعکس ہو جاتی تھیں اور آپ ان کے افعال کا مشاہدہ فرما لیتے تھے۔ یہ دونوں باتیں عجیب وغریب ہیں اگر یہ کسی صحیح روایت میں ہوں تو ہم ان پر ایمان لے آئیں گے ورنہ محل تامل ہے کیوں کہ اہل سیر کے نزدیک باسناد صحیحہ ثابت نہیں ہے۔

اگر یہاں رویت قلبی مراد ہے تو یہ وہ علم ہے جو بطریق وحی واعلام اور کشف والہام آپ کو حاصل تھا، اہل سیر کے نزدیک درست بات یہی ہے کیوں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب اطہر کو معقولات کے علم وادراک میں وسعت اور احاطہ عنایت فرمایا ہے اسی طرح آپ کے خواس لطیف میں بھی

محسوسات کے ادراک میں احاطہ مرحمت فرمایا ہواور شش جہات کو ایک ہی جہت بنادیا ہو۔ (مولف)

(مدارج النبوۃ جلد اول)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چشمان مبارک کے بارے میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں :

امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیض اللون مشربا حمرة ادعج العینین کث اللحیة .

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رنگ گورا سرخی آمیز، آنکھیں بڑی خوب سیاہ، داڑھی گھنی۔

(فتاویٰ رضویہ ج۹ص ۱۲۳۔لمعۃ الضحیٰ)

تاریکی میں دیکھنا

امام ابوعبدالرحمٰن بقی بن مخلد قرطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو اکابر اعیان مائۃ ثلثہ سے ہیں حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حکایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسا روشنی میں دیکھتے ویسا ہی تاریکی میں دیکھتے۔

اس حدیث کو بیہقی نے موصولاً مسنداً روایت کیا اور علامہ خفاجی نے اکابر علماء مثل ابن بشکوال و عقیلی وابن جوزی و سہیلی سے اس کی تضعیف نقل کی یہاں تک کہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں موضوع ہی کہہ دیا۔ بہ ایں ہمہ خود علامہ خفاجی فرماتے ہیں جیسا بقی بن مخلد وغیرہ ثقات نے اسے ذکر کیا اور حضور والا کی شان سے بعید نہیں تو اس کا انکار کس وجہ سے کیا جائے۔

و حکی بقی بن مخلد ابو عبد الرحمن القرطبی مولده رمضان سنة احدی و مائتین و توفی سنة ست و سبعین و مائتین عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها انها قالت کان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یری فی الظلمة کما یری فی الضوء . و فی روایة کما یری فی النور و لا شک انه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کان کامل الخلقة قوی الحواس فوقوع مثل هذا منه غیر بعید و قد رواه الثقات کابن مخلد هذا فلا وجه لا نکاره .

بقی بن مخلد ابوعبدالرحمٰن قرطبی (رمضان ۲۰۱ھ / ۲۷۶ھ) نے کہا، عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تاریکی میں دیکھا کرتے تھے اور ایک روایت میں ہے جس طرح کہ روشنی میں دیکھتے تھے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کامل الخلقۃ قوی الحواس تھے تو آپ سے اس کیفیت کا وقوع بعید نہیں، پھر اس کو ثقات نے روایت کیا ہے لہٰذا اس کے انکار کی کوئی وجہ نہیں۔ (قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام)

امام احمد رضا بریلوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چشمان مبارک کے کمال و اوصاف کے بارے میں یوں گویا ہیں۔

جب آ گئی ہیں جوش رحمت پہ ان کی آنکھیں
جلتے بجھا دیئے ہیں روتے ہنسا دیئے ہیں

•

دل نکل جانے کی جا ہے آہ کن آنکھوں سے وہ
ہم سے پیاسوں کے لیے دریا بہاتے جائیں گے

•

شش جہت سمت مقابل شب و روز ایک ہی حال

دھوم و النجم میں ہے آپ کی بینائی کی

•

سرگیں آنکھیں حریم حق کے وہ مشکیں غزال

ہے فضائے لا مکاں تک جن کا رمنا نور کا

•

چشمۂ مہر میں موج نور جلال

اس رگ ہاشمیت پہ لاکھوں سلام

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آگیا

اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام

نیچی آنکھوں کی شرم و حیاء پر درود

اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام

(حدائق بخشش)

سراقدس

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توصیف میں ابن ابی ہالہ کی حدیث میں مرقوم ہے۔

كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عظيم الهامة .

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سر مبارک عظیم تھا۔

سر کی بزرگی، وفورِ عقل اور جودت فکر کی اس بناء پر دلیل ہے کہ سر جو ہر دماغ کا عامل ہوتا ہے، یہاں پر سر کو عظیم کہنے سے کوتاہی اور اس کی چھوٹائی کی نفی کرنا مقصود ہے ورنہ آپ کے تمام اعضاء و جوارح میں وجود و عتدال کی رعایت کی گئی ہے۔ (مولف) (مدارج النبوۃ جلد اول)

حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر انور سے متعلق امام احمد رضا بریلوی تحریر فرماتے ہیں:

امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں:

كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ضخم الهامة عظيم اللحية .

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سر مبارک بزرگ اور ریش مطہر بڑی تھی۔

اسے امام بیہقی نے روایت کیا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۹، ص ۱۲۳۔ لمعۃ الضحیٰ)

امام احمد رضا بریلوی نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر مبارک کے بارے میں یہ اشعار لکھے ہیں۔

تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا　　بخت جاگا نور کا چمکا ستارا نور کا
تیرے آگے خاک پر جھکتا ہے ماتھا نور کا　　نور نے پایا تیرے سجدے سے سیما نور کا

•

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا　　اس جبین سعادت پہ لاکھوں سلام
جس کے آگے سر سروراں خم رہیں　　اس سرتاج رفعت پہ لاکھوں سلام
لیلۃ القدر میں مطلع الفجر حق　　مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام
(حدائق بخشش)

ریش مبارک

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لحیہ مبارکہ یعنی ریش مبارک کے بارے میں ابن ابی ہالہ کی حدیث میں ہے کہ

كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كث اللحية .

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ریش مبارک میں بال بکثرت تھے۔

شفائے قاضی عیاض میں کہا گیا ہے

اللحية يملأ صدره .

یعنی آپ کی ریش مبارک کے بال اس کثرت سے تھے کہ جس سے آپ کا سینہ مبارک بھر گیا تھا۔

اور ریش مبارک کی لمبائی میں کوئی معین انداز کتابوں میں نظر سے نہیں گزرا، وظائف النبی میں کہا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ریش مبارک طبعاً چار انگل تھی، اس سے کم نہ ہوتی تھی، اس پر کوئی سند نہیں پائی جاتی۔ اور داڑھی کا لمبا کرنا موجب حسن و جمال ہے خصوصاً جب داڑھی گھنی ہو۔

صحیحین میں مذکور ہے کہ مشرکوں کی شکل کی مخالفت کرو اور ایک روایت میں ہے کہ مجوس یعنی آتش پرستوں کی مخالفت کرو اور بہت کرو، اور اپنی داڑھیوں کو بڑھاؤ اور لبوں کے پست کرنے اور اس کے ترشوانے میں مبالغہ کرو۔

اور ائمہ کا مذہب لبوں کے ترشوانے میں مختلف ہے کم سے کم یہ ہے کہ اطراف لب ظاہر ہوں اور لبوں کا منڈوانا بدعت ہے اور بعض کے نزدیک سنت ہے اور احناف کے نزدیک احفاء یعنی کترنا ہے۔ (مولف) (مدارج النبوۃ جلد اول)

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ریش مقدس کے تعلق سے امام احمد رضا بریلوی تحریر فرماتے ہیں:

جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كثير شعر اللحية .

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ریش مبارک میں بال کثیر وانبوہ تھے۔ اسے مسلم نے روایت کیا۔

و عنه عند ابن عساكر كثير شعر الراس و اللحية .

ابن عساکر جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر مبارک اور ریش اقدس میں بال زیادہ اور گھنے تھے۔ (مولف)

امام قاضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں:

كث اللحية تملاء صدره .

ریش مطہر گھنی سینہ منور کو بھرے ہوئے۔ یہاں سینہ سے مراد اس کا بالائی کنارہ ہے کہ گلے کی انتہا ہے۔

امام اجل عارف باللہ سیدی محمد بن علی بن عباس مکی قدس سرہ الملکی کتاب مستطاب طریق المرید للوصول الیٰ مقام التوحید میں فرماتے ہیں:

وفي وصف رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم انه كان كث اللحية .

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حلیہ شریف میں ہے ریش مبارک گھنی تھی۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۹، ص ۱۲۵۔ لمعۃ الضحیٰ)

جامع ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یاخذ من لحیتہ من عرضھا و طولھا.

یعنی حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ریش مبارک کے بال عرض وطول سے لیتے تھے۔

علماء فرماتے ہیں یہ اس وقت ہوتا جب ریش اقدس ایک مشت سے تجاوز فرماتی۔ بلکہ بعض نے یہ قید نفس حدیث میں ذکر کی ہے۔

مدارج النبوۃ میں ہے درلحیہ شریف درطول قدرے معین درکتب بنظرنمی آید و در وظائف النبی گفتہ کہ لحیہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چہار انگشت بود طبعا یعنی ہمیں مقدار بود از روئے خلقت و دراز و کم نمی شد بریں سندے یافتہ نمی شود۔

ریش مبارک کی لمبائی میں کوئی معین انداز کتابوں میں نظر سے نہیں گزرا۔ وظائف النبی میں کہا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ریش مبارک طبعاً چار انگل تھی، اس سے کم نہ ہوتی تھی، اس پر کوئی سند نہیں پائی جاتی۔ (مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۹، ص ۷۰)

ریش مبارک کے سلسلے میں امام احمد رضا بریلوی رقم طراز ہیں :

شب لحیہ و شارب ہے رخ روشن دن
گیسو و شب قدر و برات مومن

●

مژگاں کی صفیں چار ہیں دو ابرو ہیں
والفجر کے پہلو میں لیال عشر

ریش خوش معتدل مرہم ریش دل ہالۂ ماہ ندرت پہ لاکھوں سلام
خط کی گرد دہن وہ دل آرا پھبن سبزۂ نہر رحمت پہ لاکھوں سلام
(حدائق بخشش)

زلف معنبر

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بالوں کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا آپ کے بال نرم تھے، بعض حدیثوں میں آپ کے موئے مبارک کو ''جعد'' بمعنی سخت پیچیدہ بتایا گیا ہے حالاں کہ مکمل جعد نہ تھے۔ بلکہ قطط اور جعد یعنی نرم، دراز اور گھونگر یالے تھے۔ سبط (نرم و لٹکے ہوئے بال) وقطط (ایسے بال جو سخت اور پیچیدہ ہوں جیسے حبشیوں کے ہوتے ہیں اردو میں انھیں گھونگر یالے بال کہا جاتا ہے) کی ضد کے معنی میں جعد کا اطلاق جائز نہ ہوگا۔ اور بعض حدیثوں میں جعد کی نفی کی گئی ہے۔ جعد بہت سخت اور بل کھائے ہوئے بالوں کو کہتے ہیں اور صراح میں جعد بمعنی مرغول اور قطط بمعنی مرغول اور بسط بمعنی لٹکے ہوئے بال لکھا ہے۔ لہٰذا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بال بسط تھے نہ قطط بلکہ دونوں کے درمیان تھے جسے رجل (نرم) کہتے ہیں۔

آپ کے بالوں کی لمبائی کانوں کے درمیان تک، دوسری روایت میں کانوں تک اور تیسری روایت کے بموجب کانوں کی لو تک تھی۔ ان کے علاوہ کندھوں تک یا کندھوں کے قریب تک کی روایتیں بھی ہیں۔ ان سب روایتوں میں باہم مطابقت اس طرح ہے کہ آپ کبھی تیل لگاتے یا کنگھی فرماتے تو بال دراز ہو جاتے ورنہ اس کے برعکس رہتے یا پھر بال ترشوانے سے پہلے اور بعد ان میں اختصار و طول ہوتا

رہتا تھا۔

مواہب لدنیہ اوراس کے موافق مجمع البحار میں یہ مذکور ہے کہ جب بالوں کے ترشوانے میں طویل وقفہ ہوجاتا تو بال لمبے اور جب ترشواتے تو چھوٹے ہوجاتے تھے۔اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالوں کو ترشواتے تھے منڈواتے نہ تھے۔لیکن حلق (مونڈوانے) کے بارے میں خود فرماتے ہیں کہ آپ حج وعمرہ کے دوموقعوں کے سوا بال نہیں منڈواتے تھے۔

اورام ہانی کی روایت میں ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں رونق افروز ہوئے تو آپ کے بالوں کی چار لٹیں تھیں۔

اور سر کے بالوں کا چھوڑنا سنت ہے۔زمانۂ قدیم سے عربوں میں یہ عادت تھی، لیکن یہ ضروری ہے کہ بالوں کی نگہداشت کی جائے یعنی تیل اور کنگھی وغیرہ ہوتی رہنی چاہیئے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالوں میں کثرت سے کنگھی کیا کرتے تھے۔آپ جس کسی کے پراگندہ اورابتر بال دیکھتے تو کراہت سے فرماتے کہ تم میں سے کسی کو وہ نظر آیا ہے، یہ اشارہ شیطان کی طرف ہے، اسی طرح آپ بہت زیادہ بننے سنورنے اور لمبے بالوں سے بھی کراہت فرماتے تھے، اعتدال اور درمیانہ روئی آپ کو بہت پسند تھی جو کوئی بالوں میں تیل کنگھی نہیں کرسکتا اس کے بالوں کا ترشوانا بہتر ہے۔

خلاصہ یہ کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک نہ گھونگر دار تھے نہ بالکل سیدھے بلکہ ان دونوں کیفیتوں کے درمیان تھے۔آپ کے مقدس بال پہلے کانوں کی لو تک تھے پھر شانوں تک خوبصورت گیسو لٹکتے رہتے تھے مگر حجۃ الوداع کے موقع پر آپ نے اپنے بالوں کو اتروادیا۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی نے آپ کے مقدس بالوں کی ان تینوں صورتوں کو اس لطیف انداز میں بیان فرمایا کہ

گوش تک سنتے تھے فریاد کہ اب آئے تا بدوش
تا بنیں خانہ بدوشوں کے سہارے گیسو

•

آخریں حج غم امت میں پریشاں ہوکر
تیرہ بختوں کی شفاعت کو سدھارے گیسو

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں جب اپنے مقدس بال اتر دائے تو وہ صحابہ کرام میں بطور تبرک تقسیم ہوئے اور صحابہ کرام نے نہایت ہی عقیدت کے ساتھ اس موئے مبارک کو اپنے پاس محفوظ رکھا اور اس کو اپنی جانوں سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔

حضرت بی بی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان مقدس بالوں کو ایک شیشی میں رکھ لیا تھا جب کسی انسان کو نظر لگ جاتی یا کوئی مرض ہوتا تو آپ اس شیشی کو پانی میں ڈبو کر دیتی تھیں اور اس پانی سے شفاء حاصل ہوتی تھی۔

آپ اکثر بالوں میں تیل بھی ڈالتے تھے اور کبھی کبھی کنگھی بھی کرتے تھے اور اخیر زمانہ میں بیچ سر میں مانگ بھی نکالتے تھے۔ آپ کے مقدس بال آخر عمر تک سیاہ رہے سر اور داڑھی شریف میں بیس بالوں سے زیادہ سفید نہیں ہوئے تھے۔ (مولف) (مدارج النبوۃ جلد اول، سیرت المصطفیٰ)

حلق راس میں معمول اقدس

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر مبارک کے مقدس بالوں کا مونڈنا ثابت ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں امام احمد رضا بریلوی ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں :

عادت کریمہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم برتمام سر موئے داشتن است از گوش تا دوش در غیر

حج وحجامت ہیچ گاہ حلق ثابت نیست۔

حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ پورے سر پر بال رکھتے تھے اور یہ کان کی لو سے کندھے تک ہوتے تھے، حج اور حجامت (پچھنا، نشتر) کے علاوہ کبھی بالوں کا مونڈنا ثابت نہیں ہے۔(مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۹، ص ۵۲۱)

ایک مقام پر امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

پورے سر پر بال رکھنا اور مانگ نکالنا خاص سنت حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہے۔ حج وحجامت یعنی پچھنوں کی ضرورت کے سوا حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حلق شعر ثابت نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دس سال مدینہ میں قیام فرمایا اس مدت میں صرف تین بار یعنی سال حدیبیہ و عمرۃ القضاء و حجۃ الوداع میں حلق فرمایا۔ علی ما نقله علی القاری فی جمع الوسائل عن بعض شراح المصابیح. (فتاویٰ رضویہ ج ۹، ص ۳۹)

شانہ مبارک

بیہقی حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم کان یمتشط بمشط من عاج.

یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عاج کا کنگھا کرتے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۴۲)

موئے مبارک کثیر وانبوہ تھے

ابواسحاق وابوجعفر سے راوی:

انه کان عند جابر بن عبد الله هو و ابوه رضی الله تعالی عنهم و عنده قوم

فسألوه عن الغسل فقال يكفيک صاع فقال رجل ما يکفيني فقال جابر کان يکفي من هو اوفي منک شعرا و خيرا منک ثم امنافي ثوب.

حضرت ابوجعفر اور ان کے والد دونوں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پاس تھے اور ان کے پاس اور دوسرے لوگ بھی تھے لوگوں نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے غسل کے بارے میں پوچھا کہ کتنا پانی ہونا چاہیئے فرمایا کہ تمہیں ایک صاع پانی کافی ہے تو ایک آدمی نے کہا کہ مجھ کو ایک صاع پانی کفایت نہیں کرتا ہے اس پر حضرت جابر نے فرمایا کہ اتنا پانی ان کو کافی ہوتا تھا جو تم سے زیادہ زلف والے اور تم سے بہتر تھے یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ پھر آپ نے ایک کپڑے میں ہماری امامت فرمائی۔

ایک روایت میں ہے کہ امام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوئے اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام ہوئے۔ (مولف)

حسن بن محمد کی حدیث صحیحین میں ابوجعفر سے اس طرح مروی ہے۔

قال لي جابر اتاني ابن عمک يعرض بالحسن بن محمد بن الحنفية قال کيف الغسل من الجنابة فقلت کان النبي صلي اللّٰہ تعالیٰ عليه وسلم ياخذ ثلث اکف فيفضيها علي رأسه ثم يفيض علي سائر جسده فقال لي الحسن اني رجل کثير الشعر فقلت کان النبي صلي الله تعالیٰ عليه وسلم اکثر منک شعرا . هذ الفظ خ.

حضرت ابوجعفر سے مروی ہے کہ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے کہا کہ میرے پاس آپ کے چچا کے لڑکے آئے ان کی مراد حسن بن محمد بن حنفیہ سے تھی اور پوچھا کہ جنابت کا غسل کس طرح کیا جائے میں نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین لپ پانی لے کر سر مبارک پر بہاتے پھر پورے جسم اطہر پر پانی

بہاتے تو حسن نے مجھ سے کہا کہ میں زیادہ بال والا مرد ہوں مجھے اتنا پانی کافی نہ ہوگا تو میں نے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم سے زیادہ زلف والے تھے۔ (مولف)

ونحوه عندم و فيه قال جابر فقلت له يا ابن اخى كان شعر رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اكثر من شعرك و اطيب .

دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت جابر نے کہا کہ اے بھتیجے رسول اللہ کے موئے مبارک تم سے کثیر اور عمدہ تھے۔ (مولف)

نسائی ابوجعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی

قال تمارينا في الغسل عند جابر بن عبد الله رضى الله تعالىٰ عنهما فقال جابر يكفى من الغسل من الجنابة صاع من ماء قلنا ما يكفى صاع و لا صاعان قال جابر قد كان يكفى من كان خيرا منكم و اكثر شعرا. صلى الله تعالىٰ عليه وسلم .

ابوجعفر نے کہا کہ غسل کے بارے میں باہم جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ہم جھگڑا کر رہے تھے اس پر حضرت جابر نے فرمایا کہ غسل جنابت کے لیے ایک صاع پانی کافی ہے ہم نے کہا نہ ایک صاع کافی ہے اور نہ دو صاع، حضرت جابر نے کہا ان کو کافی ہوتا تھا جو تم سے زیادہ بہتر اور کثیر بال والے تھے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ (مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ا، ص ۱۶۰، ۱۶۱۔ بارق النور)

امام احمد رضا بریلوی محبوب کردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زلف معنبر کی مدح میں نواسنج ہیں۔

بڑھ چلی تیری ضیاء اندھیر عالم سے گھٹا
کھل گیا گیسو تیرا رحمت کا بادل گھر گیا

●

دندان و لب و زلف و رخ شہ کے فدائی
ہیں در عدن لعل یمن مشک ختن پھول

●

مشک سا زلف شہ و نور فشاں روئے حضور
اللہ اللہ حلب حبیب و تتار دامن

●

بزم ثنائے زلف میں میری عروس فکر کو
ساری بہار ہشت خلد چھوٹا سا عطر دان ہے

●

چمن طیبہ میں سنبل جو سنوارے گیسو
حور بڑھ کر شکن ناز پہ وارے گیسو
کی جو بالوں سے تیرے روضہ کی جاروب کشی
شب کو شبنم نے تبرک کو ہیں دھارے گیسو
ہم سیہ کاروں پہ یا رب تپش محشر میں
سایہ افگن ہوں تیرے پیارے کے پیارے گیسو
چرچے حوروں میں ہیں دیکھو تو ذرا بال براق
سنبل خلد کے قربان اتارے گیسو
آخریں حج غم امت میں پریشاں ہوکر
تیرہ بختوں کی شفاعت کو سدھارے گیسو

گوش تک سنتے تھے فریاد اب آئے تا دوش
کہ بنیں خانہ بدوشوں کو سہارے گیسو

سوکھے دھانوں پہ ہمارے بھی کرم ہوجائے
چھائے رحمت کی گھٹا بن کے تمھارے گیسو

کعبۂ جاں کو پنہایا ہے غلاف مشکیں
اڑ کے آئے ہیں جو ابرو پہ تمھارے گیسو

سلسلہ پا کے شفاعت کا جھکے پڑتے ہیں
سجدۂ شکر کے کرتے ہیں اشارے گیسو

مشک بو کوچہ یہ کس پھول کا جھاڑا ان سے
حوریو! عنبر سارا ہوئے سارے گیسو

دیکھو قرآں میں شب قدر ہے تا مطلع فجر
یعنی نزدیک ہیں عارض کے وہ پیارے گیسو

بھینی خوشبو سے مہک جاتی ہیں گلیاں واللہ
کیسے پھولوں میں بسائے ہیں تمھارے گیسو

شان رحمت ہے کہ شانہ نہ جدا ہو دم بھر
سینہ چاکوں پہ کچھ اس درجہ ہیں پیارے گیسو

شانہ ہے پنجۂ قدرت تیرے بالوں کے لیے
کیسے ہاتھوں نے شہا تیرے سنوارے گیسو

احد پاک کی چوٹی سے الجھ لے شب بھر
صبح ہونے دو شب عید نے ہارے گیسو

مژدہ ہو قبلہ سے گھنگھور گھٹائیں امڈیں
ابروؤں پر وہ جھکے جھوم کے بارے گیسو

تار شیرازہ مجموعۂ کونین ہیں یہ
حال کھل جائے جو اک دم ہوں کنارے گیسو

تیل کی بوندیں ٹپکتی نہیں بالوں سے رضا
صبح عارض پہ لٹاتے ہیں ستارے گیسو

●

کاف گیسو ہا دہن یا ابرو آنکھیں عین صاد — کہیعص ان کا ہے چہرہ نور کا
لیلۃ القدر ان کے گیسو مطلع الفجر ان کی مانگ — ان کے بندوں پر سلام رب سے مژدہ نور کا

●

گیسو و قد لام الف کردو بلا منصرف
لا کے تہ تیغ لا تم پہ کروروں درود

●

وہ کرم کی گھٹا گیسوئے مشک زا — لکۂ ابر رافت پہ لاکھوں سلام
لیلۃ القدر میں مطلع الفجر حق — مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام
لخت لخت دل ہر جگر چاک سے — شانہ کرنے کی حالت پہ لاکھوں سلام
(حدائق بخشش)

پشت انور و مہر نبوت

آپ کی پشت مبارک ایسی تھی جیسے پگھلی ہوئی چاندی یعنی پاک وصاف اور سفید ہموار، اور مہر

نبوت، ایک ایسی ابھری ہوئی چیز تھی جو ہم رنگ بدن، مشابہ جسد اطہر اور صاف نورانی تھی اسی کو خاتم النبوۃ یا مہر نبوت کہتے ہیں۔ یہ وہ علامت ہے جس سے آپ پہچان لیے جائیں کہ آپ ہی وہ نبی آخر الزماں ہیں جس کی بشارت دی گئی ہے۔

مستدرک میں حضرت وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ کوئی نبی مبعوث نہ ہوا مگر یہ کہ ان کے داہنے ہاتھ میں کوئی علامت نبوت ہوتی لیکن ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی علامت نبوت آپ کے دونوں شانوں کے درمیان تھی۔ روایتوں میں مرقوم ہے کہ مہر نبوت نوری تھی جو چمکتی تھی۔ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ آپ کی وفات کے بعد وہ مہر نبوت روپوش ہوگئی تھی اور اسی علامت سے معلوم ہوا کہ آپ نے وفات پائی ہے، کیوں کہ لوگوں میں شبہ اور اختلاف واقع ہوگیا تھا یا اس لیے کہ یہ دلیل نبوت تھی اب اس کے اثبات کی حاجت نہ رہی تھی یا کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی خاص بھید ہو جسے وہی خوب جانتا ہے لیکن یہ غلط ہے کہ بعد از وفات نبوت باقی نہ رہی کیوں کہ نبوت و رسالت موت کے بعد بھی برقرار وباقی رہتی ہے۔

متعدد روایتوں کا حاصل یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان کبوتر کے انڈے کے برابر مہر نبوت تھی۔ یہ بظاہر سرخی مائل ابھرا ہوا گوشت تھا۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے بیچ میں مہر نبوت کو دیکھا جو کبوتر کے انڈے کی مقدار میں سرخ ابھرا ہوا ایک غدود تھا۔ لیکن ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ مہر نبوت کبوتر کے انڈے کے برابر تھی اور اس پر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی۔

اللہ وحدہ لا شریک لہ توجہ حیث کنت فانک منصور.

یعنی اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں آپ جس حال میں بھی ہیں توجہ فرمائیں بلاشبہ آپ ہی

فتح یاب ہیں۔

راویوں نے مہر نبوت کی ظاہری شکل وصورت اور مقدار کو کبوتر کے انڈے سے تشبیہ دی ہے۔ لیکن اس کے پیچھے خدا کا عظیم اثر کارفرما ہے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھا اور جو کسی نبی کو حاصل نہ تھا۔ (مولف) (مدارج النبوۃ مترجم، اول۔ سیرت مصطفیٰ)

زید بن عمرو کی شہادت

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پشت اطہر میں مہر نبوت، رسالت و نبوت کی علامت و نشانی تھی توریت وانجیل وغیرہ میں بھی حضور کا یہ وصف بیان کیا گیا تھا جس سے علمائے اہل کتاب آگاہ و مطلع تھے اور بعض لوگ اسی سے حضور نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت و گواہی دیتے اور حضور کو پہچانتے تھے۔ اس سلسلے میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں :

زید بن عمرو بن نفیل موحدان و مومنان عہد جاہلیت سے تھے طلوع آفتاب عالم تاب اسلام سے پہلے انتقال کیا مگر اسی زمانہ میں توحید الٰہی ورسالت حضرت ختمی پناہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شہادت دیتے۔

ابن سعد و ابو نعیم حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، میں زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا مکہ معظمہ سے کوہ حرا کو جاتے تھے انھوں نے قریش کی مخالفت اور ان کے معبودان باطل سے جدائی کی تھی، اس پر آج ان سے اور قریش سے کچھ لڑائی رنجش ہو چکی تھی مجھے دیکھ کر بولے اے عامر میں اپنی قوم کا مخالف اور ملت ابراہیم کا پیرو ہوا اسی کو معبود مانتا ہوں جسے ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام پوجتے تھے۔ میں ایک نبی کا منتظر ہوں جو بنی اسماعیل اور اولاد عبد المطلب سے ہوں گے ان کا نام پاک احمد ہے میرے خیال میں میں ان کا زمانہ نہ پاؤں گا میں ابھی ان پر ایمان لاتا اور ان کی تصدیق کرتا، ان کی نبوت کی گواہی دیتا

ہوں تمھیں اگر اتنی عمر ملے کہ انھیں پاؤ تو میرا اسلام انھیں پہنچانا۔اے عامر میں تم سے ان کی نعت وصفت بیان کیے دیتا ہوں کہ تم خوب پہچان لو۔

درمیانہ قد ہیں سر کے بال کثرت وقلت میں معتدل ان کی آنکھوں میں ہمیشہ سرخ ڈورے رہیں گے ان کے شانوں کے بیچ میں مہر نبوت ہے ان کا نام احمد ہے اور یہ شہران کا مولد ہے یہیں ان کی رسالت ظاہر ہوگی ان کی قوم انھیں مکے میں نہ رہنے دے گی کہ ان کا دین اسے ناگوار ہوگا وہ ہجرت فرما کر مدینے جائیں گے وہاں سے ان کا دین ظاہر وغالب ہوگا دیکھو تم کسی دھوکے فریب میں آ کر ان کی اطاعت سے محروم نہ رہنا کہ میں دین ابراہیمی کی تلاش میں شہروں شہروں پھرا یہود ونصاریٰ مجوس جس سے پوچھا سب نے یہی جواب دیا کہ یہ دین تمھارے پیچھے آتا ہے اور اس نبی کی وہی صفت بیان کی جو میں تم سے کہہ چکا اور سب کہتے تھے کہ ان کے سوا کوئی نبی باقی نہ رہا۔

ایک یہودی کا اعلان

ابن سعد وحاکم وبیہقی وابونعیم حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی مکہ معظمہ میں ایک یہودی بغرض تجارت رہتا جس رات حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیدا ہوئے قریش کی مجلس میں گیا اور پوچھا کیا آج تم میں کوئی لڑکا پیدا ہوا انھوں نے کہا ہمیں نہیں معلوم کہا :

احفظوا ما اقول لکم ولد هذه الليلة نبی هذه الامة الاخیرة بین کتفیه علامة.

جو تم سے کہہ رہا ہوں اسے حفظ کر رکھو آج کی رات اس پچھلی امت کا نبی پیدا ہوا اس کے شانوں کے درمیان علامت ہے۔صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حضرت علی کا فرمان

ترمذی حدیث طویل حلیۂ اقدس میں امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی کہ

انھوں نے فرمایا:

بین کتفیه خاتم النبوة و هو خاتم النبیین.

حضور کے دونوں شانوں کے بیچ میں مہر نبوت ہے اور حضور خاتم النبیین ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

شاہ مصر مقوقس کی گواہی

امام واقدی اور ابو القاسم بن عبد الحکم فتوح مصر میں بطریق ابان بن صالح راوی، جب حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمان اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لے کر مقوقس نصرانی بادشاہ مصر واسکندریہ کے پاس تشریف لے گئے اس نے ان سے دریافت کیا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کس بات کی طرف بلاتے ہیں انھوں نے فرمایا توحید و نماز پنج گانہ و روزۂ رمضان و حج و وفائے عہد پھر اس نے حضور کا حلیہ پوچھا انھوں نے باختصار بیان کیا وہ بولا:

قد بقیت اشیاء لم تذکرها فی عینیه حمرة قلما تفارقه و بین کتفیه خاتم النبوة.

ابھی اور باتیں باقی رہیں کہ تم نے نہ بیان کیں ان کی آنکھوں میں سرخ ڈورے ہیں کہ کم کسی وقت جدا ہوتے ہوں اور ان کے دونوں شانوں کے بیچ میں مہر نبوت ہے۔

پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اور صفات کریمہ بیان کر کے بولا۔

مجھے یقیناً معلوم تھا کہ ایک نبی باقی ہے اور مجھے گمان تھا کہ وہ شام میں ظاہر ہوگا کہ اگلے انبیاء نے وہاں ظہور کیا اب میں دیکھتا ہوں کہ انھوں نے عرب میں ظہور فرمایا محنت و مشقت کی زمین میں اور قبطی ان کی پیروی میں میری نہ مانیں گے عنقریب وہ ان شہروں پر غلبہ پائیں گے۔ (جزاء اللہ عدوہ باباءہ ختم النبوۃ)

مہر نبوت کے بارے میں امام احمد رضا بریلوی نے یہ خیال آرائی فرمائی ہے

بوسہ گہہ اصحاب و مہر سامی
وہ شانہ چپ میں اس کی عنبر فامی

•

یہ طرفہ کہ ہے کعبہ جان و دل میں
سنگ اسود نصیب رکن شامی

•

حجر اسود کعبہ جان و دل یعنی مہر نبوت پہ لاکھوں سلام
دوش بر دوش ہے جن سے شان شرف ایسے شانوں کی شوکت پہ لاکھوں سلام
روئے آئینہ علم پشت حضور پشتیٔ قصر ملت پہ لاکھوں سلام
(حدائق بخشش)

کلام اقدس و بیان فصاحت

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک کی فصاحت، جوامع الکلم، انوکھا اظہار بیان اور عجیب وغریب حکم وفیصلے اتنے زیادہ ہیں کہ شاید ہی کوئی فکر واندیشہ کا محاسب اس کے حصر واحاطہ کے گرد پھر سکے۔ آپ کے اوصاف کا بیان اور ان کے بیان کا زبان کے ساتھ اظہار ممکن ہی نہیں ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ فصیح وشیریں بیان دوسرا پیدا ہی نہ فرمایا۔

ایک مرتبہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا یا رسول اللہ! نہ تو آپ کہیں باہر تشریف لے گئے اور نہ آپ نے لوگوں میں نشست وبرخاست رکھی پھر آپ ایسی فصاحت کہاں سے

لے آئے، آپ نے فرمایا حضرت اسماعیل علیہ الصلاۃ والسلام کی لغت اور اصطلاح جو نا پید اور فنا ہو چکی تھی اسے میرے پاس جبریل علیہ الصلاۃ والسلام لے کر آئے جسے میں نے یاد کر لیا ہے۔ نیز آپ نے فرمایا ہے :

ادبنی ربی فاحسن تادیبی .

میرے رب نے مجھے ادب سکھایا تو میرے ادب کو بہت اچھا کر دیا۔

عربیت کا وہ علم جو زبان عرب اور اس کی فصاحت و بلاغت سے تعلق رکھتا ہے اسے ادب کہتے ہیں۔ نیز آپ نے فرمایا میری نشو و نما قبیلہ بنی سعد بن بکر میں ہوئی ہے، یہ آپ کی دائی حلیمہ سعدیہ کا قبیلہ ہے، بنی سعد کے لوگ پورے عرب میں سب سے زیادہ فصیح اللسان تھے۔

اور یہ جو منقول ہے کہ آپ نے فرمایا میں ضاد کو اس کے مخرج سے ادا کرنے میں اس سے زیادہ فصیح ہوں جو ضاد کو ادا کرتا ہے۔ اگر چہ اس حدیث کی صحت میں بعض اپنی مقرر کردہ اصطلاح حدیث کے تحت کلام کرتے ہیں لیکن اس کے معنی صحیح ہیں۔ حاصل کلام اس طرف راجع ہے کہ آپ نے فرمایا میں تمام عرب میں افصح ہوں کیوں کہ حرف ضاد عرب کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔ دنیا کی کسی دوسری زبان میں یہ حرف نہیں ہے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا اہل عرب میں ایک بھی ایسا نہیں ہے جو اس حرف کو کماحقہٗ ادا کر سکے۔ اس حرف ضاد کا مخرج داہنے یا بائیں اضراس یعنی عقل ڈاڑھ ہے، کہتے ہیں کہ بائیں طرف سے اس کی ادائیگی زیادہ آسان ہے لیکن صحابہ کبار میں سے کچھ حضرات اس کا دونوں جانب سے اخراج کرتے تھے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوب واضح اور مفصل کلام کے ساتھ تکلم فرماتے تھے اور جدا جدا ان کلمات کو گنا جا سکتا تھا۔ آپ ایک کلمہ کی تین تین بار تکرار فرمایا کرتے تھے تا کہ خوب سمجھ لیا جائے، یہ تکرار

گفتگو کے ابہام و اشتباہ کو دور کرنے کے لیے ہوتی ہوگی ورنہ آپ ہر بات اور ہر کلام میں ایسا نہ کرتے ہوں گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہت تیزی کے ساتھ جلدی جلدی گفتگو نہیں فرماتے تھے بلکہ نہایت ہی متانت اور سنجیدگی سے ٹھہر ٹھہر کر کلام فرماتے تھے بلکہ کلام اتنا صاف اور واضح ہوتا تھا کہ سننے والے اس کو سمجھ کر یاد کر لیتے تھے اگر کوئی اہم بات ہوتی تو اس جملہ کو کبھی کبھی تین تین مرتبہ فرما دیتے تا کہ سامعین اس کو اچھی طرح ذہن نشیں کر لیں۔

آپ کو جوامع الکلم (اس سے مراد وہ کلمات ہیں جو غایت اختصار میں ہوں اور معانی کثیرہ کے حامل ہوں) کا معجزہ عطا کیا گیا تھا کہ مختصر سے جملہ میں لمبی چوڑی بات کو بیان فرما دیا کرتے تھے۔

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ آپ بلا ضرورت گفتگو نہیں فرماتے تھے بلکہ اکثر خاموش ہی رہتے تھے۔ (مولف) (مدارج النبوۃ جلد اول، سیرت المصطفیٰ)

شان تکلم

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طرز تکلم، شان تکلم اور اس کی کیفیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی تحریر فرماتے ہیں:

ہند بن ابی ہالہ اوصاف النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ورضی عنہ کی حدیث حلیہ اقدس میں ہے۔

اذا تکلم اطرق جلساوہ ، کان علی رؤسھم الطیر.

جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کلام فرماتے جتنے حاضران مجلس ہوتے سب گردنیں جھکا لیتے گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں۔

عجب ست باوجودت کہ وجود من بماند
تو بگفتن اندر آئی و مرا سخن بماند

(فتاویٰ رضویہ ج ۳،ص ۵۳۴۔انہارالانوار)

ابن عباس کی حدیث میں ہے

اذا تکلم رئی کالنور یخرج من بین ثنایاہ .

جب کلام فرماتے دانتوں سے نور چھنتا نظر آتا۔

ابوقرصافہ کی ماں اور خالہ فرماتی ہیں

رأینا کالنور یخرج من فیه

ہم نے نور سا نکلتے دیکھا ان کے دہان پاک سے۔ (نفی الفی عمن استنار بنورہ کل شی)

جوامع الکلم

صحیح مسلم شریف میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے

فضلت علی الانبیاء بست اعطیت جوامع الکلم و نصرت بالرعب و احلت لی الغنائم و جعلت لی الارض مسجدا و طهورا و ارسلت الی الخلق کافة و ختم بی النبیون .

میں تمام انبیاء پر چھ وجہ سے فضیلت دیا گیا مجھے جامع باتیں عطا ہوئیں اور مخالفوں کے دل میں میرا رعب ڈالنے سے میری مدد کی گئی اور میرے لیے غنیمتیں حلال ہوئیں اور میرے لیے زمین پاک کرنے والی اور نماز کی جگہ قرار دی گئی اور میں تمام جہاں کے لیے سب ماسوی اللہ کا رسول ہوا اور مجھ سے انبیاء ختم

کیے گئے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (جزاء اللہ عدوہ باباءہ ختم النبوۃ)

علماء نے اپنی وسعت اور طاقت کے اعتبار سے بعض ایسے کلمات جمع فرمائے ہیں اور خاص کر وہ خطوط و پیغامات جن کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بادشاہوں، حاکموں اور بڑے بڑے امرائے وقت کو ارسال فرمایا تھا ان میں ہر قوم کو اسی کی زبان میں مخاطب فرمایا تھا علماء نے انھیں جمع کر کے ان کی شرح و تفسیر بیان کی ہے ان میں سے کچھ کلمات جو آپ کے حلیہ کمال اور زینت جمال کے حکم میں ہیں انھیں اس تصور و خیال سے بیان کیا جاتا ہے کہ یہ کلمات آپ کی زبان مبارک سے صادر ہوئے ہوں گے۔

(۱) انما الاعمال بالنیات — ہر عمل کا دارومدار نیت پر ہے۔

(۲) الدین النصیحة — دین سراسر نصیحت و بھلائی ہے۔

(۳) البلاء مو کل بالنطق — گویائی مصیبتیں پیدا کرتی ہے۔

(۴) المجالس بالامانة — محفلوں کی باتیں امانت ہیں۔

(۵) المستشار موتمن — جس سے مشورہ لیا جائے وہ بات کا امین ہے۔

(۶) ترک الشر صدقة — برائی کو چھوڑنا صدقہ ہے۔

(۷) الحیاء خیر کله — حیا کامل بھلائی ہے۔

(۸) فضل العلم خیر من فضل العبادة — علم کی فضیلت عبادت کی فضیلت سے بہتر ہے۔

(۹) من غشنا فلیس منا — جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں۔

(۱۰) الدال علی الخیر کفا عله — نیکی کی راہ دکھانے والا ایسا ہی ہے جیسے اس نے نیکی کی۔

(۱۱) حب الشیٔ یعمی و یصم — کسی چیز کی محبت اسے اندھا اور بہرا کر دیتی ہے۔

(۱۲)	المرأمع من احب	آدم اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہے۔
(۱۳)	لا ترفع عصاک عن اهلک	اپنی اہل سے اپنی لاٹھی کو نہ اٹھاؤ۔
(۱۴)	خیرکم خیرکم لاهله	تم میں بہتر وہ ہے جو اپنی اہل کے لیے بہتر ہے۔
(۱۵)	من ابطاء به عمله لم یسرع به نسبه	جس کا عمل سست ہے اس کا نسب اسے چست نہ کرے گا۔
(۱۶)	زرغبا تزدد حبا	زیارت کرنا غہ کے ساتھ محبت میں زیادتی ہوگی۔
(۱۷)	ایاکم و خضر الدمن	بچو تم امن کی فراخیوں سے۔
(۱۸)	الثناء ربیع المومن	حمد وثنا کرنا مومن کی بہار ہے۔
(۱۹)	القناعة کنز لا یفنی	قناعت ایسا خزانہ ہے جو کبھی ناپید نہیں ہوتا۔
(۲۰)	الاقتصاد فی النفقة نصف المعیشة	خرچ میں میانہ روی نصف معیشت ہے۔
(۲۱)	التودد الی الناس نصف العقل	لوگوں سے محبت کا برتاؤ کرنا آدھی عقل مندی ہے۔
(۲۲)	حسن السوال نصف العلم	عمدہ طریق سے پوچھنا آدھا علم ہے۔
(۲۳)	لا عقل کالتدبیر	تدبیر کی مانند عقل نہیں ہے۔
(۲۴)	لا ورع کالکف	زبان روکنے کی مانند پارسائی نہیں ہے۔
(۲۵)	لا حب کحسن الخلق	خوش اخلاقی کی مانند محبت نہیں ہے۔
(۲۶)	الرضاع بغیر الطباع	رضاعت غیر طبعی ہے۔

(۲۷) الایمان یمان	ایمان حفاظت ہے۔
(۲۸) لا ایمان لمن لا امانة له	جو امانت دار نہیں وہ ایمان دار نہیں۔
(۲۹) لا دین لمن لا عهد له	جو عہد کو پورا نہ کرے وہ دیندار نہیں۔
(۳۰) جمال الرجل فصاحة لسانه	آدمی کی خوبصورتی اس کی زبان کی فصاحت ہے۔
(۳۱) لا فقر اشد من الجهل	جہالت سے بڑھ کر سخت محتاجی نہیں ہے۔
(۳۲) لا مال اعز من العقل	عقل سے زیادہ پیاری تونگری نہیں ہے۔
(۳۳) کن فی الدنیا کانک غریب	دنیا میں مسافر کی مانند رہو۔
(۳۴) العفو لا یزید العبد الا عزا	درگزری بندے میں عزت کو بڑھاتی ہے۔
(۳۵) التواضع لا یزید الا رفعة	انکساری درجہ کی بلندی ہی کو زیادہ کرتی ہے۔
(۳۶) ما نقص مال من صدقته	صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا۔
(۳۷) کنوز البر کتمان المصائب	نیکی کا خزانہ مصائب کے چھپانے میں ہے۔
(۳۸) عد نفسک من اصحاب القبور	اپنے آپ کو صاحب قبر شمار کرو۔
(۳۹) ما جمع شئ احسن من علم الی علم	علم کو علم سے جمع کرنا ہر چیز کے جمع کرنے سے اچھا ہے۔
(۴۰) من حسن اسلام المرء ترکه ما لا یعنیه.	آدمی کا عمدہ اسلام یہ ہے کہ وہ لایعنی اور لغویات چھوڑ دے۔

(مدارج النبوۃ جلد اول)

امام احمد رضا بریلوی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تکلم و گفتگو اور حضور کی شیریں سخنی کی

توصیف میں یہ اشعار نظم کیے ہیں۔

میٹھی باتیں تیری، دین عجم ایمان عرب
نمکین حسن تیرا، جان عجم شان عرب

•

میں نثار تیرے کلام پر ملی یوں تو کسی کو زباں نہیں
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیاں ہے جس کا بیاں نہیں
تیرے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحاء عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منھ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

•

اس کی پیاری فصاحت پہ بے حد درود   اس کی دل کش بلاغت پہ لاکھوں سلام
(حدائق بخشش)

قلب مبارک

یہ حقیقت پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ جس مرتبۂ کمال پر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم کو فائز فرمایا ہے کسی اور کے لیے یہ منزلت رفیعہ ثابت نہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے راز اور اخلاص کا مقام دل کو بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس بندے کے دل کو چن لیتا ہے اس کو اپنے راز کا امین بنالیتا ہے۔ اور سب سے پہلے جس مبارک دل کو اللہ تعالیٰ نے اپنے راز کا امین بنایا وہ قلب مبارک سید الخلق رحمۃ للعالمین محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے کیوں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خلق میں سب سے پہلے ہیں اور ظہور میں سب انبیاء سے آخر میں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی حکمت نے اجسام وقوالب کے اخلاق کو دلوں میں مخفی رازوں کی علامت اور نشانی بنایا ہے پس جس کے دل میں راز خداوندی متحقق ہو گیا اس کے اخلاق میں بڑی وسعتیں پیدا ہو جاتی ہیں اور اس کی شفقت کا سایہ کسی ایک نوع اور جنس کے ساتھ مخصوص نہیں رہتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق اس کا تعلق نباتات سے ہو، جمادات سے ہو یا حیوانات سے ہو سب پر یکساں رہتا ہے۔ وہ نوع انسانی میں ہر فرد کے ساتھ ایسے اخلاق سے پیش آتا ہے جس سے اس کا بگاڑ دور ہوتا ہے اور اس میں خوبیاں نمودار ہوتی ہیں اور اسی شفقت کے پیش نظر کبھی اس کو سختی سے بھی پیش آنا پڑتا ہے۔ بعض اوقات اس کی خیر خواہی کے لیے اس پر حدود بھی نافذ کی جاتی ہیں اس طرح ہر نرمی اور ہر سختی ہر پیار اور ہر شدت میں اس کی بہتری ملحوظ ہوتی ہے۔

طبرانی نے ابی عقبہ الخولانی سے ایک حدیث مرفوع نقل کی ہے۔

ان للہ آنیة من اھل الارض و آنیة ربکم قلوب عبادہ الصالحین و احبھا الیہ الینھا و ارقھا.

ساکنان زمین میں سے بعض ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے برتن ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے برتن اس کے نیک بندوں کے قلوب ہوا کرتے ہیں اور ان میں سے بھی اللہ کو پیارا وہ ہوتا ہے جو اس کی مخلوق کے لیے بڑا نرم اور رقیق ہوتا ہے۔

دارمی و ابن عساکر کی ایک روایت میں ہے۔

جبریل امین سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوئے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شکم مبارک کو شق کیا اور پھر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضور کا قلب مبارک، جو چیز اس میں ڈالی جاتی ہے وہ اس کو سمجھتا بھی ہے اور یاد بھی رکھتا ہے۔ اس قلب کے دو کان ہیں جو خوب سننے والے

ہیں، دو آنکھیں ہیں جو خوب دیکھنے والی ہیں آپ کا نام محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے آپ اللہ کے رسول ہیں آپ کی پیروی کی جائے گی ساری مخلوق قیامت کے روز آپ کے پیچھے ہوگی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خلق قیم یعنی مستحکم ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان سچی ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نفس مطمئن ہے۔ (مولف) (سیرت الرسول المعروف ضیاء النبی جلد ۵)

قلب اقدس سوتا نہیں

حضور انور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب اطہر کی عظمت وکمال سے متعلق امام احمد رضا بریلوی تحریر فرماتے ہیں:

حدیث میں ہے :

قوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ان عینی تنامان و لا ینام قلبی . رواه الشیخان عن ام المومنین رضی الله تعالیٰ عنها .

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا۔ اسے بخاری و مسلم نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا۔

صحیحین میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔

قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم الانبیاء تنام اعینهم و لا تنام قلوبهم.

انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی آنکھیں سوتی ہیں دل کبھی نہیں سوتے۔

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں کہ

افکار صالحہ اور متواتر وحی والہام اور معارف الٰہیہ کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قلب مبارک نہیں سوتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ا،ص ۹۱۔نبہ القوم)

اللہ نے حضور کے قلب کو پسند فرمایا

احمد بزار طبرانی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی :

ان اللہ تعالیٰ نظر الی قلوب العباد فاختار منھا قلب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاصطفاہ لنفسہ .

اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں پر نظر فرمائی تو ان میں سے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دل کو پسند فرمایا اسے اپنی ذات کریم کے لیے چن لیا۔ (تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین)

قلب اقدس کی عظمت و وسعت

صحیح حدیث میں آیا کہ ساتوں آسمان و زمین کرسی کے سامنے ایسے ہیں کہ ایک لق و دق میدان میں جس کا کنارہ نظر نہیں آتا ایک چھلا پڑا ہو۔

ما السموات و الارض السبع مع الکرسی الا کحلقۃ ملقاۃ فی ارض فلاۃ.

یہ سب زمین و آسمان کرسی کے آگے ایسے ہیں کہ ایک لق و دق میدان میں ایک چھلا پڑا ہو۔

اور ان سب عرش و کرسی و زمین و آسمان کی وسعت ایسی ہی ہے عظمت قلب مبارک سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے اور قلب مبارک کی عظمت کو کوئی نسبت ہی نہیں ہو سکتی عظمت رب العزۃ جل جلالہ سے، یہ غیر متناہی وہ متناہی اور متناہی کو غیر متناہی سے نسبت محال۔

اولیائے کرام فرماتے ہیں :

ما السموات السبع والارضون السبع فی نظر العبد المومن الا کحلقة ملقاة فی فلاة من الارض .

سیدی شریف عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں مومن کامل کی وسعت نگاہ میں ایسے ہیں جیسے کسی لق ودق میدان میں ایک چھلا پڑا ہو۔

اللہ اکبر جب غلاموں کی یہ شان ہے تو عظمت شان اقدس کو کون خیال کر سکے۔

(الملفوظ چہارم)

حضور مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب مبارک کے بارے میں امام احمد رضا یوں رقمطراز ہیں۔

شمع دل مشکوٰۃ تن سینہ زجاجہ نور کا
تیری صورت کے لیے آیا ہے سورہ نور کا

(حدائق بخشش)

گوش مبارک

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھوں کی طرح حضور کے کان میں بھی معجزانہ شان تھی، چنانچہ آپ نے خود اپنی زبان اقدس سے ارشاد فرمایا کہ

انی اری ما لا ترون و اسمع ما لا تسمعون.

یعنی میں ان چیزوں کو دیکھتا ہوں جن کو تم میں سے کوئی نہیں دیکھتا اور میں ان آوازوں کو سنتا ہوں جن کو تم میں سے کوئی نہیں سنتا۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے سمع و بصر کی قوت بے مثال اور معجزانہ شان رکھتی تھی کیوں کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دور و نزدیک کی آوازوں کو یکساں طور پر سن لیا کرتے تھے۔ جیسا کہ آپ کے حلیف بنی خزاعہ نے تین دن کی مسافت سے آپ کو اپنی امداد و نصرت کے لیے پکارا تو آپ نے ان کی فریاد سن لی، علامہ زرقانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ

لا بعد فی سماعة صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقد کان یسمع اطیط السماء .

یعنی اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین دن کی مسافت سے ایک فریادی کی فریاد سن لی تو یہ آپ سے کوئی بعید نہیں ہے کیوں کہ آپ تو زمین پر بیٹھے ہوئے آسمان کی چرچراہٹ کو سن لیا کرتے تھے بلکہ عرش کے نیچے چاند کے سجدہ میں گرنے کی آواز کو بھی سن لیا کرتے تھے۔ (حاشیۂ الدولۃ المکیۃ)

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان
کان لعل کرامت پہ لاکھوں سلام

زبان اقدس

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان اقدس وحی الٰہی کی ترجمان اور سرچشمہ آیات و مخزن معجزات ہے اس کی فصاحت و بلاغت اس قدر حد اعجاز کو پہنچی ہوئی ہے کہ بڑے بڑے فصحاء و بلغاء حضور کے کلام کو سن کر دنگ رہ جاتے تھے۔

تیرے آگے ہیں یوں دبے لچے فصحاء عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس زبان کی حکمرانی اور شان کا یہ اعجاز تھا کہ زبان سے جو فرمادیا وہ ایک آن میں معجزہ بن کر عالم وجود میں آ گیا۔

وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

●

اس کی پیاری فصاحت پہ بے حد درود
اس کی دل کش بلاغت پہ لاکھوں سلام

لعاب دہن

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لعاب دہن زخمیوں اور بیماروں کے لیے شفا اور زہروں کے لیے تریاق اعظم تھا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاؤں میں غار ثور کے اندر سانپ نے کاٹا اس کا زہر آپ کے لعاب دہن سے اتر گیا اور زخم اچھا ہو گیا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آشوب چشم کے لیے یہ لعاب دہن شفاء العین بن گیا، حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھ میں جنگ بدر کے دن تیر لگا اور آنکھ پھوٹ گئی مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لعاب دہن سے ایسی شفا حاصل ہوئی کہ درد بھی جاتا رہا اور آنکھ کی روشنی بھی برقرار رہی۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے پر تیر لگا حضور نے اس پر اپنا لعاب دہن لگا دیا فوراً ہی خون بند ہو گیا اور پھر زندگی بھر ان کو کبھی تیر و تلوار کا زخم نہ لگا۔

شفاء کے علاوہ لعاب دہن سے اور بھی بڑی بڑی معجزانہ برکات کا ظہور ہوا۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں ایک کنواں تھا آپ نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈال دیا تو اس کا پانی اتنا شیریں ہو گیا کہ مدینہ منورہ میں اس سے بڑھ کر کوئی شیریں کنواں نہ تھا۔

امام بیہقی نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عاشوراء کے دن دودھ

پیتے بچوں کو بلاتے تھے اوران کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈال دیتے تھے اوران کی ماؤں کو حکم دیتے تھے کہ وہ رات تک اپنے بچوں کو دودھ نہ پلائیں۔آپ کا یہی لعاب دہن ان بچوں کو اس قدر شکم سیر اور سیراب کر دیتا تھا کہ ان بچوں کو دن بھر نہ بھوک لگتی تھی نہ پیاس۔

جس کے پانی سے شاداب جان جناں
اس دہن کی طراوت پہ لاکھوں سلام

●

جس سے کھاری کنوئیں شیرۂ جاں بنے
اس زلال حلاوت پہ لاکھوں سلام

آوازمبارک

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز مبارک غایت درجہ پیاری تھی ،آپ کی آواز اور اس کی شیرینی تمام آوازوں سے زیادہ حسین و دل کش تھی اور کوئی شخص بھی آپ سے بڑھ کر خوش آواز و شیریں کلام نہیں گزرا۔

سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو نہ بھیجا مگر خوش آواز اور خوش روحتیٰ کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان اوصاف میں سب سے فائق تھے۔

جہاں تک کسی کی آواز نہ پہنچ سکتی تھی وہاں تک آپ کی آواز مبارک بے تکلف پہنچ جاتی تھی خصوصاً ایسے خطبوں کی آواز جس میں نصیحت تخویف یا خدا سے ڈرانا ہوتا تھا چنانچہ پردہ میں بیٹھی ہوئی مستورات بھی آپ کی آواز سنتی تھیں آپ نے ایام حج میں منیٰ میں جو خطبہ دیا تھا اس نے تمام لوگوں کے کان کھول دیئے اور ہرایک نے اس خطبہ کو اپنی اپنی منزلوں میں سنا۔

جس میں نہریں ہیں شیر و شکر کی رواں
اس گلے کی نضارت پہ لاکھوں سلام

پرنور گردن

حضرت ہند بن ابی ہالہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گردن مبارک نہایت ہی معتدل، صراحی داراور سڈول تھی خوبصورت اور صفائی میں نہایت ہی بے مثل خوبصورت اور چاندی کی طرح صاف وشفاف تھی۔

قال ابو هريرة كان جيد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ابيض كانما صنع من فضة

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ کی گردن مبارک سفید تھی گویا کہ چاندی سے بنائی گئی ہے۔

دستہائے رحمت

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس ہتھیلیاں چوڑی پرگوشت، کلائیاں، لمبی، بازو دراز اور گوشت سے بھرے ہوئے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کسی ریشم اور دیبا کو آپ کی ہتھیلیوں سے زیادہ نرم ونازک نہیں پایا اور نہ کسی خوشبو کو آپ کی خوشبو سے بہتر اور بڑھ کر خوشبودار پایا۔

جس شخص سے آپ مصافحہ فرماتے وہ دن بھر اپنے ہاتھوں کو خوشبودار پاتا۔ جس بچے کے سر پر آپ اپنا دست اقدس پھیر دیتے تھے وہ خوشبو میں تمام بچوں سے ممتاز ہوتا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ظہر ادا کی پھر آپ اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے اور میں بھی آپ کے ساتھ ہی نکلا۔ آپ کو دیکھ کر چھوٹے چھوٹے بچے آپ کی طرف دوڑ پڑے تو آپ ان میں سے ہر ایک کے رخسار پر اپنا دست رحمت پھیرنے لگے میں سامنے آیا تو میرے رخسار پر بھی آپ نے اپنا دست مبارک لگا دیا تو میں نے اپنے گالوں پر آپ کے دست مبارک کی ٹھنڈک محسوس کی اور ایسی خوشبو آئی کہ گویا آپ نے اپنا ہاتھ کسی عطر فروش کی صندوقچی میں سے نکالا ہے۔

ہاتھ جس سمت اٹھا غنی کر دیا
موج بحر سماحت پہ لاکھوں سلام

جس کو بار دو عالم کی پروا نہیں
ایسے بازوؤں کی قوت پہ لاکھوں سلام

کعبہ دین و ایمان کے دونوں ستوں
ساعدین رسالت پہ لاکھوں سلام

جس کے ہر خط میں ہے موج نور کرم
اس کف بحر ہمت پہ لاکھوں سلام

نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں
انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام

شکم و سینہ

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شکم و سینہ اقدس دونوں ہموار اور برابر تھے نہ سینہ شکم سے اونچا تھا نہ شکم سینہ سے۔ آپ کا سینہ چوڑا تھا اور سینہ کے اوپر کے حصہ سے ناف تک مقدس بالوں کی ایک پتلی سی لکیر

چلی گئی تھی مقدس چھاتیاں اور پورا شکم بالوں سے خالی تھا ہاں شانوں اور کلائیوں پر قدرے بال تھے۔

آپ کا شکم صبر وقناعت کی ایک دنیا اور آپ کا سینہ معرفت الٰہی کے انوار کا سفینہ اور وحی الٰہی کا گنجینہ تھا۔

کل جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا
اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

پائے اقدس

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس پاؤں چوڑے، پر گوشت، ایڑیاں کم گوشت والی، تلوا اونچا جو زمین میں نہ لگتا تھا۔ دونوں پنڈلیاں قدرے پتلی اور صاف وشفاف، پاؤں کی نرمی اور نزاکت کا یہ عالم تھا کہ ان پر پانی ذرا بھی نہیں ٹھہرتا تھا۔

آپ چلنے میں بہت ہی وقار وتواضع کے ساتھ قدم شریف کو زمین پر رکھتے تھے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ چلنے میں میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بڑھ کر تیز رفتار کسی کو نہیں دیکھا گویا زمین آپ کے لیے لپٹی جاتی تھی ہم لوگ آپ کے ساتھ دوڑا کرتے تھے اور تیز چلنے سے مشقت میں پڑ جاتے تھے مگر آپ نہایت ہی وقار وسکون کے ساتھ چلتے رہتے تھے مگر پھر بھی ہم سب لوگوں سے آپ آگے ہی رہتے تھے۔

ساق اصل قدم شاخ نخل کرم — شمع راہ ہدایت پہ لاکھوں سلام
کھائی قرآں نے خاک گزر کی قسم — اس کف پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

(مدارج النبوۃ جلد اول، سیرت مصطفیٰ)

امام احمد رضا بریلوی نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایڑیوں کی توصیف وتعریف میں

جس حسین وجمیل انداز میں نغمہ سرائی کی ہے وہ انھیں کا حصہ ہے آپ فرماتے ہیں :

عارض شمس و قمر سے بھی ہیں انور ایڑیاں
عرش کی آنکھوں کے تارے ہیں وہ خوشتر ایڑیاں

جابجا پر تو فگن ہیں آسماں پر ایڑیاں
دن کو ہیں خورشید شب کو ماہ و اختر ایڑیاں

نجم گردوں تو نظر آتے ہیں چھوٹے اور وہ پاؤں
عرش پر پھر کیوں نہ ہوں محسوس لاغر ایڑیاں

دب کے زیر پا نہ گنجائش سمانے کی رہی
بن گیا جلوہ کف پا کا ابھر کر ایڑیاں

ان کا منگتا پاؤں سے ٹھکرا دے وہ دنیا کا تاج
جس کی خاطر مر گئے منعم رگڑ کر ایڑیاں

دو قمر دو پنجۂ خور دو ستارے دس ہلال
ان کے تلوے پنجے ناخن پائے اطہر ایڑیاں

ہائے اس پتھر سے اس سینہ کی قسمت پھوڑیے
بے تکلف جس کے دل میں یوں کریں گھر ایڑیاں

تاج روح القدس کے موتی جسے سجدہ کریں
رکھتی ہیں واللہ وہ پاکیزہ گوہر ایڑیاں

ایک ٹھوکر میں احد کا زلزلہ جاتا رہا
رکھتی ہیں کتنا وقار اللہ اکبر ایڑیاں

چرخ پر چڑھتے ہی چاندی میں سیاہی آگئی
کر چکی ہیں بدر کو ٹکسال باہر ایڑیاں

اے رضا طوفان محشر کے تلاطم سے نہ ڈر
شاد ہو ہیں کشتی امت کو لنگر ایڑیاں

(حدائق بخشش)

تبسم شریف

امام بخاری نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے

ما رأيت رسول الله مستجمعا قط ضاحكا اى ضحكا تاما

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کبھی قہقہہ لگاتے نہیں سنا کہ حضور کا منہ پورا کھل جائے اور حلق کا گوشت نظر آنے لگے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہنسے یہاں تک کہ دندان مبارک نظر آنے لگے۔ اور یہ نادر ہوا کرتا تھا جسے حضرت صدیقہ نے نہیں دیکھا اور ابو ہریرہ نے دیکھا۔

حضرت ابن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہنسی اکثر تبسم ہوا کرتی تھی۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اکثر معمول یہ تھا کہ حضور تبسم فرمایا کرتے اور کبھی کبھی ہنسنے کی نوبت بھی آتی تھی لیکن وہ ہنسی بھی قہقہہ سے کم ہوتی تھی۔ اور ہنسی سے مکروہ یہ ہے کہ کثرت سے ہنسا جائے کیوں کہ یہ وقار کو ختم کر دیتا ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جن افعال کی پیروی ضروری ہے وہ ایسے افعال ہیں جن کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ کیا کرتے تھے اور وہ تبسم تھا۔ اور اونچی آواز سے ہنسنا وہ محض بیان جواز کے لیے تھا۔

جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑیں
اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

جس تبسم نے گلستاں پہ گرائی بجلی
پھر دکھادے وہ ادائے گل خنداں ہم کو

حضور کا گریہ وفغاں

جس طرح سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہنستے وقت قہقہہ نہیں لگایا کرتے تھے اسی طرح جب روتے تھے تو آواز بلند نہیں ہوتی تھی بلکہ آنکھوں سے آنسو ٹپکتے تھے اور موسلا دھار بہتے تھے البتہ سینے میں رونے کی آواز سنائی دیتی تھی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی کسی میت پر از راہ رحمت اشک فشانی کرتے اور کبھی اپنی امت پر عذاب الٰہی کے خوف سے رویا کرتے اور کبھی قرآن کریم سنتے وقت چشم مبارک سے آنسوؤں کے موتی ٹپکنے لگتے کبھی حالت نماز میں گریہ طاری ہو جاتا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جماہی لینے سے محفوظ رکھا تھا۔ ام المومنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی فرماتے ہیں۔

ما تثاء ب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قط.

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی جماہی نہیں لی۔

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جماہی لینے سے محفوظ رکھا ہے کیوں کہ جماہی کسل مندی اور اعضاء کی سستی کی نشانی ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جماہی شیطان کی طرف سے ہے۔ اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند کرتا ہے اور جماہی لینے کو ناپسند کرتا ہے۔

اشک باری مژگاں پہ برسے درود
سلک در شفاعت پہ لاکھوں سلام

●

خندۂ صبح عشرت پہ نوری درود
گریہ ابر رحمت پہ لاکھوں سلام

بغل شریف

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بغل شریف سارے بدن مبارک کی مانند سفید تھی۔ طبری کہتے ہیں کہ یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے ورنہ حضور کے سوا تمام لوگوں کی بغل کا رنگ جدا اور اس میں سیاہی کی جھلک ہوتی ہے۔ اسی طرح قرطبی کے بیان میں اتنا زیادہ ہے کہ آپ کی بغل میں بال نہ تھے لیکن کچھ لوگ اس میں کلام کرتے ہیں کہ یہ ثابت نہیں ہے۔ جلد کی سفیدی سے یہ لازم نہیں آتا کہ بغل میں بال ہی نہ ہوں۔ اور بعض حدیث میں نتف ابطیه آیا ہے۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم بغل کے بالوں کو اکھیڑ ڈالا کرتے تھے۔ اور بعض حدیث میں عفر ابطیہ واقع ہوا ہے۔ عفرہ ایسی سرخ وسفیدی جس میں سرخی کی جھلک ہو۔

ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھ سے بغل گیر ہوئے تو آپ کی بغل شریف کے پسینہ سے مشک کی مانند خوشبو مہکنے لگی۔

بھینی بھینی مہک پر مہکتی درود
پیاری پیاری نفاست پہ لاکھوں سلام

قدم مبارک

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدم مبارک کی توصیف میں ششن القدمین (یعنی دونوں قدم مبارک فربہ تھے) وارد ہوا ہے جس طرح ششن الکفین (دونوں دست اقدس نرم وفربہ تھے) واقع ہوا ہے۔ ایک روایت میں حمصان الاخمصین آیا ہے۔ ''خمص'' قدم کے اس باطنی حصہ کو کہتے ہیں جو زمین پر قدم رکھتے وقت زمین سے نہ ملے۔ ''الاخمص'' اسے کہتے ہیں جس کے پاؤں زمین سے بہت بلند ہوں۔ اور ایک روایت میں مسیح القدمین آیا ہے۔ یعنی آپ کے دونوں قدم مبارک ہموار تھے جن میں آلودگی اور شکستگی بالکل نہ تھی۔ ینبو عھما الماء اگر اس پر پانی ڈالا جائے تو اپنی لطافت وپاکیزگی کی وجہ سے بہہ جائے اور تیزی سے پانی گزر جائے۔ ابن ابی ہالہ کی حدیث میں بھی اسی طرح آیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ جب آپ زمین پر قدم مبارک رکھ کر چلتے تو پورے قدم رکھ کر چلتے اور اخمص یعنی ابھری ہوئی جگہ نہ تھی۔ اسے بیہقی نے روایت کیا۔

ابو امامہ سے مروی ہے کہ آپ کے پائے اقدس میں اخمص یعنی ابھار نہ تھا۔ اور زمین پر پورا قدم

مبارک رکھتے۔ اسے ابن عساکر نے بیان کیا۔

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے۔

كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم احسن البشر قدما

رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدم مبارک کی ظاہری شکل بہت حسین تھی۔ اسے ابن سعد نے روایت کیا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایڑیوں کے بارے میں مروی ہے کہ آپ کی ایڑیوں پر گوشت کم تھا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ حضور کی ایڑیاں ابھری ہوئی تھیں۔

مواہب لدنیہ میں کہا گیا ہے کہ سیدہ میمونہ بنت کرزم سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا ہے میں آپ کے پائے اقدس میں انگشت سبابہ کی درازی کو کبھی فراموش نہیں کر سکتی آپ کی انگوٹھے کے برابر کی انگلی پاؤں کی تمام انگلیوں سے بڑی تھی۔ اسے احمد وطبرانی نے روایت کیا ہے۔

جس خاک پر رکھتے تھے قدم سید عالم
اس خاک پہ قرباں دل شیدا ہے ہمارا

●

دل کرو ٹھنڈا مرا وہ کف پا چاند سا
سینہ پہ رکھ دو ذرا تم پہ کروروں درود

●

ساق اصل قدم شاخ نخل کرم
شمع راہ اصابت پہ لاکھوں سلام

کھائی قرآن نے خاک گزر کی قسم
اس کف پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

پنڈلیاں مبارک

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پنڈلیوں کے بارے میں ہے۔

كان فی ساقيه خموشة .

یعنی آپ کی دونوں پنڈلیاں باریک ولطیف تھیں پر گوشت نہ تھیں۔

ایک اور حدیث میں ہے۔

نظرت الی ساقيه كانها حجارة .

یعنی میں نے آپ کی پنڈلیوں کی طرف نظر ڈالی تو وہ گویا درخت خرما تھا۔

ساق اصل قدم شاخ نخل کرم
شمع راہ اصابت پہ لاکھوں سلام

پسینہ مبارک اور اس کی خوشبو

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نرالی اور عجیب صفتوں میں سے ایک پاکیزہ وطیب خوشبو ہے۔ یہ آپ کی ذاتی تھی کسی قسم کی خوشبو استعمال کیے بغیر ہی دنیا کی کوئی خوشبو آپ کے جسم اطہر کی خوشبو سے ہمسری نہ کرسکتی تھی۔

سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے ہر ایک خوشبو خواہ مشک ہو یا عنبر سونگھی

ہے لیکن نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشبوئے اطہر سے زیادہ کوئی خوشبو نہ تھی۔

ام عاصم زوجہ عتبہ بن فرقد سلمی بیان کرتی ہیں کہ ہم چار عورتیں عتبہ کی زوجیت میں تھیں اور ہم میں سے ہر ایک یہی کوشش کرتی کہ زیادہ سے زیادہ خوشبو میں بس کر عتبہ کے قریب جائیں ہم سب اس کوشش میں خوب خوشبو کا استعمال کرتے لیکن ہم میں سے کسی کی خوشبو عتبہ کی خوشبو تک نہ پہنچتی تھی۔ حالاں کہ عتبہ خوشبو صرف اس حد تک استعمال کرتے تھے کہ روغن کو اپنے ہاتھوں سے چھواتے اور اسے اپنی داڑھی پر ملتے مگر اس کی خوشبو ہم سب پر غالب رہتی۔ اور جب عتبہ باہر جاتے تو لوگ کہتے کہ ہم خوشبو استعمال کرتے ہیں لیکن کوئی خوشبو عتبہ کی خوشبو سے زیادہ تیز نہیں ہے۔

ام عاصم کہتی ہیں کہ میں نے ایک دن عتبہ سے کہا ہم سب خوشبو کے استعمال میں خوب کوشش کرتے ہیں لیکن تمھاری خوشبو تک ہماری خوشبو نہیں پہنچتی اس کی کیا وجہ ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک مرتبہ مجھے "شریٰ" یعنی گرمی کے دانے نکل آئے جسے پت کہتے ہیں (اس مرض میں ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے سارے بدن میں چنگاریاں لگی ہوئی ہیں) تو میں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر اپنے اس مرض کی شکایت کی تاکہ حضور اس کا علاج فرما دیں۔ اس پر حضور نے فرمایا اپنے بدن سے کپڑے اتار دو تو میں کپڑے اتار کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا پھر آپ نے اپنا دست مبارک ملا اور میری پشت و شکم پر اس وقت سے یہ خوشبو مجھ میں پیدا ہو گئی ہے۔ اسے طبرانی نے معجم صغیر میں روایت کیا۔

ایک شخص نے اپنی لڑکی کو اس کے شوہر کے گھر بھیجنے کے لیے خوشبو کی جستجو کی مگر اسے نہ مل سکی تو اس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس لیے عرض کیا کہ حضور کوئی خوشبو عطا فرما دیں مگر اس وقت کوئی خوشبو موجود نہ تھی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شیشی طلب فرمائی تاکہ اس میں خوشبو ڈال دی جائے پھر آپ نے اپنے جسم اقدس سے پسینہ لے کر اسی شیشی میں بھر دیا اور فرمایا جا کر اسے اپنی لڑکی کے

جسم پر مل دو۔ جب اسے ملا گیا تو سارا مدینہ اس کی خوشبو سے مہک گیا تھا اور اس گھر کا نام ہی ''بیت المطیبین'' (خوشبو کا گھر) پڑ گیا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے اور دوپہر کے وقت قیلولہ فرمایا چوں کہ حضور کو خواب میں بہت پسینہ آیا کرتا تھا تو میری والدہ نے جن کا نام ام سلیم ہے شیشی لے کر آپ کا پسینہ مبارک اس میں جمع کرنے لگیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھ کھل گئی فرمایا اے ام سلیم کیا کر رہی ہو عرض کیا یا رسول اللہ آپ کا پسینہ مبارک جمع کر رہی ہوں تاکہ میں بطور خوشبو استعمال کروں کیوں کہ اس کی خوشبو سب سے زیادہ بہتر ہے۔

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بھی منقول ہے کہ جب کوئی صحابی بقصد حضوری آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے اور آپ کو کاشانہ اقدس میں نہ پاتے تو وہ راہ میں آپ کی اس خوشبو کو سونگھتے جو آپ کی گزرگاہ ہونے کے سبب راہ میں پھیلی ہوتی تھی۔ مدینہ منورہ کے جس جس کوچے میں وہ خوشبو محسوس کرتے چلتے جاتے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس راہ سے گزرے ہیں۔

ابو عبداللہ عطار مدینہ طیبہ کی مدح میں کہتے ہیں:

بطیب رسول اللہ طاب نسیمھا

فما المسک و الکافور المندل الرطب

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشبو سے مدینہ طیبہ کی فضا مہک رہی ہے، مشک و کافور کیا ہیں ان کی مانند تو وہاں کھجوروں میں خوشبو ہے۔

بروایت ابو نعیم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرۂ انور پر پسینہ مبارک موتی کی مانند اور اس کی خوشبو مشک سے زیادہ ہوتی تھی۔

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں
جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں

●

کیا مہکتے ہیں مہکنے والے
بو پہ چلتے ہیں بھٹکنے والے

●

بھینی خوشبو سے مہک جاتی ہیں گلیاں واللہ
کیسے پھولوں میں بسائے ہیں تمہارے گیسو

●

بھینی بھینی مہک پر مہکتی درود
پیاری پیاری نفاست پہ لاکھوں سلام

فضلات شریفہ

جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قضائے حاجت کا ارادہ فرماتے تو زمین میں شگاف پڑ جاتا اور زمین آپ کا بول و براز اپنے اندر سمو لیتی اور اس جگہ ایک خوشبو پھیل جاتی تھی۔ آپ کے براز کو کسی نے بھی نہ دیکھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم استنجا کر کے بیت الخلاء سے تشریف لاتے میں جا کر دیکھتی تو اس جگہ از قسم براز کچھ نہ دیکھتی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ تم نہیں جانتیں انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام سے جو کچھ ان کے بطن اطہر سے خارج ہوتا ہے زمین اسے نگل جاتی ہے لہٰذا اسے دیکھا نہیں جاتا۔

ایک صحابی سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ میں ایک سفر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

ساتھ تھا آپ قضائے حاجت کے لیے ایک جگہ تشریف لے گئے جب آپ واپس تشریف لے آئے تو میں اس جگہ گیا جہاں حضور نے فراغت فرمائی تھی میں نے اس جگہ بول و براز شریف کا کوئی نشان تک نہ دیکھا البتہ چند ڈھیلے وہاں پڑے تھے میں نے انھیں اٹھالیا تو ان سے نہایت لطیف و پاکیزہ خوشبو آرہی تھی۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ (مولف) (مدارج النبوۃ جلد اول، سیرت الرسول)

انبیاء کرام اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیہم کے فضلات شریفہ سے متعلق امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے فضلات شریفہ پاک ہیں اوران کے والدین کریمین کے وہ نطفے بھی پاک ہیں جن سے یہ حضرات پیدا ہوئے۔ پھر فرمایا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا حضور کو قضائے حاجت کی ضرورت ہوئی۔ دو متفرق پیڑ الگ الگ کھڑے تھے اور کچھ پتھر ادھر ادھر پڑے تھے۔ حضور نے ارشاد فرمایا اے جابر ان پیڑوں اور پتھروں سے جا کر کہہ دو کہ رسول اللہ کا حکم ہے کہ تم آپس میں مل جاؤ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جا کر فرمایا دونوں پیڑوں نے جنبش کی اور اپنے تمام رگ وریشہ زمین سے نکالے ایک ادھر سے چلا اور دوسرا ادھر سے اور دونوں مل گئے اور پتھروں نے ایک دیوار کی مثل ہو کر اڑنا شروع کیا۔ اور درختوں کے پاس آکر کھڑے ہو گئے پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں تشریف لے گئے اور قضائے حاجت فرمائی۔ جب فارغ ہو کر تشریف لائے میں گیا اس قصد سے کہ جو کچھ خارج ہوا ہو اس کو کھاؤں وہاں کچھ نہ تھا البتہ اس جگہ مشک کی خوشبو آرہی تھی۔ فرمایا ان پیڑوں اور پتھروں سے کہو اپنی اپنی جگہ چلے جاؤ وہ اپنی اپنی جگہ چلے گئے میں نے عرض کیا کہ حضور میں اس نیت سے گیا تھا کہ جو کچھ ملے اس کو تبرکا کھاؤں وہاں سوائے مشک کی خوشبو کے اور کچھ نہ پایا فرمایا کیا تم کو معلوم نہیں کہ زمین نگل لیتی ہے۔ جو انبیاء سے خارج ہوتا ہے جو اچھی چیز ہوتی ہے اس کو زمین ہی نہیں چھوڑتی۔

پھر فرمایا سب انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام طاہر محض ہیں اور جوشئی ان سے علاقہ رکھنے والی ہے سب طاہر ہاں ان کے فضلات خود ان کے حق میں ایسے ہی نجس ہیں جیسے ہمارے نزدیک ہمارے فضلات نجس ہیں اور اگر ان سے کوئی فضلہ خارج ہو جو ہمارے لیے ناقص وضو ہے تو بیشک ان کا وضو بھی ٹوٹ جائے گا۔

پھر امام احمد رضا بریلوی عاشقانہ انداز میں فرماتے ہیں کہ :

میری نظر میں امام ابن حجر عسقلانی شارح صحیح بخاری کی وقعت ابتداءً امام بدرالدین محمود عینی شارح صحیح بخاری سے زیادہ تھی فضلات شریفہ کی طہارت کی بحث ان دونوں صاحبوں نے کی ہے۔ امام ابن حجر نے ابحاث محدثانہ لکھی ہیں کہ یوں کہا جاتا ہے اور اس پر یہ اعتراض ہے یوں کہا جاتا ہے اور اس پر یہ اعتراض ہے اخیر میں لکھا ہے کہ فضلات شریفہ کی طہارت ان کے نزدیک ثابت نہیں۔ امام عینی نے بھی شرح بخاری میں اس بحث کو بہت بسط سے لکھا ہے آخر میں لکھتے ہیں کہ یہ سب کچھ ابحاث ہیں جو شخص طہارت کا قائل ہو اس کو میں مانتا ہوں اور جو اس کے خلاف کہے اس کے لیے میرے کان بہرے ہیں میں سنتا نہیں۔ یہ لفظ ان کی کمال محبت کو ثابت کرتا ہے اور میرے دل میں ایسا اثر کر گیا کہ ان کی وقعت بہت ہوگئی۔

ایک جگہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے جسمانی اعضاء مقدسہ سے متعلق فرماتے ہیں :

انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے اعضاء شریفہ مثلاً موئے مبارک اور دندان شریف اور ناخن شریف کا کھانا ناجائز وحرام ہے ابتذال وتوہین ہے جو چیز حرام کی گئی اس کی حلت کی کوئی وجہ نہیں وہ مباح نہیں ہوسکتی اگر تبرک چاہتا ہے پانی میں دھو کر پیئے۔ (الملفوظ حصہ چہارم)

بول مبارک

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے براز کو زمین نگل لیتی تھی اس لیے کسی نے کوشش کے باوجود اسے نہیں دیکھا لیکن حضور کے بول مبارک کی کیفیت یہ ہے بکثرت صحابہ کرام نے اس کا مشاہدہ کیا ہے۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو آپ کی خدمت میں رہا کرتی تھیں انھوں نے اسے پیا بھی ہے۔ چنانچہ منقول ہے کہ رات کے وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تخت مبارک کے نیچے پیالہ رکھا جاتا کہ رات میں اس میں بول مبارک فرمادیں لہٰذا ایک رات جب آپ نے اس میں بول مبارک فرمایا اور صبح ہوئی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ام ایمن سے فرمایا کہ اس تخت کے نیچے ایک پیالہ ہے اسے زمین کے سپرد کردو مگر انھوں نے کچھ نہ پایا۔ ام ایمن نے عرض کیا خدا کی قسم رات مجھے پیاس معلوم ہوئی میں نے اسے پی لیا تھا اس پر حضور نے تبسم فرمایا اور نہ انھیں اپنا منھ دھونے کا حکم فرمایا اور نہ دوبارہ ایسا کرنے سے منع فرمایا بلکہ یہ فرمایا کہ اب تمھیں کبھی پیٹ کا درد لاحق نہ ہوگا۔

برکہ، نامی ایک عورت آپ کی خدمت میں رہا کرتی تھی اس نے بھی آپ کا بول شریف پی لیا تھا اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اصحمت یا ام یوسف اے ام یوسف (برکہ اس کی کنیت تھی) تم ہمیشہ کے لیے تندرست بن گئیں تم کبھی بیمار نہ ہوگی۔ چنانچہ وہ عورت کبھی بیمار نہ ہوئی بجز اس بیماری کے جس میں اس نے دنیا سے کوچ کیا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ ایک شخص نے آپ کا بول شریف پی لیا تھا تو اس کے جسم سے ہمیشہ خوشبو مہکتی رہی حتیٰ کہ اس کی اولاد میں کئی نسلوں تک یہ خوشبو رہی۔

خون مبارک

ایک روایت میں ہے کہ صحابہ کرام آپ کے بول مبارک اور لہو شریف کو تبرک گردانتے تھے۔ لہو شریف کا پینا صحابہ سے متعدد بار واقع ہوا ہے۔ چنانچہ اس حجام نے جس نے آپ کے پچھنے لگائے تھے تو

سنگھی یا چسکی سے جتنا لہو شریف نکلتا وہ اسے حلق سے اپنے شکم میں اتارتا جاتا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا تم خون کا کیا کرتے ہو؟ اس نے عرض کیا میں خون نکال کر اپنے شکم میں پنہاں کرتا جاتا ہوں میں نہیں چاہتا کہ حضور کا خون مبارک زمین پر بہے آپ نے فرمایا بلاشبہ تم نے اپنی پناہ تلاش کرلی اور اپنے نفس کو محفوظ بنالیا یعنی بلا اور امراض سے بچ گئے۔

غزوۂ احد میں جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجروح ہوئے تو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد مالک بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے زخموں کو اپنے منہ سے چوس کر زبان سے پاک وصاف کیا لوگوں نے ان سے کہا کہ اپنے منہ سے خون باہر نکالو انھوں نے کہا نہیں خدا کی قسم زمین پر آپ کے خون کو ہرگز نہ گرنے دوں گا وہ خون کو نگل گئے اس پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص خواہش رکھتا ہے کہ وہ کسی جنتی شخص کو دیکھے تو وہ انھیں دیکھ لے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے اور اپنا خون مبارک مجھے دے کر فرمایا کہ اسے کسی ایسی جگہ غائب کردو جہاں کسی کی نظر نہ پڑے میں نے اسے پی لیا کیوں کہ اس سے زیادہ پوشیدہ جگہ میں نہیں پاتا تھا۔ اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وائے تمھیں لوگوں سے اور وائے لوگوں کو تم سے۔ یہ ان کی قوت، مردانگی، شجاعت اور بہادری سے کنایہ تھا جو انھیں اس خون مبارک کے پی لینے سے حاصل ہوئی۔ یہی وہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں جنھوں نے یزید پلید کی بیعت نہ فرمائی۔ اور مکہ مکرمہ میں اقامت رکھی اور ان کے حلقہ میں حجاز ومکن اور عراق وخراسان کے لوگ آکر جمع ہوئے لیکن عبدالملک بن مروان کے عہد امارت میں حجاج بن یوسف نے ان کو شہید کیا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے خون مبارک کے پی لینے کے بعد حضور نے فرمایا

لا تمسک النار الا قسم الیمین ۔

یعنی تمھیں دوزخ کی آگ نہ چھوئے گی مگر قسم کے لیے۔

یہ روایات دلالت کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بول ودم طیب وطاہر ہے اور اسی قیاس پر آپ کے تمام فضلات کا حکم ہے اور عینی شارح صحیح بخاری فرماتے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہی مذہب ہے اور شیخ ابن حجر مکی فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضلات کی طہارت پر بکثرت روشن دلائل ہیں اور ہمارے ائمہ کرام اسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیات میں شمار کرتے ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (مولف) (مدارج النبوۃ، جلد اول)

رفتار مبارک

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفتار مبارک کے متعلق حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی حدیث میں ہے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا مشی تکفأ کانما ینحط من صبب ۔

رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب چلتے تو جھک جھک کر چلتے گویا کہ اوپر سے اتر رہے ہیں۔

تکفأ کی تفسیر میل کردن بجانب مشی، یعنی آگے کی طرف جھک کر چلنا، سے کی ہے۔ جس طرح پھولوں والی ٹہنی جھکتی ہے۔ اور قدم مبارک چستی، طاقت اور سرعت کے ساتھ اٹھاتے ہیں۔

بزار نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زمین پر ہمیشہ پورا قدم رکھتے تھے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ کی رفتار مجمعاً یعنی قوت سے بھرپور بے استرخاء وستی اعضاء تھی۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک اور حدیث مروی ہے کہ آپ چلتے میں زمین سے پورا قدم اٹھاتے اور کشادہ رکھتے اور آسان وسبک اور بغیر حرکت واضطراب کے چلتے۔ اور ان کا قول "کانما ینحط من صبب" گویا کہ زمین کی بلندی سے اس کے نشیب وپستی میں اتر رہے ہیں۔ بلاشبہ یہ تمثیل پورے قدم پاک کے اٹھانے کی قوت کے لیے ہے نہ کہ سبکی تحرک اور اضطراب کے لیے ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کو راہ میں رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ تیز چلتے نہیں دیکھا، گویا کہ زمین آپ کے قدموں کے نیچے لپٹی جاتی ہے اور ہم آپ کی ہمراہی میں تکان اور محنت محسوس کرتے تھے، آپ کے ساتھ رہنے کے لیے ہمیں دوڑنا پڑتا تھا جس سے ہمارے سانس پھول جاتے تھے لیکن آپ کو کچھ بھی محسوس نہ ہوتا تھا اور آپ معمول کے مطابق بے تکلف چلتے تھے اور اصلاً اضطراب نہ فرماتے تھے۔ یہ چلنا اولوالعزم، اہل ہمت اور شجاعت کا آئینہ دار ہے اور یہ چلنا اقسام رفتار میں قوی واعتدال پر ہے اس سے اعضا کو راحت وآرام ملتا ہے۔

آپ کبھی نعلین مبارک پہن کر چلتے اور کبھی بغیر نعلین کے، کبھی آپ پا پیادہ چلتے اور کبھی سواری پر، خصوصاً غزوات میں۔ اور جب آپ صحابہ کرام کے ساتھ چلتے تو صحابہ کو اپنے آگے آگے چلاتے اور خود ان کے پیچھے رہتے، فرماتے میری پشت کو فرشتوں کے لیے خالی چھوڑ دو۔ (مولف) (مدارج النبوۃ جلد اول)

صحابہ کو آگے چلنے کا حکم

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مشی ورفتار مبارک اور ساتھ میں صحابہ کرام کے چلنے کی کیفیت واحوال کے بارے میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی پیش کردہ روایات ملاحظہ فرمائیں:

ترمذی نے شمائل کی حدیث طویل میں حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا

یسوق اصحابه.

یعنی حضور والا صحابہ کو اپنے آگے چلاتے۔

امام احمد نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

ما رأیت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یطأ عقبه رجلان.

حاصل یہ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ دیکھا کہ دو آدمی بھی حضور کے پیچھے چلے ہوں۔

جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

کان اصحاب رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یمشون امامه و یکون ظهره للملائکة.

اصحاب، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آگے چلتے اور پشت اقدس فرشتوں کے لیے چھوڑتے۔

دارمی نے باسناد صحیح مرفوعاً روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

خلوا ظهری للملائکة. میری پیٹھ فرشتوں کے لیے چھوڑ دو۔

(قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام)

نعلین مقدس

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعل مقدس کی توصیف میں امام احمد رضا بریلوی نے یہ خیال آرائی فرمائی ہے۔

تمھارے ذرے کے پر تو ستارہائے فلک
تمھارے نعل کی ناقص مثل ضیائے فلک

(حدائق بخشش)

نوٹ : نعل مقدس اوراس کے نقشے سے متعلق تحقیق وتفصیل آثار شریفہ کے بیان میں گزر چکی ہے۔ (مولف)

دربار نبوت

حضور تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دربار سلاطین اور بادشاہوں جیسا دربار نہ تھا، یہ دربار تخت وتاج، نقیب ودربان، پہرہ دار اور باڈی گارڈ وغیرہ کے تکلفات سے قطعاً بے نیاز تھا مسجد نبوی کے صحن میں صحابہ کرام نے ایک چھوٹا سا مٹی کا چبوترہ بنا دیا تھا یہی تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ تخت شاہی تھا جس پر ایک چٹائی بچھا کر دونوں عالم کے تاجدار اور شہنشاہ کونین رونق افروز ہوتے تھے مگر اس سادگی کے باوجود جلال نبوت سے ہر شخص اس دربار میں پیکر تصویر نظر آتا تھا۔

بخاری شریف وغیرہ کی روایات میں آیا ہے کہ لوگ آپ کے دربار میں بیٹھتے تو ایسا معلوم ہوتا تھا گویا کہ ان کے سروں پر چڑیاں بیٹھی ہوئی ہیں کوئی ذرا جنبش نہیں کرتا تھا۔

آپ اپنے اس دربار میں سب سے پہلے اہل حاجت کی طرف توجہ فرماتے اور سب کی درخواستوں کو سن کر ان کی حاجت روائی فرماتے، قبائل کے نمائندوں سے ملاقاتیں فرماتے، تمام حاضرین کمال ادب سے سر جھکائے رہتے اور جب آپ کچھ ارشاد فرماتے تو مجلس پر سناٹا چھا جاتا اور سب لوگ ہمہ تن گوش ہو کر شہنشاہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان نبوت کو سنتے۔

آپ کے دربار میں آنے والوں کے لیے کوئی روک ٹوک نہیں تھی امیر وفقیر، شہری اور بدوی سب

قسم کے لوگ حاضر دربار ہوتے اور اپنے اپنے لہجوں میں سوال و جواب کرتے کوئی شخص اگر بولتا تو خواہ وہ کتنا ہی غریب و مسکین کیوں نہ ہو مگر دوسرا شخص اگرچہ وہ کتنا ہی بڑا امیر کبیر کیوں نہ ہو اس کی بات کاٹ کر بول نہیں سکتا تھا۔

جو لوگ سوال و جواب میں حد سے زیادہ بڑھ جاتے تو آپ کمال حلم سے برداشت فرماتے اور سب کو مسائل و احکام اسلام کی تعلیم و تلقین اور مواعظ و نصائح فرماتے رہتے۔ اور اپنے مخصوص اصحاب سے مشورہ بھی فرماتے رہتے اور صلح و جنگ اور امت کے نظام و انتظام کے بارے میں ضروری احکام بھی صادر فرمایا کرتے تھے اسی دربار میں آپ مقدمات کا فیصلہ بھی فرماتے تھے۔ (مولف) (سیرت المصطفیٰ)

بارگاہ رسالت میں صحابہ کا ادب

دربار نبوت میں صحابہ کرام کے ادب و احترام سے متعلق امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں :

ابوداؤد و نسائی و ترمذی ابن ماجہ اسامہ بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روای:

قال اتیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اصحابہ حولہ کان علی رؤسھم الطیر

میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا حضور کے اصحاب حضور کے گرد تھے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ یعنی سر جھکائے، گردنیں خم کیے، بے حس و حرکت کہ پرندے لکڑی یا پتھر جان کر سروں پر آبیٹھیں۔

ہند بن ابی ہالہ وصاف النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ورضی عنہ کی حدیث حلیہ اقدس میں ہے۔

اذا تکلم اطرق جلساؤہ کان علی رؤوسھم الطیر

جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کلام فرماتے جتنے حاضران مجلس ہوتے سب گردنیں جھکا لیتے گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۳، ص ۵۳۴۔ انہار الانوار)

دربار نبوی کا مقام وشان واضح کرتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی یوں نغمہ سرا ہیں۔

آنکھ مل سکتی نہیں در پر ہے پہرا نور کا
تاب ہے بے حکم پر مارے پرندہ نور کا

●

سب تمھارے در کے رستے
ایک تم راہ خدا ہو

●

میرے آقا کا وہ در ہے جس پر
ماتھے گھس جاتے ہیں سرداروں کے

(حدائق بخشش)

لباس مبارک

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ، لباس شریف میں وسعت اور ترک تکلف تھا، مطلب یہ کہ جو پاتے زیب تن فرما لیتے اور تعیین کی تنگی اختیار نہ فرماتے اور کسی خاص قسم کی جستجو نہ فرماتے اور کسی حال میں عمدہ ونفیس کی خواہش نہ فرماتے اور نہ ادنیٰ وحقیر کا تکلف فرماتے جو کچھ موجود ومیسر ہوتا پہن لیتے اور جو لباس ضرورت کو پورا کردے اسی پر اکتفا فرماتے، اکثر حالتوں میں چادر، پیرہن اور ازار ہوتا جو کہ سخت اور موٹے کپڑے کے ہوتے اور پشمینہ بھی پہنتے۔

منقول ہے کہ آپ کی چادر شریف میں متعدد پیوند لگے ہوئے تھے جسے آپ اوڑھا کرتے تھے اور

فرماتے میں بندہ ہی ہوں اور بندوں ہی جیسا لباس پہنتا ہوں، اسے شیخین نے روایت کیا ہے۔

اگر کبھی شاہان عجم عمدہ اور نفیس بیش بہا (لباس) ہدیے میں بھیجتے تو ان کی تالیف قلوب کی خاطر زیب تن فرماتے مگر جلد ہی بدن شریف سے اتار دیتے اور لوگوں کو عطا فرما دیتے۔ اور لوگوں میں انصاف اور علو ہمتی کے پیش نظر تقسیم میں برابری فرماتے۔ اور عمدہ و نفیس پہننا اور اس کے ساتھ مزین کرنا اور اس پر فخر و مباہات کرنا صاحبان شرف وجلالت کے شایان شان نہیں ہے۔ بلکہ عورتوں کی صفات اور ان کی نشانیاں ہیں۔ لیکن صاف ستھرا اور پاکیزہ لباس رکھنا اور اس میں میانہ روی اختیار کرنا، ہم جنسوں کے مشابہ ہونا محمود ہے۔ یہ خلاف مروت نہیں ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن کی تمام خوبیوں میں لباس کا ستھرا رکھنا اور کم پر راضی ہونا بہت پسند ہے۔

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میلے اور گندے کپڑوں کو مکروہ و ناپسند جانتے تھے، ایک مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو بہت میلے اور غلیظ کپڑے پہنے ہوئے تھا، فرمایا کیا یہ شخص کوئی ایسی چیز نہیں رکھتا جس سے یہ کپڑوں کو دھولے۔

اور آپ نے ایک شخص کو دیکھا جس کے بال الجھے ہوئے اور میل بھرا ہوا ہے اور بری حالت میں ہے فرمایا کیا تم میں کوئی ایسا آیا ہے؟ مطلب یہ کہ شیطان ہے۔

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تزئین میں تکلف اور مبالغہ کو بھی محمود نہ جانتے تھے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زیادہ تر سوتی لباس پہنتے تھے، اون اور کتان کا لباس بھی کبھی کبھی آپ نے استعمال فرمایا ہے، لباس کے بارے میں کسی خاص پوشاک یا امتیازی لباس کی پابندی نہیں فرماتے تھے، جبہ، قبا، پیرہن، تہبند، حلہ، چادر، عمامہ، ٹوپی، موزہ ان سب کو آپ نے زیب تن فرمایا ہے۔

پائجامہ پہننے کی بحث

پائجامہ کو آپ نے پسند فرمایا اور منیٰ کے بازار میں ایک پائجامہ خریدا بھی تھا لیکن یہ ثابت نہیں کہ کبھی آپ نے پائجامہ پہنا ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بازار آیا اور ایک پائجامہ کو چار درہم میں خریدا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وزن کرنے والے سے فرمایا قیمت میں مال کو خوب خوب کھینچ کر تولو (یعنی وزن میں کم یا برابر نہ لو بلکہ زیادہ لو) وہ وزن کرنے والا شخص حیرت زدہ ہو کر بولا میں نے کبھی بھی کسی کو قیمت کی ادائیگی میں ایسا کہتے نہیں سنا اس پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا افسوس ہے تجھ پر کہ تو اپنے نبی کو نہیں پہچانتا پھر وہ شخص ترازو کو ہاتھ سے چھوڑ کر کھڑا ہو گیا اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک کو بوسہ دیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک کھینچ کر فرمایا یہ عجمیوں کا دستور ہے وہ اپنے بادشاہوں اور سرداروں کے ساتھ ایسا کرتے ہیں میں بادشاہ نہیں ہوں میں تو تم میں سے ایک شخص ہوں۔ (یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے از راہ تواضع فرمایا جیسا کہ آپ کی عادت کریمہ تھی) اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سراویل کو اٹھا لیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آگے بڑھ کر ارادہ کیا کہ آپ سے سراویل کو لے لوں مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا سامان کے مالک ہی کو حق ہے کہ وہ اپنے سامان کو اٹھائے مگر وہ شخص جو کمزور ہے اور اٹھا نہ سکے تو اپنے اس بھائی کی مدد کرنی چاہیئے۔

تنبیہ

سراویل سے مراد تبان یعنی پائجامہ ہے جو عجمیوں کا پہناوا ہے اس حدیث سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خریدنا تو معلوم ہو گیا لیکن آپ کا اس کے پہننے میں اختلاف ہے۔

چنانچہ ابن قیم جو کتاب الھدیٰ میں کہتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ خریدنا پہننے کے لیے ہی تھا۔ اور ایک روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی سراویل کو پہنا۔ اور صحابہ کرام نے آپ کے زمانۂ مبارک میں آپ کی اجازت سے پہنا۔ لیکن ابن قیم کی اس بات کو محدثین ضعیف قرار دیتے ہیں۔

بعض روایتوں میں باسناد ضعیف آیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا آپ سراویل کو پہنیں گے؟ فرمایا ہاں میں اسے سفر و حضر اور شب و روز پہنتا ہوں کیوں کہ مجھے ستر پوشی کا حکم دیا گیا ہے اور اس سے زیادہ ستر پوش دوسرا جامہ نہیں پاتا۔

منقول ہے کہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جس دن شہید کیا گیا تو وہ سراویل پہنے ہوئے تھے۔ (مولف) (مدارج النبوۃ جلد اول، سیرت المصطفیٰ)

پائجامہ

پائجامہ پہننے کی بحث و تفصیل اب مزید امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی تحریر میں ملاحظہ فرمائیں:

ایک حدیث میں مروی ہوا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور پر نور صلوات اللہ تعالیٰ و سلامہ علیہ سے عرض کی کیا حضور پاجامہ پہنتے ہیں؟ فرمایا:

اجل فی السفر و الحضر وبالیل و النھار فانی امرت بالستر فلم اجد شیئا استر منہ.

ہاں سفر و حضر میں شب و روز پہنتا ہوں اس لیے کہ مجھے ستر کا حکم ہوا میں نے اس سے زیادہ ساتر کسی شی کو نہ پایا۔

اسے ابو یعلی و ابن حبان نے کتاب الضعفاء میں، طبرانی نے اوسط میں، دارقطنی نے کتاب الافراد میں اور عقیلی نے کتاب الضعفاء میں ابو ہریرہ سے روایت کیا۔

مگر یہ حدیث بشدت ضعیف ہے۔

ہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسے خریدنا بسند صحیح ثابت ہے۔ اسے احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد اور ابن حبان نے سوید بن قیس سے اور نسائی نے مالک بن عمیرہ الاسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

اور ظاہر یہی ہے کہ خریدنا پہننے ہی کے لیے ہوگا۔ بہر حال اس میں شک نہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم زمانہ اقدس میں باذن اقدس پاجامہ پہنتے۔ **كما في الهدى و المواهب و شرح سفر السعادة و غيرها .**

امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روز شہادت پاجامہ پہنے تھے۔ جیسا کہ امام نووی کی کتاب التہذیب میں ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام روز مکالمۂ طور اون کا پاجامہ پہنے تھے۔ **رواه الترمذی و استغربه و الحاکم و صححه عن ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کان علی موسیٰ کلمه ربه کساء صوف و کمة صوف و جبة صوف و سراویل صوف و کانت نعلاه من جلد حما رمیت .**

عالم ما کان و ما یکون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام سے جس دن رب نے کلام فرمایا اس دن حضرت موسیٰ علیہ السلام اون کی چادر، اون کی قمیص، اون کا جبہ اور اون کا

پاجامہ زیب تن کیے ہوئے تھے اوران کے جوتے مردہ گدھا کے چمڑے کے تھے۔ (مولف)

دوسری حدیث میں ہے کہ سب میں پہلے جس نے پاجامہ پہنا ابراہیم خلیل صلوات اللہ تعالیٰ و سلامہ علیہ ہیں۔

ابونعیم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اول من لبس السراویل ابراھیم الخلیل۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام نے سب سے پہلے پاجامہ زیب تن فرمایا۔ (مولف)

تیسری حدیث میں ہے حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت سے پاجامہ پہننے والی عورتوں کے لیے دعائے مغفرت کی اور مردوں کو تاکید فرمائی کہ خود بھی پہنیں اور اپنی عورتوں کو پہنائیں کہ اس میں ستر زیادہ ہے۔

اسے ترمذی، ابن عدی ودیلمی اور عقیلی نے کتاب الضعفاء میں امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت کیا۔

بالجملہ پاجامہ پہننا مستحب بلکہ سنت ہے۔

ایک دوسرے مقام پر امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تہبند باندھا اور پاجامہ خریدنا اور پاجامہ پہننے کی تعریف فرمانا ثابت ہے پہننا ثابت نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۸۳۔۳۵۷)

اور ایک جگہ فرماتے ہیں

خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک پاجامہ خریدا اور قیمت کی چاندی وزن کرنے والے سے ارشاد فرمایا زن و ارجح تول اور زیادہ دے۔

و قد قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم للوزان فی ثمن سراویل اشتراھا زن و ارجح.

اور بیشک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو ایک پاجامہ خریدا (اور وہاں قیمت تول کر دی جاتی تھی) تولنے والے سے فرمایا کہ تول اور زیادہ دے۔

بعض نے کہا ہے کہ یہ وزن کرنے والا مکہ میں تھا اور بعض نے کہا ہے کہ مدینہ میں تھا۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۷، ص ۱۱۱، ۱۹۲، ۹۰)

جبہ شریف

حدیث میں آیا ہے کہ حضور پرنور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبہ پہنا جس کے گریبان اور آستینوں اور چاکوں پر ریشم کی خیاطت تھی۔ جیسا کہ اسماء بنت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے اور اسے امام احمد نے مسند میں اور امام بخاری نے ادب المفرد میں اور مسلم نے صحیح میں اور ابوداؤد نے سنن میں روایت کیا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۳۴)

تبیین میں حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے۔

انھا اخرجت جبة طیالسة علیھا شبر من دیباج کسروانی و فرجاھا مکفوفان به فقالت ھذہ جبة رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یلبسھا.

حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک اونی جبہ کسروانی ساخت کا نکالا اس کی پلیٹ ریشمی تھی اور دونوں چاکوں پر کام تھا اور کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جبہ ہے جسے زیب تن فرماتے تھے۔(مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۹، ص ۴۱)

تہبند شریف

اصل سنت مستمرہ فعلیہ حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیہم اجمعین ازار یعنی تہبند ہے۔

قمیص مبارک

قمیص مبارک نیم ساق تک تھی۔

مواہب شریف میں ہے:

کان قمیصه و ردائه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم الی انصاف الساقین.

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قمیص مبارک کی لمبائی اور چادر مبارک نصف ساق تک رہتی تھی۔ (مولف)

حاکم نے بتصریح اور ابوالشیخ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے:

ان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لبس قمیصا و کان فوق الکعبین.

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قمیص مبارک زیب تن فرماتے اور وہ ٹخنوں سے اوپر ہوتی تھی۔ (مولف)

اور کم طول کا بھی وارد ہے۔

بیہقی نے شعب الایمان میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کان له صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قمیص من قطن قصیر الطول قصیرا لکم.

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک سوتی قمیص مبارک تھا لمبائی میں کچھ کم تھی اور آستین مبارک بھی چھوٹی تھی۔ (مولف)

گریبان مبارک سینۂ اقدس پر تھا۔

اشعۃ اللمعات میں ہے جیب قمیص آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بر سینۂ مبارک وے بود چنانکہ احادیث بسیار برآں دلالت دارد وعلمائے حدیث تحقیق ایں نمودہ اند۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قمیص مبارک کا گریبان سینۂ اطہر پر تھا جیسا کہ اس پر کافی حدیثیں دلالت کرتی ہیں اور علمائے حدیث نے بھی یہی تحقیق کی ہے۔ (مولف)

اسی میں ہے تحقیق آنست کہ گریبان پیراہن نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بر سینہ بود۔

تحقیق یہ ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیرہن اقدس کا گریبان سینہ مطہر پر تھا۔

(مولف)

دامن کے چاک کھلے ہونا ثابت ہے کہ ان پر ریشمی کپڑے کی گوٹ تھی، اور گوٹ کھلے ہوئے چاکوں پر لگاتے ہیں۔

اس زمانہ میں گھنڈی تکمے ہوتے جن کو زر وعروہ کہتے ہیں بٹن ثابت نہیں نہ ان میں کوئی حرج ہے۔

رنگ سبز وسرخ بھی ثابت ہے اور محبوب تر سفید۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۱۰۴)

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لباس مبارک کے بارے میں امام احمد رضا بریلوی اس طرح گویا ہوئے۔

تیری قبا کے نہ کیوں نیچے نیچے دامن ہوں
کہ خاکساروں سے یاں کب کشیدہ ہونا تھا

●

کوچہ کوچہ میں مہکتی ہے یہاں بوئے قمیص
یوسفستان ہے ہر اک گوشہ کنعان عرب

●

بسی عطر محبوبِ کبریا سے
عبائے محمد قبائے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(حدائق بخشش)

عمامہ مبارک

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عمامہ شریف نہ اتنا وزنی و بڑا ہوتا جس سے سر مبارک پر بار معلوم ہوتا اور نہ اتنا چھوٹا اور ہلکا ہوتا کہ سر مبارک پر تنگ ہو۔ مروی ہے کہ عمامہ شریف چودہ گز شرعی سے متجاوز نہ ہوتا اور کبھی سات گز شرعی ہوتا۔ شرعی گز ایک ہاتھ کا ہے جو بیچ کی انگلی سے کہنی تک ہے اس کی مقدار دو بالشت یعنی چوبیس انگل بمقدار" لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کے حروف کی گنتی کے، یہ چوبیس حروف ہیں۔

علماء فرماتے ہیں کہ قدر معہود پر کچھ زیادہ کر لے تو اس میں مسامحت کی جاتی ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ عمامہ مشرکوں اور مسلمانوں کے درمیان حاجز یعنی امتیاز ہے تو وہ عمامہ، عذبہ یعنی شملہ کے ساتھ ہے (عذبہ یا شملہ اسے کہا جاتا ہے جو عمامہ کے سرے کو دونوں شانوں کے درمیان چھوڑا جاتا ہے)

اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک عمامہ تھا جس کا نام ''سحاب'' رکھا ہوا تھا۔ اور حضور کے پاس جتنے کپڑے، گھوڑے اور سواری کے جانور تھے ہر ایک کے اپنے تجویز کردہ نام ہوتے تھے۔

عمامہ کے نیچے سر مبارک سے چمٹی ہوئی ٹوپی ہوتی تھی یہ ٹوپی سر سے پست و پیوست تھی بلند نہ تھی۔ طاقیہ (جسے آج کل کلاہ کہتے ہیں) کی مانند اور حضور کی ٹوپی سفید تھی، مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے اور مشرکوں کے درمیان فرق، ٹوپیوں پر عمامہ باندھنا ہے۔ یہ عبارت دو معنی کا احتمال رکھتی ہے۔

ایک یہ کہ ہمارے عمامے ٹوپیوں پر باندھے جاتے ہیں اور ان کے عمامے ٹوپیوں پر نہیں ہوتے۔

دوسرے معنی یہ کہ وہ بغیر عماموں کے ٹوپیاں پہنتے ہیں اور مراد پہلے ہی معنی ہیں اس لیے کہ عمامہ پہننا مشرکوں سے بھی ثابت ہے۔

اور جب عمامہ باندھتے تو سدل فرماتے یعنی سرا چھوڑتے اسے ترمذی نے شمائل میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ مسلم نے اتنا زیادہ کیا کہ قد ارخی طرفیها بین کتفیه.

بیشک عمامہ کے سرے کو دونوں شانوں کے درمیان لٹکاتے۔ اسے عذبہ، ذولبہ اور شملہ بھی کہتے ہیں اور اسے سنت عمامہ کہتے ہیں۔

نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمامہ باندھتے

میں تدویر یعنی گولائی فرماتے اور دستار کے پیچ کو سر مبارک پر لپیٹتے اور اس کے سرے کو عمامہ سے اڑستے اور دوسرے کو چھوڑتے اور لٹکاتے تھے۔

صحیح مسلم میں عمرو بن حریث کی حدیث مروی ہے انھوں نے کہا کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منبر پر اس حال میں دیکھا کہ حضور کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا اور اس کے ایک سرے کو دونوں شانوں کے درمیان چھوڑا ہوا تھا۔

اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ رونق افروز ہوئے تو سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا۔

علماء فرماتے ہیں کہ کم سے کم شملہ چار انگل ہے اور زیادہ سے زیادہ نصف کمر تک۔ اس سے زیادہ اسبال میں داخل ہے جو حرام و مکروہ ہے۔ (مولف) (مدارج النبوۃ مترجم جلد اول)

عمامہ کا حکم و امتیاز

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمامہ مقدسہ کے احکام و تفصیل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

عمامہ مبارک میں سنت یہ ہے کہ ڈھائی گز سے کم نہ ہو نہ چھ گز سے زیادہ اور اس کی بندش گنبد نما ہو، عرب شریف کے لوگ جیسا اب باندھتے ہیں طریقۂ سنت نہیں اسے اعتجار کہتے ہیں کہ بیچ میں سر کھلا ہے اور اعتجار کو علماء نے مکروہ لکھا ہے۔

عمامۂ اقدس کے طول میں کچھ ثابت نہیں، امام ابن الحاج مکی سات ہاتھ یا اس کے قریب کہتے ہیں اور حفظ فقیر میں کلمات علماء سے ہے کہ کم از کم پانچ ہاتھ ہو اور زیادہ سے زیادہ بارہ ہاتھ اور شیخ عبدالحق کے رسالہ میں بارہ ہاتھ تک لکھا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۹، ص ۳۵۷، ۱۰۴)

امام احمد رضا بریلوی عمامہ کے شملے سے متعلق ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

حدیث سے میرے خیال میں ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو شملے چھوڑے ہیں۔ خیال میں ہے کہ معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر دست اقدس سے عمامہ باندھا اور دو شملے چھوڑے۔ اور عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر اپنے دست انور سے عمامہ باندھنا اور آگے پیچھے دو شملے چھوڑنا سنن ابی داؤد میں ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۹، ص ۱۷۵)

عمامہ سے متعلق ایک اور جگہ امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں :

عمامہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت متواترہ ہے جس کا تواتر یقیناً سرحد ضروریات دین تک پہنچا ہے ولہٰذا علمائے کرام نے عمامہ تو عمامہ ارسال عذبہ یعنی شملہ چھوڑنا کہ اس کی فرع اور سنت غیر موکدہ ہے یہاں تک کہ مرقاۃ میں فرمایا۔

قد ثبت فی السیر بروایات صحیحة ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یرخی عمامتہ احیانا بین کتفیہ و احیانا یلبس العمامة من غیر علامة فعلم ان الاتیان بکل واحد من تلک الامور سنة .

سیرت کی کتابوں میں صحیح روایتوں سے ثابت ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی دونوں مونڈھوں کے درمیان عمامے کا شملہ چھوڑتے تھے اور کبھی بغیر شملہ وعلامت کے تو اس سے معلوم ہوا کہ دونوں طریقہ اختیار کرنا سنت ہے۔ (مولف)

اس کے ساتھ استہزاء کو کفر ٹھہرایا۔

کما نص علیہ الفقھاء الکرام و امروا بترکہ حیث یستھزی بہ العوام کیلا یقعوا فی الھلاک بسوء الکلام .

جیسا کہ اس پر فقہاء کرام کی نص موجود ہے اور جہاں پر شملہ کے ساتھ عوام کے مذاق اڑانے کا اندیشہ ہو وہاں پر فقہاء کرام نے شملہ نہ چھوڑنے کا حکم فرمایا ہے تا کہ اس بری بات کے سبب سے عوام بلاءت میں نہ پڑ جائیں۔ (مؤلف)

تو عمامہ کہ سنت لازمہ دائمہ ہے یہاں تک کہ علماء نے خالی ٹوپی پہننے کو مشرکین کی وضع قرار دیا۔ علامہ علی قاری نے شرح مشکوۃ میں فرمایا ہے۔

لم یرو انه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لبس القلنسوة بغیر العمامة . فیتعین ان یکون هذا زی المشرکین .

یعنی اصلا مروی نہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے کبھی بغیر عمامہ کے ٹوپی پہنی تو متعین ہوا کہ یہ کافروں کی وضع ہے۔

سنن ابی داؤد و جامع ترمذی میں رکانہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں

فرق ما بیننا و بین المشرکین العمائم علی القلانس

ہم میں اور مشرکوں میں فرق ٹوپیوں پر عمامے ہیں۔

علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں اس حدیث کے نیچے لکھتے ہیں۔

فالمسلمون یلبسون القلنسوة و فوقها العمامة اما لبس القلنسوة وحدها فزی المشرکین فالعمامة سنة .

مسلمان ٹوپیاں پہن کر اوپر سے عمامہ باندھتے ہیں تنہا ٹوپی کافروں کی وضع ہے تو عمامہ

سنت ہے۔

یہی حدیث باوردی نے ان لفظوں سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

العمامة علی القلنسوة فصل ما بیننا و بین المشرکین یعطی بکل کورة یدورها علی رأسه نورا.

ٹوپی پر عمامہ ہمارا اور مشرکین کا فرق ہے ہر پیچ کہ مسلمان اپنے سر پر دے گا اس پر روز قیامت ایک نور عطا کیا جائے گا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۳،ص ۷۶،۷۷)

امام احمد رضا بریلوی نے حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمامہ شریف کی توصیف میں یہ اشعار نظم فرمائے ہیں۔

پشت پر ڈھلکا سر انور سے شملہ نور کا
دیکھیں موسیٰ طور سے اترا صحیفہ نور کا

تاج والے دیکھ کر تیرا عمامہ نور کا
سر جھکاتے ہیں الٰہی بول بالا نور کا

پیچ کرتا ہے فدا ہونے کو لمعہ نور کا
گرد سر پھرنے کو بنتا ہے عمامہ نور کا

(حدائق بخشش)

انگشتری مبارک

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لباسہائے مبارک میں سے انگشتری بھی تھی جسے آپ پہنا کرتے تھے۔

صحیحین میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انگشتری چاندی کی تھی اوراس میں حبشی نگینہ تھا۔

حبشی کے معنی میں کئی قول ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ سنگ سیاہ تھا۔

بعض کہتے ہیں، کہ وہ پتھر تھا جو حبشہ میں ہوتا ہے اوراس کی کان حبشہ میں تھی۔

بعض کہتے ہیں کہ اس کا بنانے والا حبشی تھا۔

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انگشتری کے نگ کو ہتھیلی کی جانب رکھتے۔

اور انگوٹھی کے نقش کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور اس میں ''محمد رسول اللہ'' نقش کرایا۔ اور لوگوں کو منع فرمادیا کہ اپنی انگوٹھیوں میں اسے نقش نہ کریں۔ اور بخاری ومسلم میں ہے کہ انگوٹھی کا نقش تین سطر میں تھا ایک سطر میں ''محمد'' دوسری سطر میں ''رسول'' اور تیسری سطر میں ''اللہ'' اور فتح الباری میں ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ کتابت اس طرح ہوگی کہ ''محمد'' کی سطر اوپر ''رسول'' کی سطر درمیان میں اور اس کے بعد ''اللہ'' اور فرمایا لیکن بعض مشائخ کا یہ کہنا ہے کہ اسم جلالت اوپر تھا اور اسم حضور نیچے اور درمیان میں رسول تھا۔

صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس انگلی میں انگشتری پہنتے تھے اور بائیں ہاتھ کی چھنگلیاں کی طرف اشارہ کیا۔ اسی طرح ابوداؤد میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

بعض حفاظ حدیث بیان کرتے ہیں کہ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا عام صحابہ وتابعین سے مروی ہے اور بعض علماء داہنے ہاتھ کو ترجیح دیتے ہیں۔ یہ قول حضرت ابن عباس اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ

تعالیٰ عنہم اجمعین کا ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کو روایت کرتے ہیں۔

دراصل انگوٹھی پہننے میں بھی اختلاف ہے اکثر اس کو مباح رکھتے ہیں اور غیر مکروہ یعنی جائز، اور بعض بقصد زینت مکروہ قرار دیتے ہیں اور بعض مطلقاً مکروہ کہتے ہیں مگر بادشاہ، صاحب سلطنت اور حکم کے لیے مکروہ نہیں ہے۔ حدیث میں بھی ایسا ہی آیا ہے کیوں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی جو انگوٹھی بنوائی تھی وہ اسی غرض کے لیے تھی۔ مطلب یہ کہ جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بادشاہوں اور امرائے وقت یعنی قیصر و کسریٰ اور حبشہ کو فرمان لکھنا چاہا تو آپ سے عرض کیا گیا کہ یہ لوگ بغیر مہر کے خط کو قبول نہیں کرتے اور نہ اسے پڑھتے ہیں، اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انگوٹھی بنوائی اور اس پر ''محمد رسول اللہ'' نقش کرایا۔

صحیحین میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی بنوائی، اس کے بعد صحابہ نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوائیں، پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے اور دست مبارک سے اس انگوٹھی کو نکال کر پھینک دیا اور صحابہ نے بھی نکال کر پھینک دیا۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی بنوانے سے منع فرمادیا، ائمہ اربعہ اور اکثر علماء کا مذہب یہی ہے۔ (مولف) (مدارج النبوۃ جلد اول ملتقطاً)

انگشتری پر نقش

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انگشتری مبارک اور اس پر نقش معظم کے بارے میں امام احمد رضا بریلوی تحریر فرماتے ہیں :

مروی ہوا کہ انگشتری مبارک حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں کہ محمد رسول اللہ منقوش

تھا، سطر بالا میں کلمۂ جلالت تھا اور سطر دوم میں رسول، سوم میں نام اقدس، اس شکل پر :

الله
رسول
محمد

ظاہر جبھی سے مہروں میں یہ رسم ہے کہ نیچے سے اوپر کو پڑھی جاتی ہے۔

علامہ اسنوی پھر علامہ ابن رجب وغیرہما فرماتے ہیں۔

کتابته کانت من اسفل الی فوق یعنی الجلالة اعلی الاسطر الثلثة و محمد اسفلها و یقرء من اسفل .

مہر اقدس کی کتابت نیچے سے اوپر کو تھی یعنی اسم جلالت تینوں سطروں میں سب سے اوپر اور محمد سب سے نیچے، اور وہ نیچے سے پڑھی جاتی ہے۔

شیخ محقق اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں: بود نقش خاتم کہ سطر یک پایاں محمد، وسطر میانہ رسول، و سطر دیگر بالا اللہ۔

شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں کہ انگشتری مبارک اس طرح منقوش تھی کہ نیچے کی سطر میں محمد اور بیچ کی سطر میں رسول اور اوپر کی سطر میں اللہ۔ (مولف)

شیخ محی الدین نووی گفتہ۔ سطر اول اللہ، وسطر دوم رسول، وسطر سوم محمد بدیں ہیئات:

الله
رسول
محمد

(فتاویٰ رضویہ ج ۹، ص ۴۵۹)

ابوداؤد و ترمذی انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی :

قال كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اذا دخل الخلأ نزع خاتمه اى لان نقشه محمد رسول الله .

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے تو انگوٹھی اتار لیتے اس لیے کہ اس کا نقش محمد رسول اللہ تھا۔ (مولف)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص، ۱۶۸)

حضور احتلام سے محفوظ ہیں

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احتلام سے محفوظ تھے، ابن سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، انھوں نے فرمایا کوئی نبی کبھی بھی محتلم نہ ہوا کیوں کہ احتلام شیطان کے اثر سے ہے۔ اسے طبرانی نے روایت کیا ہے۔

بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ رمضان مبارک میں نماز فجر کے وقت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بغیر احتلام کے جنبی ہوتے تھے (بیوی سے شب باشی کرنے کے بعد وجوب غسل کا نام جنبی ہے) پھر آپ غسل فرماتے اور روزہ رکھتے۔

اس عبارت میں بغیر احتلام کی قید سے مفہوم پیدا ہوتا ہے کہ آپ پر احتلام کی نسبت جائز ہے ورنہ استثناء کرنے کا کیا فائدہ؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ استثناء کی بنیاد عدم جواز پر ہے اور یہ قید اتفاقی ہے اور بیان واقع ہے۔ یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا غسل جماع سے تھا نہ کہ احتلام سے، کیوں کہ احتلام آپ پر جائز نہیں ہے۔

اگر یہ معنی نہ ہوں تو لازم آتا ہے کہ احتلام کے ساتھ جنابت میں غسل فرض نہیں ہوتا حالاں کہ یہ فاسد خیال ہے۔

قرطبی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ احتلام آپ پر جائز نہیں ہے کیوں کہ احتلام فعل شیطان سے ہے اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس سے معصوم تھے۔ اور روزے والی حدیث میں احتلام کا مطلب یہ بتایا ہے کہ خواب میں بغیر کچھ دیکھے انزال ہو جائے اور جو خواب میں دکھائی دیتا ہے وہ شیطان ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں آپ کا غسل فرمانا جماع کے بعد دیر ہو جانے سے تھا، جو کہ لوگوں کی کثرت اجتماع کی بناء پر تھا۔ (مولف) (مدارج النبوۃ جلد اول)

حضور اور دیگر انبیاء احتلام سے محفوظ ہیں

انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کو احتلام ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اس کے متعلق ایک سوال کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی ارشاد فرماتے ہیں:

فی الواقع حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تمام انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام احتلام سے پاک ومنزہ ہیں:

قال اللہ تعالیٰ ان عبادی لیس لک علیہم سلطان و کفی بربک وکیلا.

بیشک جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا کچھ قابو نہیں اور تیرا رب کافی ہے کام بنانے کو۔

طبرانی معجم کبیر میں بطریق عکرمہ اور دینوری مجالس میں بطریق مجاہد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ فرمایا:

ما احتلم نبی قط و انما الاحتلام من الشیطان.

کبھی کسی نبی کو احتلام نہ ہوا، احتلام تو نہیں مگر شیطان کی طرف سے۔

کعب احبار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے جو مروی ہوا کہ یاجوج وماجوج نطفۂ سیدنا آدم علیہ السلام سے بنے ہیں، اول کعب ہی سے اس کا ثبوت صحت کو نہ پہنچا اس کا ناقل ثعلبی حاطب لیل ہے **کما فی عمدۃ القاری .**

نووی نے حسب عادت ان کا اتباع کیا، پھر کعب صاحب اسرائیلیات ہیں ان کی روایت کہ مقررات دین کے خلاف ہو مقبول نہیں۔

ہاں امام نووی و حافظ عسقلانی نے شروح صحیح مسلم وصحیح بخاری میں اس کی یہ تاویل نقل کی کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام پر فیضان زیادت فضلہ بسبب ابتلائے اوعیہ منع نہیں اور اسے مقرر رکھا۔

اقول: مگر لفظ شنیع ومکروہ ہے اور حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے خلاف کہ احتلام نہیں مگر شیطان کی طرف سے ولہٰذا عامۂ علمائے کرام نے اسے مقبول نہ رکھا۔

فتح الباری بدء الخلق میں ہے :

ھو قول منکر جدا لا اصل لہ الا من بعض اھل الکتاب.

وہ سخت واجب الانکار بات ہے اس کی اصل نہیں مگر بعض اہل کتاب سے۔

امام علامہ بدرالدین محمود عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں۔

حکاہ الثعلبی عن کعب الاحبار و النووی ایضا فی شرح مسلم وغیرہ و لکن العلماء ضعفوہ و قال ابن کثیر و ھو جدیر بذلک اذلا دلیل معید بل ھو مخالف لما

ذکروا من ان جمیع الناس الیوم من ذریة نوح علیه الصلاة و السلام بنص القرآن قلت جاء فی الحدیث ایضا امتناع الاحتلام علی الانبیاء علیهم الصلاة و السلام .

یعنی اسے ثعلبی نے کعب احبار سے حکایت کیا نیز نووی نے شرح مسلم وغیرہ میں، مگر علماء نے اسے ضعیف بتایا اور امام ابن کثیر نے کہا وہ تضعیف ہی کے لائق ہے کہ بے دلیل محض ہے بلکہ اس ارشاد علماء کے خلاف ہے کہ آج بنص قطعی قرآن مجید تمام آدمی ذریت نوح علیہ الصلاۃ والسلام سے ہیں (قال اللہ تعالیٰ و جعلنا ذریته هم الباقین). ہم نے نوح ہی کی اولاد باقی رکھی) امام عینی نے فرمایا میں کہتا ہوں نیز حدیث وارد ہے کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام پر احتلام محال ہے۔

بالجملہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام پر احتلام منع ہے اور خود حضور اقدس انور اطیب اطہر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف اس کی نسبت اور اس پر جزم اور اس کی تکرار اور اس پر اصرار کہ ہاں ہوا، ہاں ہوا، یقیناً حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صریح افتراء ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افترا جہنم کا سیدھا راستہ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی متواتر حدیث میں ہے :

من کذب علی متعمداً فلیتبوء مقعده من النار.

جو مجھ پر دانستہ جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

اہل سنت کسی کبیرہ کے ارتکاب کو کفر نہیں کہتے جب تک استحلال وغیرہ مکفرات کے ساتھ نہ ہو، مگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افتراء کو امام ابو محمد جوینی والد امام الحرمین نے کفر بتایا۔ خصائص کبریٰ میں ہے:

قال النووی وغیره الکذب علیه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم من الکبائر ولا

يکفر فاعلم علی الصحیح و قول الجمهور و قال الجوینی ھو کفر.

امام نووی وغیرہ نے فرمایا کہ مذہب صحیح اور جمہور کے قول پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کذب وافترا کبیرہ ہے کفر نہیں اور امام جوینی نے فرمایا کہ کفر ہے۔ (مولف)

(فتاویٰ رضویہ ج ۶، ص ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰)

غذائے مبارک

کل جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا
اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يحب الحلوا و العسل۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حلوا اور شہد پسند فرماتے تھے۔

(الحدیث)

غذائے مبارک

جاننا چاہیئے کہ کھانا پینا ضروریات زندگی میں سے ہے اور قوت وطاقت کا قیام اور عبادات میں صدورحرکات اس کے بغیر محال عادی کی قسم سے ہے۔لہٰذا عبادت گزاروں پر لازم ہے کہ بقدر احتیاج ان کا استعمال کریں اور حرص وطمع سے اجتناب کریں اور ان کی شہوتوں میں مبتلا نہ ہوں۔مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تاعمر شریف شکم سیر نہ فرمائی۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ریاضت نفس، طعام کی جانب عدم التفات اور قضائے شہوت اور اس کے مقتضیات کو پورا نہ کرنے کے باوجود جس نفس میں کسی مخصوص غذاؤں کا تکلف نہ فرماتے تھے اور تکلف کی روش اختیار نہ کرتے اور امت پر وسعت ملحوظ خاطر رکھنے اور رہبانیت کی راہوں کو مسدود کرنے کی وجہ سے اہل مدینہ کی عادت کے موافق تناول فرماتے تھے اور جو کچھ موجود ہوتا گوشت، ترکاری، پھل اور کھجور وغیرہ میں سے جو کچھ آتا تو نوش فرماتے تھے۔(مولف) (مدارج النبوۃ اول)

مرغوب غذائیں

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس زندگی چوں کہ بالکل ہی زاہدانہ اور صبر وقناعت کا مکمل نمونہ تھی اس لیے آپ کبھی لذیذ اور پر تکلف کھانوں کی خواہش ہی نہیں فرماتے تھے یہاں تک کہ کبھی آپ نے چپاتی نہیں کھائی پھر بھی بعض کھانے آپ کو بہت پسند تھے جن کو بڑی رغبت کے ساتھ آپ تناول فرماتے تھے۔مثلاً عرب میں ایک کھانا ہوتا ہے جو ''حیس'' کہلاتا ہے۔یہ گھی، پنیر اور کھجور ملا کر پکایا جاتا ہے اس کو آپ بڑی رغبت کے ساتھ کھاتے تھے۔

جو کی موٹی موٹی روٹیاں اکثر غذا میں استعمال فرماتے۔سالنوں میں گوشت، سرکہ، شہد، روغن،

زیتون اور کدو خصوصیت کے ساتھ مرغوب تھے گوشت میں کدو پڑا ہوتا تو پیالہ میں سے کدو کے ٹکڑے تلاش کر کے کھاتے تھے۔

آپ نے بکری، دنبہ، بھیڑ، اونٹ، گورخر، خرگوش، مرغ، بٹیر اور مچھلی کا گوشت کھایا ہے اس طرح کھجور اور ستو بھی بکثرت تناول فرماتے تھے۔ تربوز کو کھجور کے ساتھ ملا کر، کھجور کے ساتھ ککڑی ملا کر، روٹی کے ساتھ کھجور بھی کبھی کبھی تناول فرمایا کرتے تھے۔ انگور، انار وغیرہ پھل فروٹ بھی کھایا کرتے تھے۔

ٹھنڈا پانی بہت مرغوب تھا دودھ میں کبھی پانی ملا کر اور کبھی خالص دودھ نوش فرماتے، کبھی کشمش اور کھجور پانی میں ملا کر اس کا رس پیتے تھے جو کچھ پیتے تین سانس میں نوش فرماتے۔

ٹیبل (میز) پر کبھی کھانا تناول نہیں فرمایا ہمیشہ کپڑے یا چمڑے کے دستر خوان پر کھانا کھاتے، مسند یا تکیہ پر ٹیک لگا کر، یا لیٹ کر کبھی کچھ نہ کھاتے نہ اس کو پسند فرماتے، کھانا صرف انگلیوں سے تناول فرماتے، چمچہ کانٹا وغیرہ سے کھانا پسند نہیں فرماتے تھے ہاں ابلے ہوئے گوشت کو کبھی کبھی چھری سے کاٹ کاٹ کر بھی کھاتے تھے۔ (مولف) (شمائل الترمذی بحوالہ سیرت المصطفیٰ)

گوشت

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بکری کا گوشت تناول فرمایا اور گائے کا گوشت خصوصی طور سے تناول فرمانا معلوم نہیں ہوا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کی جانب سے ایک گائے ذبح فرمائی، ظاہر ہے کہ اسے آپ نے بھی تناول فرمایا ہوگا۔

بعض آثار میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نزدیک کھانوں میں پسندیدہ تر گوشت تھا، فرمایا کرتے گوشت کھانا سماعت کو زیادہ کرتا ہے اور دنیا میں بھی گوشت تمام کھانوں میں بہترین ہے اگر میں اپنے رب سے چاہوں کہ وہ گوشت کھلائے تو وہ روزانہ ضرور مجھے گوشت کھلائے۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دست کے گوشت کی پسندیدگی اس وجہ سے تھی کہ نہ تو روزانہ گوشت ہوتا تھا اور نہ روزانہ تناول فرماتے تھے البتہ کبھی کبھی تناول فرماتے تھے تو دست کا گوشت جلدی پک جاتا ہے تو حضور اس کے تناول فرمانے میں جلدی کرتے تھے۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "قدید" یعنی خشک شدہ گوشت کو تناول فرمایا اور بھنا ہوا جگر اور مرغی کا گوشت تناول فرمایا ہے، اور حمار وحشی کا گوشت تناول فرمایا ہے اسے گورخر اور نیل گائے بھی کہتے ہیں اور اونٹ کا گوشت تو سفر و حضر میں تناول کیا ہے، خرگوش کا گوشت بھی کبھی تناول کیا ہے اور بحری دواب یعنی دریائی جانور تناول کیے ہیں، دریائی جانور سے مراد یہاں پر ہمارے مذہب میں مچھلی مراد ہے۔

ثرید

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ثرید تناول فرمایا ہے۔ "ثرید" روٹی کو توڑ کر گوشت کے شوربے میں اور کبھی گوشت کے ساتھ بھی تیار کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نزدیک تمام کھانوں میں پسندیدہ ثرید خبز اور ثرید حیس تھا۔ ثرید خبز تو روٹی اور شوربے سے بنایا جاتا ہے۔ اور ثرید حیس، کھجور گھی اور روٹی سے بنایا جاتا ہے۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گھی اور مکھن سے روٹی تر کر کے تناول فرمائی ہے اور روغن زیتون چپڑ کر بھی روٹی تناول فرمائی ہے اور ہریسا تناول فرمانے میں بھی بہت سی حدیثیں مروی ہیں۔

کدو

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کدو تناول فرمایا اور اسے پسند فرمایا ہے، اگر کسی سالن میں پکا ہوتا تو پیالے کے کناروں سے تلاش فرما کر اسے تناول فرماتے، یہ اسے پسند کرنے کی بناء پر ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فعل کو دیکھا ہے مجھے کدو سے محبت ہوگئی ہے۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ مستحب ہے کہ کدو سے محبت رکھیں اور ہر اس چیز سے محبت رکھیں جسے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پسند فرمایا ہے۔ اور حضور نے سلق یعنی چقندر کو جو کی روٹی کے ساتھ تناول فرمایا ہے۔

ایک دن امام حسن بن علی، عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سلمٰی کے پاس پہنچے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خادمہ تھیں انھوں نے کہا اے سلمٰی ہمارے لیے وہ کھانا تیار کرو جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت پسند تھا۔ سلمٰی نے کہا اے صاحبزادو! آج میں تمھیں اس کھانے سے خوش نہیں کرسکتی، مطلب یہ کہ تم لذیذ ومرغوب کھانے کھاتے ہو یہ کھانا تمھیں کیا خوش کرے گا، انھوں نے کہا کہ ہاں ہمیں اچھا معلوم ہوگا ہمارے لیے تیار کرو، اس کے بعد آش جو لے کر اسے دیگچی میں ڈالکر اوپر سے کچھ زیتون کا تیل اور مرچ اور دیگر ضروری چیزیں ڈال کر تیار کردیا اور دیگچی ان کے سامنے رکھ کر کہا یہ وہ کھانا ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رغبت سے تناول فرماتے اور پسند فرماتے تھے۔

لپٹا

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خزیرہ یعنی لپٹے کو بھی تناول فرمایا ہے جسے آٹے سے پتلا کر کے بنایا جاتا ہے، ایسا ہی طبری نے کہا ہے۔ اور جوہری کہتے ہیں کہ گوشت کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرکے بہت سا پانی ڈال کر پکایا جاتا ہے، جب پک کر نرم وملائم ہوجاتا ہے تو آٹا ڈال کر تیار کرتے ہیں، اگر گوشت نہ ہو، تو اس کو عصید کہتے ہیں۔

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اقط یعنی پنیر کو تناول فرمایا ہے جسے دودھ سے مسکہ نکال کر

جماتے ہیں جو ترش اور سخت ہوتا ہے پھر پگھلا کر کھانوں اور سالنوں میں ڈالتے ہیں۔

پھل

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خشک کھجور، تر کھجور اور گدری کھجور تناول فرمائی ہے اور حضور نے کباث کو تناول فرمایا ہے کباث اراک کا پھل ہے جو پکا ہو اور اراک مسواک کے درخت کو کہتے ہیں جسے ہندی میں پیلو کہتے ہیں۔ اور کھجور کے گودے کو بہت پسند فرماتے تھے جو کھجور کے درخت سے گوند کی مانند نکلتا ہے۔ اسے ''شحمۃ النخل'' کہتے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبن تناول فرمایا۔ اور حضور نے خربوزے کو کھجور سے تناول فرمایا اور خربوزہ حضور کے پسندیدہ پھلوں میں سے تھا، خربوزے کی تعریف میں کئی حدیثیں آئی ہیں۔

ایک روایت میں ککڑی تناول کرنا کھجور کے ساتھ اس طرح آیا ہے کہ ایک دست مبارک میں ککڑی تھی اور دوسرے دست مبارک میں کھجور تھی کبھی اسے تناول فرماتے اور کبھی اسے، اسی طرح خربوزے اور کھجور کو، کیوں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ کھجور اور خربوزہ ملا کر تناول فرماتے۔ اور حضور نے کھجور کو مکھن کے ساتھ تناول فرمایا اور اسے پسند فرمایا۔ اور حضور روٹی کو سالن کے ساتھ تناول فرماتے جو بھی موجود ہوتا، کبھی گوشت کا سالن، کبھی ترکاری کا، کبھی کھجور کا اور کبھی سرکہ سے تناول کرتے اور فرماتے **نعم الادام الخل** سرکہ بہترین سالن ہے۔

اس ارشاد سے مراد کھانے کی چیزوں میں میانہ روی اور لذیذ کھانوں سے اجتناب کرنے کی تلقین ہے۔

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے شہر مبارک کی ترکاریوں اور پھلوں کو پکنے کے بعد تناول فرماتے اور ان سے اجتناب نہ فرماتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کو انگور کے خوشے تناول کرتے دیکھا ہے۔اور حضور نے پیاز کو تناول نہیں فرمایا اور نہ امت کو اس سے منع فرمایا اور فرمایا جو پیاز کھاتا ہے اسے چاہیئے کہ مسجد میں نہ آئے۔

حضور کے کھانے کا طریقہ

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ آپ تین انگلیوں یعنی انگوٹھا، کلمہ کی انگلی اور بیچ کی انگلی سے کھانا تناول فرماتے تھے۔اور ایک حدیث مرسل میں ہے کہ حضور نے پانچوں انگلیوں سے کھایا ہے۔یعنی اکثر اوقات تین انگلیوں سے تناول فرماتے اور بعض اوقات پانچوں سے،اور کھانے کے بعد حضور انگلیاں چاٹ لیا کرتے تھے اور بعض روایتوں میں چاٹنے اور برتن صاف کرنے کا حکم آیا ہے، بعض اوقات حضور انگلیوں کو بچوں یا خادموں کو چٹایا کرتے تھے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ٹیک لگا کر کھانا تناول نہ فرماتے، آپ فرماتے ہیں میں بندہ ہوں اور بندون کی مانند بیٹھتا ہوں اور ایسے ہی کھاتا ہوں جیسے بندے کھاتے ہیں۔اور جب حضور اپنے دست مبارک کو کھانے کی جانب بڑھاتے تو بسم اللہ کہتے،اور حضور کھانے کے بعد حمد الٰہی کہتے اور داہنے ہاتھ سے تناول فرماتے اور اس کا حکم دیتے،اور حضور کھانے سے پہلے دستہائے مبارک کو دھویا کرتے اور کھانا کھانے کے بعد بھی،اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گرم کھانا تناول نہ فرماتے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں کھانے کا ایک پیالہ لایا گیا جس سے بھاپ اٹھ رہی تھی اس پر آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہمیں آگ کھانے کا حکم نہیں فرمایا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گرم کھانے اور اسے بگھار یعنی داغ دینے کو مکروہ جانتے اور فرماتے ٹھنڈا کر کے کھانا کھاؤ کیوں کہ اس میں برکت ہے اور

گرم کھانے میں برکت نہیں ہے۔

اور حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس گرم کھانا لایا جاتا تو آپ اسے اس وقت تک ڈھانپ کر رکھے رہتے جب تک کہ اس کا جوش نہ ختم ہو جاتا، اور حضرت اسماء نے فرمایا کہ میں نے حضور سے سنا ہے کہ سرد کھانے میں عظیم برکت ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک لکڑی کا پیالہ تھا جس پر لوہے کی چادر منڈھی ہوئی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور کو اس پیالے میں پانی، نبیذ اور شہد وغیرہ تمام مشروبات پلائے ہیں۔

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی خوان (میز) پر کھانا نہ کھایا، چپاتیاں کھائیں لیکن سفرہ پر تناول کیا اور وہ سفرہ چمڑے یا پتے کا ہوتا تھا۔

پانی پینا

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آب شیریں وسرد کو پسند فرماتے تھے، اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین آپ کے لیے بیر سقیا سے پانی لاتے تھے۔ بیر سقیا مدینہ سے دو منزل کے فاصلے پر ہے اور چھتیس میل کی مسافت ہے۔ اور حضور نے شہد میں پانی ملا کر نوش فرمایا اور علی الصباح نوش جان فرماتے اور جب اس پر کچھ گھڑی گزر جاتی اور بھوک معلوم ہوتی تو جو کچھ کھانے کی قسم سے موجود ہوتا تناول فرماتے۔

پینے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دودھ کو پسند فرماتے تھے، آپ نے فرمایا کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو کھانے اور پینے دونوں کا کام دے بجز دودھ کے، اور آپ کبھی خالص دودھ نوش فرماتے اور کبھی سرد پانی ملا لیتے، حضور کھانے کے بعد پانی نوش نہ فرماتے کیوں کہ مفسد ہضم ہے جب تک کہ کھانا ہاضمہ کے قریب نہ ہو پانی پینا نہ چاہیئے۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی کہ پانی بیٹھ کر نوش فرماتے،

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔

بخاری و مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آب زم زم کا ڈول لایا تو حضور نے اسے کھڑے ہو کر نوش فرمایا۔

بعض کہتے ہیں کہ کھڑے ہو کر پانی پینا آب وضو اور آب زم زم کے ساتھ خاص ہے۔

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی کہ آپ تین سانسوں میں پانی نوش فرماتے اور فرماتے کہ یہ سیراب کرنے والا پسندیدہ تر اور شفاء بخشنے والا ہے۔ ہر سانس میں منہ سے پیالہ جدا کرتے پھر سانس لیتے اور پیالے میں پھونکنے سے منع فرماتے۔ اور جب دہن شریف سے پیالے کو قریب لاتے تو بسم اللہ پڑھتے اور جب جدا فرماتے تو حمد بجالاتے اس طرح تین مرتبہ کرتے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے مہمانوں سے کھانے کے لیے اصرار فرماتے اور بار بار کہتے۔ ایک مرتبہ ایک شخص کو دودھ پلانے کے بعد اس سے بار بار فرمایا اشرب اور پیو اور پیو، یہاں تک کہ اس شخص نے قسم کھا کر عرض کیا قسم ہے اس خدائے برتر کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا اور گنجائش نہیں ہے۔ اسے بخاری نے روایت کیا۔

اور جب آپ جماعت کو کھانا کھلاتے پلاتے تو آپ ان سب کے بعد تناول فرماتے، مطلب یہ کہ ابتداء میں تناول نہ فرماتے آخر میں ان کے ساتھ موافقت فرماتے، اور اگر کوئی حضور کی دعوت کرتا اور میزبانی کا شرف پاتا اور کوئی اور شخص آپ کے پیچھے آجاتا تو حضور میزبان کو خبر کر دیتے کہ یہ شخص میرے ساتھ چلا آیا ہے اگر تم چاہو تو لوٹ جائے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی جماعت کے ساتھ کھانا تناول فرماتے تو جب تک ان کے لیے دعائے خیر نہ فرماتے باہر تشریف نہ لاتے اور فرماتے اللھم بارک لھم فیما رزقتھم و

اغفر لھم و ارحمھم (مولف) (مدارج النبوۃ جلد اول)

ٹھنڈا مشروب

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مشروبات اور دیگر غذائے مقدس کے بارے میں امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی کھانے، پینے، پہننے کی کوئی چیز کسی سے طلب نہ فرمائی مگر ٹھنڈا پانی دو بار طلب فرمایا، ایک بار فرمائش فرمائی رات کا باسی پانی لاؤ۔ (الملفوظ اول)

تیز نبیذ سے حضور نے انکار فرمایا

عن ابن عمر قال شهدت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اتى بشراب فادناه الى فيه فقطب فرده فقال رجل يا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم احرام هو فرد الشراب ثم دعا بماء فصبه عليه ذكر مرتين او ثلثا ثم قال اذا اغتلمت هذه الاسقية عليكم فاكسروا متونها بالماء قلت و رواه النسائي في سننه.

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر تھا، حضور کی خدمت میں پینے کی چیز لائی گئی، حضور نے جب اس کو دہن اقدس کے قریب کیا تو آمیزش پائی اور رد فرما دیا اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا یہ حرام ہے؟ ایسا دو یا تین مرتبہ کہا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پانی منگا کر اس میں ملا دیا اور فرمایا جب یہ مشروبات جوش ماریں تو ان کی تیزی کو پانی ملا کر نرم کر دو۔ نسائی نے یہ حدیث روایت کی ہے۔

نبیذ میں زم زم ملا کر نوش فرمایا

عن ابى مسعود رضى الله تعالىٰ عنه قال عطش النبى صلى الله تعالىٰ عليه

وسلم حول الكعبة فاستسقى فاتى بنبيذ من نبيذ السقاية فشمه فقطب فصب عليه من ماء زمزم ثم شرب فقال رجل احرام هو فقال لا . رواه النسائی .

حضرت ابومسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گرد کعبہ میں پیاس لگی، حضور نے پانی طلب فرمایا تو حضور کی خدمت میں حوض کی نبیذ حاضر کی گئی حضور نے اسے سونگھا تو آمیزش معلوم ہوئی پھر اس میں زم زم ملا کر نوش فرمایا ایک شخص نے عرض کیا کیا وہ حرام ہے؟ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں۔ اسے نسائی نے روایت کیا۔ (مولف)

تیز نبیذ سے چہرۂ انور متغیر ہو گیا

مجاہد سے مرسلاً مروی ہے :

قال عمد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم الی السقاية سقاية زمزم فشرب من النبيذ فشد وجهه ثم امر به فكسر بالماء ثم شربه فشد وجهه ثم امر به الثالثة فكسر بالماء ثم شرب .

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چاہ زم زم سے پینے کا قصد فرمایا لیکن نبیذ نوش فرمالیا تو چہرۂ انور متغیر ہو گیا (کہ نبیذ تیز تھی) اس میں پانی ملانے کا حکم فرمایا اس کے بعد نوش فرمایا پھر چہرہ متغیر ہو گیا پھر تیسری بار پانی ملانے کا حکم دیا اور نوش فرمایا۔ (مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ١٠، ص ٦١، ٦٢ ۔ الفقہ التجلی)

تیز نبیذ کو حضور نے پانی سے نرم کر لیا

سنن دارقطنی میں ہے عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال مر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم علی قوم بالمدينة قالوا يا رسول اللہ ان عندنا شرابا لنا افلا

نسقيک منه قال بلى فاتى بقعب او قدح غليظ فيه نبيذ فلما اخذه النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و قربه الى فيه فقطب قال فدعا الذى جاء به فقال خذه فاهرقه فلما ان ذهب به قالوا يا رسول الله هذا شرابنا ان كان حراما لم نشربه فدعا به فاخذه ثم دعا بماء فصب عليه ثم شرب و سقى و قال اذا كان هكذا فاصنعوا به هكذا.

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ کی ایک قوم کے پاس تشریف لے گئے قوم نے عرض کی یارسول اللہ ہمارے پاس مشروب ہے کیا ہم آپ کو اس میں سے نہ پلائیں حضور نے فرمایا کیوں نہیں، پھر ایک غلیظ پیالہ لایا گیا جس میں نبیذ تھی جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیالہ لے کر دہن اقدس کے قریب کیا تو اس میں آمیزش معلوم ہوئی، راوی نے کہا کہ حضور نے اس کو بلایا جو پیالہ لایا تھا اور فرمایا کہ اسے لو اور بہادو۔ وہ لے جانا ہی چاہتا تھا کہ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ ہمارا مشروب ہے اگر حرام ہے تو ہم نہیں پئیں گے پھر حضور نے اس سے پیالہ لے لیا اور پانی منگا کر اس میں ملا دیا اور حضور نے خود پیا اور دوسروں کو بھی پلایا اور فرمایا کہ جب مشروب اس طرح ہو جائے تو ایسا کرلو۔ یعنی جب بودار یا تیز ہو جائے تو اس میں پانی ملا کر اسے درست کرلو۔ (مولف)

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۰، ص ۶۸۔ الفقہ التسجیلی)

ٹیک لگا کر کھانا تناول فرمانا

ابونعیم عبداللہ بن سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی :

قال رأيت النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ياكل ثريدا متكئا على سرير ثم يشرب من فخاره .

عبداللہ بن سائب نے کہا کہ ہم نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ تخت پر ٹیک

لگائے ثرید (ایک قسم کا کھانا) تناول فرما رہے ہیں پھر ثرید کے تہہ نشین کو نوش فرمایا۔ بیان جواز کے لیے حضور نے ٹیک لگا کر کھانا تناول فرمایا۔ (مولف)

حضور کا طریقۂ خورد و نوش

امام احمد کتاب الزہد میں حسن سے مرسلاً اسی طرح بزار ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا اتی بطعام وضعه علی الارض.

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے جب کھانا حاضر کیا جاتا تو کھانے کو زمین پر رکھتے تھے۔ (مولف)

دیلمی مسند الفردوس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً راوی

انما انا عبد اکل کما یاکل العبد و اشرب کما یشرب العبد.

میں بندہ ہی تو ہوں اور بندہ کی طرح کھاتا پیتا ہوں۔ از راہ تواضع و انکسار اور تعلیم امت کے لیے حضور نے ایسا فرمایا۔ (مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۱۳۸)

میٹھی چیزیں حضور کو مرغوب ہیں

کان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یحب الحلواء و العسل ، کما اخرجه الستة عن ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا .

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حلوا اور شہد پسند فرماتے تھے۔ جیسا کہ ائمہ ستہ نے اسے ام المومنین سے روایت کیا۔ (مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۱، ص ۱۵۹۔ بارق النور)

پیالے کو چاٹنے کی فضیلت

حسن بن سفیان راشطہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی :

عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لان العق القصعة احب الی من ان اتصدق بمثلها طعاما.

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پیالہ چاٹ لینا مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ اس پیالے بھر کھانا تصدق کروں۔ (مولف)

طبرانی کبیر میں عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی

عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من لعق الصحفة و لعق اصابعه اشبعه اللہ تعالیٰ فی الدنیا و الآخرة .

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو رکابی اور اپنی انگلیاں چاٹے اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کا پیٹ بھرے۔ (مولف)

احمد و ابو داؤد و ترمذی اور نسائی انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امرنا ان نسلت القصعة و قال فانکم لا تدرون فی ای طعامکم البرکة .

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں کھانا کھا کر پیالہ خوب صاف کر دینے کا حکم فرمایا اور فرمایا کہ تم کیا جانو کہ تمھارے کون سے کھانے میں برکت ہے۔ (مولف)

امام احمد و ترمذی و نسائی اور ابن ماجہ نبشہ ہذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی

قال قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم من اکل فی قصعة ثم لحسها استغفرت له القصعة .

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی پیالے میں کھانا کھائے پھر اسے چاٹ لے وہ پیالہ اس کے لیے دعائے مغفرت کرے۔ (مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ا ص ۱۴۳۔ الطرس المعدل)

کھجور

بخاری جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی

قال جئت بقليل رطب ووضعته بين يدی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فاکل .

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے تھوڑی تر کھجوریں رکھیں تو حضور نے انھیں تناول فرمایا۔ (مولف)

کدو کی تلاش

بخاری انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی

فجعلت اتتبع الدباء واضعة بين يديه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم .

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے رکھے ہوئے کدو کو (جو شوربے میں تھا اور وہ حضور کے ہمراہ کھا رہے تھے) تلاش کرنے لگا۔ (مولف)

(شمائم العنبر)

طہارت و پاکی

بھینی بھینی مہک پر مہکتی درود
پیاری پیاری نفاست پہ لاکھوں سلام

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ

اے [illegible] پوش اوڑھنے والے کھڑے ہو جاؤ پھر ڈر سناؤ اور اپنے رب ہی کی بڑائی بولو اور اپنے کپڑے پاک رکھو۔ (المدثر: ۱، ۲، ۳، ۴)

طہارت وپاکی

طہارت، پاکیزگی انسانی زندگی کے لیے ضروری اور اچھی چیز ہے بدن کے ساتھ کپڑوں کا بھی پاک وصاف رکھنا لازم ہے اللہ تعالیٰ نے جہاں پر عبادات وطاعات کا حکم فرمایا ہے وہیں پر عبادات کی صحت ودرستگی کے لیے وضو وغسل اور طہارت ونظافت کا بھی حکم فرمایا ہے۔ حضور انور اطیب اطہر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی طہارت وپاکی کی تعلیم وترغیب فرمائی ہے اور بذات خود اس پر عمل کر کے اپنی امت کے لیے نمونہ پیش فرمایا ہے۔ (مولف).

پانی سے استنجاء

امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پانی سے استنجاء کرنے سے متعلق ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں :

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عادت اس باب میں مختلف تھی امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر مٹی سے استنجا فرماتے اور حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پانی سے۔

کشف الغمہ میں ہے۔

كان عمر بن الخطاب رضى الله تعالىٰ عنه يبول كثيرا ثم يمسح بالتراب او الحائط ثم يقول هكذا علمنا و لم يبلغنا انه كان يغسله بالماء بعد و كان حذيفة لا يجمع بين الماء و الحجر اذا بال و كذلك عائشة رضى الله تعالىٰ عنهما فكانا يغسلان بالماء فقط.

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بھی پیشاب کرتے تھے تو مٹی یا دیوار سے صاف کر لیتے

تھے، صاحب کشف الغمہ فرماتے ہیں کہ مجھے ایسا ہی معلوم ہے اور مجھے یہ خبر نہیں پہنچی کہ وہ اس کے بعد پانی سے دھوتے تھے۔ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب پیشاب کرتے تھے تو پانی اور پتھر کو جمع نہیں کرتے اور یہی عمل حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھی تھا یعنی دونوں صرف پانی سے دھوتے تھے۔

(مولف)

اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دونوں صورتیں (یعنی پانی اور مٹی) ثابت ہیں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے روایت کی کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیشاب کے بعد پانی سے استنجا فرماتے۔

احمد و ترمذی بسند صحیح اور نسائی ام المومنین صدیقہ سے راوی

قالت مرن ازواجکن ان یغسلوا اثر الغائط و البول فان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یفعلہ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خواتین سے فرمایا کہ تم اپنے شوہروں سے کہو کہ پیشاب، پاخانہ کے بعد پانی سے استنجا کریں کیوں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسا ہی کرتے تھے۔

(مولف)

مٹی سے استنجا

ابوداؤد و ابن ماجہ بسند حسن ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی

قالت بال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقام عمر خلفہ بکوز من ماء فقال ما ھذا یا عمر فقال ماء تتوضؤ بہ قال ما امرت کلما بلت ان اتوضأ و لو فعلت

لکانت سنة .

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ ایک بار حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیشاب فرمایا امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پانی لے کر کھڑے ہوئے فرمایا یہ کیا ہے عرض کی استنجے کے لیے پانی، فرمایا مجھ پر واجب نہیں کیا گیا کہ ہر پیشاب کے بعد پانی سے طہارت کروں اور اگر ایسا کروں تو سنت ہو جائے۔ (مولف)

حلیہ میں ہے

المراد بالوضوء هنا الاستنجاء بالماء . كما ذكره النووی .

یہاں پر وضو سے مراد پانی سے استنجا کرنا ہے جیسا کہ امام نووی نے بیان فرمایا ہے۔ (مولف)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۶۵، ۶۶)

رفع حاجت کے وقت انگوٹھی اتار لیتے

ابوداؤد و ترمذی انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی

قال كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اذا دخل الخلاء نزع خاتمه لان نقشه محمد رسول الله .

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے تو انگشتری مبارک اتار لیتے تھے۔ اس لیے کہ اس کا نقش "محمد رسول اللہ" تھا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ (مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۱۶۸)

کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کی بحث

حدیث حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اتی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سباطۃ قوم فبال قائما.

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک گھورے پر تشریف لے گئے اور وہاں کھڑے ہوکر پیشاب فرمایا۔
اسے بخاری ومسلم نے روایت کیا۔

ائمہ کرام وعلمائے اعلام نے اس سے بہت جواب دیئے ہیں۔

اول : یہ حدیث ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منسوخ ہے۔

امام احمد وترمذی ونسائی اور ابن حبان صحیح میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی۔

من حدثکم ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یبول قائما فلا تصدقوہ ما کان یبول الا قاعدا.

جو تم سے کہے کہ حضور اقدس اطہر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوکر پیشاب فرماتے اسے سچا نہ جاننا حضور پیشاب نہ فرماتے تھے مگر بیٹھ کر۔

امام ترمذی فرماتے ہیں **حدیث عائشۃ احسن فی ھذا الباب و اصح.**

جتنی حدیثیں اس مسئلہ میں آئیں ان سب سے یہ حدیث بہتر وصحیح تر ہے۔

یہی حدیث صحیح ابوعوانہ ومستدرک حاکم میں ان لفظوں سے ہے۔

ما بال قائما منذ انزل علیہ القرآن .

جب سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قرآن مجید اترا کبھی کھڑے ہوکر پیشاب نہ فرمایا۔

دوم : اس وقت زانوئے مبارک میں زخم تھا بیٹھ نہ سکتے تھے۔

یہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہوا، حاکم و دارقطنی و بیہقی ان سے راوی۔

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بال قائما من جرح.

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زخم کے سبب کھڑے ہوکر پیشاب فرمایا۔ (مولف)

سوم : وہاں نجاسات کے سبب بیٹھنے کی جگہ نہ تھی۔

امام عبد العظیم زکی الدین منذری نے اس کی ترجیح کی۔

قال العینی قال المنذری لعله کانت فی السباطة نجاسات رطبة و هی رخوة فخشی ان یتطایر علیه .

امام منذری فرماتے ہیں کہ شاید گھورے میں تر نجاستیں تھیں اور گھورا نرم تھا تو چھینٹ اڑنے کا خوف ہوا، اس لیے کھڑے ہوکر پیشاب فرمایا۔ (مولف)

چہارم : اس میں ڈھال ایسا تھا کہ بیٹھنے کا موقع نہ تھا۔

اسے ابہری وغیرہ نے نقل کیا

قال العینی قال بعضهم لانه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم لم یجد مکانا للقعود لکون الطرف الذی یلیه من السباطة عالیا مرتفعا.

امام عینی فرماتے ہیں کہ بعض نے کہا ہے کہ گھورا کا کنارا بلند ہونے کے سبب سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بیٹھنے کی جگہ نہ ملی۔ (مولف)

و قال القاری فی المرقاۃ قال الابھری قیل کان ما یقابلہ من السباطۃ عالیا و من خلفہ منحدرا مستفلا لو جلس مستقبل السباطۃ سقط الی خلفہ و لو جلس مستدبرا لھا بدا عورتہ للناس.

ملا علی قاری مرقاہ میں امام ابہری کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ گھورے کا سامنے والا حصہ بلند تھا اور پیچھے کا حصہ ڈھال دار نیچے، اگر گھورے کی طرف رخ کر کے بیٹھتے تو پیچھے کی طرف گر جاتے اور اگر گھورے کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھتے تو لوگوں کے لیے عورت ظاہر ہو جاتی۔ (مولف)

و قال بعد اسطر قیل فعل ذلک لانہ ان استدبر السباطۃ تبدو العورۃ للمارۃ و ان استقبلھا خیف ان یقع علی ظھرہ مع احتمال ارتداد البول الیہ.

اور چند سطروں کے بعد فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا اس لیے کیا کہ اگر گھورے کی طرف پشت انور کرتے تو گزرنے والوں کے لیے عورت ظاہر ہو جاتی اور اس کی طرف رخ فرماتے تو پیٹھ کے بل گر جانے کا اندیشہ تھا اور پیشاب کا بھی ادھر ہی بہہ کر آنے کا احتمال تھا۔ (مولف)

پنجم : اس وقت پشت مبارک میں درد تھا اور عرب کے نزدیک یہ فعل اس سے استشفا ہے۔

یہ جواب امام شافعی و امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہے، چالیس طبیبوں کا اتفاق ہے کہ حمام میں ایسا کرنا ستر مرض کی دوا ہے۔

ششم : قال العینی تکلموا فی سبب بولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قائما فقال القاضی عیاض انما فعل لشغلہ بامور المسلمین فلعلہ طال علیہ المجلس حتی حصرہ البول و لم یمکن التباعد کعادتہ و اراد السباطۃ لدمثھا و اقام حذیفۃ

لیستره عن الناس .

امام عینی فرماتے ہیں کہ لوگ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کے سبب میں کلام کرتے ہیں تو امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ مسلمانوں کے معاملہ میں مشغول ہونے کے سبب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا کیا شاید کافی دیر تک بیٹھنا ہوا یہاں تک کہ پیشاب نے حضور کو روک دیا اور عادت کریمہ کے مطابق دور جانا ممکن نہ ہوا اور گھورا کے نرم ہونے کے سبب سے اس کا ارادہ فرمایا اور حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیچھے کھڑا کر دیا تا کہ لوگوں سے پردہ ہو جائے۔ (مولف)

اس بحث کے آخر میں امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں۔

اقول و بالله التوفيق : نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک بار یہ فعل وارد ہوا اور صحیح حدیث سے ثابت کہ روز نزول قرآن کریم سے آخر عمر اقدس تک عادت کریمہ ہمیشہ بیٹھ کر ہی پیشاب فرمانے کی تھی اور صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کو جفاو بے ادبی فرمایا اور متعدد احادیث میں اس سے نہی و ممانعت آئی تو واجب کہ ممنوع ہوا اور انھیں احادیث کو ان پر ترجیح بوجوہ ہو۔

اولاً : وہ ایک بار کا واقعہ حال ہے کہ محل صد گونہ احتمال ہے۔

ثانیاً : فعل و قول میں جب تعارض ہو قول واجب العمل ہے کہ فعل احتمال خصوص وغیرہ رکھتا ہے۔

ثالثاً : مبیح و حاظر جب متعارض ہوں حاظر مقدم ہے۔

ثم اقول: نفس حدیث حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان مقلدان نصرانیت پر رد ہے، وہاں کافی بلندی تھی اور نیچے ڈھال اور زمین گھورے کے سبب نرم کہ کسی طرح چھینٹ آنے کا احتمال نہ

تھا، سامنے دیوار تھی اور گھورا فنائے دار میں تھا نہ کہ گزرگاہ، پس پشت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کھڑا کرلیا تھا اس طرف کا بھی پردہ فرمایا اس حالت میں پشت اقدس پر بھی نظر پڑنا پسند نہ آیا، ان احتیاطوں کے ساتھ تمام عمر مبارک میں ایک بار ایسا منقول ہوا۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۱۷۲، تا ۱۷۸)

وضوئے مبارک

حدیثوں میں آیا ہے کہ جبریل علیہ الصلاۃ والسلام نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ابتدائے وحی میں نماز اور وضو کا طریقہ سکھا دیا تھا۔ نیز حدیث میں ہے کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس روتی ہوئی آئیں اور کہنے لگیں کہ قریش نے آپ کے قتل کا عہد اٹھایا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وضو کے لیے پانی لاؤ پھر حضور نے وضو فرمایا۔

ابن عبدالبر نقل کرتے ہیں کہ مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ غسل جنابت مکہ مکرمہ میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر فرض کیا گیا جس طرح کہ نماز فرض کی گئی۔ اور نماز کبھی بھی بغیر وضو کے نہیں ادا کی گئی۔ اور ابن عبدالبر یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس سے کوئی عالم بھی ناواقف نہیں ہے۔

شیخ ابن الہمام فرماتے ہیں کہ یہ رد اس شخص کا کیا گیا ہے جو وضو کے وجود کا قبل ہجرت منکر ہے نہ کہ اس شخص کا جو قبل ہجرت اس کے وجوب کا منکر ہے۔ انتہی۔

اس کلام کا حاصل یہ ہے کہ وضو کا وجوب آیہ کریمہ **اذا قمتم الی الصلاۃ فاغسلوا وجوھکم** (جب تم نماز کا ارادہ کرو تو اپنے چہرے کو دھوؤ، آخر تک) سے ہوا جو کہ مدنی ہے۔ ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ قبل ہجرت وضو مستحب تھا نہ کہ واجب، لیکن اس تقدیر پر یہ لازم آتا ہے کہ بے وضو نماز جائز ہے حالاں کہ یہ خلاف اجماع ہے۔

اور ممکن ہے کہا گیا ہو کہ آیہ کریمہ کا نزول وضو کے وجوب اور قیام نماز کے لیے ہے اور تم لوگ جو بے وضو اور ناپاک ہو ایسا خیال نہ کرنا جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کیوں کہ ابتداء میں مطلقاً قیام نماز کے وقت وضو فرض تھا جو آخر میں منسوخ ہوا اور حدیث یعنی بے وضو ہونے کے وجود کے ساتھ مقید فرمایا۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر نماز کے لیے وضو کیا اور بعض اوقات ایک ہی وضو سے چند فریضے گزارے ہیں۔ مسلم میں ہے حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے اور روز فتح مکہ ایک وضو سے چند نمازیں ادا فرمائیں۔ ایک روایت کے مطابق پانچ نمازیں ایک وضو سے ادا فرمائیں، اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آج آپ نے ایسا عمل کیا ہے جو کبھی آپ نے نہیں فرمایا؟ ارشاد فرمایا اے عمر میں نے قصداً ایسا کیا ہے بیان جواز کے لیے تاکہ لوگ جان لیں کہ ہر نماز کے لیے نیا وضو کرنا فرض نہیں ہے۔

بخاری ابوداؤد اور ترمذی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر نماز کے لیے نیا وضو کرتے تھے، اس پر حضرت انس سے کہا گیا کہ آپ کیا کرتے ہیں؟ فرمایا ایک وضو ہمیں اس وقت تک کفایت کرتا ہے جب تک کہ میں محدث یعنی بے وضو نہ ہوں۔

اور اس جگہ علماء فرماتے ہیں کہ ہر نماز کے لیے نیا وضو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں سے نہیں ہے۔

چنانچہ امام احمد و ابوداؤد کی روایت میں حضرت عبداللہ بن حنظلہ غسیل ملائکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر نماز کے لیے وضو کرنے پر مامور ہوئے تھے خواہ طاہر ہوں

یا غیر طاہر۔ اور جب آپ پر شاق ہوا تو ہر نماز کے لیے مسواک کا حکم دیا گیا اور آپ سے نیا وضو کرنے کا حکم اٹھالیا گیا مگر جب کہ حدث لاحق ہو چکا ہو۔

کبھی کبھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعضاء وضو کو ایک مرتبہ سے زیادہ نہیں دھوتے تھے اور یہ تعلیم امت کی بناء پر تھا کیوں کہ اتنی مقدار کافی ہے اور مقدار فرض پر انحصار فرمانا اس لیے ہے کہ اس سے کم پر وضو درست نہیں ہے جیسا کہ فرمایا۔

هذا وضوء لا يقبل الله الصلوٰة الابه .

یہ وضو ہے اس کے بغیر اللہ تعالیٰ نماز کو قبول نہیں فرماتا۔

ابو داؤد میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کیا میں تمھیں بتاؤں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وضو کیا تھا؟ اس کے بعد انھوں نے اعضائے وضو کو ایک ایک مرتبہ دھویا۔

اور کسی وضو کو طہارت میں مبالغہ کے لیے دو مرتبہ دھویا اور اسے ''نور علیٰ نور'' فرمایا اور ثواب میں زیادتی اور اجر کو بڑھانے کا سبب قرار دیا ہے جیسا کہ رزین میں عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وضو کے راوی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وضو میں عضو کو دو دو مرتبہ دھویا اور فرمایا'' **نور علیٰ نور** ''

اور کبھی کبھی تین تین مرتبہ دھویا اور یہ طہارت کے مرتبہ میں آخری حد ہے۔

وضو کے بعد رومال سے پانی خشک کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث ہے انھوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بدن مبارک کو خشک کرنے کے لیے رومال تھا جس سے وضو کرنے کے بعد پانی کو خشک فرماتے

تھے، لیکن یہ ضعیف ہے۔

اور بعضوں نے کہا کہ یہ حدیث اور کپڑے کے کنارہ سے چہرۂ انور خشک کرنے کی حدیث دونوں ضعیف ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ یہ دونوں حدیثیں جامع ترمذی میں مذکور ہیں اور وہ بھی ضعیف قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس ضمن میں کوئی چیز صحت کو نہیں پہنچی ہے۔

اور صحابہ و تابعین اور اہل علم کی ایک جماعت فرماتی ہے کہ اس باب میں رخصت دی گئی ہے اور بعض مکروہ جانتے ہیں اور وہ اعضاء کو خشک ہونے کے لیے اپنے حال پر چھوڑتے ہیں کیوں کہ یہ نورانیت اور میزان عمل کو بھاری کرنے کا موجب ہے اور یہ قول سعید بن مسیب اور زہری سے روایت کیا گیا اور کتب حنفیہ میں مذکور ہے کہ اگر تنزہ اور تکبر کا قصد نہ ہو تو کراہت نہیں ہے۔

اور بعض شروح مشکوٰۃ میں ازہار سے منقول ہے کہ کپڑے وغیرہ سے خشک نہ کرنا مستحب ہے اس لیے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا اور اگر خشک کرے تو قول اصح پر مکروہ بھی نہیں ہے اور بعض کے نزدیک مکروہ ہے۔

وضو اور غسل میں پانی کی مقدار

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غسل اور وضو میں پانی کی مقدار کے بارے میں علماء فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غسل ایک صاع پانی سے کرتے جو کہ پانچ مد کے برابر ہے۔ اور وضو ایک مد پانی سے کرتے تھے اور ایک حدیث میں ہے کہ وضو دو رطل پانی سے کرتے۔ بایں ہمہ علماء فرماتے ہیں کہ ان حدیثوں سے مراد تعیین و تحدید نہیں ہے۔

چنانچہ اگر اس مقدار مذکور سے کم یا زیادہ پانی ہو تب بھی جائز ہے، اصل قاعدہ یہ ہے کہ جتنا پانی بھی مقصود برآری میں کفایت کرے کام میں لائے جب تک کہ پانی چپڑنے اور حد اسراف تک نہ پہنچے۔

اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آب وضو کی کمی اور اس کے کم بہانے میں مبالغہ فرماتے تھے اور امت کو وضو میں اسراف اور زیادہ پانی بہانے سے منع فرماتے اور تنبیہ فرمایا کرتے تھے اور فرماتے میری امت میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہوں گے جو وضو میں تعدی اور حد سے تجاوز کریں گے اور پانی بہانے میں بہت اسراف کریں گے۔

اور فرماتے ہیں کہ وضو کے لیے ایک شیطان ہے جس کا نام "ولہان" ہے جو آدمی کو وضو میں اور پانی کے اسراف میں وسوسے ڈالتا ہے لہٰذا اس کے وسوسوں سے بچو۔ اور اس کے وسوسوں سے بچنے اور اسے دفع کرنے کی تدبیر یہ ہے کہ براہ تغافل مارو اور دلوں سے بکوشش اسے دور کرو اور اس کے وسوسوں کی پیروی نہ کرو نیز رخصت پر عمل کرو۔ اور اگر شیطان بہت مزاحمت کرے تو کہو یہ جو تو عمل کرتا ہے ناقص اور نادرست ہے درگاہ حق میں اس کی پذیرائی نہیں ہے۔ اور اس کے گمان پر کہو دور ہو جا میرے پاس سے، میں اس سے زیادہ ہرگز نہیں کروں گا اور میرا مولیٰ یعنی اللہ تعالیٰ وتقدس وکریم ہے وہ اتنا ہی قبول فرما لے گا اور اس کا فضل و کرم بہت وسیع ہے۔ یہی صورت نماز اور دیگر مواقع عبادات وغیرہ میں وسوسوں کا ہے اور اصل وسوسہ اس میں کمی و ناقص رہنے کا خیال پیدا کرنا ہے اور جب شیطان ان راہوں میں دخل انداز ہو تو چاہیئے کہ استعاذہ اور **لاحول و لا قوة الا بالله** کہے یہ اس کے ازالہ اور دفعیہ میں انتہائی موثر ہے جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے۔

مسند امام احمد اور ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے گزرے تو دیکھا کہ وہ وضو کر رہے تھے فرمایا۔

لا تسرف بالماء .

پانی میں اسراف نہ کرو۔

اور ایک روایت میں ہے کہ **ما ھذا السرف یا سعد.**

اے سعد یہ کیا اسراف ہے؟

حضرت سعد نے عرض کیا **ھل فی الماء اسراف**

کیا پانی میں اسراف ہے؟

کیوں کہ پانی میں کوئی چیز کمیاب اور عزیز الوجود نہیں ہے، اسراف کیسے ہوگا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا **نعم و ان کنت علی نھر جار.**

ہاں پانی میں بھی اسراف ہے اگرچہ تم نہر جاری پر ہو۔

اور یہ منع و تعزیز اور تنبیہ میں مبالغہ ہے کہ پانی میں ہرگز کسی جگہ اسراف نہ کیا جائے، غالباً حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بطریق دفع وسواس میں یہ ارشاد ہے کہ کوئی چیز حضور نے اس قسم کی محسوس فرمائی ہوگی یہاں تک کہ اس کے دفع کرنے میں اتنا مبالغہ ظاہر فرمایا۔ اور مسائل فقہ میں مذکور ہے کہ اگر وضو کرنے والا نہر کے کنارے پر ہو تو پانی کے بہانے میں وہاں اسراف نہیں ہے اس لیے کہ جتنا پانی بہائے گا وہ لوٹ کر نہر ہی میں چلا جائے گا۔ بجز اس صورت کے کہ اگر غسالہ نہر کے باہر بہایا جائے۔ (مولف)

(مدارج النبوۃ جلد اول)

وضو میں پاؤں دھونا فرض ہے

فرضیت وضو سے متعلق امام احمد رضا بریلوی تحریر فرماتے ہیں :

ابن ماجہ وغیرہ بطریق عبداللہ بن محمد بن عقیل ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی :

قالت اتانی ابن عباس فسألنی عن هذ الحدیث تعنی حدیثها الذی ذکرت ان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم توضا و غسل رجلیہ فقال ابن عباس رضی اللہ تعالی عنهما ان الناس ابوا الا الغسل و لا اجد فی کتاب اللہ الا المسح.

حضرت ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آ کر مجھ سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وضو کا ذکر ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وضو فرمایا اور پیروں کو دھویا پھر ابن عباس نے کہا کہ لوگ بجز دھونے کے اور کچھ نہیں مانتے (یعنی جواز مسح کا انکار کرتے ہیں) حالاں کہ میں کتاب اللہ میں صرف مسح پاتا ہوں۔ (مولف)

(فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۱۶ ـ الجود الحلو)

حضور کی نیند ناقض وضو نہیں

امام احمد وابوداؤد وترمذی وابوبکر بن شیبہ مصنف میں اور طبرانی معجم کبیر میں اور دارقطنی وبیہقی سنن میں بطریق ابوخالد یزید بن عبدالرحمٰن والانی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی :

انہ رأی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم هو ساجد حتی غط او نفخ ثم قام یصلی فقلت یا رسول اللہ انک قد نمت قال ان الوضو لا یجب الا علی من نام مضطجعا فانہ اذا اضطجع استرخت مفاصلہ .

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سجدے میں سو گئے ہیں یہاں تک کہ خراٹے کی آواز آئی پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے، میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ تو سو گئے تھے فرمایا کہ وضو اس پر واجب ہوتا ہے جو لیٹ کر سو جائے کیوں کہ جب لیٹے گا تو اس کے جوڑ ڈھیلے پڑ جائیں گے۔ (مولف)

امام احمد کے لفظ یہ ہیں

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لیس علی من نام ساجدا وضوء حتی یضطجع فانہ اذا اضطجع استرخت مفاصلہ .

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر وضو واجب نہیں جو سجدے میں سو جائے یہاں تک کہ لیٹے کیوں کہ جب لیٹے گا تو اس کے مفاصل ڈھیلے پڑ جائیں گے۔ (مولف)

(فتاویٰ رضویہ ج ۱، ص ۸۵ ۔ نبہ القوم)

قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان عینی تنامان و لا ینام قلبی . رواہ الشیخان عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا .

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا۔ اسے بخاری و مسلم نے حضرت صدیقہ سے روایت کیا۔ (مولف)

افکارِ صالحہ اور متواتر وحی والہام اور معارف الٰہیہ کی وجہ سے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قلب مبارک نہیں سوتا ہے۔

صحیحین میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے :

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الانبیاء تنام اعینھم و لا تنام قلوبھم .

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی آنکھیں سوتی ہیں اور ان کے دل کبھی نہیں سوتے ہیں۔ (مولف)

حدیث الصحاح انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نام حتی نفخ فاتاہ بلال فاذنہ بالصلاۃ فقام و صلی و لم یتوضأ.

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سو گئے یہاں تک کہ سانس چلنے کی آواز آنے لگی تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور نماز کا وقت ہو جانے کی خبر گوش گزار کی تو حضور نے اٹھ کر نماز پڑھائی اور وضو نہیں فرمایا۔ (مولف)

فائدہ

بعض نواقض وضو انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے لیے یوں ناقض نہیں کہ ان کا وقوع ہی ان سے محال ہے جیسے جنون یا نماز میں قہقہہ۔

نیند کے سوا باقی اور نواقض سے بھی انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا وضو جاتا ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔

علامہ قہستانی وغیرہ نے فرمایا انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا وضو کسی طرح نہیں جاتا۔

اور امام احمد رضا بریلوی کی تحقیق یہ ہے کہ نواقض حکمیہ مثل خواب وغشی سے نہیں جاتا، اور نواقض حقیقیہ مثل بول وغیرہ سے ان کی عظمت شان کے سبب جاتا رہتا ہے۔

غشی بھی انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے جسم پر طاری ہو سکتی ہے دل مبارک اس حالت میں بھی بیدار وخبردار رہتا ہے۔

انتباہ

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضلات شریفہ مثل پیشاب وغیرہ سب طیب طاہر تھے۔

جن کا کھانا پینا ہمیں حلال و باعث شفا و سعادت مگر حضور کی عظمت شان کے سبب حضور کے حق میں حکم نجاست رکھتے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ا،ص ۹۱، ۹۲، ۹۳ ۔نبہ القوم)

اعضائے وضو کا مکرر دھونا

احادیث سے ثابت ہے کہ وضو میں عادت کریمہ تثلیث تھی یعنی ہر عضو تین بار دھونا اور کبھی دو دو بار بھی اعضائے وضو دھوئے۔

بخاری عبداللہ بن زید سے اور ابوداؤ دو ترمذی بسند صحیح اور ابن حبان ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم توضأ مرتین مرتین .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعضائے وضو دو دو بار دھوئے۔ (مولف)

اور کبھی ایک ہی بار دھونے پر قناعت فرمائی

بخاری و دارمی و ابوداؤد و نسائی و طحاوی و ابن خزیمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی

قال توضأ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرۃ مرۃ .

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعضائے وضو ایک ایک بار دھوئے۔ (مولف)

اسی کے مثل طحاوی عبداللہ بن عمر اور امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔

قال رایت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم توضأ مرۃ مرۃ .

نیز امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وضو میں اعضاء کو ایک ایک بار دھوتے دیکھا ہے۔ (مولف)

و عن ابی رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم توضأ ثلثا ثلثا و رأیتہ غسل مرۃ مرۃ.

حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اعضائے وضو تین تین بار اور ایک ایک بار دھوتے دیکھا ہے۔ (مولف) (فتاویٰ رضویہ ج۱، ص۱۴۰۔ بارق النور)

عبدالرزاق مصنف میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی

انہ توضأ فغسل کل عضو منہ غسلۃ واحدۃ ثم ذکر ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یفعلہ .

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے وضو فرمایا تو ہر عضو کو ایک ایک مرتبہ دھویا پھر فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسا ہی کرتے تھے۔ (مولف)

سعید بن منصور سنن میں اس لفظ سے راوی

توضأ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فادخل یدہ فی الاناء فمضمض و استنشق مرۃ واحدۃ ثم ادخل یدہ فصب علی وجہہ مرۃ وصب علی یدیہ مرۃ و مسح براسہ و اذنیہ مرۃ ثم اخذ ملاء کفہ من ماء فرش علی قدمیہ و ھو منتعل .

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وضو فرماتے وقت دست اقدس برتن میں داخل فرمایا اور ایک ایک مرتبہ کلی کی اور ناک میں پانی پہنچایا پھر دست اقدس داخل فرما کر چہرۂ مبارک پر ایک بار بہایا اور ایک ایک بار ہاتھ پر اور سر اور کانوں کا مسح ایک ایک بار فرمایا پھر ایک لپ پانی لے کر قدموں پر چھڑکا کہ

پیروں میں موزے تھے۔یعنی خف پر مسح فرمایا یا پیروں کو دھویا۔ (مولف)

روی البخاری قال حدثنا محمد بن یوسف حدثنا سفین عن زید بلفظ توضأ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرۃ مرۃ .

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ایک بار اعضائے وضو دھوئے۔ (مولف)

ابوداؤد وامام طحاوی زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی

الا اخبرکم بوضوء رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتوضا مرۃ مرۃ . و بمعناہ لفظ الطحاوی .

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر عضو کو ایک ایک بار دھویا۔طحاوی کے لفظ اسی کے مثل ہیں۔ (مولف)

نسائی بطریق ابن عجلان راوی

غسل وجھہ و غسل یدیہ مرۃ مرۃ و مسح براسہ و اذنیہ مرۃ الحدیث.

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چہرہ اور ہاتھوں کو ایک ایک مرتبہ دھویا اور سر اور کانوں کا مسح ایک مرتبہ فرمایا۔(مولف) (فتاویٰ رضویہ ج۱،ص۱۶۴۔بارق النور)

دارقطنی غرائب مالک میں زید بن ثابت وابوہریرہ دونوں سے راوی

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم توضأ مرۃ مرۃ و قال ھذا وضوء لا یقبل اللہ صلاۃ الا بہ .

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعضائے وضو ایک ایک بار دھو کر فرمایا کہ یہ وضو ہے کہ جس

کے بغیر نماز مقبول نہیں ہوتی۔ (مولف)

امام احمد وابوداؤد وابن خزیمہ وابویعلی وطحاوی وابن حبان اور ضیاء امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے راوی

عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اخذ بکفہ الیمنی قبضۃ من ماء فصبھا علی ناصیۃ فترکھا تستن علی وجھہ ثم غسل ذراعیہ الی المرفقین ثلثا ثلثا الحدیث.

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے داہنے ہاتھ سے ایک لپ پانی لے کر پیشانی پر بہادیا اور چہرہ کو سیراب کیا پھر دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت تین تین بار دھویا۔ (مولف)

(فتاویٰ رضویہ ۱/۱۶۵۔ بارق النور)

رزین نے عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم توضا مرتین مرتین و قال ھو نور علی نور.

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وضو میں اعضائے کریمہ دودو بار دھوئے اور فرمایا یہ نور پر نور ہے۔

رزین کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

الوضوء علی الوضوء نور علیٰ نور.

وضو پر وضو نور پر نور ہے۔

ابوداؤد وترمذی وابن ماجہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم فرماتے ہیں

من توضأ علی طھر کتب له عشر حسنات

جو باوضو، وضو کرے اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جائیں۔

(فتاوی رضویہ ج ا ص ۱۸۶۔ بارق النور)

وضو کے بعد رومالی پر چھینٹا دینا

ابوداؤد و نسائی ابن ماجہ حکم بن سفیان یا سفین بن حکم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی

قال کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم اذا بال توضأ و نضح فرجه .

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب پیشاب فرماتے وضو فرماتے اور شرمگاہ اقدس پر چھینٹا دیتے۔

ابن ماجہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی

قال توضأ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فنضح فرجه .

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وضو فرما کر ستر مبارک پر چھینٹا دیا۔

احمد و ابن ماجہ و دارقطنی و حاکم و حارث بن ابی اسامہ حضرت محبوب ابن المحبوب سیدنا و ابن سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما وہ اپنے والد ماجد حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اتانی جبریل فی اول ما اوحی الی فعلمنی الوضوء و الصلاة فلما فرغ الوضوء

اخذ غرفة من الماء فنضح بها فرجه.

یعنی اول اول جو مجھ پر وحی اتری ہے جبریل امین علیہ الصلاۃ والسلام نے حاضر ہو کر مجھے وضو و نماز کی تعلیم دی جبریل نے وضو خود کر کے دکھایا جب وضو کر چکے ایک چلو پانی لے کر اپنی اس صورت مثالیہ کے موضع شرمگاہ پر چھڑک دیا۔

دار قطنی کے لفظ یہ ہیں۔

علمنی جبریل الوضوء و امرنی ان انضح تحت ثوبی لما یخرج من البول بعد الوضوء.

جبریل امین علیہ الصلاۃ والسلام نے مجھے وضو سکھانے کے بعد بتایا کہ میانی میں چھینٹا دے دوں اس سبب سے کہ جو وضو کے بعد پیشاب میں سے نکلتا ہے۔ (مولف)

ترمذی ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

جاء نی جبریل فقال یا محمد اذا توضأت فانتضح.

جبریل نے حاضر ہو کر مجھ سے عرض کی یا رسول اللہ جب حضور وضو فرمائیں چھینٹا دے لیا کریں۔

جبریل کا اپنی صورت مثالیہ کے ستر پر چھڑکنا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور طریقہ وضو عرض کرنے کے لیے تھا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فعل تعلیم امت کے لیے۔

مرقاۃ میں ہے :

نضح فرجه ای ورش ازاره بقلیل من الماء او سراویله به لدفع الوسوسة تعلیما للامة .

یعنی تہبند یا پائجامہ کی میانی میں تھوڑے سے پانی سے چھینٹا دینا وسوسہ دور کرنے اور امت کی تعلیم کے لیے ہے۔ (مولف)

سیدنا امام محمد کتاب الآثار میں فرماتے ہیں

اخبرنا ابو حنیفة عن حماد عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال اذا وجدت شیئا من البلة فانضحه و ما یلیه من ثوبک بالماء ثم قل هو من الماء.

قال حماد قال سعید بن جبیر انضحه بالماء ثم اذا وجدته فقل هو من الماء.

قال محمد و بهذانا خذ اذا کان کثر ذلک من الانسان و هو قول ابی حنیفة.

یعنی سیدنا امام اعظم حماد بن سلیمان سے وہ سعید بن جبیر سے وہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت فرماتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا تری پاؤ تو شرمگاہ اور وہاں کے کپڑے پر چھینٹا دے لیا کرو پھر شبہ گزرے تو خیال کرو کہ پانی کا اثر ہے۔

امام احمد نے فرمایا کہ ایسا ہی سعید بن جبیر نے مجھ سے فرمایا کہ پانی چھڑک دو اور جب تری پاؤ تو خیال کرو کہ وہ پانی کا اثر ہے۔

امام محمد فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں جب آدمی کو شبہ زیادہ ہوا کرے تو یہی طریقہ برتے اور یہی قول امام اعظم کا ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱، ص ۲۱۳۔ بارق النور)

وضو میں اسراف کی ممانعت

امام احمد و ابن ماجہ و ابو یعلی اور بیہقی شعب الایمان میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امر بسعد و ھو یتوضأ فقال ما ھذا السرف فقال افی الوضو اسراف قال نعم و ان کنت علی نھر جار.

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر گزرے وہ وضو کررہے تھے ارشاد فرمایا۔ یہ اسراف کیسا، عرض کی وضو میں اسراف ہے فرمایا ہاں اگرچہ تم نہر رواں پر ہو۔

سنن ابن ماجہ میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے

رأی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رجلا یتوضا فقال لا تسرف لا تسرف.

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو وضو کرتے دیکھا فرمایا اسراف نہ کر اسراف نہ کر۔

سعید بن منصور سنن اور حاکم کنیٰ اور ابن عساکر تاریخ میں ابن شہاب زہری سے مرسلاً راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو وضو کرتے دیکھا فرمایا۔

یا عبد اللہ لا تسرف.

اللہ کے بندے اسراف نہ کر۔

انھوں نے عرض کی

یا نبی اللہ افی الوضوء اسراف قال نعم (زاد الاخیران) و فی کل شیٔ اسراف.

یارسول اللہ کیا وضو میں بھی اسراف ہے فرمایا ہاں اور ہر شئ میں اسراف کو دخل ہے۔

مرسل یحیٰ بن ابی عمرو میں ہے۔

فی الوضوء اسراف و فی کل شیٔ اسراف .

وضو میں اسراف ہے اور ہر شئی میں اسراف ہے۔

ترمذی و ابن ماجہ و حاکم حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

ان للوضوء شیطانا یقال له الولهان فاتقوا وسواس الماء .

بیشک وضو کے لیے شیطان ہے جس کا نام ولہان ہے تو پانی کے وسواس سے بچو۔

ایک اعرابی کو وضو کی تعلیم

احمد وسعید بن منصور وابن ابی شیبہ وابوداؤد ونسائی وابن ماجہ وطحاوی عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی

ایک اعرابی نے خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر وضو کو پوچھا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں وضو کر کے دکھایا جس میں ہر عضو تین تین بار دھویا پھر فرمایا۔

هكذا الوضو فمن زاد على هذا او نقص فقد اساء و ظلم او ظلم و اساء .

وضو اس طرح ہے جس نے اس پر بڑھایا یا گھٹایا اس نے برا کیا اور حد سے بڑھا اور ظلم کیا۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۱۹۶۔ بارق النور)

نبیذ تمر سے وضو

ذكر ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه في تفسير نبيذ التمر الذى توضأ به رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ليلة الجن فقال تميرات القيتها في الماء .

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نبیذ تمر (جس پانی میں چھوہارا یا کشمش ڈالا جائے) سے لیلۃ الجن میں وضو فرمایا اس نبیذ کے بارے میں ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کچھ چھوہارے تھے جنھیں میں نے پانی میں ڈالا تھا۔ (مولف)

ابن ابی شیبہ کی حدیث میں یہ لفظ ہیں۔

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لہ ھل معک من وضوء قال قلت لا قال فما فی اداوتک قلت نبیذ تمر قال تمرۃ حلوۃ و ماء طیب.

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کیا تمھارے ساتھ وضو کا پانی ہے؟ عرض کی نہیں حضور نے فرمایا تمھارے برتن میں کیا ہے ابن مسعود نے عرض کی نبیذ تمر ہے، فرمایا کھجور شیریں ہے اور پانی پاک ہے۔ (مولف)

فائدہ

صرف نبیذ تمر پائے تو مستحب ہے کہ اس سے وضو بھی کرے اور تیمم بھی کرے کہ بالاتفاق طہارت ہو جائے اور اگر صرف تیمم کیا جب بھی حرج نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج۱، ص۲۵۰ ملتقطاً)

مشرکہ عورت کے برتن سے وضو

بخاری و مسلم حدیث طویل میں عمران بن حصین اور جمیع صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و اصحابہ توضؤوا من مزادۃ امراۃ مشرکۃ

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے ایک مشرکہ عورت کے مشکیزہ کے پانی سے

وضو فرمایا۔

یعنی جب کسی پانی کے ناپاک ہونے کا یقین نہ ہو تو اس سے وضو جائز ہے۔ (مولف)

امام شافعی و عبدالرزاق زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی

ان عمر رضی الله تعالیٰ عنه توضأ من ماء فی جرة النصرانية .

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک نصرانیہ عورت کے گھڑے کے پانی سے وضو فرمایا۔ (مولف)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۱۰۵۔ الاحلی من السکر)

وضو کے بعد رومال سے پانی پونچھنا

جامع ترمذی میں ام المومنین صدیقہ بنت الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے۔

قالت كان لرسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم خرقة يتنشف بها بعد الوضو.

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک رومال رکھتے کہ وضو کے بعد اس سے اعضائے منور صاف فرماتے۔

نیز جامع ترمذی میں معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔

قال رايت النبی صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اذا توضأ مسح وجهه بطرف ثوبه .

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب وضو فرماتے اپنے آنچل سے روئے مبارک صاف کرتے۔

سنن ابن ماجہ میں سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔

ان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم توضأ فقلب جبة صوف كانت عليه فمسح بها وجهه .

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وضوفرما کر اونی کرتا کہ زیب بدن اقدس تھا الٹ کر اس سے چہرۂ انور پونچھا۔

تمام فوائد میں ابن عساکر کی تاریخ میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی

عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم من توضأ فمسح بثوب نظيف فلا باس به و من لم يفعل فهو افضل لان الوضوء يوزن يوم القيمة مع سائر الاعمال .

یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو وضو کر کے پاکیزہ کپڑے سے بدن پونچھ لے تو کچھ حرج نہیں جو ایسا نہ کرے تو بہتر ہے اس لیے کہ قیامت کے دن آب وضو بھی سب اعمال کے ساتھ تولا جائے گا۔

عن انس رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالیٰ علیه وسلم لا باس بالمنديل بعد الوضوء.

یعنی انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وضو کے بعد رومال میں کچھ حرج نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱، ص ۲۵۔۲۶۔ تنویر القندیل)

بقیۂ وضو کھڑے ہو کر پینا

وضو کا بچا ہوا پانی پینے کے بارے میں امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں :

بقیۂ وضو کے لیے شرعاً عظمت و احترام ہے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت کہ حضور نے وضو فرما کر بقیہ آب کو کھڑے ہو کر نوش فرمایا۔

اور ایک حدیث میں روایت کیا گیا کہ اس کا پینا ستر مرض سے شفا ہے۔

جامع ترمذی میں سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ انھوں نے کھڑے ہو کر بقیہ وضو پیا پھر فرمایا

احببت ان اریکم کیف کان طہور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

میں نے چاہا کہ تمھیں دکھا دوں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طریقۂ وضو کیوں کر تھا۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۱۶۳، ۱۶۲)

وضو میں ریش مبارک کا خلال

طبرانی ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، لیکن نصب الرایہ کے لفظ یہ ہیں

كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اذا توضأ تمضمض و استنشق و ادخل اصابعه من تحت لحيته فخللها۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب وضو فرماتے تو کلی فرماتے، ناک میں پانی چڑھاتے اور انگشتان مبارک داڑھی کے نیچے سے داخل کر کے داڑھی کا خلال فرماتے تھے۔ (مولف)

(فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۱۴۷، بیرون انور)

وضو میں پانی کی مقدار

صحیح مسلم و مسند احمد و جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ و شرح معانی الآثار امام طحاوی میں حضرت سفینہ

اور مسند احمد و سنن ابی داؤد و ابن ماجہ و طحاوی میں بسند صحیح حضرت جابر بن عبداللہ، نیز انھیں کتب میں بطریق کثیرہ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے۔

كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يتوضأ بالمد و يغتسل بالصاع

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مد سے وضو اور ایک صاع سے غسل فرماتے۔

اکثر احادیث اسی طرف ہیں اور انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث امام طحاوی کے یہاں یوں ہے۔

كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يتوضأ من مد فيسبغ الوضوء و عسى ان يفضل منه ، الحديث.

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مد سے تمام و کمال وضو وسعت و فراغت کے ساتھ فرما لیتے اور قریب تھا کہ کچھ پانی بچ بھی رہتا۔

اور ابو یعلی و طبرانی و بیہقی نے ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسند ضعیف روایت کیا۔

ان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم توضأ بنصف مد.

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نصف مد سے وضو فرمایا۔

سنن ابی داؤد و نسائی میں ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے۔

ان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم توضأ فاتى باناء فيه ماء قدر ثلثي المد

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وضو فرمانا چاہا تو ایک برتن حاضر لایا گیا جس میں دو تہائی مد کے قدر پانی تھا۔

نسائی کے لفظ یہ ہیں۔

فاتی بماء فی اناء قدر ثلثی المد.

ایک برتن میں کہ دو ثلث مد کے قدر تھا پانی حاضر کیا گیا۔

ابن خزیمہ و ابن حبان و حاکم کی صحاح میں عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔

انہ رأی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم توضأ بثلث مد .

انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک تہائی مد سے وضو فرمایا۔

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں

غالبًا جب ایک ایک بار اعضائے کریمہ دھوئے تہائی مد پانی خرچ ہوا اور دو دو بار میں دو تہائی اور تین تین بار دھونے میں پورا مد خرچ ہوتا تھا۔

شرح المواہب اور ابوداؤد میں ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے۔

انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم توضأ بثلثی مد .

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو تہائی مد پانی سے وضو فرمایا۔ (مولف)

بالجملہ وضو میں کم سے کم تہائی مد اور زیادہ سے زیادہ ایک مد کی حدیثیں آئی ہیں اور حدیث ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

وضأت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی اناء نحوا من ھذا الاناء و ھی تشیر الی رکوۃ تاخذ مدا او مدا او ثلثا . رواہ سعید بن منصور فی سننہ .

و فی لفظ بعضھم یکون مدا او مدا او ربعا ، و اصل الحدیث عنھا فی السنن الاربعۃ .

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس برتن سے وضو فرمایا جس میں ایک مد یا سوا مد، اور دوسری روایت میں ہے ایک مد یا تہائی مد پانی تھا۔ اسے سعید بن منصور نے سنن میں روایت کیا اور اصل حدیث سنن اربعہ میں ہے۔

صحیحین و سنن ابی داؤد و نسائی و طحاوی میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث یوں ہے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یتوضأ بمکوک و یغتسل بخمسة مکاکی.

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مکوک سے وضو اور پانچ سے غسل فرماتے۔

مکوک تین کیلہ ہے اور کیلہ نصف صاع، تو مکوک ڈیڑھ صاع ہوا، جیسا کہ صحاح و قاموس وغیرہما میں اور بھی دوسرے اقوال ہیں۔

اور ایک صاع کو بھی کہتے ہیں، بعض علماء نے حدیث میں یہی مراد لی تو وضو کے لیے چار مد ہو جائیں گے مگر راجح یہ ہے کہ یہاں مکوک سے مد مراد ہے جیسا کہ خود انھیں کی دیگر روایات میں تصریح ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۱۳۹، ۱۴۰۔ بارق النور)

ابن ماجہ سنن میں حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یجزی من الوضوء مد و من الغسل صاع.

وضو میں ایک مد، غسل میں ایک صاع کافی ہے۔

احمد و انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

یکفی احدکم مد من الوضوء

تم میں ایک شخص کو وضو کو ایک مد بہت ہے۔

ابونعیم معرفۃ الصحابۃ میں ام سعد بنت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

الوضو مد و الغسل صاع.

وضو ایک مد اور غسل ایک صاع ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱، ص ۱۴۳۔ بارق النور)

حضرت انس کی حدیث میں ہے

کان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یتوضأ بالمد و یغتسل بالصاع

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مد سے وضو اور ایک صاع سے غسل فرماتے تھے۔ (مولف)

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یتوضأ برطلین و یغتسل بالصاع رواہ الامام الطحاوی.

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو رطل سے وضو اور ایک صاع سے غسل فرماتے تھے۔ یہ حدیث امام طحاوی نے روایت کی۔ (مولف)

امام طحاوی انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی

قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یتوضأ بالمد و هو رطلان.

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مد سے وضو فرماتے تھے اور مد دو رطل ہے۔ (مولف)

(فتاویٰ رضویہ ج ۱، ص ۱۴۳، ۱۴۴۔ بارق النور)

بخاری و نسائی و ابوبکر بن ابی شیبہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی

انه توضأ فغسل وجهه اخذ غرفة من ماء فتمضمض بها و استنشق ثم اخذ غرفة من ماء فجعل بها هكذا اضافها الى يده الاخرى فغسل بها وجهه ثم اخذ غرفة من ماء فغسل بها يده اليمنى ثم اخذ غرفة من ماء فغسل بها يده اليسرىٰ ثم مسح براسه ثم اخذ غرفة من ماء فرش على رجله اليمنى حتى غسلها ثم اخذ غرفة اخرى فغسل بها رجله اليسرى ثم قال هكذا ا رأيت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يتوضأ.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے وضو فرمایا تو چہرہ کو دھویا، ایک چلو پانی لے کر اس سے کلی کی اور ناک میں چڑھایا پھر ایک چلو پانی لے کر اسی طرح کر کے دوسرے ہاتھ کے ساتھ ملا کر (یعنی دونوں ہاتھوں کے لپ سے) چہرہ دھویا، پھر ایک چلو سے داہنے ہاتھ کو دھویا پھر ایک چلو سے بائیں ہاتھ کو پھر سر کا مسح کیا اس کے بعد ایک چلو لے کر داہنے پیر پر چھڑکنے لگے یہاں تک کہ اس کو دھولیا پھر دوسرے چلو پانی سے بائیں پیر کو دھویا اور کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو فرماتے ہوئے دیکھا ہے۔ (مولف)

ائمہ ستہ زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روای

ان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مضمض و استنشق من غرفة واحدة.

بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک چلو پانی سے کلی فرمائی اور ناک میں چڑھایا۔

(مولف)

نسائی زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی

و فيه رأيت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم توضأ فغسل يديه ثم

مضمض و استنشق من غرفة واحدة . الحديث.

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وضو کے لیے ہاتھوں کو دھویا پھر ایک چلو پانی سے کلی فرمائی اور ناک میں چڑھایا۔(مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۱،ص ۱۶۳۔ بارق النور)

ابوداؤد وامام طحاوی امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی

عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم و فیه ثم ادخل یدیه جمیعا فاخذ حفنة من ماء فضرب بها علی رجله و فیها النعل فغسلها بها ثم الاخری مثل ذلک .

یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھوں سے پانی لے کر ایک پیر پر ڈال کر اسے دھویا اور اس میں نعل مقدس تھی پھر دوسرے میں بھی اسی طرح کیا۔ (مولف)

و لفظ الطحاوی ثم اخذ بیدیه جمیعًا حفنة من ماء فصک بها علی قدمه الیمنی و الیسری کذلک .

طحاوی کے لفظ یہ ہیں کہ دونوں ہاتھوں سے ایک لپ پانی لے کر داہنے قدم اقدس پر ڈالا اور اسی طرح بائیں پر بھی بہایا۔ (مولف)

ابن ماجہ زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی

و فیه رایت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم توضأ غرفة غرفة

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ایک چلو پانی سے وضو فرمایا۔ (مولف)

ابن عساکر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم توضأ غرفة غرفة و قال لا یقبل اللہ صلاة

الا به .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ایک چلو پانی سے وضو فرمایا اور فرمایا کہ اس کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی۔ (مولف)

ابن عباس اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی حدیث میں ہے۔

عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ادخل يده اليمنى فافرغ بها على الاخرى ثم غسل كفيه ثم تمضمض و استنثر ثم ادخل يده فى الاناء جميعا فاخذ بهما حفنة من ماء فضرب بها على وجهه ثم الثانية ثم الثالثة مثل ذلك .

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دست راست (ٹب وغیرہ کسی بڑے برتن میں) داخل فرمایا تو اس سے دوسرے ہاتھ پر پانی ڈالا پھر دونوں ہتھیلیوں کو دھویا پھر کلی فرمائی اور ناک میں پانی چڑھایا پھر دونوں ہاتھ ایک ساتھ برتن میں داخل فرما کر ایک لپ پانی لیا اور اسے چہرۂ اقدس پر بہایا اس کے بعد دوسری اور تیسری بار ایسا ہی کیا۔ (مولف)

و رواه الطحاوى مختصرا فقال اخذ حفنة من ماء بيديه جميعا فصك بهما وجهه ثم الثانية مثل ذلك ثم الثالثة .

امام طحاوی نے مختصراً اسی طرح روایت کیا کہ دونوں ہاتھوں سے ایک ساتھ ایک لپ پانی لیا اور چہرے پر بہایا پھر دوسری اور تیسری بار ایسا ہی کیا۔ (مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۱، ص ۱۶۵۔ بارق النور)

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں

مسلمانوں کا اجماع ہے کہ وضو و غسل میں پانی کی کوئی مقدار خاص لازم نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱، ص ۱۵۷۔ بارق النور)

غسل شریف

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غسل سے پہلے شروع میں وضو کرتے اور اس میں سر کے مسح کے بارے میں دو روایتیں ہیں لیکن افضل یہی ہے کہ وضو کامل کرے جیسا کہ غیر حالت غسل میں کیا جاتا ہے، اور امام مالک کے نزدیک غسل کے وضو میں مسح نہ کرے بلکہ اس میں سر کا غسل کافی ہے اور دونوں پاؤں پہلے دھولے، اور اس کی تاخیر میں بھی دو روایتیں ہیں اکثر کے نزدیک یہی ہے کہ تاخیر کرے اور بعض روایتوں میں آیا ہے کہ تقدیم کرے۔

اور علماء فرماتے ہیں کہ یہ تاخیر اس صورت میں ہو جب کہ غسل کی جگہ پاک وصاف نہ ہو۔ اور تقدیم فرمانا، لطافت اور آپ کی عادت شریفہ کی تقدیر پر تھی کہ وضو کے بعد انگلیوں کو پانی میں ڈالتے اور اس سے بالوں کی جڑوں میں خلال کرتے، اس کے بعد تین چلو پانی دونوں ہاتھوں پر ڈالتے اس کے بعد تمام بدن پر پانی بہاتے تھے۔

بالوں کی جڑوں میں خلال کرنے سے مراد، سر کے بال ہیں جیسا کہ حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ اور بعض داڑھی کے بال بھی مراد لیتے ہیں۔ یا اس بناء پر کہ بالوں کی جڑیں، مطلق آیا ہے اس سے داڑھی اور سر کے بال دونوں قیاس کرتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ داڑھی میں خلال کرنا واجب نہیں ہے مگر یہ کہ بالوں میں کوئی چیز ملی ہو جو کہ بالوں کی جڑوں میں پانی پہنچنے سے مانع ہو۔ غسل کے بعد وضو کرنا کوئی چیز نہیں بلکہ خلاف سنت ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب جنبی ہوتے اور خواب استراحت فرمانے کا ارادہ فرماتے تو وضوئے نماز کی مانند وضو کرتے اور خواب فرماتے۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ یہ نیند کی طہارت ہے اس شخص کے لیے جو جنبی ہو اور سونے کا ارادہ کرے تو وہ وضو کر کے طہارت کے ساتھ نیند میں جائے۔

اور بعض تیمم کو بھی وضو کا قائم مقام رکھتے ہیں۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک حدیث بھی روایت کرتے ہیں۔

اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ہی غسل کے ساتھ کبھی اپنی ازواج مطہرات پر دورہ فرماتے اور کبھی جدا جدا غسل کر کے۔

غسل کے بعد رومال یا تولیہ سے پانی پونچھنا

غسل کے بعد رومال و تولیہ وغیرہ سے بدن کو خشک کرنے میں اختلاف ہے اور حدیث میمونہ میں مروی ہے کہ سیدہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غسل فرمانے کے بعد رومال پیش کرتیں تا کہ اس سے بدن مبارک خشک فرمالیں مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رومال نہ لیتے۔ اس سے خشک کرنے کی کراہت لازم نہیں آتی کیوں کہ ممکن ہے کہ رومال نہ لینا کسی اور وجہ سے ہو جو کپڑے سے متعلق ہے مثلاً وہ ریشم کا ہو یا میلا ہو یا تواضع فرمائی ہو۔

بعض کہتے ہیں کہ گرمیوں میں مکروہ ہے اور سردیوں میں مباح ہے اور ہاتھ سے پانی نچوڑنا مکروہ نہیں ہے۔ (مولف) (مدارج النبوۃ جلد اول)

حضور کا غسل اقدس

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غسل اقدس اور اس سے متعلقہ چیزوں کے بارے میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں :

فی التبیین اغتسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و غسل رأسہ بالخطمی و ھو جنب و اکتفی بہ و لم یصب علیہ الماء .

تبیین میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غسل جنابت فرمایا اور سر اقدس صرف خطمی سے دھویا اور پانی نہیں ڈالا۔ (مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۱، ص ۴۴۸۔ النور والنورق)

اغتسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم الفتح من قصعة فیھا اثر العجین .

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ایک ایسے پیالے سے غسل فرمایا جس میں خمیر کا اثر تھا۔ (مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۱، ص ۴۴۲۔ النور والنورق)

حدیث مسلم، **ان میمونة قالت اغتسلت من جفنة فیھا فضلة فجاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یغتسل فقلت انی قد اغتسلت منہ فقال الماء لیس علیہ جنابة.**

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ میں نے ایک ٹب سے غسل کیا اس میں کچھ پانی بچ رہا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور غسل فرمانے لگے، میں نے کہا کہ میں نے اس سے غسل کیا ہے حضور نے فرمایا پانی میں کوئی ناپاکی نہیں آگئی۔ (مولف)

(فتاویٰ رضویہ ج ۱، ص ۴۱۳۔ النور والنورق)

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یغتسل ھو و عائشة من اناء واحد یتنازعان الغسل جمیعا.

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک ہی برتن سے غسل فرماتے تھے اور دونوں غسل میں تنازع کرتے یعنی غسل سے متعلق بات کرتے تھے۔ (مولف)

(فتاویٰ رضویہ ج ۱، ص ۲۷۱۔ النمیقة الانقی)

اغتسل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بماء فیہ اثر العجین .

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے پانی سے غسل فرمایا جس میں خمیر کا اثر تھا۔ (مولف)

(فتاوی رضویہ ج ا ص ۵۱۰۔ النور والنورق)

نماز میں جنابت یاد آئی

صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے

قال اقیمت الصلاۃ و عدلت الصفوف فخرج الینا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلما قام فی مصلاہ ذکر انہ جنب فقال لنا مکانکم ثم رجع فاغتسل ثم خرج الینا و رأسہ یقطر فکبر فصلینا معہ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جماعت قائم ہوئی اور صفیں برابر کی گئیں پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لاکر جب مصلّی پر کھڑے ہوئے تو خیال آیا کہ جنب ہیں فرمایا اپنی اپنی جگہ رکے رہو، پھر واپس گئے اور غسل فرما کر تشریف لائے تو سر اقدس سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے پھر تکبیر کہی اور ہم نے آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ (مولف) (فتاوی رضویہ ج ا ص ۶۳۸۔ حسن التعمم)

حاجت غسل میں کھانا تناول فرمانا

امام طحاوی شرح معانی الآثار میں مالک بن عبادۃ غافقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ انھوں نے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حاجت غسل میں کھانا تناول فرمایا انھوں نے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے اس کا ذکر کیا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اعتبار نہ آیا انھیں کھینچتے ہوئے بارگاہ انور میں حاضر لائے اور عرض کی یا رسول اللہ یہ کہتے ہیں کہ حضور نے بحال جنابت کھانا تناول کیا، فرمایا۔

نعم اذا توضأت اکلت و شربت و لکنی لا اصلی و لا اقرأ حتی اغتسل .

ہاں جب میں وضو فرمالوں تو کھاتا پیتا ہوں مگر نماز و قرآن بے نہائے نہیں پڑھتا۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱، ص ۲۲۰)

دھوپ کا گرم شدہ پانی

دار قطنی و ابو نعیم حضرت صدیقہ سے راوی

انہا سخنت للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ماء فی الشمس فقال لا تفعلی یا حمیرا فانہ یورث البرص.

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے دھوپ میں پانی گرم کیا تو حضور نے فرمایا کہ اے حمیرا ایسا نہ کرو کہ وہ برص لاتا ہے۔ (مولف)

دار قطنی اور شافعی عمر فاروق سے موقوفاً راوی

لا تغتسلوا بالماء المشمس فانہ یورث البرص.

امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ دھوپ کے گرم شدہ پانی سے غسل نہ کرو کہ وہ برص لاتا ہے۔ (مولف)

(فتاویٰ رضویہ ج ۱، ص ۴۱۲۔ النور و النورق)

غسل عیدین

ابن ماجہ کی روایت میں ہے کان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یغتسل یوم العیدین.

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عیدین کے دن غسل فرمایا کرتے تھے۔ (مولف)

فاکہہ بن سعد صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے

انه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کان یغتسل یوم عرفة و یوم النحر و یوم الفطر.

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روز عرفہ اور عیدین کے دن غسل فرمایا کرتے تھے۔ (مولف)

(فتاویٰ رضویہ ج ۱، ص ۱۱۔ الجود الحلو)

غسل میں پانی کی مقدار

صحیحین میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔

کان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یغتسل بالصاع الی خمسة امداد و یتوضأ بالمد.

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک صاع سے پانچ مد پانی تک سے نہاتے اور ایک مد پانی سے وضو فرماتے۔

صحیح مسلم میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے۔

انها کانت تغتسل هی و النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی اناء واحد یسع ثلثة امداد او قریبا من ذلک.

وہ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک برتن میں کہ تین مد یا اس کے قریب کی گنجائش رکھتا، نہالیتے۔

اس کے ایک معنی یہ ہوتے ہیں کہ دونوں کا غسل اسی تین مد پانی سے ہوجاتا تو ایک غسل کو ڈیڑھ ہی مد رہا مگر علماء نے اسے بعید جان کر تین توجیہیں فرمائیں۔

اول : یہ کہ یہ ہر ایک کے جداگانہ غسل کا بیان ہے کہ حضور اسی ایک برتن سے جو تین مد کی قدر تھا غسل فرما لیتے۔

دوم : یہاں مد سے صاع مراد ہے۔

اقول، یہ اس کا محتاج ہے کہ مد بمعنی صاع زبان عرب میں آتا ہو اور اس میں سخت تامل ہے۔

سوم : یہ کہ حدیث میں زیادہ کا انکار نہیں حضور و ام المومنین معاً تین مد سے نہائے ہوں اور جب پانی ہو چکا ہو اور زیادہ فرما لیا ہو۔

اقول، یہ بھی بعید ہے کہ اس تقدیر پر ذکر مقدار عبث و بیکار ہوا جاتا ہے تو قریب تر وہی توجیہ اول ہے۔

موطائے مالک و صحیح مسلم و سنن ابی داؤد میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے۔

ان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يغتسل من اناء واحد و هو الفرق من الجنابة .

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک فرق سے غسل فرماتے۔

فرق میں اختلاف ہے اکثر تین صاع کہتے ہیں اور بعض دو صاع۔

یہی حدیث صحیح بخاری میں یوں ہے۔

كنت اغتسل انا و النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من اناء واحد من قدح يقال له الفرق.

میں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک برتن سے نہاتے وہ ایک قدح تھا جسے فرق کہتے۔

مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یغتسل فی القدح و ھو الفرق و کنت اغتسل انا و ھو فی الاناء الواحد ، و لفظ سفیان من اناء واحد.

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک برتن سے غسل فرماتے جسے فرق کہتے ہیں، اور ہم دونوں ایک ہی برتن میں غسل کرتے تھے۔ (مولف)

امام احمد و ابو بکر بن ابی شیبہ و عبد بن حمید و اثرم و حاکم و بیہقی جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

یجزی من الغسل الصاع و من الوضو المد .

غسل میں ایک صاع اور وضو میں ایک مد کفایت کرتا ہے۔

ابن ماجہ سنن میں حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

یجزی من الوضو مد و من الغسل صاع.

وضو میں ایک مد غسل میں ایک صاع کافی ہے۔

حدیث میں ہے **کنت اغتسل انا و رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من اناء واحد تختلف ایدینا فیہ من الجنابۃ . رواہ الشیخان .**

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک برتن

سے غسل جنابت کرتے جس میں ہم دونوں کے ہاتھ بار بار پڑتے۔ امام بخاری و مسلم نے اسے روایت کیا۔

(مولف)

و فی اخری لمسلم من اناء بینی و بینہ واحد فیبادر نی حتی اقول دع لی

یعنی میں اور حضور دونوں ایک ایسے برتن سے غسل کرتے جو میرے اور حضور کے بیچ میں رہتا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سبقت فرماتے یہاں تک کہ میں کہتی کہ میرے لیے چھوڑ دیجیے۔

(مولف)

و للنسائی من اناء واحد یبادر نی و ابادرہ حتی یقول دع لی و انا اقول دع لی.

اور نسائی میں ہے کہ ایک ہی برتن میں حضور مجھ پر سبقت فرماتے اور میں حضور پر، یہاں تک کہ فرماتے میرے لیے چھوڑ دو اور میں کہتی میرے لیے چھوڑ دیجیے۔ (مولف)

(فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۲۔ بارق النور)

ابو جعفر کی حدیث ابو اسحاق سے مروی ہے

انہ کان عند جابر بن عبد اللہ ھو و ابوہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم و عندہ قوم فسالوہ عن الغسل فقال یکفیک صاع فقال رجل ما یکفینی فقال جابر یکفی من ھو اوفی منک شعرا و خیرا منک ثم امنافی ثوب.

حضرت ابو جعفر اور ان کے والد، حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس تھے اور ان کے پاس اور دوسرے لوگ بھی تھے لوگوں نے حضرت جابر سے غسل کے بارے میں پوچھا فرمایا کہ تمھیں

ایک صاع پانی کافی ہے تو ایک شخص نے کہا کہ مجھ کو کفایت نہیں کرتا ہے حضرت جابر نے فرمایا کہ اتنا پانی ان کو کافی ہوتا تھا جو تم سے زیادہ زلف والے اور تم سے بہتر تھے۔ یعنی حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پھر آپ نے ایک کپڑے میں ہماری امامت فرمائی۔ (مولف)

حسن بن محمد کی حدیث صحیحین میں ابوجعفر سے اس طرح ہے

قال لی جابر اتانی ابن عمک یعرض بالحسن بن محمد بن الحنفیة قال کیف الغسل من الجنابة فقلت کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یاخذ ثلث اکف فیفیضها علی راسه ثم یفیض علی سائر جسده فقال لی الحسن انی رجل کثیر الشعر فقلت کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر منک شعرا هذا لفظ خ.

حضرت ابوجعفر سے مروی ہے کہ جابر نے مجھ سے کہا کہ میرے پاس آپ کے چچا کے لڑکے آئے ان کی مراد حسن بن محمد بن حنفیہ سے تھی اور پوچھا کہ جنابت کا غسل کس طرح کیا جائے میں نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین لپ پانی لے کر سر مبارک پر بہاتے پھر پورے جسم اطہر پر تو حسن نے مجھ سے کہا کہ میں زیادہ بال والا مرد ہوں تو میں نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم سے زیادہ زلف والے تھے۔ (مولف)

یہ لفظ بخاری کے ہیں۔

مسلم کی روایت میں ہے۔

قال جابر فقلت له یا ابن اخی کان شعر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر من شعرک و اطیب.

اس روایت میں یہ ہے کہ جابر نے کہا اے بھتیجے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک تم سے کثیر اور عمدہ تھے۔ (مولف)

نسائی ابوجعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی

قال تمارينا في الغسل عند جابر بن عبد الله رضى الله تعالىٰ عنهما فقال جابر يكفى من الغسل من الجنابة صاع من ماء قلنا ما يكفى صاع و لا صاعان قال جابر قد كان يكفى من كان خيرا منكم و اكثر شعرا صلى الله تعالىٰ عليه وسلم .

ابوجعفر نے کہا کہ غسل کے بارے میں باہم جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ہم جھگڑا کر رہے تھے اس پر جابر نے فرمایا کہ غسل جنابت کے لیے ایک صاع پانی کافی ہے ہم نے کہا نہ ایک صاع کافی ہے اور نہ دو صاع، اس پر حضرت جابر نے کہا یہ پانی ان کو کافی ہوتا تھا جو تم سے بہتر اور کثیر بال والے تھے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ (مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۱، ص ۱۶۰، ۱۶۱۔ بارق النور)

بخاری حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی

فيما حكت غسله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ثم يصب على راسه ثلث غرف بيديه .

ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طریقہ غسل میں روایت فرماتی ہیں کہ سر مبارک پر تین لپ پانی ڈالتے تھے۔ (مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۱، ص ۱۶۴۔ بارق النور)

اور خود اپنا فرماتی ہیں لقد كنت اغتسل انا و رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من اناء واحد و ما ازيد على ان افرغ على راسى ثلث افراغات.

میں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک برتن سے نہایا کرتے اور میں اپنے سر پر تین ہی بار پانی ڈالتی یعنی جعد مبارک نہ کھولتیں۔ اسے احمد و مسلم نے روایت کیا۔

بایں ہمہ یہی ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یتوضأ وضوء ہ للصلاۃ ثم یفیض علی راسہ ثلث مرار و نحن نفیض علی رؤسنا خمسا من اجل الضفر.

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کا سا وضو کر کے سر اقدس پر تین بار پانی بہاتے تھے اور ہم بی بیاں سر گندھے ہونے کی وجہ سے اپنے سروں پر پانچ بار پانی بہاتی ہیں۔ اسے ابو داؤد نے روایت کیا۔ (فتاوی رضویہ ج ۱، ص ۱۹۵۔ بارق النور)

غسل کے بعد کپڑے سے بدن پونچھنا

مسلم و نسائی میں ہے۔

عن میمونۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اغتسل اتی بمندیل فلم یمسہ و جعل یقول ھکذا یعنی ینفضہ.

یعنی حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس غسل کے وقت ایک رومال لایا گیا تو حضور نے اس کو نہیں چھوا اور پانی جھاڑنے لگے۔ (مولف)

بطریق عبداللہ بن داؤد ابو داؤد کے لفظ یہ ہیں :

عن الاعمش فناولتہ المندیل فلم یاخذہ و جعل ینفض الماء عن جسدہ.

اعمش سے روایت ہے کہ حضرت میمونہ نے کہا کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رومال دیا تو اس کو حضور نے نہیں لیا اور جسد مبارک سے پانی نچوڑنے لگے۔ (مولف)

(فتاوی رضویہ ج ۱، ص ۲۸۔ تنویر القندیل)

صحیحین کی حدیث میں ام المومنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے۔

انها اتت النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بخرقة بعد الغسل فلم یردها و جعل ینفض الماء بیده .

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہائے یہ کپڑا جسم اقدس صاف کرنے کو حاضر لائیں حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ لیا اور ہاتھ سے پانی پونچھ پونچھ کر جھاڑا۔

کپڑا نہ لینے میں حکمتیں

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں کہ اس سے کراہت ثابت نہیں ہوتی۔

ممکن ہے کہ وہ کپڑا میلا تھا پسند نہ فرمایا۔

ممکن ہے کہ نماز کی جلدی تھی اس لیے نہ لیا

ممکن ہے کہ اپنے رب عزوجل کے حضور تواضع کے لیے ایسا کیا۔

اقول: یعنی رومالوں سے بدن صاف کرنا ارباب تنعم کی عادت ہے اور ہاتھ سے پانی پونچھ ڈالنا مساکین کا طریقہ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تواضعاً طریقۂ مساکین پر اکتفاء فرمایا۔

ممکن ہے کہ وقت گرم تھا اس وقت بقائے تری ہی مطلوب تھی۔

بلکہ ام المومنین کا کپڑا پیش کرنا ظاہراً اسی طرف ناظر کہ ایسا ہوتا تھا مگر اس وقت کسی خاص وجہ سے قبول نہ فرمایا۔

بالجملہ اس قدر میں شک نہیں کہ ترک احیانا دلیل کراہت نہیں ہو سکتا بلکہ وہ تتمۂ دلیل سنیت ہوتا ہے اور احسن تاویلات حدیث وہ ہے جو امام اجل ابراہیم نخعی استاذ الاستاذ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے افادہ فرمائی کہ سلف کرام کپڑے سے پونچھنے میں حرج نہ جانتے مگر اس کی عادت ڈالنا پسند نہ فرماتے کہ

وہ باب ترفہ وتنعم (خوشحالی) سے ہے۔ پھر نفس حدیث میں دلیل جواز موجود کہ ہاتھ سے پانی صاف فرمایا اور صاف کرنے میں جیسا کپڑا ویسا ہاتھ۔

اس لیے وضو یا غسل کے بعد کپڑے سے پانی پونچھنے میں کوئی حرج نہیں ہے وضو کے بعد کپڑے سے پانی خشک کرنے کی روایتیں وضو کے بیان میں گزر چکی ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۲۶، ۲۷۔ تنویر القندیل)

مسواک

مسواک کی فضیلت واستحباب میں بکثرت احادیث مروی ہیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر امت پر دشوار ہونے کا خوف نہ ہوتا تو میں ان پر ہر نماز کے لیے مسواک کو واجب قرار دیتا۔

اور فرمایا مسواک کرنا منھ کی پاکیزگی کا ذریعہ اور موجب رضائے حق سبحانہ وتعالیٰ ہے۔

اور فرمایا جب بھی جبریل علیہ الصلاۃ والسلام آئے تو انھوں نے مجھے مسواک کرنے کا حکم سنایا، بلاشبہ میں ڈرا کہ اپنے منھ کو گھسوں اور پست کروں۔

اور حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسواک کرنا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر واجب تھا، لیکن اس حدیث کی صحت میں کلام ہے اور خصائص دلیل صحیح ہی سے ثابت ہوتے ہیں۔

طبرانی اور بیہقی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں ہیں جو مجھ پر تو فرض ہیں لیکن امتی کے لیے سنت ہیں۔ وتر، مسواک، اور قیام لیل (نماز تہجد)

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے مسواک کا حکم دیا گیا ہے یہاں تک کہ میں ڈرا کہ کہیں مجھ پر فرض نہ کر دیا گیا ہو۔ یہ حدیث عدم وجوب میں صریح ہے لیکن اس سے پہلی حدیث میں وجوب واقع ہوا ہے لیکن امت پر اجماع یہ ہے کہ یہ واجب نہیں ہے بلکہ سنت موکدہ ہے وضو کے وقت باتفاق اور امام شافعی کے نزدیک بوقت نماز اور خواب سے اٹھنے کے بعد۔

جیسا کہ صحیحین میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب رات کے وقت خواب سے اٹھتے تو مسواک کو ملتے اور دہن مبارک کو پاکیزہ تر بناتے تھے۔

اور ظاہر ہے کہ قیام لیل سے مراد نماز (تہجد) کے لیے قیام کرنا ہے، لہٰذا مسواک سے مراد نماز کے وضو کے لیے ہے اور وضو کا تعلق خواب سے اٹھنے کے وقت سے ہے نہ کہ نماز شب کے لیے، یہ علیحدہ سنت ہے۔

اور قراءت قرآن اور سونے کا ارادہ کرتے وقت بھی مسواک کرتے تھے اور تغیر غم کے وقت (خواہ تغیر منہ کی بدبو کا ہو یا دانتوں کی رنگت کا تغیر) اور گھر میں داخل ہونے کے وقت بھی مسواک کرتے تھے۔

چنانچہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شانۂ اقدس میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلا کام جو کرتے وہ مسواک کرنا ہوتا تھا۔

اور ظاہر ہے کہ ایسا وضو اور نماز کے وقت بھی کرتے تھے۔ کذا قیل۔ اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسواک میں خوب مبالغہ کرتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسواک کرتے تھے چنانچہ آپ کے دہن مبارک سے اع اع کی مانند آواز نکلتی تھی۔ گویا کہ قے کرتے ہیں۔ اور ایک روایت میں غین سے اغ اغ آیا ہے۔ اور نسائی کی روایت میں اعا اعا آیا ہے۔ ابوداؤد کی رواجت میں آہ آہ اور بعض روایتوں میں اخ اخ آیا ہے۔

مستحب ہے کہ مسواک درخت اراک کی ہو اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود بھی اسی سے کرتے اور اسی سے کرنے کا حکم بھی فرماتے تھے اور انگلی سے مسواک کرنا بھی کافی ہے خواہ اپنی انگلی سے ہو یا دوسرے کی انگلی سے، اور اگر سخت درشت کپڑے سے ہو تب بھی کافی ہے۔ اور شوافع جو ہر نماز کے لیے کرتے ہیں زیادہ تر ایسے ہی کپڑے سے کرتے ہیں۔

ابو نعیم اور بیہقی روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دانتوں کی عرض پر مسواک کرتے تھے اور مواہب لدنیہ میں کہا گیا ہے کہ مسواک داہنے ہاتھ سے کرنی چاہیئے یا بائیں ہاتھ سے کون سا مستحب و اولیٰ ہے؟

بعض کہتے ہیں کہ چوں کہ حدیث میں ہے کہ سواری پر چڑھنے اور جوتا پہننے اور طہارت کرنے اور مسواک کرنے میں داہنی جانب کو اختیار کرنا چاہیئے اس لیے کہ داہنے ہاتھ ہی سے مسواک کرنا مستحب ہے کیوں کہ مسواک کرنا یا تو تطہیر و تطییب کی قبیل سے ہوگا یا گندگی و آلائش وغیرہ کے دور کرنے کی قبیل سے۔ اگر ہم کہیں کہ اول قبیل سے ہے تو یہی مستحب ہوگا یعنی داہنے ہاتھ سے۔ اور اگر دوسری قبیل سے کہیں تو بائیں ہاتھ سے مستحب ہوگا۔ (مولف) (مدارج النبوۃ جلد اول)

حضور کا مسواک فرمانا

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مسواک فرمانے اور اس کے احکام و احوال سے متعلق امام احمد رضا بریلوی تحریر فرماتے ہیں :

صحیح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے

عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ تسوک و توضا ثم قام فصلی.

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسواک کرتے تھے اور وضو کرتے پھر نماز ادا فرماتے (مولف)

سنن ابوداؤد میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان لا یرقد من لیل و لا نهار فیستیقظ الا یتسوک قبل ان یتوضا.

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات و دن میں جب بھی استراحت فرماتے تو بیدار ہونے کے بعد وضو سے پہلے مسواک فرماتے تھے۔ (مولف)

طبرانی ایوب سے راوی

قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا توضأ استنشق ثلثا و تمضمض و ادخل اصبعه فی فمه.

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب وضو فرماتے تھے تو ناک میں پانی چڑھاتے، کلی کرتے اور دہن مبارک میں انگشت شریف داخل فرمالیتے، یعنی دانتوں کو ملتے۔ (مولف)

امام احمد مسند میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی

انه دعا بکوز من ماء فغسل وجهه و کفیه ثلثا و تمضمض ثلثا فادخل بعض اصابعه فی فیه و قال فی آخره هکذا کان وضوء نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم.

امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے پانی کا ایک کوزہ منگا کر اپنے چہرہ اور ہتھیلیوں کو تین تین بار دھویا اور تین بار کلی فرمائی پھر بعض انگلی کو منھ میں ڈالا (دانتوں کو صاف کرنے کے لیے) اور آخر میں فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وضو اسی طرح کا تھا۔ (مولف)

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یجزی من السواک الاصابع.

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسواک نہ ہونے کی صورت میں انگلیاں کافی ہیں۔ (مولف)

ابونعیم کتاب السواک میں عمرو بن عوف مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الا صابع تجزی مجزی السواک اذا لم یکن سواک .

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مسواک نہ ہوتو انگلیاں مسواک کی جگہ کافی ہیں۔(مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۱،ص ۱۴۷،۱۴۸۔ بارق النور)

صحیحین میں ہے۔

قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لو لا ان اشق علیٰ امتی لامرتھم بالسواک مع کل صلاۃ او عند کل صلاۃ ، و عند النسائی فی روایۃ عند کل وضو.

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر مجھے امت پر مشقت کا خوف نہ ہوتا تو ہر نماز اور ہر وضو کے وقت مسواک کرنے کا حکم فرماتا۔(مولف) (فتاویٰ رضویہ، ج ۱،ص ۱۵۱۔ بارق النور)

سنن بیہقی میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔

عنہ ان رجلا من الانصار من بنی عمرو بن عوف قال یا رسول اللہ انک رغبتنا فی السواک فھل دونک ذلک من شیٔ قال اصبعک سواک عند وضونک تمربھا علی اسنانک انہ لا عمل لمن لانیۃ لہ و لا اجر لمن لا خشیۃ لہ .

ایک انصاری نے عرض کی یارسول اللہ حضور نے مسواک کی طرف ہمیں ترغیب فرمائی کیا اس کے

سوا بھی کوئی صورت ہے فرمایا وضو کے وقت تیری انگلی مسواک ہے کہ اپنے دانتوں پر پھیرے بیشک بے نیت کے کوئی عمل نہیں اور بے خوف الٰہی کے ثواب نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱، ص ۱۵۳۔ بارق النور)

دیلمی ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی

عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم السواک سنۃ فاستاکوا

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسواک کرنا سنت ہے تو تم لوگ بھی مسواک کیا کرو، یعنی جب وضو کا ارادہ کرے تو مسواک کرنا سنت ہے یعنی مسواک وضو کی سنتوں میں سے ہے۔ (مولف)

(فتاویٰ رضویہ ج ۱، ص ۱۵۴۔ بارق النور)

مسواک کی ترغیب

بیہقی شعب الایمان میں اور تمام فوائد میں اور دیلمی مسند الفردوس میں اور ضیائی مختارہ میں بسند صحیح حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذ قام احدکم یصلی من اللیل فلیستک فان احدکم اذا قراء فی صلاتہ وضع ملک فاہ علی فیہ و لا یخرج من فیہ شئ الا دخل فم الملک .

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں کوئی رات کو نماز پڑھے تو چاہیئے کہ وہ مسواک کرلے کہ جب وہ نماز میں قراءت کرتا ہے تو ایک فرشتہ اس کے منہ پر اپنا منہ رکھ دیتا ہے اور یہ جو کچھ پڑھتا ہے اس کے منہ سے نکل کر فرشتہ کے منہ میں جاتا ہے۔ (مولف)

طبرانی کبیر میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی :

عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لیس شئ اشد علی الملکین من ان یریا بین اسنان صاحبھا طعاما و ھو قائم یصلی ۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بندہ جب نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے اور اس وقت اگر کھانے کی کوئی شئ اس کے دانتوں میں ہوتی ہے تو ملائکہ کو اس سے ایسی سخت ایذا ہوتی ہے کہ کسی اور شئ سے نہیں ہوتی ۔ (مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۱، ص ۱۵۶ ۔ بارق النور)

تیمم

تیمم کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہے اور یہ اس امت کی خصوصیت میں سے ہے ۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس زمین پر چاہتے نماز ادا کرتے تھے، خواہ پتھر ہو یا مٹی یا ریت، تیمم کرتے اور مٹی اور ریت وغیرہ میں فرق و امتیاز نہ فرماتے ۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تیمم کو مٹی کے ساتھ مخصوص رکھتے ہیں اور اس کے سواے درست نہیں جانتے ۔

امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ مٹی اور ریت کے سوا درست نہیں ۔

امام اعظم کا مذہب یہ ہے کہ مٹی، ریت، پتھر، اور ہر وہ چیز جو جنس ارض سے ہو اس پر تیمم جائز ہے ۔ جنس ارض سے ان کی مراد یہ ہے کہ آگ سے پکائی نہ گئی ہو اور اسے خاکستر نہ بنایا گیا ہو اور وہ پتھر جس پر قطعاً گرد و غبار نہ ہو امام اعظم کے نزدیک تیمم درست ہے ۔

اور ابو امامہ کی حدیث میں ارض آیا ہے اور حضرت حذیفہ کی حدیث میں تربت، تراب یعنی مٹی آیا ہے ۔

ہمارے نزدیک تیمم کا حکم وضو کی مانند ہے اور ایک تیمم سے چند نمازیں ادا کی جاسکتی ہیں جس طرح کہ وضو سے ہوتی ہیں کتاب وسنت کا ظاہر اسی کے موافق ہے۔

اور امام شافعی کے نزدیک تیمم ایک ضروری طہارت ہے جو دفع حرج کے لیے ہے، جس طرح عذر والے کے لیے طہارت ہوتی ہے۔

صاحب سفر السعادۃ فرماتے ہیں کہ کسی حدیث صحیح میں ایسا نہیں پاتا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر ایک فریضہ کی ادائیگی کے لیے جدید تیمم کیا ہو۔

تیمم کی مشروعیت

تیمم کی ابتداء یہ ہے کہ ایک غزوہ میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہار گم ہو گیا تھا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو اس کی تلاش کے لیے مقرر فرما کر قیام فرمایا، اس وقت نماز کا وقت آ گیا اور صحابہ کے پاس پانی نہ تھا کہ جس سے وہ وضو کر سکتے، اس وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی صاحبزادی زوجۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر اظہار ناراضگی کیا کہ تم نے حضور کو روک رکھا ہے اور مسلمان پانی کے بغیر ہیں اس وقت تیمم کی آیت نازل ہوئی اور اسید بن حضیر نے کہا اے ابو بکر! تمہاری بدولت مسلمانوں پر کیسی کیسی برکتیں نازل ہوئی ہیں، اللہ تعالیٰ تم پر اپنی برکتیں نازل فرمائے، اے عائشہ! میں نہیں دیکھتا کہ کوئی معاملہ تمہاری طرف سے ایسا درپیش ہو جو اگرچہ بظاہر ناگوار و مکروہ معلوم ہوتا ہو مگر یہ کہ حق تعالیٰ اس میں مسلمانوں کے لیے فراخی اور کشادگی فرما دیتا ہے۔

پھر کچھ دیر کے بعد ان کا ہار کجاوے کے نیچے سے مل گیا اور حکمت الٰہیہ نے اس کا اقتضاء کیا کہ اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی اسے پوشیدہ فرما دیا۔

تیمم کی کیفیت

تیمم کی کیفیت میں اختلاف ہے کیوں کہ تیمم کے دوضربہ ہیں یعنی دومرتبہ زمین پر ہاتھ مارنا،ایک بار چہرہ کے لیے اور ایک بار کہنیوں تک دونوں ہاتھوں کے لیے یہ امام اعظم ابوحنیفہ اور امام مالک وامام شافعی اور بعض اصحاب امام احمد رحمہم اللہ کا مذہب ہے اور علی مرتضٰی،ابن عمر،حسن بصری شعبی،سالم بن عبداللہ بن عمر اور رسفیان ثوری کا قول۔

اور بعض کا مذہب یہ ہے کہ تیمم ایک مرتبہ زمین پر ہاتھ مارنا اور چہرے پر اور دونوں ہاتھوں پر ملنا ہے۔اور بعض روایتوں میں ہاتھوں پر چہرے کے ذکر کی تقدیم بھی ہے اور بعض میں اس کے برعکس اور بعض میں ہاتھوں کی تقدیم چہرے پر ہے،اور یہ مذہب مشہور امام احمد کا اور امام شافعی کا قدیم قول ہے مگر محفوظ ومختار ان کے مذہب میں پہلا ہی ہے۔

مگر حق یہی ہے کہ تیمم کی حدیث دوضربہ ہی کی صحیح ہے ایک ضربہ چہرے کے لیے اور دوسرا ضربہ کہنیوں تک دونوں ہاتھوں کے لیے۔(مولف) (مدارج النبوۃ جلداول)

تیمم کے بعد سلام کا جواب

تیمم کے مسائل وفرضیت اور تیمم میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمل وفعل سے متعلق امام احمد رضا بریلوی تحریر فرماتے ہیں:

صحیحین میں ہے: **اقبل رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم من نحو بئر جمل فلقیه رجل فسلم علیه فلم یرد علیه حتی اقبل علی جدار فمسح وجهه و یدیه ثم رد علیه السلام .**

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چاہ جمل کی طرف تشریف لے گئے تو ایک آدمی نے حضور کو دیکھ کر سلام عرض کیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب نہیں دیا یہاں تک کہ ایک دیوار کے پاس جا کر چہرے اور ہاتھوں کا مسح فرمایا پھر سلام کا جواب دیا۔ (مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ا،ص، ۶۶۸۔حسن النعم)

ایک صاحب گزرے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سلام کیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب نہ دیا یہاں تک کہ قریب ہوا کہ وہ گلی سے گزر جائیں حضور نے تیمم فرما کر جواب دیا اور ارشاد فرمایا۔

انه لم يمنعني ان ارد عليک السلام الا اني لم اکن علی طهر

ہم کو جواب دینے سے مانع نہ ہوا مگر یہ کہ اس وقت وضو نہ تھا۔ اسے ابوداؤد نے نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت فرمایا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ا،ص ۶۱۹۔حسن النعم)

تیمم کا طریقہ

عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال التیمم ضربتان ضربة للوجه و ضربة للذراعین الی المرفقین .

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیمم کی ایک ضرب چہرہ کے لیے اور دوسری ضرب کہنیوں سمیت کلائیوں کے لیے ہے۔ (مولف)

عن عمار بن یاسر رضی الله تعالیٰ عنهما قال کنت فی القوم حین نزلت الرخصة فامرنا بضربتین واحدة للوجه ثم ضربة اخری للیدین الی المرفقین . اخرجه البزار باسناد حسن .

عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا میں اس وقت قوم میں تھا جب آیت رخصت نازل ہوئی تو ہم کو تیمم کے لیے دو ضرب کا حکم دیا گیا ایک ضرب چہرہ کے لیے اور دوسری ضرب کہنیوں سمیت ہاتھوں کے لیے۔(مولف) (فتاویٰ رضویہ ج۱،ص۵۹۳،۵۹۸۔حسن التعمم)

عبادات نبوی ﷺ

روز گرم و شب تیرہ و تار میں
کوہ و صحرا کی خلوت پہ لاکھوں سلام

ولقد نعلم انک یضیق صدرک بما یقولون فسبح بحمد ربک وکن من الساجدین واعبد ربک حتی یاتیک الیقین۔

اور بے شک ہمیں معلوم ہے کہ ان کی باتوں سے تم دل تنگ ہوتے ہو تو اپنے رب کو سراہتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور سجدہ والوں میں ہو اور مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت میں رہو۔ (الحدیث)

عبادات نبوی ﷺ

مقصود آفرینش عبادت رب ہے

اس میں شک وشبہ نہیں کہ جہان کی تخلیق وآفرینش کا مقصود عبادت ہے کیوں کہ حق تبارک وتعالی ارشاد فرماتا ہے **و ما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون** ہم نے جن وانسان کو اسی لیے پیدا فرمایا کہ وہ عبادت کریں۔ اور حق تعالیٰ سے قرب ووصول کے لیے سیدھا راستہ عبادت ہے جیسا کہ فرماتا ہے **ان الله ربی و ربکم فاعبدوه هذا صراط مستقیم.**

بیشک اللہ میرا اور تمھارا رب ہے تو اس کی عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔

اور فرماتا ہے:

و لقد نعلم انک یضیق صدرک بما یقولون فسبح بحمد ربک و کن من السجدین و اعبد ربک حتی یاتیک الیقین.

ہم جانتے ہیں کہ ان کی باتوں سے آپ کا سینہ تنگ ہوتا ہے تو آپ اپنے رب کی حمد کیجیے اور سجدہ کرنے والوں میں ہو جایئے اور اپنے رب کی عبادت کیجیے یہاں تک کہ یقینی امر آپ کے پاس آجائے۔

اس آیہ کریمہ میں یقین سے مراد موت ہے اس بناء پر کہ وہ ضیق صدر، تنگ دلی اور حزن وغم کے زوال کے سبب میں امر یقینی ہے۔ اور عبادت سے اس کا زوال اس بناء پر ہے کہ جب انسان عبادت میں مشغول ہو جاتا ہے تو اس پر عالم ربوبیت کی شعاعیں منکشف ہوتی ہیں اور جب اسے یہ انکشاف حاصل ہو جاتا ہے تو اس کی نظر میں ساری دنیا چیونٹی سے زیادہ حقیر وذلیل ہو جاتی ہے اور دل پر سے اس کے وجود کا

مٹانا آسان ہو جاتا ہے اس کے بعد وہ اس کے ناپید ہونے پر پریشان نہیں ہوتا اور اس کے خیالات پراگندہ نہیں ہوتے لہٰذا حزن وغم بھی زائل ہو جاتا ہے۔ اور جب بندے پر مکروہات وشدائد نازل ہوں اور اس سے بھاگ کر مولیٰ کی طاعت کی طرف آئے گویا وہ کہتا ہے مجھ پر تیری عبادت واجب ہے خواہ تو مجھے بھلائی عطا فرمائے یا مکروہات میں ڈالے اس پر وہ مکروہ کو بھلا دیتا ہے اور اس کی امیدوں کو کشادہ کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

فاعبده و اصطبر لعبادته .

تو اس کی عبادت کرو اور اس کی عبادت میں قائم رہو اور جب بندہ بارگاہ حق کی طرف مسافر ہے اور اس کی مسافت ختم نہیں ہوئی ہے تو جب تک وہ قید حیات میں ہے راستہ کے توشہ کا محتاج ہے اور اسی کو عبادت سے تعبیر کرتے ہیں۔ وہ اس سے مستغنی نہیں ہے خواہ وہ کتنا ہی مقرب ہو جائے اور اس کی عبادت کتنی ہی زیادہ اور عظیم ہو جائے۔

قبل بعثت حضور کی عبادت

علماء کا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قبل بعثت عبادت کرنے کے بارے میں اختلاف ہے آیا آپ کسی سابقہ شریعت کے مطابق عبادت کرتے تھے؟ اس میں جمہور کا مذہب یہ ہے کہ شرائع سابقہ میں کسی چیز کی آپ پیروی نہیں کرتے تھے بلکہ آپ کے دل میں عبادت کی جو شکل وصورت آتی اسے کرتے اور اس پر عقل کو اس کا تابع بناتے۔ بعض علماء اس مسئلہ میں توقف کرتے ہیں۔ نیز اس میں بھی اختلاف ہے کہ عبادت ذکر کے ساتھ تھی یا فکر کے ساتھ۔ اس میں مختار یہ ہے کہ ذکر کے ساتھ تھی اور اگر ذکر وفکر دونوں ہوں تو ممکن ہے کہ ذکر کی نورانیت سے فکر صاف ہو جاتا ہو اور علو حقائق منکشف ہو جاتے ہوں، جیسا کہ مولانا

رومی مثنوی میں فرماتے ہیں:

ایں ہمہ گفتیم و باقی فکر کن
فکر گر جامد بود رو ذکر کن

اور ذکر کا مرتبہ بلند ہے کیوں کہ بے واسطہ ذات حق سے اتصال حاصل ہو کر فیوضات کا ورود ہوتا ہے اور فکر کا نفس، اور ان معلومات سے تعلق ہے جو مودع کے منہ میں ہے اور اسے خاص طریقہ پر ترتیب دینے سے مجہول حاصل ہوتا ہے۔

اور بعض علماء اس کے قائل ہیں کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی شریعتوں پر عمل کرتے خصوصاً حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کی شریعت پر عمل فرماتے تھے اور وہ اس سے استدلال فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قرآن میں حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کی اقتدا و اتباع کا بعثت کے بعد مامور بنایا گیا۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے اولئک الذین هدی الله فبهداهم اقتده .

یہ وہ حضرات ہیں جن کو اللہ نے ہدایت فرمائی تو ان کی ہدایت کی تم پیروی کرو۔

اور حق سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ثم اوحینا الیک ان اتبع ملة ابراهیم .

پھر ہم نے تمھاری طرف وحی فرمائی کہ ملت ابراہیمی کی پیروی کرو۔ لہٰذا اگر قبل از بعثت اس کے عامل ہوں تو کیا تعجب ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ فبهداهم سے مراد ایمان باللہ، توحید اور باہمی متفق علیہ اصول دین ہیں نہ کہ فروع وشرائع، کیوں کہ یہ مختلف ہیں اور بجائے خود ان کا اتباع بر بنائے اختلاف شرائع ممکن نہیں ہے۔ اور ان میں منسوخ بھی ہیں اور نسخ کے بعد ان میں ہدایت نہیں رہتی لہٰذا اس پر اس سے استدلال درست نہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شرائع انبیاء سابق علیٰ نبینا وعلیہم الصلاۃ والسلام پر عبادت کرتے تھے تا کہ کوئی یہ نہ کہے کہ جب بعد از بعثت متعبد ہیں تو قبل از بعثت بھی ہوں گے ہاں اس کا احتمال ہے کہ ان میں سے کسی ایک شریعت پر عبادت کرتے ہوں۔ اور اگر حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کی

شریعت پر ہوتو اولیٰ وانسب ہے اور بعض کہتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام پر تھی کیوں کہ وہ اقرب زمانہ تھے۔

اس جگہ ایک نکتہ یہ متوہم ہوتا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے متبع اور مقتدی ہوں گے تو آپ کی فضیلت ان پر کیسے ہوگی۔ تو اس توہم کا ازالہ اس طرح کرتے ہیں کہ جب آپ سب کے متبع ومقتدی ہوں گے تو ان سب کے کمالات بھی آپ میں جمع ہوں گے لہٰذا آپ سب میں کامل تر ہوئے۔

سرورکائنات کی عبادات

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باوجود بے شمار مشاغل کے اتنے بڑے عبادت گزار تھے کہ تمام انبیاء ومرسلین علیہم الصلاۃ والتسلیم کی مقدس زندگیوں میں اس کی مثال ملنی دشوار ہے۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ تمام انبیاء سابقین کے بارے میں صحیح طور سے یہ بھی نہیں معلوم ہوسکتا کہ ان کا طریقہ عبادت کیا تھا؟ اور ان کے کون کون سے اوقات عبادتوں کے لیے مخصوص تھے؟

تمام انبیاء کرام کی امتوں میں یہ فخر وشرف صرف حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ ہی کو حاصل ہے کہ انھوں نے اپنے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عبادات کے تمام طریقوں، ان کے اوقات وکیفیات غرض اس کے ایک ایک جزئیہ کو محفوظ رکھا ہے۔ گھروں کے اندر اور راتوں کی تاریکیوں میں آپ جو اور جس قدر عبادتیں فرماتے تھے ان کو ازواج مطہرات نے دیکھ کر یاد رکھا اور ساری امت کو بتا دیا۔ اور گھر کے باہر کی عبادتوں کو حضرات صحابہ کرام نے نہایت ہی اہتمام کے ساتھ اپنی آنکھوں سے دیکھ دیکھ کر اپنے ذہنوں میں محفوظ کرلیا۔ اور آپ کے قیام وقعود، رکوع وسجود اور ان کی کمیات وکیفیات، اذکار اور دعاؤں کے بعینہٖ الفاظ یہاں تک کہ آپ کے ارشادات، اور خضوع وخشوع کی کیفیات کو بھی اپنی یادداشت

کے خزانوں میں محفوظ کرلیا۔ پھر امت کے سامنے ان عبادتوں کا اس قدر چرچا کیا کہ نہ صرف کتابوں کے اوراق میں وہ محفوظ ہو کر رہ گئے بلکہ امت کے ایک ایک فرد، یہاں تک کہ پردہ نشیں خواتین کو بھی ان کا علم حاصل ہو گیا۔ اور آج مسلمانوں کا ایک ایک بچہ خواہ وہ کرۂ ارض کے کسی بھی گوشہ میں رہتا ہو اس کو اپنے نبی کی عبادتوں کے مکمل حالات معلوم ہیں اور وہ ان عبادتوں پر اپنے نبی کے اتباع میں جوش ایمان اور جذبۂ عمل کے ساتھ کاربند ہے۔

آپ کی عبادتوں کا ایک اجمالی خاکہ حسب ذیل ہے۔

نماز

اعلان نبوت سے قبل بھی آپ غار حرا میں قیام و مراقبہ اور ذکر و فکر کے طور پر خدا کی عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ نزول وحی کے بعد ہی آپ کو نماز کا طریقہ بھی بتا دیا گیا پھر شب معراج میں نماز پنج گانہ فرض ہوئی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز پنج گانہ کے علاوہ نماز اشراق، نماز چاشت، تحیۃ الوضو، تحیۃ المسجد، صلوٰۃ الاوابین وغیرہ سنن و نوافل بھی ادا فرماتے تھے۔ راتوں کو اٹھ اٹھ کر نمازیں پڑھا کرتے تھے تمام عمر نماز تہجد کے پابند رہے۔

راتوں کے نوافل کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ بعض روایتوں میں یہ آیا ہے کہ آپ نماز عشا کے بعد کچھ دیر سوتے، پھر کچھ دیر تک اٹھ کر نماز پڑھتے، پھر سو جاتے، پھر اٹھ کر نماز پڑھتے غرض صبح تک یہی حالت قائم رہتی۔ کبھی دو تہائی رات گزر جانے کے بعد بیدار ہوتے اور صبح صادق تک نمازوں میں مشغول رہتے۔ کبھی نصف رات گزر جانے کے بعد بستر سے اٹھ جاتے اور پھر ساری رات بستر پر پیٹھ نہیں لگاتے تھے۔ اور لمبی لمبی سورتیں نمازوں میں پڑھا کرتے کبھی رکوع و سجود طویل ہوتا، کبھی قیام طویل ہوتا، کبھی چھ رکعت، کبھی آٹھ رکعت، کبھی اس سے کم، کبھی اس سے زیادہ، اخیر عمر شریف میں کچھ رکعتیں کھڑے ہو کر،

کچھ بیٹھ کر ادا فرماتے، نماز وتر نماز تہجد کے ساتھ ادا فرماتے، رمضان شریف خصوصاً آخری عشرہ میں آپ کی عبادت بہت زیادہ بڑھ جاتی تھی، آپ ساری رات بیدار رہتے اور ازواج مطہرات سے بے تعلق ہو جاتے تھے، اور گھر والوں کو نمازوں کے لیے جگایا کرتے تھے اور عموماً اعتکاف فرماتے تھے۔ نمازوں کے ساتھ ساتھ کبھی کھڑے ہو کر، کبھی بیٹھ کر، کبھی سر بسجود ہو کر نہایت آہ وزاری اور گریہ و بکا کے ساتھ گڑ گڑا گڑ گڑا کر راتوں میں دعائیں بھی مانگا کرتے۔ رمضان شریف میں حضرت جبریل علیہ الصلاۃ والسلام کے ساتھ قرآن عظیم کا دورہ بھی فرماتے اور تلاوت قرآن مجید کے ساتھ ساتھ طرح طرح کی مختلف دعاؤں کا ورد بھی فرماتے تھے اور کبھی ساری رات نمازوں اور دعاؤں میں کھڑے رہتے یہاں تک کہ پائے اقدس میں ورم آجایا کرتا تھا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

روزہ

رمضان شریف کے روزوں کے علاوہ شعبان میں بھی قریب قریب مہینہ بھر آپ روزہ دار ہی رہتے تھے۔ سال کے باقی مہینوں میں بھی یہی کیفیت رہتی تھی کہ اگر روزہ رکھنا شروع فرمادیتے تو معلوم ہوتا تھا کہ اب کبھی روزہ نہیں چھوڑیں گے، پھر ترک فرمادیتے تو معلوم ہوتا تھا کہ اب کبھی روزہ نہیں رکھیں گے۔ خاص کر ہر مہینے میں تین دن ایام بیض کے روزے، دوشنبہ و جمعرات کے روزے، عاشوراء کے روزے، عشرہ ذوالحجہ کے روزے، شوال کے چھ روزے معمولاً رکھا کرتے تھے، کبھی کبھی آپ صوم وصال بھی رکھتے تھے یعنی کئی کئی دن رات کا ایک روزہ جس میں کچھ کھانا پینا نہیں ہوتا مگر اپنی امت کو ایسا روزہ رکھنے سے منع فرماتے تھے۔ بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ تو صوم وصال رکھتے ہیں ارشاد فرمایا کہ تم میں مجھ جیسا کون ہے؟ میں اپنے رب کے دربار میں رات بسر کرتا ہوں اور وہ مجھ کو (روحانی غذا) کھلاتا اور پلاتا ہے۔

زکاۃ

چوں کہ حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام پر خداوند عالم نے زکاۃ فرض ہی نہیں فرمائی ہے اس لیے آپ پر زکوۃ فرض ہی نہیں تھی۔

لیکن آپ کے صدقات وخیرات کا یہ عالم تھا کہ آپ اپنے پاس سونا چاندی یا تجارت کا کوئی سامان یا مویشیوں کا کوئی ریوڑ رکھتے ہی نہیں تھے۔ بلکہ جو کچھ بھی آپ کے پاس آتا سب خدا کی راہ میں مستحقین پر تقسیم فرمادیا کرتے تھے آپ کو یہ گوارا ہی نہیں تھا کہ رات بھر کوئی مال و دولت کا شانۂ نبوت میں رہ جائے۔ ایک مرتبہ ایسا اتفاق پڑا کہ خراج کی رقم اس قدر زیادہ آگئی کہ وہ شام تک تقسیم کرنے کے باوجود ختم نہ ہوسکی تو آپ رات بھر مسجد ہی میں رہ گئے۔ جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آکر یہ خبردی کہ یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ساری رقم تقسیم ہوچکی تو آپ نے اپنے مکان میں قدم رکھا۔

حج

اعلان نبوت کے بعد مکہ مکرمہ میں آپ نے دو یا تین حج کیے۔ لیکن ہجرت کے بعد مدینہ منورہ سے ۱۰ھ میں آپ نے ایک حج فرمایا جو حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے۔ حج کے علاوہ ہجرت کے بعد آپ نے چار عمرے بھی ادا فرمائے۔

ذکر الٰہی

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ آپ ہر وقت، ہر گھڑی، ہر لحہ ذکر الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ اٹھتے، بیٹھتے، چلتے، پھرتے، کھاتے، پیتے، سوتے، جاگتے، وضو کرتے، نئے کپڑے پہنتے، سوار

ہوتے، سواری سے اترتے، سفر میں جاتے، سفر سے واپس ہوتے بیت الخلاء میں داخل ہوتے اور نکلتے، مسجد میں آتے جاتے، جنگ کے وقت، آندھی، بارش، بجلی کڑکتے وقت، ہر وقت ہر حال میں دعائیں وردزبان رہتی تھیں، خوشی اور غمی کے اوقات میں، صبح صادق طلوع ہونے کے وقت، غروب آفتاب کے وقت، مرغ کی آواز سن کر، گدھے کی آواز سن کر، غرض کون سا ایسا موقع تھا کہ آپ کوئی دعا نہ پڑھتے، دن ہی میں نہیں بلکہ رات کے سناٹوں میں بھی برابر دعا خوانی اور ذکر الٰہی میں مشغول رہتے یہاں تک کہ بوقت وفات بھی جو فقرہ بار بار وردزبان رہا وہ اللھم الرفیق الاعلیٰ کی دعا تھی۔ (مولف)

(مدارج النبوۃ اول، سیرت المصطفیٰ)

●......●......●

حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی نماز

حضور کی کثرت عبادت

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عبادت اور عبادات میں حضور کے معمولات سے متعلق امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں :

حضور نماز کی کثرت فرماتے یہاں تک کہ پائے مبارک سوج جاتے صحابہ کرام عرض کرتے، حضور اس قدر کیوں تکلیف گوارا فرماتے ہیں، مولیٰ تعالیٰ نے حضور کو ہر طرح کی معافی عطا فرمائی ہے، فرماتے

افلا اکون عبدا شکورا

تو کیا میں کامل شکرگزار بندہ نہ ہوں۔ یہاں تک کہ رب عزوجل نے خود ہی بکمال محبت ارشاد فرمایا **طٰہٰ ما انزلنا علیک القران لتشقی .**

اے چودھویں رات کے چاند ہم نے تم پر قرآن اس لیے نہ اتارا کہ تم مشقت میں پڑو۔ (الملفوظ دوم)

عبادت میں میانہ روی

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شارع ہیں، حضور کا فعل عام امت کی اقتدا کے لیے ہے۔ حضور اگر اپنے مقام عالی سے عامۂ خلق کے لیے تنزل نہ فرمائیں، اتباع سنت تمام جہان کو محال ہو جائے۔ و لہٰذا تمام رات شب بیداری اور رمضان کے سوا پورے مہینے کے روزے کبھی حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول نہیں۔

شب کو قیام بھی فرماتے اور آرام بھی، نفلی روزے بھی رکھتے اور افطار بھی۔

ایک بار استنجاء فرمایا فاروق اعظم پانی حاضر لائے ارشاد ہوا یہ کیا ہے؟ عرض کی حضور کے وضو کو پانی، فرمایا مجھے نہ حکم دیا گیا کہ ہر پیشاب کے بعد وضو فرماؤں ولو فعلت لکانت سنة . اور میں ایسا کرتا تو سنت ہو جاتا۔ (ذیل المدعا لاحسن الوعا)

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا

ابو بکر بن ابی شیبہ مصنف میں علقمہ بن وائل بن حجر عن ابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی

قال رایت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وضع یمینه علی شماله فی الصلاه تحت السرة .

علقمہ بن وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے والد گرامی سے راوی انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اپنے داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے اوپر نماز میں ناف کے نیچے رکھے ہیں۔ مردوں کے لیے سنت ہے کہ وہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھیں۔ (مولف)

سینے پر ہاتھ باندھنا

ابن خزیمہ وائل بن حجر سے روایت کرتے ہیں :

قال صلیت مع رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فوضع یده الیمنی علی یده الیسری علی صدره .

وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو دیکھا کہ حضور نے اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر سینہ پر رکھا ہے۔ عورتوں کے لیے سنت ہے کہ وہ سینہ کے اوپر ہاتھ باندھیں۔ (مولف) (فتاوٰی رضویہ ج ۳، ص ۴۶)

التحیات میں انگلی سے اشارہ

مسلم اپنی صحیح میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

قال فیہ وضع (یرید رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کفہ الیمنی علی فخذہ الیمنی و قبض اصابعہ کلھا و اشار باصبعہ التی تلی الابھام .

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا داہنا ہاتھ داہنی ران پر رکھا اور سب انگلیاں بند کر کے انگوٹھے کے پاس کی انگلی سے اشارہ فرمایا۔

ابوداؤد و بیہقی وغیرہما وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عقد فی جلوس التشھد الخنصر و البنصر ثم حلق الوسطی بالابھام و اشار بالسبابۃ .

یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے جلسہ تشہد میں چھوٹی انگلی اور اس کی برابر والی کو بند کیا پھر بیچ کی انگلی کو انگوٹھے کے ساتھ حلقہ بنایا اور انگشت شہادت سے اشارہ فرمایا۔

ابن سکن صحیح میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الاشارۃ بالاصبع اشد علی الشیطان من الحدید.

یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انگلی سے اشارہ کرنا شیطان پر دھاردار ہتھیار سے زیادہ سخت ہے۔

نیز ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے

عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ھی مذعرۃ للشیطا ن

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شیطان کے دل میں خوف ڈالنے والا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۳، ص ۴۸)

رفع یدین

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ رفع یدین سے متعلق ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہرگز کسی حدیث میں ثابت نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ رفع یدین فرمایا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا خلاف ثابت ہے نہ احادیث میں اس کی مدت مذکور ہاں حدیثیں اس کے فعل وترک دونوں میں وارد ہیں۔

سنن ابی داؤد وسنن نسائی وجامع ترمذی وغیرہا میں ایسی سند سے ہے جس کے رجال صحیح مسلم ہیں بطریق عاصم بن کلیب عن عبدالرحمٰن بن الاسود عن علقمہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی:

قال الا اخبرکم بصلاۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال فقام فرفع یدیہ اول مرۃ ثم لم یعد.

یعنی انھوں نے فرمایا کیا میں تمھیں خبر نہ دوں کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کس طرح پڑھتے تھے یہ کہہ کر نماز کو کھڑے ہوئے تو صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھائے پھر نہ اٹھائے۔

ترمذی نے کہا:

حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث حسن و بہ یقول غیر واحد من

اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و التابعین و ھو قول سفیان و اھل الکوفۃ .

یعنی حدیث بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث حسن ہے اور یہی مذہب تھا متعدد علماء مجملۂ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتابعین کرام وامام سفین وعلمائے کوفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا۔

مسند امام الائمہ مالک الازمہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان لا یرفع یدیہ الا عند افتتاح الصلاۃ ثم لا یعود لشی من ذلک

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف نماز کے شروع میں رفع یدین فرماتے پھر کسی جگہ ہاتھ نہ اٹھاتے۔

امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح معانی الآثار میں فرماتے ہیں۔

مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے

قال قلت لابراھیم حدیث وائل انہ رأی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یرفع یدیہ اذا افتتح الصلاۃ و اذا رکع و اذا رفع رأسہ من الرکوع فقال ان کان وائل رأہ مرۃ یفعل ذلک فقد راہ عبد اللہ خمسین مرۃ لا یفعل ذلک .

یعنی مغیرہ کہتے ہیں میں نے امام ابراہیم نخعی سے حدیث وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت دریافت کی کہ انھوں نے حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور نے نماز شروع کرتے اور رکوع

میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین فرمایا، ابراہیم نے فرمایا وائل نے اگر ایک بار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے دیکھا تو عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پچاس بار دیکھا کہ حضور نے رفع یدین نہ کیا۔

صحیح مسلم شریف میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

مالی اراکم رافعی ایدیکم کانها أذ ناب خیل شمس اسکنوا فی الصلاة .

کیا ہوا کہ میں تمھیں رفع یدین کرتے دیکھتا ہوں گویا تمھارے ہاتھ چنچل گھوڑوں کی دمیں ہیں قرار سے رہو نماز میں۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۳، ص ۴۹، ۵۰)

مقتدی کو قرأت کی ممانعت

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں

قال صلی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بالناس فقراء رجل خلفه فلما قضی الصلاة قال ایکم قراء خلفی ثلث مرات قال رجل انا یا رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال صلی الله تعالیٰ علیه وسلم من صلی خلف الامام فان قرأة الإمام له قرأة.

خلاصہ مضمون یہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھائی ایک شخص نے حضور کے پیچھے قرأت کی سید اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر ارشاد فرمایا کس نے میرے پیچھے پڑھا تھا؟ لوگ بسبب خوف حضور کے خاموش ہو رہے یہاں تک کہ تین بار بتکرار یہی استفسار فرمایا آخر ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں نے، ارشاد ہوا کہ جو امام کے پیچھے ہو اس کے لیے امام کا پڑھنا کافی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۳، ص ۸۹)

نماز میں سبحان اللہ کہنا

مسند امام احمد میں ہے

عن علی کرم اللہ تعالیٰ وجهه الکریم قال کان لی ساعة من السحر ادخل فیها علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فان کان قائما یصلی سبح لی . الحدیث.

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں میرے لیے وقت سحر یعنی صبح صادق سے پہلے کی ایک گھڑی حاصل تھی جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا پس اگر حضور نماز ادا فرما رہے ہوتے تو میرے لیے سبحان اللہ کہتے۔ (مولف)

حضور سید عالم نے فرمایا کہ جب تم میں کسی کو نماز میں کوئی ضرورت پیش آئے تو چاہیئے کہ سبحان اللہ کہے۔ (فتاوی رضویہ ج ۳، ص ۴۰۳)

سات اعضا پر سجدہ کا حکم

صحاح ستہ میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

امرت ان اسجد علی سبعة اعضاء و ان لا اکف شعرا و لا ثوبا.

مجھے سات اعضا پر سجدہ کرنے کا حکم ہوا ہے اور یہ کہ بال اور کپڑا نہ سمیٹا کروں۔ (مولف)

کپڑا نہ سمیٹنے کا حکم

صحیحین میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

امرت ان لا اکف الشعر و الا الثیاب .

مجھے حکم ہوا ہے کہ نماز میں بال اور کپڑا نہ سمیٹوں۔(مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۳،ص ۴۲۴)

مصلائے رسول

حدیث میں ہے :

کان بین مصلی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم و بین الجدار ممرشاة .

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مصلیٰ شریف اور دیوار قبلہ کے درمیان ایک بکری گزرنے کا فاصلہ ہوتا تھا۔(مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۳،ص ۴۳۳)

ایک کپڑے میں نماز

صحیحین میں عمرو ابن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے۔

قال رأیت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یصلی فی ثوب واحد مشتملا فی بیت ام سلمة واضعا طرفیه علی عاتقیه .

عمرو بن ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ام سلمہ کے گھر میں ایک ہی کپڑے میں نماز ادا فرما رہے ہیں اور اس کے دونوں کناروں کو کندھوں پر ڈالے ہوئے ہیں۔(مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۳،ص ۴۳۶)

نماز مع کلاہ وعمامہ

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کریمہ نماز مع کلاہ وعمامہ ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۳،ص ۴۴۹)

نوافل حضور گھر میں ادا فرماتے

تراویح وتحیۃ المسجد کے سوا تمام نوافل سنن راتبہ ہوں یا غیر راتبہ، موکدہ ہوں یا غیر موکدہ گھر میں پڑھنا افضل اور باعث ثواب اکمل ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

علیکم بالصلاۃ فی بیوتکم فان خیر صلاۃ المرء فی بیتہ الا المکتوبۃ.

تم پر لازم ہے گھروں میں نماز پڑھنا کہ بہتر نماز مرد کے لیے اس کے گھر میں ہے سوا فرض کے۔ اسے بخاری ومسلم نے روایت کیا۔

خود عادت کریمہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اسی طرح کی تھی احادیث صحیحہ سے حضور والا کا تمام سنن کا کاشانۂ فلک آستانہ میں پڑھنا ثابت۔

مسلم صحیح میں اور ابوداؤد سنن میں عبداللہ بن سفیان سے راوی

قال سألت عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عن صلاۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن تطوعہ فقالت ان یصلی فی بیتی قبل الظہر اربعا ثم یخرج فیصلی بالناس ثم یدخل فیصلی رکعتین و کان یصلی بالناس المغرب ثم یدخل فیصلی رکعتین و یصلی بالناس العشاء و یدخل بیتی فیصلی رکعتین ثم ذکرت صلاۃ اللیل و الوتر الی ان قالت و کان اذا طلع الفجر صلی رکعتین.

ابوداؤد کی روایت میں یہ زیادہ ہے۔

ثم یخرج فیصلی بالناس صلاۃ الفجر.

یعنی حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نماز نفل کے بارے میں فرماتی ہیں، رسول

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھر میں چار رکعت ظہر سے پہلے پڑھتے پھر باہر تشریف لے جاتے اور لوگوں کو نماز پڑھاتے پھر گھر میں رونق افروز ہو کر دو رکعتیں پڑھتے اور مغرب کی نماز پڑھ کر گھر میں جلوہ فرما ہوتے اور دو رکعتیں پڑھتے اور عشا کی امامت کر کے گھر میں آتے اور دو رکعتیں پڑھتے جب صبح چمکتی دو رکعتیں پڑھ کر باہر تشریف لے جاتے اور نماز فجر پڑھاتے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۳، ص ۴۵۷)

روی عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ کان یصلی جمیع السنن و الوتر فی البیت.

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام سنتیں اور وتر کی نماز کاشانہ نبوت میں پڑھا کرتے تھے۔ (مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۳، ص ۴۰۸)

وتر کے بعد کی نفل

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ سے سوال ہوا کہ وتر کے بعد کی نفل بیٹھ کر پڑھنا بہتر ہے یا کھڑے ہو کر؟

آپ نے فرمایا :

کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے، بیٹھ کر پڑھنے میں آدھا ثواب ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

ان صلی قائما فھو افضل و من صلی قاعدا فلہ نصف اجر القائم .

اور اگر کھڑے ہو کر پڑھے تو وہ افضل ہے اور جو بیٹھ کر پڑھے اس کے لیے کھڑے ہو کر پڑھنے والے سے نصف ثواب ہے۔

اسے بخاری نے عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ رکعتیں بیٹھ کر بھی پڑھی ہیں۔

جیسا کہ مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے۔

قالت بعد ما ذكرت وتره صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ثم يصلي ركعتين بعد ما يسلم و هو قاعد.

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وتر کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ حضور وتر کا سلام پھیرنے کے بعد دو رکعت بیٹھ کر ادا فرماتے تھے۔ (مولف)

و لاحمد عن ابى امامة رضى الله تعالىٰ عنه انه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يصليهما بعد الوتر و هو جالس.

مسند احمد میں ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتر کے بعد دو رکعت بیٹھ کر ادا فرماتے تھے۔ (مولف)

اور کبھی ان میں قعود و قیام کو جمع فرمایا کہ بیٹھ کر پڑھتے رہے جب رکوع کا وقت آیا کھڑے ہو کر رکوع فرمایا۔

فلابن ماجة عن ام المومنين ام سلمة رضى الله تعالىٰ عنها انه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يصلي بعد الوتر ركعتين خفيفتين و هو جالس فاذا اراد ان يركع قام فركع.

ابن ماجہ میں ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وتر کے بعد دو رکعت خفیف بیٹھ کر ادا فرماتے تھے پھر جب رکوع کا ارادہ فرماتے تو کھڑے ہو کر رکوع کرتے۔

مگر بیٹھ کر پڑھنا دوامانہ تھا بلکہ اس بات کے بیان کے لیے کہ بیٹھ کر پڑھنا بھی جائز ہے جیسا کہ خود ان نفلوں کا پڑھنا بھی اس بیان کے واسطے تھا کہ وتر کے بعد نوافل جائز ہیں اگر چہ اولیٰ یہ ہے کہ جتنے نوافل پڑھنے ہوں سب پڑھ کر آخر میں وتر پڑھے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

اجعلوا آخر صلاتکم باللیل وترا.

اپنی نماز شب میں سب سے آخر وتر رکھو، اسے مسلم نے ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا۔

امام نووی منہاج پھر علامہ قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔

ھاتان الرکعتان فعلھما رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم جالسا لبیان جواز الصلاۃ بعد الوتر و ھو بیان جواز النفل جالسا و لم یواظب علی ذلک .

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وتر کے بعد کی دو رکعتوں کو بیٹھ کر ادا فرمایا ہے یہ بتانے کے لیے کہ وتر کے بعد نماز جائز ہے۔ اور یہ بتانے کے لیے کہ نفل بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے اور حضور نے اس پر ہمیشگی نہیں فرمائی بلکہ احیاناً ایسا فرمایا ہے۔ (مولف)

بلکہ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ یہ نفل بیٹھ کر پڑھتے جب بھی ہمارے لیے کھڑے ہو کر پڑھنا ہی افضل ہوتا کہ یہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنے لیے فعل ہوتا۔ اور ہمارے لیے صاف وہ ارشاد قولی ہے کہ کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے اور بیٹھے کا ثواب آدھا اور اصول کا قاعدہ ہے

کہ قول وفعل میں ترجیح قول کو ہے کہ فعل میں احتمال خصوصیت ہے نہ کہ یہاں تو صریحاً بیان خصوصیت فرمایا ہے۔

صحیح مسلم شریف میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے مجھے حدیث پہنچی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیٹھے کی نماز آدھی ہے میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بیٹھ کر نماز پڑھتے پایا میں نے سر انور پر ہاتھ رکھا (اقول: یعنی یہ خیال گزرا کہ شاید بخار وغیرہ کے سبب بیٹھ کر پڑھ رہے ہوں) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبداللہ بن عمرو کیا ہے؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ میں نے سنا تھا کہ حضور نے فرمایا بیٹھے کی نماز آدھی ہے اور حضور خود بیٹھ کر پڑھ رہے ہیں فرمایا اجل و لکن لست کاحد منکم .

ہاں بات وہی ہے کہ بیٹھے کا ثواب آدھا ہے مگر میں تمھارے مثل نہیں۔ میرے لیے ہر طرح پورا کامل اکمل ثواب ہے۔ یہ میرے لیے خصوصیت وفضل رب الارباب ہے۔

مرقاہ میں ہے

یعنی هذا من خصوصیاتی ان لا ینقص ثواب صلاتی علی ای وجه تکون من جلداتی و ذلک فضل الله یوتیه من یشاء و قال تعالیٰ و کان فضل الله علیک عظیما.

یعنی یہ میری خصوصیات میں سے ہے کہ جس طریقے اور جن اعضاء کے ساتھ میری نماز ہو تو اس کا ثواب کم نہیں ہوتا اور یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آپ پر اللہ کا عظیم فضل ہے۔ (مولف)

(فتاویٰ رضویہ ج ۳، ص ۲۶۸)

اور ایک سوال کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں :

حضور پرنور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نفل بیٹھ کر پڑھی مگر ساتھ ہی فرمادیا کہ میں تمہارے مثل نہیں میرا ثواب قیام وقعود دونوں میں یکساں ہے۔ تو امت کے لیے کھڑے ہوکر پڑھنا افضل اور دونا ثواب ہے اور بیٹھ کر پڑھنے میں بھی کوئی اعتراض نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۳،ص ۴۶۱)

سنت وفرض کے درمیان فاصلہ

مسلم وترمذی میں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے

قالت کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یقعد الا بمقدار ما یقول اللھم انت السلام و منک السلام تبارکت یا ذا الجلال و الاکرام.

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سلام پھیرنے کے بعد صرف اللھم انت السلام الخ کہنے کی مقدار بیٹھتے۔ (پھر سنت کے لیے قیام فرماتے) (مولف)

نعلین میں نماز

صحیحین وغیرہما میں سعید بن زید سے ہے:

قال سألت انس بن مالک کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصلی فی نعلیہ فقال نعم.

سعید بن زید کہتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نعلین اقدس میں نماز پڑھتے تھے انھوں نے فرمایا کہ ہاں۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۳،ص ۷۸۹، ۷۹۰۔ سرور العید)

نماز کی فرضیت

فرضیت نماز پنجگانہ سے متعلق ایک سوال کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں :

نماز پنج گانہ اللہ عزوجل کی وہ نعمت عظمٰی ہے کہ اس نے اپنے کرم عظیم سے خاص ہم کو عطا فرمائی ہم سے پہلے کسی امت کو نہ ملی بنی اسرائیل پر دو ہی وقت کی فرض تھی وہ بھی صرف چار رکعتیں دو صبح، دو شام وہ بھی ان سے نہ نبھی۔

سنن نسائی شریف میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حدیث معراج مبارک میں ارشاد فرماتے ہیں :

ثم ردت الی خمس صلوات قال فارجع الی ربک فاسأله التخفیف فانه فرض علی بنی اسرائیل صلاتین فما قاموا بهما .

یعنی پھر پچاس نماز کی پانچ رہیں ۔ موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے عرض کی کہ حضور پھر جائیں اور اپنے رب سے تخفیف چاہیں کہ اس نے بنی اسرائیل پر دو نمازیں فرض فرمائی تھیں وہ انھیں بھی بجا نہ لائے ۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲، ص ۱۹۳)

صحیح مسلم میں ہے :

عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنه فی خبر الاسراء فاعطی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ثلثا اعطی الصلوات الخمس و اعطی خواتیم سورة البقرة و غفر لمن لم یشرک باللہ من امته شیئا .

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حدیث اسراء میں فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی

علیہ وسلم کو تین چیزیں عطا کی گئیں۔ پانچ نمازیں اور سورۂ بقرۃ کی آخری آیتیں اور آپ کی امت میں سے ان کی مغفرت جنھوں نے شرک نہیں کیا۔ (مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۱۹۵)

ابن جریر و ابو یعلی اور بزار ابو ہریرہ سے اور بیہقی ابو ہریرہ اور ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

راوی

(فیه قوله عزوجل لنبیه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم حین ذکر ما اعطی الانبیاء السابقین علیهم الصلاة و التسلیم من الفضائل) اعطیتک ثمانیة اسهم الاسلام و الهجرة و الجهاد و الصلاة و الصدقة و صوم رمضان و الامر بالمعروف و النهی عن المنکر.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی (اس میں یہ ہے کہ جب انبیاء سابقین علیہم الصلاۃ والسلام کے فضائل ومناقب کا ذکر اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمایا) تو فرمایا کہ میں نے تم کو آٹھ حصے عطا فرمائے اسلام اور ہجرت و جہاد اور نماز وصدقہ اور رمضان کے روزے وامر بالمعروف ونہی عن المنکر۔ (مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۱۹۶)

نماز پنج گانہ

نقل الامام الفقیه ابو اللیث سمرقندی رحمه الله تعالیٰ فی تنبیه الغافلین عن کعب الاحبار رضی الله تعالیٰ عنه قال قرأت فی بعض ما انزل الله تعالیٰ علی موسیٰ علیه الصلاة و السلام یا موسیٰ رکعتان یصلیهما احمد و امته و هی صلاة الغداة من یصلیهما غفرت له ما اصاب من الذنوب من لیله و یومه ذلک و یکون فی ذمتی .

يا موسىٰ اربع ركعات يصليها احمد و امته و هى صلاة الظهر اعطيهم باول ركعة منها المغفرة و بالثانية اثقل ميزانهم و بالثالثة اوكل عليهم الملائكة . يسبحون و يستغفرون لهم و بالرابعة افتح لهم ابواب السماء و يشرفن عليهم الحور العين .

يا موسىٰ اربع ركعات يصليها احمد و امته و هى صلاة العصر فلا يبقى ملك فى السموات و الارض الا استغفرلهم و من استغفر له الملائكة لم اعذبه .

يا موسىٰ ثلث ركعات يصليها احمد و امته حين تغرب الشمس افتح لهم ابواب السماء لا يسألون من حاجة الا قضيتها لهم .

يا موسىٰ اربع ركعات يصليها احمد و امته حين يغيب الشفق هى خير لهم من الدنيا و ما فيها يخرجون من ذنوبهم كيوم ولدتهم امهم.

يا موسىٰ يتوضأ احمد و امته كما امرتهم اعطيهم بكل قطرة تقطر من الماء جنة عرضها كعرض السماء و الأرض .

يا موسىٰ يصوم احمد و امته شهرا فى كل سنة و هو شهر رمضان اعطيهم بصيام كل يوم مدينة فى الجنة و اعطيهم بكل خير يعملون فيه من التطوع اجر فريضة و اجعل فيه ليله القدر من استغفر منهم مرة واحدة نادما صادقا من قلبه ان مات من ليلة او شهر اعطيته اجر ثلثين شهيدا.

يا موسىٰ ان فى امة محمد (صلى الله تعالىٰ عليه وسلم) رجالا يقومون على كل شرف يشهدون بشهادة ان لا اله الا الله فجزاء هم بذلك جزاء الانبياء عليهم

الصلاۃ و السلام و رحمتی علیھم واجبۃ و غضبی بعید منھم و لا احجب باب التوبۃ عن واحد منھم ماداموا یشھدون ان لا الہ الا اللہ .

امام فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا کہ انھوں نے فرمایا میں نے توریت مقدس کے کسی مقام میں پڑھا اے موسیٰ فجر کی دو رکعتیں احمد اور اس کی امت ادا کرے گی جو انھیں پڑھے گا اس دن رات کے سارے گناہ بخش دوں گا اور وہ میرے ذمہ میں ہوگا۔

اے موسیٰ! ظہر کی چار رکعتیں احمد اور اسکی امت پڑھے گی انھیں پہلی رکعت کے عوض بخش دوں گا اور دوسری کے بدلے ان کا پلہ بھاری کروں گا اور تیسری کے عوض فرشتے موکل کردوں گا کہ تسبیح کریں گے اور ان کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہیں گے اور چوتھی کے بدلے ان کے لیے آسمان کے دروازے کشادہ کروں گا بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ان پر مشتاقانہ نظر ڈالیں گی۔

اے موسیٰ! عصر کی چار رکعتیں احمد اور ان کی امت ادا کرے گی تو ہفت آسمان و زمین میں کوئی فرشتہ باقی نہ بچے گا سب ہی ان کی مغفرت چاہیں گے میں اسے ہرگز عذاب نہ دوں گا۔

اے موسیٰ! مغرب کی تین رکعتیں ہیں انھیں احمد اور اس کی امت پڑھے گی آسمان کے سارے دروازے ان کے لیے کھول دوں گا جس حاجت کا سوال کریں گے اسے پورا ہی کروں گا۔

اے موسیٰ شفق ڈوب جانے کے وقت یعنی عشاء کی چار رکعتیں ہیں پڑھیں گے انھیں احمد اور اس کی امت وہ دنیا و مافیہا سے ان کے لیے بہتر ہیں وہ انھیں گناہوں سے ایسا نکال دیں گی جیسی اپنی ماؤں کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔

اے موسیٰ! وضو کرے گا احمد اور اس کی امت جیسا کہ میرا حکم ہے میں انھیں عطا فرماؤں گا ہر قطرہ

کے عوض کہ آسمان سے ٹپکے ایک جنت جس کا عرض آسمان وزمین کی چوڑائی کے برابر ہوگا۔

اے موسیٰ ایک مہینے کے سالانہ روزے رکھے گا احمد اور اس کی امت اور وہ ماہ رمضان ہے میں عطا فرماؤں گا ہر روز ان کے روزوں کے عوض ایک شہر جنت میں اور عطا کروں گا اس میں نفل کے عوض فرض کا ثواب اور اس میں لیلۃ القدر کروں گا جو اس مہینے میں شرمساری وصدق قلب سے ایک بار استغفار کرے گا اگر اسی شب یا اس مہینے بھر میں مرگیا اسے تیس شہیدوں کا ثواب عطا فرماؤں گا۔

اے موسیٰ! امت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں کچھ ایسے مرد ہیں کہ ہر شرف پر قائم ہیں، لا الہ الا اللہ کی شہادت دیتے ہیں تو ان کی جزا اس کے عوض انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا ثواب ہے اور میری رحمت ان پر واجب اور میرا غضب ان سے دور اور ان میں سے کسی پر باب توبہ بند نہ کروں گا جب تک وہ لا الہ الا اللہ کی گواہی دیتے رہیں گے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۔ ص ۱۹۷)

پہلی نماز

طبرانی ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

قال صلی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اول یوم الاثنین و صلت الخدیجة آخرہ و صلی علی یوم الثلثاء .

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیر کے دن پہلی ساعت میں نماز پڑھی اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسی دن کی آخری گھڑی میں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منگل کے دن نماز پڑھی۔ (مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۲۱۵۔ جمان التاج)

عند ابن اسحاق ثم قام بہ جبریل فصلی بہ و صلی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بصلاتہ (الی ان قال فی خدیجة صلی بھا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم كما صلى به جبريل فصلت بصلاته .

ابن اسحاق کے نزدیک ہے کہ جبریل علیہ الصلاۃ والسلام حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑے ہوئے پھر نماز پڑھائی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی ان کی طرح نماز پڑھی (یہاں تک کہ راوی نے حضرت خدیجہ کے بارے میں کہا کہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو نماز پڑھائی جس طرح حضور کو جبریل نے پڑھائی تھی پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تنہا حضور علیہ السلام کی سی نماز پڑھی۔ (مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۲۱۶۔ جمان التاج)

کفار کے نرغے میں نماز

في حديث ايذاء ابي جهل وغيره من الكفرة لعنهم الله تعالىٰ حين صلى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عند الكعبة فرمقوا سجوده فالقوا عليه ما القوا به في قليب بدر ملعونين .

ابوجہل اور دوسرے کفار کی ایذا والی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب کعبہ شریف کے پاس نماز پڑھی تو کفار حضور کے سجدہ کو ٹکٹکی لگا کر دیکھتے رہے پھر آپ کے اوپر کفار نے وہ چیز ڈال دی جس کے بدلے ان ملعونوں کو چاہ بدر میں پھینکا گیا۔ (مولف)

صحیحین وغیرہما میں ہے :

عن ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه و فيه من قول الكفار يجئ به ثم يمهله حتى اذا سجد وضع بين كتفيه قال فانبعث اشقاهم فلما سجد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وضعه بين كتفيه و ثبت النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ساجدا. الحديث.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں کفار کی باتوں میں سے یہ ہے کہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام جب کعبہ کے پاس آئے تو کفار نے گندی چیز لانے کا حکم دیا اور تاک میں رہے جب یہ سجدہ میں جائیں تو اسے ان کے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دے چنانچہ ان میں سب سے بڑا بد بخت اٹھا اور جا کر لے آیا جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سجدہ میں گئے تو اس نے آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دیا اس لیے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سجدہ ہی میں رہ گئے۔ (مولف)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۲۱۶۔ جمان التاج)

تین نفوس قدسیہ کی نماز

ابن عدی کامل میں اور ابن عساکر تاریخ میں راوی

عن عفيف الكندى رضى الله تعالىٰ عنه قال جئت فى الجاهلية الى مكة و انا اريد ان ابتاع لاهلى من ثيابها و عطرها فاتيت العباس و كان رجلا تاجرا فانى عنده جالس انظر الى الكعبة و قد كلفت الشمس و ارتفعت فى السماء فذهبت اذا قبل شاب فنظر الى السماء ثم قام مستقبل الكعبة فلم البث الا يسيرا حتى جاء غلام فقام عن يمينه ثم لم يلبث الا يسيرا حتى جاء ت امراة فقامت خلفها فركع الشاب فركع الغلام و المرأة فرفع الشاب فرفع الغلام و المرأة فسجد الشاب فسجد الغلام و المرأة فقلت يا عباس امر عظيم فقال امر عظيم تدرى من هذا الشاب هذا محمد بن عبد الله ابن اخى تدرى من هذا الغلام هذا على ابن اخى تدرى من هذا المرأة هذه خديجة بنت خويلد زوجته ان ابن اخى هذا حدثنى ان ربه رب السموات و الارض امره بهذا الدين و لم يسلم معه غير هولاء الثلثة .

عفیف کندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں زمانۂ جاہلیت میں مکہ معظمہ آیا اور ارادہ کرتا تھا کہ اپنے اہل وعیال کے لیے کپڑ اور عطر وغیرہ خریدوں تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا وہ ان دنوں تاجر تھے تو میں ان کے پاس بیٹھا ہوا کعبہ کو دیکھ رہا تھا دن خوب چڑھ گیا تھا کہ ایک جوان تشریف لائے اور آسمان کو دیکھ کر روبکعبہ کھڑے ہو گئے ذرا دیر میں ایک لڑکے تشریف لائے وہ ان کے داہنے ہاتھ پر قائم ہوئے تھوڑی دیر میں ایک بی بی تشریف لائیں وہ پیچھے کھڑی ہوئیں پھر جوان نے رکوع فرمایا تو یہ دونوں رکوع میں گئے پھر جوان نے سر مبارک اٹھایا تو ان دونوں نے سر اٹھایا، جوان سجدے میں گئے تو یہ دونوں بھی گئے۔ تو میں نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حال پوچھا کہا یہ جوان میرے بھتیجے محمد بن عبداللہ ہیں اور یہ لڑکے میرے بھتیجے علی اور یہ بی بی خدیجۃ الکبریٰ ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ میرے یہ بھتیجے کہتے ہیں کہ آسمان وزمین کے مالک نے انھیں اس دین کا حکم دیا ہے اور ان کے ساتھ ابھی یہی دو مسلمان ہوئے ہیں۔ (مولف) (فتاویٰ رضویہ، ج ۲، ص ۲۱۹۔ جمان التاج)

نماز میں سترہ

ابوداؤد ضباعہ بنت مقداد کی حدیث میں حضرت مقداد بن اسود سے راوی

قال ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم یصلی الی عود و لا عمود و لا شجرۃ الا جعله علی حاجبه الا یمن او الایسر و لا یصمد له صمدا.

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کسی لکڑی یا ستون یا درخت کی طرف بالکل سیدھا نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا ہاں دائیں یا بائیں ابرو کی جانب کر لیتے اور سترہ کو سیدھا اپنے سامنے نہیں رکھتے تھے۔ (مولف)

(فتاویٰ رضویہ، ج ۲، ص ۶۳۱۔ منیر العین)

محل عذاب میں نماز نہ پڑھے

جس جگہ پر آسمانی عذاب نازل ہوا اس جگہ نماز پڑھنے سے متعلق ایک مقام پر امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں :

محل نزول لعنت میں نماز نہ پڑھنی چاہئے اس لیے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قوم ثمود کی جائے ہلاک میں نماز نہ پڑھی کہ وہاں عذاب نازل ہوا تھا۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲، ص ۴۴۷)

نماز میں کن انکھیوں سے دیکھنا

حالت نماز میں گردن کو گھما کر ادھر ادھر دیکھنا سخت منع اور مکروہ ہے اور اگر آنکھوں کے کنارے سے گردن کو گھمائے بغیر دیکھے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اس سلسلے میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:۔

نماز میں اگر کن انکھیوں سے بے گردن پھیرے ادھر ادھر دیکھے تو مکروہ نہیں ہاں بے حاجت ہو تو خلاف اولیٰ ہے۔ حدیث میں ہے۔

انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یلاحظ اصحابہ فی صلاتہ بموق عینیہ .

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو نماز میں کن انکھیوں سے دیکھتے تھے۔ (مولف)

(فتاویٰ رضویہ، ج ۱، ص ۱۷۱۔ بارق النور)

نماز میں پسینہ پونچھنا

روی انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرق فی صلاتہ لیلۃ فسلت العرق عن جبینہ .

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک شب کی نماز میں پسینہ آیا تو جبین اقدس سے پسینہ پونچھ دیا۔ (مولف)

عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ سلت العرق عن جبینہ و کان اذا قام من سجودہ نفض ثوبہ یمنۃ و یسرۃ ۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیشانی اقدس سے پسینہ پونچھتے اور جب سجدہ سے کھڑے ہوتے تو دائیں بائیں کپڑا جھاڑ دیتے۔ سجدہ میں ماتھے پر لگی ہوئی چیز اگر ضرر دے تو مطلقاً اسے پونچھنے میں حرج نہیں۔ (مولف) (فتاویٰ رضویہ ا/ص ۲۰۲، ۲۰۳۔ بارق النور)

اوقات نماز

نماز کی فرضیت معراج شریف کی رات ہوئی، سب سے پہلے پچاس نمازوں کا حکم ہوا تھا اس کے بعد پچاس سے پانچ ہوئیں، فرمان باری تعالیٰ ہوا یہ پانچ ہی پچاس کے حکم میں ہیں کیوں کہ میرے حکم میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ اوران پانچ نمازوں کے اوقات کا تعین سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معراج شریف سے واپسی کے بعد ہوا۔

مواہب میں محمد بن اسحاق سے منقول ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب معراج کے بعد جب صبح فرمائی تو جبریل علیہ الصلاۃ والسلام نے آ کر نماز پنج گانہ کے اوقات بتائے۔ اور بعضوں کا خیال ہے کہ ہجرت کے بعد کا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ہجرت سے پہلے جبریل کے بیان کرنے سے قبل کا ہے اس کے بعد جبریل علیہ الصلاۃ والسلام نے بیان کیا۔ بہر تقریر جبریل امین ظہر کے وقت میں دو دن برابر آئے اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذان دینے کا حکم فرمایا کہ الصلاۃ جامعۃ پکاریں۔ پھر جب صحابہ جمع ہو گئے تو جبریل نے ظہر کے شروع وقت میں امامت کی اور نماز ظہر ادا کرائی یہ وقت زوال کے وقت

کے فوراً بعد کا تھا۔اس کے بعد پھر امامت کی اور نماز عصر ادا کی ، یہ وقت ایک مثل سایہ ہو جانے کے بعد کا تھا۔پھر مغرب ادا کی اور یہ وقت غروب آفتاب کے فوراً بعد تھا اور غروب شفق کے بعد عشاء کی نماز ادا کی۔ پھر نماز فجر ادا کی جب کہ طلوع صبح صادق ہو چکی تھی۔

دوسرے دن پھر جبریل علیہ الصلاۃ والسلام آئے ، امامت کی اور ظہر کی نماز ادا کی یہ وہ وقت تھا جب کہ سایہ ایک مثل کے قریب پہنچ گیا تھا۔اور نماز عصر ادا کی جب کہ سایہ دو مثل سے متجاوز ہو گیا تھا۔اور مغرب کی نماز ادا کی جب کہ آفتاب غروب ہو گیا تھا۔نماز مغرب دونوں دن ایک وقت میں گزاری ، اور عشاء کی نماز تہائی رات یا نصف رات کے وقت گزاری۔اور نماز فجر ادا کی جب کہ وقت دراز ہو چکا تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ روشنی پھیلنے کے بعد (قبل طلوع آفتاب) ادا کی اس کے بعد جبریل نے کہا اے حبیب خدا! یہ ان انبیاء کا وقت ہے جو آپ سے پہلے گزرے اور نماز کے اوقات ان دونوں وقتوں کے درمیان ہے۔(مولف) (مدارج النبوۃ جلد اول)

جبریل کی تعیین اوقات

فرضیت نماز کے بعد نماز کے اوقات بھی متعین ومقرر ہوئے اس سلسلے میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں :

جبریل امین علیہ الصلاۃ والتسلیم نے صبح اسراء بعد فرضیت نماز اوقات نماز معین کرنے اور ان کا اول آخر بتانے کے لیے دو روز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امامت کی ۔ پہلے دن ظہر سے فجر تک پانچوں نمازیں اول وقت پڑھیں اور دوسرے دن ہر نماز آخر وقت ، اس کے بعد گزارش کی :

الوقت ما بین هذين الوقتين .

وقت ان دونوں وقتوں کے بیچ میں ہے۔

اس حدیث میں ابوداؤد و ترمذی و شافعی وطحاوی و ابن حبان و حاکم کے یہاں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

صلی بی العصر حین کان ظله مثله فلما کان الغد صلی بی الظهر حین کان ظله مثله .

جبریل نے مجھے عصر کی نماز اس وقت پڑھائی جب شی کا سایہ اس کے ایک مثل ہوا، پھر کل ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب شیٔ کا سایہ اس کے ایک مثل ہوا۔ **(مولف)**

ترمذی کے لفظ یوں ہیں۔

صلی المرة الثانية الظهر حین کان ظل کل شیٔ مثله لوقت العصر بالامس.

دوسری بار ظہر اس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اس کے ایک مثل ہوا کل گزشتہ نماز عصر کے وقت میں۔ **(مولف)**

شافعی کے لفظ یوں ہیں۔

ثم صلی المرة الاخری الظهر حین کان ظل کل شیٔ قدر ظله قدر العصر بالامس.

پھر دوسری مرتبہ ظہر اس وقت پڑھی جب کہ ہر چیز کا سایہ گزشتہ عصر کی مقدار کا ہوا۔

اس سے مقصود اوقات کی تمیز اور ہر نماز کا اول و آخر وقت جدا جدا بتانا ہے۔ **(مولف)**

نسائی وطحاوی و حاکم و بزار نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، حضور اقدس صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

ھذا جبریل جاء کم یعلمکم دینکم و فیه ثم صلی العصر حین رأی الظل مثله ثم جاء ہ الغد ثم صلی به الظهر حین کان الظل مثله .

یہ جبریل علیہ الصلاۃ والسلام ہیں تمھیں تمھارا دین سکھانے آئے ہیں اور اسی میں ہے کہ پھر عصر اس وقت پڑھی جب شئ کا سایہ اس کے ایک مثل دیکھا پھر کل تشریف لا کر ظہر اس وقت پڑھی جب شئ کا سایہ ایک مثل ہوا۔ (مولف)

بزار کے لفظ یوں ہیں :

جاء نی فصلی بی العصر حین کان فئي مثلی ثم جاء نی من الغد فصلی بی الظهر حین کان الفئ مثلی .

جبریل علیہ الصلاۃ والسلام نے میرے پاس آ کر عصر اس وقت پڑھائی جب میرا سایہ میرے مثل ہوا پھر کل تشریف لا کر ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب سایہ دو چند ہو گیا۔ (مولف)

نسائی وامام احمد واسحاق بن راہویہ وابن حبان وحاکم جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی

ان جبریل اتی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم حین کان الظل مثل شخصه فصلی العصر ثم اتاه فی الیوم الثانی حین کان ظل الرجل مثل شخصه فصلی الظهر .

جبریل امین علیہ الصلاۃ والسلام نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر عصر اس وقت پڑھی جب سایہ آدمی کے مثل ہوا پھر دوسرے دن حاضر ہو کر ظہر کی نماز اسی وقت پڑھی۔ (مولف)

امام اسحاق بن راہویہ اپنی مسند میں حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، بطریق

حدثنا بشر بن عمرو النهرانی حدثنی مسلمة بن بلال ثنا یحیی بن سعید ثنی ابو بکر بن عمرو بن حزم عن ابی مسعود الانصاری.

اور بیہقی کتاب المعرفۃ میں:

بطریق ایوب بن عتبة ثنا ابو بکر عمرو بن حزم عن عزوۃ بن الزبیر عن ابن ابی مسعود عن ابیه راوی ،اور یہ لفظ حدیث اسحاق ہیں۔

قال جاء جبریل الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فقال قم فصل و ذلک لدلوک الشمس حین مالت فقام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فصلی الظهر اربعا ثم اتاه حین کان ظله مثله فقال قم فصل فقام فصلی العصر اربعا ثم اتاه من الغد حین کان ظله مثله فقال له قم فصل فقام فصلی الظهر اربعا.

حضرت جبریل امین علیہ الصلاۃ والسلام نے زوال شمس کے وقت بارگاہ رسالت میں آ کر عرض کی کہ اٹھئے اور نماز پڑھئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر ظہر کی چار رکعتیں پڑھیں پھر جب سایہ ایک مثل ہوا تو جبریل نے آ کر عرض کی کہ نماز پڑھئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر عصر کی چار رکعتیں پڑھیں، پھر دوسرے دن جب سایہ ایک مثل ہوا تو آئے اور عرض کی کہ نماز پڑھئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ظہر کی چار رکعتیں پڑھیں۔ (مولف)

ابن راہویہ مسند میں عبد الرزاق سے اور عبد الرزاق مصنف میں بطریق اخبرنا معمر عن عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم عن ابیہ عن جدہ عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی

قال جاء جبریل فصلی بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم و صلی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم بالناس حین زالت الشمس الظهر ثم صلی العصر حین کان ظله

مثله قال ثم جاء جبریل من الغد فصلی الظهر بالنبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم و صلی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بالناس الظهر حین ظله مثله .

جبریل علیہ الصلاۃ والسلام نے آکر زوالِ شمس کے وقت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوظہر پڑھائی اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کی امامت فرمائی پھر عصر اس وقت پڑھی جب شی کا سایہ اس کے ایک مثل ہوا۔ راوی نے کہا کہ جبریل علیہ الصلاۃ والسلام نے دوسرے دن نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ظہر پڑھائی اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کی امامت فرمائی جب کہ شی کا سایہ اس کے ایک مثل ہوا یعنی ظہر میں تاخیر اور عصر میں تعجیل فرمائی۔ (مولف)

دارقطنی سنن اور طبرانی معجم کبیر اور ابن عبداللہ تمہید میں بطریق ایوب بن عتبہ عن ابی بکر بن حزم عن عروۃ بن الزبیر حضرت ابو مسعود انصاری و بشیر بن ابی مسعود دونوں صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی

ان جبریل جاء الی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم حین دلکت الشمس فقال یا محمد صل الظهر فصلی ثم جاء حین کان ظل کل شی مثله فقال یا محمد صل العصر فصلی ثم جاءه الغد حین کان ظل کل شی مثله فقال صل الظهر. الحدیث . و الکل مختصر.

جبریل علیہ الصلاۃ والسلام نے سورج ڈھلنے کے وقت بارگاہ رسالت میں آکر عرض کی یا رسول اللہ نماز ظہر پڑھیے حضور نے نماز ظہر پڑھی، پھر جبریل علیہ السلام اس وقت آئے جب ہر چیز کا سایہ اس کے مثل ہوا اور عرض کی نماز عصر پڑھیے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز عصر پڑھی پھر دوسرے دن جبریل امین اس وقت آئے جب کہ ہر چیز کا سایہ اس کے ایک مثل ہوا اور عرض کی نماز ظہر پڑھیے یعنی ظہر اول وقت اور عصر آخر وقت میں ادا فرمائی۔ (مولف)

سائل کو اوقات کی تعلیم

سائل نے جو خدمت اقدس حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوکر اوقات نماز پوچھے اور حضور والا نے ارشاد فرمایا ہے کہ دو دن حاضر رہ کر ہمارے پیچھے نماز پڑھ پہلے دن ہر نماز اپنے اول وقت اور دوسرے دن ہر نماز آخر وقت پڑھا کر ارشاد ہوا ہے

الوقت بين هذين.

وقت ان دونوں وقتوں کے درمیان ہے۔

اس حدیث میں نسائی وطحاوی نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

سأل رجل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن مواقيت الصلاة فقال صل معي فصلى الظهر حين زاغت الشمس و العصر حين كان فئ كل شئ مثله قال ثم صلى الظهر حين كان فئ الانسان مثله .

حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک آدمی نے اوقات نماز کے بارے میں پوچھا حضور نے فرمایا میرے ساتھ نماز پڑھو تو ظہر اس وقت پڑھی جب سورج ڈھل گیا اور عصر اس وقت پڑھی جب کہ ہر چیز کا سایہ اس کے ایک مثل ہوا۔ راوی نے کہا کہ پھر ظہر اس وقت پڑھی جب کہ انسان کا سایہ اس کے قد کے برابر ہوا۔ **(مولف)**

سنن ابی داؤد میں بسند صحیح ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث سائل یوں ہے۔

ان سائلا سأل النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فلم يرد عليه شيئا حتى امر بلالا فاقام الفجر حين انشق الفجر و فيه فلما كان من الغد اقام الظهر في وقت العصر

الذی کان قبله و صلی العصر و قد اصفرت الشمس او قال امسی .

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک سائل نے سوال کیا تو اس کو کچھ جواب نہیں دیا یہاں تک کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو (اقامت کہنے کا) حکم فرمایا تو انھوں نے فجر کی اقامت اس وقت کہی جب فجر طلوع ہو چکا تھا۔ اور اسی میں یہ ہے کہ، دوسرے دن جماعت ظہر دیروزہ وقت عصر سے پہلے قائم ہوئی اور عصر پڑھی کہ سورج زرد ہو چکا تھا یا کہا کہ شام ہوگئی۔ شام سے مراد قریب بغروب ہے۔ (مولف)

مسلم ونسائی وابن ابان وطحاوی کے یہاں ان لفظوں سے ہے۔

ثم اخر الظهر حتی کان قریبا من وقت العصر بالامس ، و لفظ النسائی الی قریب.

پھر ظہر کی تاخیر فرمائی یہاں تک کہ وقت عصر دیروزہ سے قریب ہوگئی۔ نسائی کے الفاظ بھی اسی سے ملتے جلتے ہیں۔

صحیح مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

وقت الظهر اذا زالت الشمس و کان ظل الرجل کطوله مالم یحضر العصر.

ظہر کا وقت اس وقت ہے جب سورج ڈھلے اور سایہ آدمی کا اس کے قد کے برابر ہو جائے جب تک عصر کا وقت نہ آئے۔

امامت جبریل

امام طحاوی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث امامت جبریل میں راوی حضور والا

صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وسلامہ نے فرمایا۔

صلی الظھر و فئ کل شئ مثلہ .

ظہر اس وقت پڑھی کہ سایہ ہر چیز کا اس کے برابر ہوگیا۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲،ص ۳۴۲ تا ۳۴۶۔حاجز البحرین)

ایک اور مقام پر امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں

حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وہ حدیث جلیل کہ جبریل امین علیہ الصلاۃ والسلام نے دوروز حضور کی امامت کی ایک دن پانچوں نمازیں اول وقت، دوسرے دن آخر وقت پڑھیں پھر حضور پر نور صلوات اللہ تعالیٰ وتسلیماتہ علیہ سے عرض کی

ھذا وقت الانبیاء من قبلک .

یہی وقت حضور سے پہلے انبیاء کے تھے۔اسے ابوداؤد نے روایت کیا۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲،ص ۲۰۲)

اور فرماتے ہیں :

حدیث امامت جبریل علیہ الصلاۃ والسلام جس میں انھوں نے ہر نماز کے لیے جدا وقت معین کیا۔

بخاری ومسلم صحاح اور امام مالک وامام ابن ابی ذئب موطا اور ابو محمد عبداللہ دارمی مسند میں حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی جبریل امین نے بعد تعیین اوقات عرض کی :

بھذا امرت.

اسی کا حضور کو حکم دیا گیا ہے۔

ابن ابی الذئب کے لفظ یوں ہیں۔

ابن ابی ذئب میں عمر بن عبدالعزیز کی حدیث میں ہے کہ مغیرہ بن شعبہ نے ایک دن نماز تاخیر سے پڑھی اس وقت ان کے پاس ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما آئے اور کہا

ان جبریل نزل علی محمد صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فصلی و صلی و صلی و صلی و صلی ثم صلی ثم صلیٰ ثم صلی ثم صلی ثم قال هکذا امرت.

یعنی جبریل امین نے دونوں روز امامت سے تعیین اوقات کر کے عرض کی ایسا ہی حضور کو حکم ہے۔

مسند امام ابن راہویہ میں مطول و مفصل ہے۔

فی آخره ثم قال جبریل ما بین هذین وقت صلاة .

پھر جبریل نے عرض کی ان دونوں کے درمیان وقت نماز ہے۔

دارقطنی وطبرانی وابوعمر بن عبدالبر ابو مسعود و بشیر بن ابی مسعود دونوں صحابیوں رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی جبریل نے عرض کی :

ما بین هذین وقت یعنی امس و الیوم .

کل اور آج کے وقتوں کے درمیان ہر نماز کا وقت ہے۔

ابوداؤد وترمذی شافعی طحاوی ابن حبان حاکم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی جبریل نے گزارش کی

الوقت ما بین هذین الوقتین .

وقت وہ ہے جو ان دونوں وقتوں کے درمیان ہے۔

نسائی وطحاوی وحاکم وبزار ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جبریل نے عرض کی

الصلاة ما بين صلاتك امس و صلاتك اليوم.

نماز دیروزہ وامروزہ کے بیچ میں نماز ہے۔

بزار کے یہاں ہے ثم قال ما بين هذين وقت.

ان دو کے اندر وقت ہے۔

نسائی واحمد واسحاق وابن حبان وحاکم جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی جبریل نے گزارش کی

ما بين هاتين الصلاتين وقت.

ان دو نمازوں کے اندر وقت ہے۔

طحاوی ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جبریل نے گزارش کی الصلاة فيما بين هذين الوقتين.

نماز ان دو وقتوں کے درمیان ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۳۸۰ تا ۳۸۱۔ حاجز البحرین)

ایک سائل کو حضور نے وقت بتایا

حدیث سائل جسے حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امامتیں فرما کر ہر نماز کا اول آخر وقت بتایا۔

مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، طحاوی حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

وقت صلاتکم بین ما رأیتم .

تمھاری نماز کا وقت اس کے درمیان ہے جو تم نے دیکھا

مسلم کے دوسرے طریق میں ہے:

ما بین ما رأیت وقت.

اے سائل جو تو نے دیکھا اس کے اندر وقت ہے۔

ترمذی کے یہاں یوں ہے:

مواقیت الصلاۃ کما بین ھذین .

نمازوں کے وقت ایسے ہیں جیسے ان دو کے درمیان۔

مسلم ابوداؤد ونسائی ابن ابان طحاوی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

الوقت بین ھذین .

وقت ان دو کے درمیان ہے۔

طحاوی بطریق عطاء بن ابی رباح بعض صحابہ یعنی جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور امام عیسیٰ بن ابان بلفظ **عن عطاء بن ابی رباح قال بلغنی ان رجلا اتی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم** راوی حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

ما بين صلاتي في هذين الوقتين وقت كله .

جن دو وقتوں پر میں نے نمازیں پڑھیں ان کے اندر اندر سب وقت ہے۔

ولفظ الحجج ، ثم قال ما بينهما وقت .

ان دونوں کے درمیان وقت ہے۔

مالک ونسائی و بزار حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما بين هذين وقت.

ان دو کے درمیان وقت ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲، ص ۳۸۱، حاجز البحرین)

وقت پر نمازیں

سنن نسائی کتاب المناسک باب الجمع بین الظہر والعصر بعرفۃ میں ہے۔

عن عبد الله رضي الله تعالىٰ عنه قال كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يصلي الصلاة لوقتها الا بجمع و عرفات.

یعنی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر نماز اس کے وقت ہی میں پڑھتے تھے مگر مزدلفہ و عرفات میں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۴۰۱۔ حاجز البحرین)

حضور کا طریقہ

جماعت و حاضری مسجد میں حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معمول وطریقہ کیا تھا اس سلسلے

میں امام احمد رضا بریلوی ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں :

حدیث میں سنت اقدس یوں مروی ہے کہ جب لوگ جلد حاضر ہو جاتے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز جلد پڑھ لیتے اور حاضری میں دیر ملاحظہ فرماتے تو تاخیر فرماتے اور کبھی سب لوگ حاضر ہو جاتے اور تاخیر فرماتے، یہاں تک کہ ایک بار نماز عشا میں تشریف آوری کا بہت انتظار طویل صحابہ کرام نے کیا بہت دیر کے بعد مجبور ہو کر امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے در اقدس پر عرض کی کہ عورتیں اور بچے سو گئے اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم برآمد ہوئے اور فرمایا روئے زمین پر تمھارے سوا کوئی نہیں جو اس نماز کا انتظار کرتا ہو اور تم نماز ہی میں ہو جب تک نماز کے انتظار میں رہو۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۴۲۶)

نماز فجر میں تخفیف قرأت

صحیح حدیث سے ثابت کہ ایک بچہ جس کی ماں شریک جماعت تھیں اس کے رونے کی آواز سن کر حضور پرنور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فجر کی نماز صرف معوذتین سے پڑھائی۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۳، ص ۱۶۷)

سنت فجر

صحیحین میں ہے :

عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها قالت لم یکن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی شیء من النوافل اشد تعاهد منه علی رکعتی الفجر.

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام نوافل

میں فجر کی دو رکعت سے زیادہ کسی کی محافظت نہیں فرماتے تھے۔ (مولف)

(فتاویٰ رضویہ ج ۳، ص ۳۳۴ ۔ القلادۃ المرصعۃ)

ابوداؤد حضرت قیس بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی :

قال رأی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم رجلا یصلی بعد صلاة الصبح رکعتین فقال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم صلاة الصبح رکعتان فقال الرجل انی لم اکن صلیت الرکعتین اللتین قبلهما فصلیتهما الآن فسکت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم.

یعنی قیس انصاری فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بعد صلاۃ صبح دو رکعتیں پڑھتے دیکھا فرمایا صبح کی دو ہی رکعتیں ہیں عرض کی سنتیں میں نے نہ پڑھی تھیں وہ اب پڑھ لیں اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا۔

ابن ماجہ وابوبکر بن ابی شیبہ اسی سند ومتن سے عبداللہ بن نمیر سے راوی مگر اس میں یہ ہے

قال قال النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم أ صلاة الصبح مرتین.

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا صبح کی نماز دو مرتبہ ہے؟ (مولف)

اور اسی حدیث میں ترمذی کی روایت یوں ہے

عن قیس قال خرج رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فاقیمت الصلاة فصلیت معه الصبح ثم انصرف النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فوجدنی اصلی فقال مهلا یا قیس أ صلاتان معا قلت یا رسول الله انی لم اکن رکعت رکعتی الفجر قال

فلا اذن .

قیس فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے تو نماز کی اقامت ہوئی میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز فجر پڑھی جب حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انصراف فرمایا تو میں نماز پڑھ رہا تھا فرمایا اے قیس چھوڑو کیا دو نمازیں ایک ساتھ؟ میں نے عرض کی یارسول اللہ میں نے فجر کی دو سنتیں نہیں پڑھی تھیں یہ سن کر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تو اب حرج نہیں۔ (مولف)

امام ترمذی نے کہا اس کی سند منقطع ہے اور بعض نے اسے مرسلاً روایت کیا۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۶۱۸)

جنوں کی آمد

بخاری و مسلم میں ہے :

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما فی حدیث مجئ الجن الیه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اول البعث انهم اتوه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم و هو یصلی باصحابه صلاة الفجر.

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جنات کے آنے کی حدیث میں ہے کہ حضور کے زمانہ بعثت کے آغاز میں جنوں کی بھیجی ہوئی جماعت حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں اس وقت آئی کہ جب حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ نماز فجر پڑھ رہے تھے۔ (مولف)

قال الزرقانی المراد بالفجر رکعتان اللتان کان یصلیهما قبل طلوع الشمس.

زرقانی نے کہا کہ فجر سے مراد وہ دو رکعت ہیں جنھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طلوع آفتاب سے پہلے پڑھتے تھے۔(مولف) (فتاویٰ رضویہ، ج ۲، ص ۲۱۶۔ جمان التاج)

قصہ لیلۃ التعریس

تعریس، آخر شب میں سونے کے لیے مسافر کے اترنے اور ٹھہرنے کو کہتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر غزوۂ خیبر کی واپسی میں ایک رات سفر میں نیند کا غلبہ ہوا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آخر شب میں خواب و استراحت کے لیے قیام فرمایا اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ ہم سو جائیں تو ہمارے لیے رات کی نگہبانی کرنا اور جاگتے رہنا اور صبح سے ہوشیار رہنا جب صبح ہو جائے تو ہمیں بیدار کر دینا تاکہ صبح کی نماز ہاتھ سے نہ جائے لیکن نماز تہجد سونے سے پہلے ادا فرمائی تھی۔ یہاں تک کہ نیند کا اتنا غلبہ ہوا کہ اس نے مہلت نہ دی۔

حدیث میں آیا ہے کہ اگر خواب یا ضعف یا بیماری مانع ہوتی تو قیام شب قضا فرما دیتے اور ان میں زوال آفتاب سے پہلے شب کی نماز کو ادا فرماتے۔ اس واقعہ میں کوئی بھید ہوگا کہ اس کا نفع ضعفائے امت کو پہنچے۔ اس کے بعد حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ شب بیداری کے لیے آمادہ و تیار ہوئے اور نماز میں مشغول ہو گئے اور اتنی نمازیں پڑھیں جتنی خدا نے ان کو توفیق دی۔ اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ جن میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھے سو گئے۔

روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تاکیداً فرما دیا تھا کہ اے بلال اپنی آنکھوں کو نیند سے خبردار رکھنا، یہ بار گراں حضرت بلال رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کی گردن پہ پڑا جب صبح کا وقت قریب ہوا تو حضرت بلال نے اپنے کجاوے سے ٹیک لگالی اور طلوع فجر کی طرف متوجہ ہوئے اور غور سے آسمان کی طرف دیکھنے لگے اچانک حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھیں بوجھل ہونے لگیں اور بے اختیار نیند آگئی حالاں کہ اپنے اونٹ سے تکیہ لگائے ہوئے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ اپنی دستار کو کھول کر اس سے احتباء کیا۔

چنانچہ نہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی بیدار ہوئے اور نہ کوئی اور صحابی۔ یہاں تک کہ سورج طلوع کر آیا اس کے بعد سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور حضور سونے اور نماز کے فوت ہو جانے سے حق تعالیٰ کے قہر وجلال اور اس کی تجلی سے ڈرے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد اور حضرات بھی بیدار ہو گئے، حضور نے بلال کو آواز دی اور فرمایا اے بلال یہ کیا ہوا تم کیوں سو گئے تھے؟

اس پر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، میں کیا عرض کروں مجھے بھی اسی نے آگھیرا تھا جس نے آپ کو گھیرا تھا اس وقت بیداری کے باوجود جو آپ کو حاصل ہے۔

دوسری حدیث میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا، بلال کے پاس شیطان آیا حالاں کہ وہ نماز میں کھڑے تھے شیطان نے بلال کے سینہ پر ہاتھ مارا اور انھیں اس طرح تھپک تھپک کر سلا دیا، جس طرح بچے کو تھپک تھپک کر سلاتے ہیں، اور بلال سو گئے۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور ان سے ان کے سو جانے کی کیفیت دریافت فرمائی تو انھوں نے ویسا ہی عرض کیا جیسا کہ حضور نے حضرت صدیق سے فرمایا تھا، حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اشھد انک رسول اللہ والحق یہ مقام تجدید ایمان

اور تصدیق وشہادت رسالت کا ہے تا کہ کسی قسم کا وسوسہ شیطانی دخل انداز نہ ہو۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا اپنے اونٹوں کو یہاں سے اٹھا کر لے چلو صحابہ نے اپنے اونٹوں کو اٹھایا اور وہاں سے چل دیے۔

دوسری جگہ پہنچنے کے بعد پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وضو فرمایا اور بلال کو اذان دینے کا حکم فرمایا اور اقامت کے ساتھ انھیں صحابہ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی۔

جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو اس حال میں مضطرب و پریشان دیکھا تو ان کی تسلی کے لیے فرمایا کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے ہماری روحوں کو قبض کر لیا تھا اگر وہ چاہتا تو اس کے سوا زمانہ میں بیدار کرتا، اور فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز بھول جائے یا سو جائے، تو اسے چاہیے کہ جب یاد آئے اسی وقت پڑھ لے۔ (مدارج النبوۃ جلد دوم) (مولف)

لیلۃ التعریس اور اس میں قضائے نماز سے متعلق امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ القوی فرماتے ہیں :

سنت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والتحیۃ ہے کہ جہاں انسان سے کوئی تقصیر واقع ہو عمل صالح وہاں سے ہٹ کر کرے، اسی لیے جب ایک بار سفر میں آخر شب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نزول فرمایا اور آنکھ نہ کھلی یہاں تک کہ آفتاب چمکا حضور نے وہاں نماز نہ پڑھی اور فرمایا اس جگہ شیطان حاضر ہوا تھا اپنے مرکبوں کو یوں ہی لیے چلے آؤ پھر وہاں سے تجاوز فرما کر نماز قضا کی۔

صحیح مسلم شریف میں ہے :

عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال عرسنا مع نبی الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم فلم نستيقظ حتی طلعت الشمس فقال صلی الله تعالیٰ عليه وسلم لياخذ كل

کل رجل براس راحلته فان هذا منزل حضرنا فيه الشيطان قال ففعلنا ثم دعا بالماء فتوضأ. الحديث.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں رات کو ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سو گئے اور بیدار نہیں ہوئے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو گیا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر آدمی اپنی سواریوں کو لے چلے کیوں کہ یہ وہ جگہ ہے جس میں شیطان حاضر ہوا تھا حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ پھر ہم نے وہی کیا جو حضور نے فرمایا پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پانی منگا کر وضو فرمایا اور نماز ادا فرمائی۔ (مولف) (فتاویٰ رضویہ، ج ۳، ص ۵۳۹۔ انہار الانوار)

یہی مضمون دوسری جگہ اس طرح ہے۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب تعریس جب نماز فجر سوتے میں قضا ہوئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حکم فرمایا کہ نماز آگے چل کر پڑھو کہ یہاں تمھارے پاس شیطان حاضر ہوا تھا۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۲، ص ۴۴۷)

لیلۃ التعریس میں حضور کا فرمان

مسلم واحمد وابوداؤد وابن ماجہ وطحاوی وابن حبان حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ليس في النوم تفريط و انما التفريط في اليقظة ان توخر صلاة حتى يدخل وقت صلاة اخرى.

سونے میں کچھ تقصیر نہیں تقصیر تو جاگتے میں ہے کہ تو ایک نماز کو اتنا پیچھے ہٹائے کہ دوسری نماز کا

وقت آجائے۔

یہ حدیث خود حالت سفر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی تھی۔

حین فاتتهم صلاة الصبح ليلة التعريس .

جب ان کی نماز صبح لیلۃ التعریس میں قضا ہوگئی تھی۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۳۸۳۔حاجز البحرین)

سحری اور فجر میں فاصلہ

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تناول سحری اور نماز فجر شروع کرنے کے درمیان کتنا فاصلہ ہوتا تھا احادیث و روایات کے حوالے سے امام احمد رضا بریلوی تحریر فرماتے ہیں:

بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، طحاوی بطریق انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی

قال تسحرنا مع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ثم قمنا الى الصلاة قلت كم كان قدر ما بينهما قال خمسين آية .

ہم نے حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کھائی پھر نماز فجر کے لیے کھڑے ہوگئے میں نے پوچھا بیچ میں کتنا فاصلہ دیا کہا پچاس آیت پڑھنے کا۔

بخاری و نسائی بطریق قتادہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی

ان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و زيد بن ثابت تسحرا فلما فرغا من سحورهما قام نبي الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الى الصلاة فصلى قلت لانس كم

کان بین فراغهما من سحورهما و دخولهما فی الصلاة قال قدر ما یقراء الرجل خمسین آیة .

یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وزید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سحری تناول فرمائی جب کھانے سے فارغ ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز صبح کے لیے کھڑے ہوگئے نماز پڑھ لی، میں نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا سحری سے فارغ اور نماز میں داخل ہونے میں کتنا فصل ہوا کہا اس قدر کہ آدمی پچاس آیتیں پڑھ لے۔

امام تورپشتی حنفی پھر علامہ طیبی شافعی پھر علامہ علی قاری شرح مشکوۃ میں اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں

هذا تقدیر لا یجوز لعموم المومنین الأ خذ به و انما اخذه رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لاطلاع الله تعالیٰ ایاه و کان صلی الله تعالیٰ علیه وسلم معصوما عن الخطاء فی الدین .

یہ اندازہ وہ ہے کہ عام امت کو اسے اختیار کرنا جائز نہیں سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے اس لیے اختیار فرمایا کہ رب العزت جل وعلا نے حضور کو وقت حقیقی پر اطلاع فرمائی تھی اور حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دین میں خطا سے معصوم تھے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج۲۔ص ۳۵۹۔حاجز البحرین)

اذان فجر کے لیے بلال کو حضور کا حکم

قوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لبلال رضی الله تعالیٰ عنه لا توذن حتی یستبین لک الفجر هکذا و مد یدیه عرضا . اھ

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اس وقت

تک اذان نہ دو جب تک صبح یوں روشن نہ ہو جائے اور آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو عرض میں پھیلا دیا۔(مولف) (شمائم العنبر)

نماز صبح کے بعد حضور کا وظیفہ

بیہقی سنن میں حضرت ابن زمل جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث طویل رویا میں راوی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد نماز صبح پاؤں بدلنے سے پہلے ستر بار فرماتے :

سبحان الله و بحمده و استغفر الله ان الله كان توابا.

پھر فرماتے یہ ستر سات سو کے برابر ہیں۔نرا بے خیر ہے جو ایک دن میں سات سو سے زیادہ گناہ کرے یعنی ہر نیکی کم از کم دس ہے۔ **من جاء بالحسنة فله عشر امثالها** تو یہ ستر کلمے سات سو نیکیاں ہوئے اور ہر نیکی کم از کم ایک بدی کو محو کرتی ہے **ان الحسنات يذهبن السيئات** تو اس کے پڑھنے والے کی نیکیاں ہی غالب رہیں گی مگر وہ کہ دن میں سات سو گناہ سے زیادہ کرے اور ایسا سخت ہی بے خیر ہو گا۔ (جزاءاللہ عدوہ باباہ ختم النبوۃ)

چار رکعت سنت ظہر

عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها ان النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان اذا فاتته الاربع قبل الظهر قضاهن بعده .

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جب ظہر کی چار سنتیں قضا ہو جاتیں تو فرض کے بعد ادا فرماتے تھے۔(مولف) (فتاویٰ رضویہ، ج ۳، ص ۴۶۱)

نماز ظہر میں قرأت

ابو سعید خدری وغیرہ کی حدیث میں ہے :

انه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کان یقراء فی الصلاۃ فی الرکعتین الاولیین قدر ثلثین آیة و فی الآخریین قدر خمسة عشر آیة او قال نصف ذلک .

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں تقریباً تیس آیتیں پڑھتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں پندرہ آیتیں پڑھتے یا کہا کہ ان کا نصف پڑھتے تھے۔ (مولف)

صحیحین میں ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے :

ان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کان یقراء فی الظهر فی الاولیین بام القران و سورتین و فی الرکعتین الاخریین بام الکتاب . الحدیث.

بیشک حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے اور پچھلی دو رکعتوں میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے۔ (مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۳، ص ۶۳۷، ۶۳۸)

سفر میں نماز ظہر

ابو داؤد نے اپنے سنن میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی :

قال کنا اذا کنا مع رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی السفر فقلنا زالت الشمس او لم تزل صلی الظهر ثم ارتحل .

جب ہم حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ رکاب سفر میں ہوتے ہم کہتے سورج ڈھلا یا ابھی ڈھلا بھی نہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت نماز ظہر پڑھ کر کوچ فرما دیتے۔

ابوداؤد و نسائی وطحاوی ان ہی انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا نزل منزلا لم یرتحل حتی یصلی الظھر فقال لہ رجل و ان کان نصف النھار قال و ان کان نصف النھار .

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی منزل میں اترتے بے ظہر پڑھے کوچ نہ فرماتے کسی نے کہا اگر چہ دوپہر کو فرمایا اگرچہ دوپہر کو۔

نسائی کے لفظ یوں ہیں :

فقال رجل و ان کانت بنصف النھار قال و ان کانت بنصف النھار .

یعنی کسی نے پوچھا اگر چہ وہ نماز دوپہر میں ہوتی فرمایا اگر چہ دوپہر میں ہوتی۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۳۶۰ ۔ حاجز البحرین)

ظہر کے لیے جبریل کی آمد

حدیث جبریل بروایت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں نسائی کے یہاں یوں ہے۔

ان جبریل اتی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حین کان الظل مثل شخصہ فصلی العصر ثم اتاہ فی الیوم الثانی حین کان ظل الرجل مثل شخصہ فصلی الظھر

جبریل امین علیہ الصلاۃ والسلام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں اس وقت آئے جب آدمی کا سایہ اس کے برابر ہوا اور نماز عصر پڑھی پھر دوسرے دن اسی وقت آئے اور نماز ظہر پڑھی۔ (مولف)

دوسری روایت میں ہے :

ثم مكث حتى اذا كان فئ الرجل مثله جاء ه للعصر فقال قم يا محمد فصل العصر ثم جاء ه من الغد حين كان فئ الرجل مثله فقال قم يا محمد فصل فصلى الظهر.

پھر دوسری مرتبہ عصر کے لیے اس وقت آئے جب کہ آدمی کا سایہ اس کے برابر ہوا اور عرض کیا کہ اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اٹھئے اور نماز عصر پڑھئے، پھر دوسرے دن اسی وقت آئے اور عرض کیا کہ اٹھئے اور نماز ظہر پڑھئے۔ (مولف)

مسند اسحاق میں بروایت ابی مسعود بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یوں ہے۔

اتاه حين كان ظله مثله فقال قم فصل فقام فصلى العصر اربعا ثم اتاه من الغد حين كان ظله مثله فقال له قم فصل فقام فصلى الظهر اربعا.

جب سایہ شئی کے برابر ہوا جبریل امین علیہ الصلاۃ والسلام آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ اٹھئے اور نماز پڑھئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عصر کی چار رکعتیں پڑھیں پھر دوسرے دن اسی وقت جبریل آئے اور گزارش کی کہ نماز پڑھئے تو حضور نے ظہر کی چار رکعتیں پڑھیں۔ (مولف)

دارقطنی وطبرانی وابوعمر کے یہاں بروایت عقبہ بن عمرو وبشیر بن عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما یوں ہے۔

جاء ه حين كان ظل كل شئ مثله فقال يا محمد صل العصر فصلى ثم جاء ه الغد حين كان ظل كل شئ مثله فقال صل الظهر فصلى .

ہر چیز کا سایہ اس کے ایک مثل ہونے کے وقت جبریل امین علیہ الصلاۃ والسلام آئے اور گزارش کی کہ یا رسول اللہ نماز عصر پڑھئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھی پھر دوسرے دن اسی وقت آئے اور گزارش کی کہ نماز ظہر پڑھئے حضور نے پڑھی۔ (مولف)

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں :

یہ سب حدیثیں تصریح صریح ہیں کہ روح امین علیہ الصلاۃ والسلام ظہر کے لیے اس وقت ہوئے جب سایہ ایک مثل کو پہنچ چکا تھا اس وقت نماز پڑھنے کے لیے عرض کی اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھی۔ (فتاوی رضویہ ج ۲، ص ۳۸۷۔ حاجز البحرین)

گرمی میں نماز ظہر

بخاری ونسائی انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، یہ نسائی کے لفظ ہیں :

قال كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اذا كان الحر ابرد بالصلاة و اذا كان البرد عجل .

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب گرمی ہوتی نماز ٹھنڈی کرتے اور جب سردی ہوتی تعجیل فرماتے۔

اور بخاری، مسلم، ابوداؤد و ابن ماجہ نے سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

قال اذن موذن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الظهر فقال ابرد ابرد او قال انتظر انتظر و قال شدة الحر من فيح جهنم فاذا اشتد الحر فابردوا عن الصلاة حتى رأينا فئ التلول .

یعنی موذن نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذان ظہر دی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ٹھنڈا کر ٹھنڈا کر یا فرمایا انتظار کر انتظار کر اور فرمایا سخت گرما جہنم کی وسعت نفس سے ہے تو جب گرمی زائد ہو نماز ٹھنڈی کرو یہاں تک کہ ہم نے دیکھا ٹیلوں کا سایہ۔

دوسرے طریق میں ہے :

کنا مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی السفر فاراد المؤذن ان یؤذن الظهر فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابرد ثم اراد ان یؤذن فقال له ابرد حتی رأینا فیئ التلول . الحدیث.

ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے موذن نے ارادہ کیا کہ ظہر کی اذان دے حضور نے ارشاد فرمایا ٹھنڈا کر پھر چاہا کہ اذان دے، پھر فرمایا ٹھنڈا کر یہاں تک کہ ہم نے ٹیلوں کے سائے دیکھے۔

اور مسلم میں ابراہیم کے طریق میں شعبہ سے موذن کا تین بار ارادہ کرنا اور حضور کا یہی حکم فرمانا وارد ہوا۔

ابوداؤد ونسائی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں

قال کان قدر صلاۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الظهر فی الصیف ثلثة اقدام الی خمسة اقدام .

گرمی میں نماز حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدار تین قدم سے پانچ قدم تک تھی۔ یعنی جب سایہ ہر چیز کا اس کے ساتویں حصہ کے تین یا پانچ مثل ہو جاتا۔ تو حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز ادا فرماتے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۴۴۲، ۴۴۳)

ابوداؤد وترمذی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امنی جبریل عند البیت مرتین فصلی بی الظهر حین زالت الشمس و کان قدر الشراک . الحدیث.

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل علیہ الصلاۃ والسلام نے بیت اللہ کے پاس دو بار میری امامت کی، ظہر کی نماز زوال شمس کے وقت پڑھائی اور سورج کا سایہ پشت قدم پر تھا۔ زوال شمس کے بعد وقت ظہر شروع ہوجاتا ہے بلکہ زوال ہی عین ظہر کا وقت ہے۔ (مولف)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۴۴۴)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

اذا اشتد الحر فابردوا بالظهر فان شدة الحر من فيح جهنم .

جب گرمی سخت ہو تو ظہر کو ٹھنڈا کرو کہ شدت گرمی وسعت دم دوزخ سے ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۴۴۲)

صحیح بخاری شریف کی حدیث باب الاذان للمسافر میں ہے کہ ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم ایک سفر میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ رکاب اقدس تھے موذن نے اذان ظہر دینی چاہی فرمایا ابرد، وقت ٹھنڈا کرو۔

دیر کے بعد پھر موذن نے اذان دینی چاہی فرمایا ابرد وقت ٹھنڈا کر۔ دیر کے بعد موذن نے سہ بارہ اذان کا ارادہ کیا فرمایا ابرد وقت ٹھنڈا کر۔

اور یوں ہی تاخیر کا حکم فرماتے رہے **حتی ساوی الظل التلول .**

یہاں تک کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہوگیا۔

اس وقت اذان کی اجازت فرمائی اور ارشاد فرمایا گرمی کی شدت جہنم کی سانس سے ہے تو جب گرمی سخت ہو ظہر ٹھنڈے وقت پڑھو۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲، ص ۲۵۵)

نماز عصر میں پہلا رکوع

بزار و طبرانی اوسط میں ہے :

عن علی رضی الله تعالیٰ عنه قال اول صلاة رکعنا فیها العصر فقلنا یا رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ما هذا قال بهذا امرت .

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جس نماز میں ہم نے سب سے پہلی بار رکوع کیا وہ نماز عصر ہے ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کیا ہے فرمایا مجھے یہی حکم ہوا ہے۔ (مولف)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲/ ۲۱۸۔ جمان التاج)

مسجد بنی عبد الاشہل میں نماز مغرب

ابوداؤد و ترمذی اور نسائی کعب بن عجرہ سے اور ابن ماجہ رافع بن خدیج کی حدیث میں راوی

قال ان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اتی مسجد بنی عبد الاشهل فصلی فیه المغرب فلما قضوا صلاتهم رأهم یسبحون بعدها فقال هذه صلاة البیوت .

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد بنی عبد الاشہل میں تشریف لائے اور اس میں نماز مغرب ادا فرمائی پھر جب نماز پوری ہوئی تو لوگوں کو دیکھا کہ مسجد میں سنتیں پڑھنے لگے ارشاد فرمایا یہ نماز گھر میں پڑھا کرو۔ (مولف)

ترمذی اور نسائی کے لفظ یہ ہیں:

علیکم بهذة الصلاة فی البیوت.

تم لوگوں پر اس نماز کا گھروں میں پڑھنا لازم ہے۔ (مولف)

ابن ماجہ میں یہ ہے :

ارکعوا ھاتین الرکعتین فی بیوتکم .

یعنی ان دونوں رکعتوں کو اپنے گھروں میں پڑھا کرو۔ (مولف)

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس اللہ سرہ العزیز شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

ہر گاہ تمام کردندن مردم نماز فرض را دید آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایشاں را کہ نماز نفل می گزارند کہ مراد بوے سنت مغرب است بعد از فرض یعنی در مسجد پس گفت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایں یعنی سنت مغرب یا مطلق نماز نفل نماز خانہا است کہ در خانہا باید گزارد نہ در مسجد بدانکہ افضل آنست کہ نماز نفل غیر فرض در خانہ بگزارند ہمچنیں بود عمل آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مگر بسببے یا عذرے خصوصاً سنت مغرب کہ ہرگز در مسجد نگزارد۔

وبعضے از علماء گفتہ اند کہ اگر سنت مغرب را در مسجد بگزارد از سنت واقع نمی شود، وبعض گفتہ اند کہ عاصی می گردد از جہت مخالفت امر کہ ظاہرش در وجوب است و جمہور بر آنند کہ امر برائے استحباب است۔

یعنی جب لوگوں نے نماز فرض پوری کر لی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو دیکھا کہ فرض کے بعد مسجد ہی میں نماز نفل یعنی مغرب کی سنت ادا کر رہے ہیں تو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سنت یا نماز نفل تو گھر کی نماز ہے کہ انھیں گھر میں ادا کرنا چاہیئے نہ کہ مسجد میں ۔ افضل یہی ہے کہ فرض کے علاوہ جو بھی نفل ہے وہ گھر میں ادا کی جائے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہی عمل تھا مگر کسی سبب یا کسی عذر کے باعث کبھی مسجد میں ادا کی جائے تو ہو جائے گی خصوصاً مغرب کی سنت کو مسجد میں

ہرگز ادانہ کرے۔

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اگر مغرب کی سنت کو مسجد میں ادا کیا جائے تو وہ سنت ادانہ ہوگی اور بعض کہتے ہیں کہ گنہ گار ہوں گے امر کی مخالفت کے سبب سے کیوں کہ امر وجوب کے لیے ہے اور جمہور علماء اس پر ہیں کہ امر استحباب کے لیے ہے۔(مولف) (فتاویٰ رضویہ، ج ۳۔ص ۴۵۸)

نماز عشاء

حدیث شریف میں نماز عشا کی نسبت ہے کان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يصليها لسقوط القمر الثالثة.

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ نماز اس وقت پڑھا کرتے جس وقت تیسری رات کا چاند ڈوبتا ہے۔اسے ابوداؤد نے نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۴،ص ۵۷۹۔نور الادلۃ)

نماز عشاء کی تاکید

سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کاشانۂ اطہر سے مسجد انور میں قریب امامت جلوہ فرما ہوتے، ایک دن نماز عشاء کو تشریف لائے جماعت میں قلت دیکھی کچھ لوگ حاضر نہ پائے نہایت شدید غضب و جلال محبوب ذی الجلال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس سے ظاہر ہوا ارشاد فرمایا خدا کی قسم میرے جی میں آتا ہے کہ موذن کو تکبیر کا حکم دوں پھر کسی کو امت کے لیے فرماؤں پھر بھڑکتی ہوئی مشعلیں لے جاؤں اور ان لوگوں پر ان لوگوں کے گھر پھونک دوں جنھیں یہ اذان سنے یہ وقت ہوگیا اب تک گھروں سے نماز کو نہیں نکلتے۔

بخاری ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی :

قال قال النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لیس صلاة اثقل علی المنافقین من الفجر و العشاء و لو یعلمون ما فیهما لا توهما و لو حبوا لقد هممت ان آمر الموذن فیقیم ثم آمر رجلا یؤم الناس ثم آخذ شعلا من نار فاحرق علی من لا یخرج الی الصلاة بعد.

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منافقین پر نماز فجر وعشاء سے زیادہ کوئی نماز بھاری نہیں ہے اگر وہ جانتے کہ ان میں کیا ثواب ہے تو ضرور آتے اگرچہ گھسیٹ کر آنا پڑتا، خدا کی قسم میرے جی میں آتا ہے کہ موذن کو تکبیر کا حکم دوں پھر کسی کو امامت کے لیے فرماؤں پھر بھڑکتی ہوئی مشعلیں لے جاؤں اور ان لوگوں پر ان لوگوں کے گھر پھونک دوں جنھیں یہ اذان سنے یہ وقت ہو گیا اب تک گھروں سے نماز کو نہیں نکلتے۔ (مولف)

عبداللہ بن وہب اپنی مسند میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی

لینتهین رجال من حول المسجد لا یشهدون العشاء اولاً حرقن بیوتهم.

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ لوگ مسجد کے ارد گرد رہتے ہیں اور نماز عشاء کے لیے نہیں آتے یا تو میں ان لوگوں کے گھروں کو جلا دوں، یا وہ لوگ نماز کو آئیں۔ (مولف)

(فتاویٰ رضویہ ج ۳، ص ۳۳۶ _ القلادۃ المرصعۃ)

نماز عشاء میں تاخیر

بخاری اور امام سیوطی کی الباب المزبور میں ہے :

عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالی عنہ قال اعتم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیلۃ بالعشاء حتی ابھار اللیل ثم خرج فصلی فلما قضی صلاتہ قال لمن حضرہ ابشروا ان من نعمۃ اللہ علیکم انہ لیس احد من الناس یصلی ھذہ الساعۃ غیرکم او قال ما صلی ھذہ الساعۃ احد غیرکم .

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک رات عشا کی نماز میں آدھی رات تک تاخیر فرمائی پھر تشریف لائے اور نماز پڑھی نماز پوری کرنے کے بعد فرمایا جو حاضر ہے اس کو بشارت دے دو کہ اللہ تعالیٰ کی تم پر یہ نعمت ہے کہ اس وقت تمھارے علاوہ کوئی دوسرا نماز نہیں پڑھ رہا ہے۔ یا یہ فرمایا کہ اس وقت تمھارے علاوہ کسی نے نماز نہیں پڑھی۔ (مولف)

امام سیوطی نے فرمایا کہ احمد ونسائی کی روایت میں یوں ہے

عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال اخر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلاۃ العشاء ثم خرج الی المسجد فاذا الناس ینتظرون الصلاۃ فقال اما انہ لیس من اھل ھذہ الادیان احد یذکر اللہ تعالیٰ ھذہ الساعۃ غیرکم .

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عشاء میں تاخیر فرمائی پھر جب مسجد میں تشریف لائے تو لوگ نماز کا انتظار کر رہے تھے فرمایا کہ ان دین والوں میں تمھارے سوا کوئی اس وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کر رہا ہے۔ (مولف) (فتاویٰ رضویہ، ج ۲، ص ۱۹۹)

اولیت عشاء

امام اجل ابوجعفر طحاوی نے شرح معانی الآثار میں امام عبیداللہ بن محمد بن عائشہ سے روایت کیا کہ انھوں نے فرمایا

اول من صلی العشاء الآخرة نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم.

سب سے پہلے عشاء ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھی۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۳۰۱)

کون سی نماز کس نبی نے پہلے پڑھی، اس سلسلے میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ رقم طراز ہیں :

قول امام عبید اللہ بن عائشہ، کہ جب آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی توبہ وقت فجر قبول ہوئی انھوں نے دو رکعتیں پڑھیں، وہ نماز صبح ہوئی۔ اور اسماعیل علیہ الصلاۃ والسلام کا فدیہ وقت ظہر آیا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے چار پڑھیں وہ ظہر مقرر ہوئی۔ عزیر علیہ الصلاۃ والسلام سو برس کے بعد عصر کے وقت زندہ کیے گئے انھوں نے چار پڑھیں ، وہ عصر ہوئیں، داؤد علیہ الصلاۃ والسلام کی توبہ وقت مغرب قبول ہوئی چار رکعتیں پڑھنے کھڑے ہوئے تھک کر تیسری پر بیٹھ گئے مغرب کی تین ہی رہیں۔

اور عشا سب سے پہلے ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھی۔

اسے امام طحاوی نے روایت کیا۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۔ ص ۲۰۶)

اور بعض علماء کا قول ہے کہ فجر آدم، ظہر ابراہیم، عصر سلیمان، مغرب عیسیٰ علیہم الصلاۃ والسلام نے پڑھی اور عشا خاص اس امت کو ملی۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۲۰۸)

صحابہ کی نماز جماعت

بعض اوقات حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ میں کسی اور محلہ میں تشریف لے گئے ہیں اور واپس تشریف لانے میں دیر ہوئی ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جماعت ادا کرلی ہے۔ ایک بار صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام کیا، ایک بار عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو

اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے پسند فرمایا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۳، ص ۳۴۵)

اہل بیت کے ساتھ حضور کی نماز

انہ علیہ الصلاۃ و السلام خرج لیصلح بین قوم فعاد الی المسجد و قد صلی اہل المسجد رجع الی منزلہ فجمع اہلہ و صلی .

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک قوم کی اصلاح کے لیے تشریف لے گئے تھے جب مسجد کو واپس تشریف لائے تو لوگ نماز پڑھ چکے تھے پھر دولت کدہ کو تشریف لے گئے اور اہل بیت کو جمع فرما کر نماز پڑھائی۔ (مولف)

جماعت کے بعد ایک شخص کی نماز

و صح ان رجلا دخل المسجد و قد صلی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باصحابہ فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من یتصدق علی ذا فیصلی معہ فقام رجل من القوم فصلی معہ .

ایک آدمی مسجد میں آیا اس حال میں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کو نماز پڑھا چکے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کون ہے جو اس شخص پر احسان کرے کہ اس کے ساتھ نماز پڑھے تو ان میں سے ایک آدمی اٹھے اور ان کے ساتھ نماز پڑھی۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا اس لیے فرمایا تا کہ اس آدمی کو جماعت کا ثواب مل جائے اور دوبارہ پڑھنے والے کو نفل کا ثواب ملے۔ (مولف)

اسے احمد و ابوداؤد و ترمذی و ابوبکر بن ابی شیبہ و دارمی و ابویعلی وغیرہم نے ابوسعید خدری رضی اللہ

تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

و فی بعضھا ان ذلک المتصدق علی الرجل ابو بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ.

بعض روایت میں ہے کہ اس آدمی پر صدقہ کرنے والے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔(مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۳،ص ۳۵۸،۳۵۹)

جماعت تراویح

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جماعت تراویح اسی خیال سے ترک فرمادی کہ مداومت کیے سے فرض نہ ہو جائے۔ ائمہ ستہ نے زید بن ثابت سے اور بخاری و مسلم نے اسے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴،ص ۳۹۔النہی الحاجز)

قیام لیل اور نماز تہجد

تہجد، ہجود سے ہے۔ ہجود کے معنی نوم یعنی نیند کے ہیں اور تہجد کے معنی ترک نوم یعنی سونے کو چھوڑنا، اور اس جگہ ترک نوم کے معنی استیقاظ یعنی بیداری کے ہیں اس لیے کہ نماز تہجد سونے اور اس سے بیدار ہونے کے بعد ہوتی ہے۔

اور اس میں اختلاف ہے کہ قیام لیل جس کے معنی نماز تہجد کے ہیں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر فرض تھی یا سنت؟ ہر ایک گروہ کی دلیل یہی آیہ کریمہ **فتھجد بہ نافلۃ لک** ہے، تو وہ گروہ جو اسے سنت کہتا ہے وہ نافلہ کو نفل سے مانتے ہیں جس کے معنی فرض پر زیادتی کے ہیں اور جو فرض کہتا ہے وہ نافلہ کو بمعنی زیادہ کہتے ہیں جس کا لغوی معنی نفل ہے یعنی فرائض پر زائد فریضہ۔ اور اگر نافلہ بمعنی تطوع ہوتا تو **نافلۃ لک** جو مفید اختصاص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے نہ فرمایا جاتا اس لیے کہ نفل و تطوع حضور کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ مراد درجات کی زیادتی ہے اس لیے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے حق میں تطوع ہے کیوں کہ آپ مغفور مطلق اور معصوم ہیں۔ بجز رفع درجات کے کچھ اور مراد نہیں۔ اور یہ خصوصیت آپ ہی کے لیے ہے اور آپ کے سوا دوسروں کے حق میں کفارۂ ذنوب بھی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی بھی حالت میں قیام لیل کو ترک نہ فرماتے اور سفر و حضر میں اس کی محافظت فرماتے۔ اور اگر کبھی کسی مرض یا غلبۂ نوم کے سبب قیام شب فوت ہو جاتا تو دن چڑھنے کے بعد زوال آفتاب سے پہلے اس کے بدلے بارہ رکعتیں ادا فرماتے، اور یہ بھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وجوب تہجد پر بظاہر دلالت کرتا ہے۔

اور آپ اتنا قیام فرماتے کہ آپ کے پائے مبارک ورم کر جاتے۔ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں ہے کہ آپ کے قدمہائے مبارک میں شگاف پڑ جاتے۔

اور بعض مفسرین اس آیہ کریمہ ان لن تحصوه فتاب عليكم کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ قیام لیل واجب ہے۔ اس تفسیر کے ساتھ جس کے حفظ اوقات میں قرآن کریم میں ہے کہ تہائی شب یا نصف شب یا دو تہائی شب قیام کیجیے۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے ایک سال تک قیام کیا اس کے بعد یہ آیت منسوخ کر دی گئی۔ اور اس میں اختلاف ہے کہ نسخ میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی شامل ہیں یا امت کے ساتھ مخصوص ہے اور اس کا حکم حضور پر باقی ہے۔

اہل علم فرماتے ہیں کہ نماز تہجد حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شب میں تیرہ رکعتیں تھیں۔ انھیں میں وتر کی تین رکعتیں بھی ہوتی تھیں۔ ہمارے مذہب میں وتر کی تین رکعتیں ہیں اور امام شافعی کے نزدیک ایک رکعت وتر ہے۔ لیکن اس طرح کہ اس سے پہلے دو رکعت پڑھے اور سلام پھیر کر ایک رکعت وتر کی پڑھے۔

بعض علمائے حدیث فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز شب گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہ ہوتی اور تیرہ رکعت کی روایت بھی صحیح ہے۔ لیکن مراد دو رکعت سنت فجر ہے یعنی نماز شب کی تو گیارہ ہی رکعتیں ہیں مگر دو رکعت سنت فجر محسوب کر کے تیرہ رکعت شمار کرتے ہیں اور صحیح یہ ہے کہ سنت فجر کو خارج کر کے تیرہ رکعتیں ہیں اور نو اور سات اور پانچ کی بھی روایتیں ہیں جن میں وتر شامل ہے اور کبھی تمام شب کی نمازوں پر وتر کا اطلاق بھی آیا ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز شب کو کھڑے ہو کر ادا کرتے اور ان میں قرأت کو طویل فرمایا کرتے مثلاً سورۂ بقر، سورۂ آل عمران، سورۂ نساء، سورۂ مائدہ یا سورۂ انعام وغیرہ اور طویل سورتیں پڑھا کرتے تھے اور رکوع و سجود اور قومہ کو بھی قرأت کے اندازے پر طویل فرماتے۔ اور بعض راتوں میں تو نماز میں ایک ہی آیت بار بار پڑھ کر گزار دیتے وہ آیت یہ ہے **ان تعذبھم فانھم عبادک و ان تغفر لھم فانک انت العزیز الحکیم** . (اگر تو ان کو عذاب دے تو تیرے بندے ہیں اور اگر تو انھیں بخش دے تو تو ہی غالب حکمت والا ہے) اور ہر آخری دوگانہ کو پہلے دوگانہ سے ہلکا کرتے۔ اور آخر عمر شریف میں بیٹھ کر ہی دوگانے پڑھے ہیں اور جب بیٹھ کر پڑھتے تو رکوع و سجود بیٹھ کر ادا کرتے اور کبھی بیٹھ کر پڑھ رہے ہوتے اور جب قرأت کا حصہ ختم کے قریب ہوتا تو اٹھ کر کھڑے ہو کر پڑھتے اور رکوع کرتے اور سجدہ میں چلے جاتے۔ اور دوسری رکعت میں بھی ایسا ہی کرتے یا دوسری رکعت کو مکمل ہی بیٹھ کر پڑھتے یا کھڑے ہو کر گزار دیتے۔

ترمذی میں حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کبھی بیٹھ کر نماز نفل پڑھتے نہ دیکھا مگر قبل از وفات چند برسوں میں۔

اور صحیحین میں سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ جب آخر عمر شریف میں گرانی رونما ہوئی تو اکثر اپنی رات کی نمازیں بیٹھ بیٹھ کر ادا فرماتے۔

اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز شب کو ہلکی دو رکعت سے شروع فرماتے اس کے بعد بتدریج طویل فرماتے جاتے۔

اور کیفیت قیام اور تعداد و کمیت رکعات میں متعدد روایتیں آئی ہیں اور عبادت کرنے والوں کو اختیار دیا گیا ہے کہ ان اقسام و انواع میں ہمیشگی کرے اور ان میں سے ہر ایک فعل کو اوقات مختلفہ میں عمل میں لائے، یہی طریقہ سلوک اور اتباع سنت میں داخل و انسب ہے اور یہ تمام طریقے اور انواع احادیث صحاح میں مذکور ہیں۔

اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتر کو کبھی اول شب میں ادا فرماتے اور کبھی آخر شب میں اور اکثر آخر شب میں ادا کرتے۔

جامع الاصول میں ترمذی سے حدیث مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وتر آخر عمر شریف میں جب کہ آپ نے اس جہان سے کوچ فرمایا سحر کے وقت تمام ہوا۔

اور ترمذی میں سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو خوف رکھتا ہے کہ آخر شب میں نہ اٹھ سکے گا اسے چاہیئے کہ اول شب میں (بعد نماز عشاء) ادا کرے اور سو جائے اور جو امید رکھتا ہے کہ آخر شب میں اٹھ جائے گا تو یقیناً آخر شب میں نماز مشہود و محظوظ ہے اور یہ افضل ہے۔

اور بعض اصفیاء سے سنا گیا ہے کہ آخر شب میں وتر ادا کرنا قرب بارگاہ رب العزت جل وعلا میں بہت بلند مقام رکھتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا غالب و اکثر احوال یہ تھا کہ آپ وتر کو آخر شب میں طلوع صبح صادق سے پہلے ادا فرماتے۔ اور بعض اوقات اول شب یا درمیان شب میں ادا کرتے اور اس

کے بعد تہجد کے لیے اٹھتے تو وتر کا اعادہ نہ فرماتے۔ ترمذی میں حدیث ہے لا وتران فی لیلة. ایک رات میں دو وتر نہیں ہے۔

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتر کے بعد دو رکعت ہلکی گزارتے اور اس میں اذا زلزلت الارض اور قل یا ایھا الکافرون پڑھتے۔ امام مالک ان دونوں رکعتوں کے منکر ہیں اور امام احمد فرماتے ہیں کہ میں اسے کرتا بھی نہیں اور نہ اس سے منع ہی کرتا ہوں۔ اور علماء فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے بیان جواز کے لیے عمل کر کے بتایا اور بعض کہتے ہیں کہ اس سے سنت فجر کی دو رکعتیں مراد ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ یہ دو رکعتیں وتر کی ہیں۔ اور ایک حدیث میں مروی ہے کہ وتر کے بعد ان دو رکعتوں کا ادا کرنا قیام لیل کے قائم مقام ہوتا ہے۔ یہ اس تقدیر پر ہوگا کہ کسی نے اول شب میں وتر پڑھ کر ان دو رکعتوں کو ادا کر لیا۔ (مولف) (مدارج النبوۃ جلد اول)

نماز تہجد

نماز تہجد، قیام لیل کی فرضیت پھر عام لوگوں سے اس کا نسخ اور نماز شب میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معمول اقدس سے متعلق امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں :

تہجد ابتدائے امر میں حضور اقدس صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ اور حضور کی امت سب پر فرض تھا مگر بعد میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے تو فرض ہی رہا اور امت کے لیے نفل ہو گیا۔

ابو جعفر طبری حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی

امر صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بقیام اللیل و کتب علیه دون امته .

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قیام شب کا حکم تھا، حضور پر فرض تھا امت پر نہیں۔

طبرانی معجم اوسط اور بیہقی سنن میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

ثلث هن علی فرائض و هن لکم سنة الوتر والسواک و قیام اللیل .

تین چیزیں مجھ پر فرض اور تمھارے لیے سنت ہیں۔ وتر و مسواک و قیام شب۔

امام محی السنہ بغوی معالم میں فرماتے ہیں :

کانت صلاة اللیل فریضة علی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی الابتداء و علی الامة ثم صار الوجوب منسوخا فی حق الامة و بقی فی حق النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم . اه ملخصا.

ابتدائے امر میں رات کی نماز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور امت پر فرض تھی پھر یہ وجوب تو امت کے حق میں منسوخ ہوگیا اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں باقی رہا۔ [1] (مولف)

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں

مختار آنست کہ از امت منسوخ شد بر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باقی ماند تا آخر عمر۔

صحیح یہ ہے کہ تہجد کا حکم امت سے منسوخ ہوگیا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر آخر عمر شریف تک باقی رہا۔ (مولف)

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں ہے۔

ان الله عزوجل افترض قیام اللیل فی اول هذه السورة فقام نبی الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم و اصحابه حولا و امسک الله خاتمتها اثنی عشر شهرا فی السماء

حتی انزل اللہ فی آخر هذه السورة التخفيف فصار قيام الليل تطوعا بعد فريضة . رواه مسلم و ابو داؤد و النسائی .

بیشک اللہ عزوجل نے سورۂ مزمل کے ابتدائی حصے میں قیام لیل کو فرض فرمایا تو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے ایک سال تک قیام فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے آخری حصے کو آسمان پر ہی ایک سال تک روک لیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورہ کی آخری آیتوں میں قیام کی تخفیف کا حکم فرمایا تو رات کا قیام فرض ہونے کے بعد اب نفل ہو گیا۔ اسے مسلم وابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا۔ (مولف)

اسی حدیث میں لفظ ابی داؤد یوں ہیں :

قال (ای سعد بن هشام) قلت حدثنی من قيام الليل قالت الست تقراء يا ايها المزمل قال قلت بلى قالت فان اول هذه السورة نزلت فقام اصحاب رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم حتى انتفخت اقدامهم و حبس خاتمتها فى السماء اثنى عشر شهرا ثم نزل آخرها فصار قيام الليل تطوعا بعد فريضة.

سعد بن ہشام نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ آپ قیام لیل کے بارے میں حدیث بیان کیجیے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کیا تم نے سورۂ مزمل نہیں پڑھی ہے؟ سعد نے کہا ہاں کیوں نہیں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اس سورۂ کی ابتدا، جب نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ایسا قیام کیا کہ ان کے قدم متورم ہو گئے پھر جب اس کی آخری آیتیں ایک سال کے بعد نازل ہوئیں تو قیام شب جو فرض تھا وہ نفل ہو گیا۔ (مولف)

صحیحین میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے :

كانت صلاته صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فى شهر رمضان وغيره ثلث عشر

رکعة باللیل و منها رکعتا الفجر.

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز شب رمضان وغیر رمضان میں تیرہ رکعات ہوتی تھیں ان ہی میں فجر کی دو رکعتیں بھی ہیں۔ (مولف)

صلاۃ لیل ہر وہ نماز نفل کہ بعد فرض عشاء رات میں پڑھی جائے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

ما کان بعد صلاة العشاء فهو من الليل .

جو نماز بعد عشاء پڑھی جائے وہ سب نماز شب ہے۔ اسے طبرانی نے ایاس بن معاویہ المزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۳، ص ۴۵۵۔۴۵۶)

قدمان مبارک متورم ہو گئے

جامع صحیح امام بخاری میں ہے

ثنا زياد انه سمع المغيرة يقول قام النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم حتى تورمت قدماه فقيل له قد غفر الله لک ما تقدم من ذنبک و ما تأخر قال افلا اكون عبدا شكورا.

زیاد نے مغیرہ کو کہتے ہوئے سنا کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اتنا قیام فرمایا کہ قدمان مبارک متورم ہو گئے تو عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب سے آپ کی امت کے اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیئے ہیں تو حضور نے ارشاد فرمایا کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ (مولف)

عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها ان نبی الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کان یقوم من اللیل حتی تنفطر قدماه فقالت عائشة لم تصنع هذا یا رسول الله و قد غفر الله لک ما تقدم من ذنبک و ما تاخر قال افلا احب ان اکون عبدا شکورا . الحدیث.

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شب کو اس طرح قیام فرماتے تھے کہ قدمان مبارک شگافتہ ہو جاتے، حضرت عائشہ عرض کرتیں یا رسول اللہ! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب آپ کی امت کے اگلے پچھلے گناہوں کو معاف فرما دیا ہے ارشاد فرمایا کیا مجھے یہ محبوب نہ ہو کہ عبد شکور ہو جاؤں۔ (مولف) (فتاویٰ رضویہ، ج۳، ص۴۶۰)

تہجد میں قرأت صحابہ

سنن ابی داؤد میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز تہجد میں ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت پست آواز سے پڑھتے دیکھا، اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت بلند آواز سے اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ کچھ ایک سورت سے پڑھا اور کچھ دوسری سورت سے لیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تینوں صاحبوں سے وجہ دریافت فرمائی۔

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی :

قد اسمعت من ناجیت.

یا رسول اللہ میں جس سے مناجات کرتا ہوں وہ اس پست آواز کو بھی سنتا ہے۔

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی :

یا رسول الله اوقظ الوسنان و اطرد الشیطان.

یارسول اللہ میں اس لیے اتنی آواز سے پڑھتا ہوں کہ اونگھنا جاگے اور شیطان بھاگے۔

بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی :

كلام طيب يجمعه الله بعضه الى بعض .

یارسول اللہ قرآن مجید سب پاکیزہ کلام ہے کچھ یہاں سے اور کچھ وہاں سے میں ملا لیتا ہوں، ارادۂ الٰہیہ یوں ہی ہوتا ہے۔

فرمایا :

كلكم قد أصاب.

تم تینوں نے ٹھیک بات کی درست کام کیا۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۳، ص ۴۸۱)

قنوت نازلہ

واقعۂ بیر معونہ میں ستر اصحاب شہید ہوئے اور جب ان کی شہادت کی خبر دربار رسالت میں پہنچی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہت غم زدہ اور ملول ہوئے اور بہت کرب محسوس فرمایا یہاں تک کہ ایک ماہ تک اور ایک روایت میں ہے کہ چالیس روز تک فجر کی نماز میں قنوت پڑھی۔ اور قبیلۂ رعل، وذکوان، عصیہ اور تمام قبائل نجد پر دعائے ہلاکت فرمائی۔

مسلم میں بروایت حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعائے ہلاکت میں قبیلۂ بنی لحیان کا ذکر بھی آیا ہے۔ بنی لحیان واقعہ بیر معونہ میں شریک نہیں ہیں بلکہ قضیۂ رجیع میں ہیں لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان پر بھی دعائے ہلاکت فرمائی اور انھیں کے ساتھ شامل کیا۔

صاحب مواہب کہتے ہیں کہ سب کی خبریں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک ہی وقت میں پہنچیں، اس بناء پر ایک دعا میں تمام طوائف وقبائل کو شامل کرلیا۔ بخاری کی حدیث میں لحیان کا ذکر ہے اس کی توجیہ بھی یہی ہے۔ (مولف) (مدارج النبوۃ جلد دوم)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قنوت نازلہ سے متعلق امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

ابن حبان نے اپنی صحیح بالتقاسیم والانواع میں بطریق ابراہیم بن سعد عن الزہری عن سعید وابی سلمۃ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یقنت فی الصبح الا ان یدعو لقوم او علی قوم .

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز صبح میں قنوت نہ پڑھتے مگر جب کسی قوم کے لیے ان کے فائدے کی دعا فرماتے یا کسی قوم پر ان کے نقصان کی دعا فرماتے۔

خطیب بغدادی نے کتاب القنوت میں بطریق محمد بن عبداللہ انصاری **ثنا سعید بن ابی عروبۃ عن قتادۃ** حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان لا یقنت الا اذا دعا لقوم او دعا علی قوم .

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قنوت نہ پڑھتے مگر جب کسی قوم کے لیے یا کسی قوم پر دعا فرمائی ہوتی۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۳، ص ۴۹۲۔ اجتناب العمال)

فائدہ

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں :

قنوت فجر کے بارے میں ہمارے مشائخ کرام تصریح فرماتے ہیں کہ منسوخ ہے ولہذا حکم دیتے ہیں کہ حنفی اگر فجر میں شافعی کی اقتدا کرے قنوت میں اس کا اتباع نہ کرے کہ منسوخ میں پیروی نہیں۔ اس قدر پر تو کلمات علماء متفق ہیں۔

ہاں محل نظر یہ ہے کہ یہاں عموم نسخ ہے یا نسخ عموم۔

عموم نسخ یہ کہ نازلہ و بے نازلہ کسی حال میں قنوت فجر کی مشروعیت باقی نہیں عموماً نسخ ہو گیا۔

اور نسخ عموم یہ کہ نازلہ و بے نازلہ ہر حال میں عموماً قنوت کا پڑھا جانا، یہ منسوخ ہوا صرف بحالت نازلہ باقی رہا۔

نسخ عموم پر تو بہت احادیث صحیحہ دلیل ہیں جن کی تفصیل امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں افادہ فرمائی۔

اور مسند احمد و صحیح مسلم و سنن نسائی و ابن ماجہ میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔

ان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قنت شهرا يدعو على احياء من احياء العرب ثم تركه .زاد ابن ماجة في صلاة الصبح .

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مہینے تک نماز صبح میں قنوت پڑھی عرب کے کچھ قبیلوں پر دعائے ہلاکت فرماتے تھے پھر چھوڑ دی۔

اور صحاح ستہ میں بضمن حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے کہ ترک کا سبب نزول آیہ کریمہ

لیس لک من الامر شئ او یتوب علیھم او یعذبھم فانھم ظلمون. (یہ بات تمھارے ہاتھ نہیں یا انھیں توبہ کی توفیق دے یا ان پر عذاب کرے کہ وہ ظالم ہیں) ہے۔

یہاں دو طرف نظر جاتی ہے اگر معنی آیت مطلقا ممانعت اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ترک فرمانا بر بنائے ارتفاع شریعت ہو یعنی فجر میں قنوت اصلاً مشروع نہ رہی تو عموم نسخ ثابت ہوگا اور اب قنوت نازلہ بھی منسوخ ٹھہرے گی۔

اور اگر معنی آیت ان خاص لوگوں پر دعائے ہلاک سے ممانعت ہو کہ ان میں بعض علم الٰہی میں مشرف باسلام ہونے والے تھے اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ترک انھیں کے بارے میں ہو نہ مطلقا تو صرف نسخ عموم ہی ثابت ہوگا اور قنوت نازلہ مشروع رہے گی۔

یہی دونوں نظریں امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر پھر ان کی تبعیت سے علامہ محقق حلبی نے شرح کبیر میں افادہ فرمائیں۔

ان دونوں کتابوں اور مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے۔

و اذا ثبت النسخ و جب حمل الذی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ما زال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقنت فی الصبح حتی فارق الدنیا.

اما علی الغلط او علی طول القیام فانہ یقال علیہ ایضا او یحمل علی قنوت النوازل و یکون قولہ (ای قول انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثم ترکہ، فی الحدیث الآخر) یعنی الدعاء علی اولئک القوم لا مطلقا.

اور جب نسخ ثابت ہوگیا تو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے جانے تک نماز صبح میں قنوت پڑھتے رہے، کو محمول کیا جائے غلط پر یا طول قیام

پر تو اس کو اسی پر بولا جائے گا یا قنوت نازلہ پر محمول کیا جائے گا اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک قول دوسری حدیث میں ہے کہ پھر حضور نے قنوت ترک فرمادی، تو اس کا مطلب یہ ہو جائے گا کہ اس قوم پر دعائے ہلاک مراد ہے مطلق نہیں۔ (مولف)

بطریق حماد بن سلیمان وابو حمزہ قصاب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے

قال لم یقنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فی الصبح الا شهرا ثم ترکه لم یقنت قبله و لا بعده .

و لفظ حماد لم یر قبل ذلک و لا بعده .

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مہینہ تک نماز صبح میں قنوت پڑھی پھر ترک فرمادی نہ اس سے پہلے پڑھی نہ بعد میں۔ حماد کے لفظ میں ہے کہ نہ اس سے پہلے کسی نے دیکھا نہ بعد میں۔ (مولف)

حدیث طارق اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دربارۂ انکار قنوت فجر (جس طرح معمول شافعیہ ہے) نسائی نے اس طرح روایت کی کہ

میں نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وخلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی کسی نے قنوت نہ پڑھی وہ بدعت ہے۔

اور ترمذی وابن ماجہ نے یوں کہ :

ان کے صاحبزادے سعد ابو مالک نے ان سے پوچھا آپ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھیں کیا وہ فجر میں قنوت پڑھتے تھے فرمایا نئی نکالی ہوئی ہے۔

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں ہے :

نهی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم عن القنوت فی الفجر.

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قنوت فجر سے منع فرمایا۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۳، ص ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷۔ اجتناب العمال)

قبائل کفار پر قنوت

حدیث میں ہے :

قنت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم شهرا علی عدة قبائل من الکفار.

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مہینہ تک کافروں کے مختلف قبیلوں پر قنوت پڑھی۔ (مولف)

(فتاویٰ رضویہ ج ۳، ص ۵۱۰)

بخاری و مسلم صحیح میں اور نسائی سنن میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی :

قال قنت النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم شهرا یدعو علی رعل و ذکوان.

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبیلہ رعل و ذکوان پر دعائے ہلاک کے لیے ایک مہینہ تک قنوت پڑھی۔ (مولف)

بطریق معتمر مسلم کے لفظ یہ ہیں :

عن انس بن مالک رضی الله تعالیٰ عنه قنت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم شهرا بعد الرکوع فی صلاة الصبح یدعو علی رعل و ذکوان و یقول عصیة عصت الله و رسوله.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبیلۂ رعل وذکوان پر دعائے ہلاک کے لیے ایک مہینہ فجر میں بعد رکوع قنوت پڑھی اور فرماتے کہ قبیلہ عصیہ نے اللہ ورسول کی نافرمانی کی۔ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ (مولف)

مسلم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم قنت بعد الرکعة فی صلوٰة شهرا اذا قال سمع اللہ لمن حمده یقول فی قنوته اللهم انج الولید بن الولید اللهم انج سلمة بن هشام نج عیاش بن ابی ربیعة اللهم نج المستضعفین من المومنین ، اللهم اشدد وطأتک علی مضر اللهم اجعلها علیهم سنین کسنی یوسف قال ابو هریرة ثم رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ترک الدعاء بعد فقلت اری رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ترک الدعاء لهم قال فقیل و ما تراهم قد قدموا.

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ماہ تک نماز کے اندر جب رکوع کے بعد سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو دعائے قنوت پڑھتے رہے، قنوت میں عرض کرتے اے اللہ ولید بن ولید کو نجات دے، سلمہ بن ہشام کو نجات دے، عیاش بن ابی ربیعہ اور ضعفا مومنین کو نجات دے، اے اللہ سختی کے ساتھ (قبائل) مضر کو پامال کردے اے اللہ ان پر ایسی قحط سالی مسلط فرما جیسی یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں ہوئی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اس کے بعد دعا ترک فرمادی۔ میں نے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے لیے دعا ترک فرمادی ہے۔ راوی نے کہا کہ ان سے کہا گیا کہ یہ جو دیکھ رہے ہو تو وہ لوگ اپنے کیے کو پہنچ گئے ہیں۔ (مولف)

(فتاویٰ رضویہ ج ۳، ص ۵۱۲)

یہی مضمون دوسرے مقام پر اس طرح ہے۔

صحیح بخاری شریف میں ہے۔

عن ابی هريرة ان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم كان اذا رفع راسه من الركعة الاخرة يقول اللهم انج عياش بن ابی ربيعة اللهم انج سلمة بن هشام اللهم انج الوليد بن الوليد اللهم انج المستضعفين من المومنين ، اللهم اشدد وطأتک علی مضر اللهم اجعلها سنين كسنی يوسف و ان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال غفار غفر الله لها و اسلم سالمها الله .

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب فجر کے آخری رکوع سے سر اٹھاتے تو فرماتے اے اللہ عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات دے، سلمہ بن ہشام کو نجات دے، ولید بن الولید کو اور ضعفائے مومنین کو نجات دے، اے اللہ مضر کو سختی کے ساتھ پامال کر دے اور انھیں قحط سالیوں میں مبتلا فرما جس طرح یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں قحط ہوا تھا اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (قبیلہ) غفار کو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا اور (قبیلہ) سالم کو سلامت رکھا۔ (مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۳، ص ۵۰۲۔ اجتناب العمال)

رکوع سے پہلے قنوت

عن عبد الله عن امه انها قالت رأيت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قنت فی الوتر قبل الركوع . كما فی الميزان

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے دیکھا ہے۔ جیسا کہ میزان میں ہے۔ (مولف)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۶۳۷۔ منیر العین)

قرأت نبوی ﷺ

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قرأت ترتیل وتفسیر کے ساتھ ایک ایک حرف صاف ہوتی تھی۔ حروف مد میں مد کرتے اور آیت کے سرے پر وقف کرتے تھے چنانچہ پڑھتے الحمد للہ رب العالمین اور وقف فرماتے اس کے بعد پڑھتے الرحمن الرحیم وقف کرتے، اس کے بعد پڑھتے ملک یوم الدین اور وقف کرتے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اسے وقف النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہتے ہیں۔

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سورت کو ترتیل سے پڑھتے یہاں تک کہ وہ سورت اس سورت سے بھی بڑھ جاتی جو سورۃ اس سے دراز تر ہے۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوش آوازی اور خوش قرأت سے زیادہ کوئی دوسرا نہ تھا اور حضور اپنی قرأت میں تغنی یعنی لحن صوت کا بھی لحاظ فرماتے اور بسا اوقات اس سے آواز کو بلند فرماتے جیسا کہ فتح مکہ کے روز سورۂ انا فتحنا کی قرأت میں آواز کی خوش اسلوبی کا لحاظ فرمایا۔

عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ترجیع کو تین الف سے تعبیر کیا ہے۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ حضور کی ترجیع کا عمل یعنی آواز کو بڑھا بڑھا کر پڑھنا آپ کا اختیاری عمل تھا نہ کہ بطریق اضطرار اور اونٹنی کی جنبش سے، جیسا کہ لوگ خیال کرتے ہیں۔ اگر اونٹنی کی جنبش سے ہوتا تو حضرت عبداللہ بن مغفل اسے بیان نہ کرتے اور اس کی خبر نہ دیتے کہ لوگ اس میں آپ کی پیروی کرتے اور ترجیع کو فعل رسول کی طرف نسبت نہ کرتے اور یہ نہ کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ترجیع فرمائی جیسا کہ ظاہر ہے۔

صحیح حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

زینوا القران باصواتکم۔

یعنی اپنی خوش آوازی سے قرآن کو آرائش دو۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

لیس منا من لم یتغن بالقران

یعنی وہ ہم سے نہیں جس نے قرآن کو خوش آوازی سے نہ پڑھا۔

اور فرمایا کہ حق تعالیٰ کسی چیز کو ایسا نہیں سنتا اور متوجہ نہیں ہوتا جیسا کہ نبی کی خوش آواز سے پڑھنے کو سنتا اور متوجہ ہوتا ہے یعنی وہ جب قرآن کو خوش آوازی اور جہر سے پڑھتا ہے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

لکل شئ حلیة و حلیة القرآن حسن الصوت.

یعنی ہر چیز کی ایک زیبائش ہے اور قرآن کی زیبائش خوش آوازی ہے۔

مروی ہے کہ ایک رات حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت توجہ سے سماعت فرمائی کیوں کہ وہ حد درجہ خوش آواز اور خوش خواں تھے ان کی مدح میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

اعطی مزمار من مزامیر آل داؤد

یعنی آل داؤد کے لحنوں میں سے ایک لحن انھیں عطا کیا گیا ہے۔

جب دن ہوا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں اپنی سماعت فرمانے کی خبر دی، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا افسوس! اگر میں جانتا کہ یارسول اللہ آپ سن رہے ہیں تو میں اس سے

زیادہ تحسین وتزئین کے ساتھ پڑھتا۔(مولف) (مدارج النبوۃ جلد اول)

ایک آیت چھوٹ گئی

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قرأت قرآن اور اس کے طریقے کے بارے میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں :

ابوداؤد وعبداللہ بن امام احمد زوائد مسند میں مسور بن یزید سے راوی :

قال صلی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فترک آیة فقال له رجل یا رسول الله آیة کذا و کذا قال فهلا اذکر تنیها .

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی تو ایک آیت چھوڑ دی (بعد نماز) ایک آدمی نے عرض کیا یارسول اللہ آیت تو اس طرح سے ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے مجھے کیوں نہیں یاد دلایا، یعنی لقمہ کیوں نہیں دیا۔ (مولف)

انه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قراء فی الصلاة سورة المومنین فترک کلمة فلما فرغ قال الم یکن فیکم ابی قال بلی قال هلا فتحت علی .

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز میں سورۂ مومنین تلاوت فرمائی ایک کلمہ چھوٹ گیا تو بعد فراغت فرمایا کہ کیا تم میں ابی نہیں تھا؟ ابی نے عرض کیا کیوں نہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تم نے مجھے لقمہ کیوں نہیں دیا۔(مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۳، ص ۲۰۲)

حضور کی قرأت

امام ابوداؤد وغیرہ روایت کرتے ہیں :

عن ام سلمة رضی اللہ تعالیٰ عنھا نعتت قرأة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مفسرۃ حرفا حرفا الخ.

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قرأت بہت عمدہ ہوتی اور ایک ایک حرف علیحدہ علیحدہ ہوتا۔ (مولف)

حدیث میں ہے

لا تنثروہ نثر الدقل و لا تھذوہ ھذا الشعر قفوا عند عجائبہ و حرکوا بہ القلوب و لا یکن ھم احد کم آخر السورۃ .

یعنی قرآن کو سوکھے چھوہاروں کی طرح نہ جھاڑو (جس طرح ڈالیاں ہلانے سے خشک کھجوریں جلد جلد جھڑ جھڑ پڑتی ہیں) اور شعر کی طرح سے گھاس نہ کاٹو، عجائب کے پاس ٹھہرتے جاؤ اور اپنے دلوں کو اس سے تدبر سے جنبش دو یہ نہ ہو کہ سورت شروع کی تو اب دھیان اسی میں لگا ہے کہ کہیں جلد اسے ختم کریں۔

اسے ابوبکر آجری نے کتاب حملۃ القرآن میں اور بغوی نے معالم التنزیل میں عبداللہ بن مسعود اور دیلمی نے حضرت ابن عباس سے اور عسکری نے کتاب المواعظ میں امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت کیا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۳، ص ۱۰۳)

حضور بسم اللہ کو نماز میں آہستہ پڑھتے تھے

طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی :

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یسر بسم اللہ الرحمن الرحیم و ابا بکر و عمر و عثمان و علیا .

بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وابوبکر وعمر وعثمان وعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہم بسم اللہ شریف آہستہ پڑھتے تھے۔

امام الائمہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد وترمذی ونسائی وابن ماجہ وغیرہم ابن عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی،

قال سمعنی ابی و انا اقول بسم الله الرحمن الرحيم فقال ای بنی ایاک و الحدث قال و لم ار احد من اصحاب رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم كان ابغض اليه الحدث فی الاسلام یعنی منه قال و صليت مع النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم و مع ابی بكر و مع عمر و مع عثمان فلم اسمع احدا منهم يقولها فلا تقلها انت اذا صليت فقل الحمد لله رب العالمين .

یعنی مجھے میرے باپ نے نماز میں بسم اللہ شریف پڑھتے سنا فرمایا اے میرے بیٹے بدعت سے بچ، ابن عبداللہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ میں ان سے زیادہ کسی کو اسلام میں نئی بات نکالنے کا دشمن نہ دیکھا انھوں نے فرمایا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وابوبکر صدیق وعمر فاروق وعثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ نماز پڑھی کسی کو بسم اللہ شریف پڑھتے نہیں سنا تم بھی نہ کہو جب نماز پڑھو الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرو۔

انھیں عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی امام کو بسم اللہ جہر سے پڑھتے سنا پکار کر فرمایا :

یا عبد الله انی صليت خلف رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم و ابی بكر و عمر و عثمان رضی الله تعالیٰ عنهم فلم اسمع احدا منهم يجهر بها.

اے خدا کے بندے میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم

کے پیچھے نمازیں پڑھیں ان میں کسی کو بسم اللہ جہر سے پڑھتے نہ سنا۔امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے فتح میں روایت فرمایا۔

امام اعظم ابوحنیفہ وامام مالک وامام شافعی وامام احمد چاروں ائمہ مذہب۔

اور بخاری ومسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی وابن ماجہ چھوں ائمہ حدیث۔

اور دارمی وطحاوی وابن خزیمہ وابن حبان ودارقطنی وطبرانی وابویعلی وابن عدی وبیہقی وابونعیم وابن عبدالبر وغیرہم اکابر حفاظ واجلہ محدثین اپنی صحاح وسنن ومسانید ومعاجیم میں باسانید کثیرہ حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں :

مسلم کے لفظ میں ہے :

صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلف ابی بکر و عمر و عثمان فلم اسمع احدا منهم یقرء بسم الله الرحمن الرحیم

احمد ونسائی وابن حبان صحیح میں برشرط سند صحیح روایت کرتے ہیں جیسا کہ فتح میں افادہ فرمایا :

کانوا لا یجهرون ببسم الله الرحمن الرحیم

ابن خزیمہ وطبرانی اور ابونعیم کے لفظ میں ہے :

کانوا یسرون ببسم الله الرحمن الرحیم

ابن ماجہ کے لفظ یہ ہیں:

فکلهم یخفون بسم الله الرحمن الرحیم

ان روایات کا حاصل یہ کہ، میں نے حضور اقدس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وابوبکر صدیق

وعمر فاروق وعثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی ان میں کسی کو بسم اللہ شریف پڑھتے نہ سنا، وہ بسم اللہ شریف کا جہر نہ فرماتے تھے، وہ بسم اللہ شریف آہستہ پڑھتے تھے۔

یہ وہ حدیث جلیل ہے جس کی تخریج پر چاروں ائمہ مذہب اور جمہور اصحاب صحاح متفق ہیں۔

امام اعظم وامام محمد وامام احمد وامام طحاوی وامام ابوعمر بن عبدالبر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی

الجهر ببسم الله الرحمن الرحيم قراءة الاعراب۔

بسم اللہ شریف آواز سے پڑھنی گنواروں کی قرأت ہے۔

نیز اسی جناب سے مروی ہوا:

لم يجهر النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بالبسملة حتى مات۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی بسم اللہ شریف کا جہر نہ فرمایا یہاں تک کہ دنیا سے تشریف لے گئے۔ اسے فتح القدیر میں بیان کیا گیا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۳، ص ۵۶۵۔ وصاف الرجیح)

قول انس رضي الله تعالىٰ عنه صليت خلف النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و ابي بكر و عمر و عثمان فكانوا يستفتحون بالحمد لله رب العالمين . رواه احمد و مسلم

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق و عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے تو یہ سبھی حضرات سورۂ فاتحہ سے ابتدا فرماتے تھے۔ (نہ کہ بسم اللہ سے)۔ اسے امام احمد و مسلم نے روایت کیا۔ (مولف)

(فتاویٰ رضویہ ج ۳، ص ۳۵۹، وصاف الرجیح)

نزول بسم اللہ

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں

كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لا يعرف فصل السور حتى ينزل عليه بسم الله الرحمن الرحيم . و هو مذهب مالك و ابى حنيفة و الثورى و حكى عن احمد وغيره .

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نازل ہونے سے قبل انفصال سورت معلوم نہ تھا۔ امام مالک و امام اعظم اور ثوری کا مذہب یہی ہے اور امام احمد وغیرہ سے یہی مروی ہے۔ (مولف)

(فتاویٰ رضویہ ج ۳، ص ۵۵۸۔ وصاف الرجیح)

جمع بین الصلوٰتین

جمع یعنی دو نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھنے کی صورت یہ ہے کہ جب زوال آفتاب سے پہلے کوچ کرنا واقع ہوتا تو ظہر کی نماز کو تاخیر کر دیتے یہاں تک کہ عصر کے وقت میں اقامت فرماتے تو ظہر و عصر کے درمیان جمع فرما دیتے، اسے جمع تاخیر کہتے ہیں اور اگر سفر شروع کرنے سے پہلے ظہر کا وقت داخل ہو جاتا تو اس صورت میں کبھی ظہر پڑھ کر سوار ہوتے بعد ازاں جب وقت عصر آتا تو اتر کر نماز عصر ادا کرتے، اس صورت میں جمع واقع نہیں ہوتا اور بعض اوقات ظہر کو عصر سے ملا دیتے اور دونوں کو ایک ساتھ پڑھتے اور اس وقت سوار ہوتے، اس کا جمع تقدیم نام رکھتے ہیں۔

اور مغرب و عشاء میں ایسا ہی ہوتا یعنی اگر قبل از غروب کوچ واقع ہوتا اور نماز مغرب کا وقت راہ میں آتا تو نماز مغرب میں تاخیر کرتے یہاں تک کہ نزول کے وقت مغرب و عشا ملا کر پڑھتے یہ جمع تاخیر

ہے۔ اور اگر کوچ سے پہلے مغرب کا وقت ہو جاتا تو مغرب وعشا دونوں کو جمع کر کے پڑھتے اور سوار ہو جاتے یہ جمع تقدیم ہے۔

احادیث میں ''جمع بین الصلوٰتین'' واقع ہوا ہے اور بعض حدیثوں میں مطلق ہے اور بعض میں مقید بحالت روانگی اور سفر۔ اور بعض میں قطع مسافت کو جلد تر کرنے کی قید ہے اور یہی وہ محل ہے جس میں ان علماء کا اختلاف ہے جو جمع کے جواز کے قائل ہیں۔ بعض علی الاطلاق قائل ہیں اور امام شافعی انھیں میں سے ہیں۔ اور بعض حالت روانگی اور سفر میں مخصوص قرار دیتے ہیں نہ کہ نزول کی حالت میں اور کہتے ہیں کہ سفر میں جمع کی عادت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دائمی نہ تھی بلکہ جب سفر رواں دواں ہوتا تو جمع کرتے لیکن حالت نزول وقرار میں جمع مروی نہیں ہے اور بعض قطع مسافت میں جلدی کی صورت کے ساتھ مخصوص گردانتے ہیں۔

فتح الباری میں ہے کہ امام مالک سے یہی مشہور ہے، نیز بحالت عذر اور سفر کے ساتھ مخصوص قرار دیتے ہیں اور بعض جمع تاخیر کو جائز قرار دیتے ہیں اور جمع تقدیم کو ناجائز، اور یہ امام احمد سے مروی ہے نیز ان کے نزدیک بھی یہ بحالت سیر ہے مگر ان کے مذہب میں مشہور مطلقاً جواز ہے۔

اور فتح الباری میں ہے کہ امام مالک سے بھی جمع تاخیر کا جواز مروی ہے نہ کہ جمع تقدیم۔

اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مطلقاً جائز نہیں ہے ان کے قول کی وجہ یہ ہے کہ اوقات نماز تعیین قطعی ہے اور تواتر کے ساتھ ثابت ہے جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ یہاں تک کہ وقت سے نماز کو تاخیر کرنا اور اس پر اسے مقدم کرنا کبائر میں سے شمار کرتے ہیں۔

امام محمد رحمہ اللہ اپنی موطا میں نقل کرتے ہیں کہ ہمیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت پہنچی ہے کہ انھوں نے ہر طرف کے اپنے حکام کو خط لکھا اور انھیں منع فرمایا کہ وہ جمع بین الصلاتین

ایک وقت میں نہ کریں اور ان کو خبردار کیا کہ ایک وقت میں جمع بین الصلاتین کبائر میں سے ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ خبر ہمیں ثقہ علماء سے پہنچی ہے کہ انھوں نے ابن الحارث اور انھوں نے مکحول سے روایت کی ہے اور چوں کہ تعیین اوقات قطعی اور متواتر ہے لہٰذا خبر واحد اس کے معارض نہیں ہو سکتی۔

جمع بین الصلاتین سے مراد یہ ہے کہ پہلی نماز کو اتنا موخر کیا جائے کہ اسے اس کے آخری وقت میں پڑھا جائے اور دوسری نماز میں اتنی تعجیل کی جائے کہ اسے اس کے شروع وقت میں پڑھا جائے۔ اور بعض اسے جمع صوری کا نام دیتے ہیں کیوں کہ یہ ظاہراً صورت میں تو جمع ہے مگر حقیقت و معنی میں جمع نہیں ہے اور یہی وہ صورت ہے جس پر احناف سفر میں جمع کا اطلاق کرتے ہیں۔ (مولف) (مدارج النبوۃ جلد اول)

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ، ''حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین'' میں دو نمازوں کو ملا کر پڑھنے سے متعلق ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

اللہ عزوجل نے نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کے ارشادات سے ہر نماز فرض کا ایک خاص وقت جداگانہ مقرر فرمایا ہے کہ نہ اس سے پہلے نماز کی صحت نہ اس کے بعد تاخیر کی اجازت۔

ظہرین عرفہ و عشائین مزدلفہ کے سوا دو نمازوں کا قصداً ایک وقت میں جمع کرنا سفراً حضراً ہرگز کسی طرح جائز نہیں۔ قرآن مجید و احادیث صحاح سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی ممانعت پر شاہد عدل ہیں یہی صحابہ و تابعین اور ائمہ کا مذہب ہے۔

جمع کی دو صورتیں ہیں۔

جمع صوری، جمع حقیقی۔

جمع صوری یہ ہے کہ ایک نماز اس کے آخری وقت اور دوسری نماز اس کے وقت کی ابتداء میں پڑھی

جائے اور یہ بالاتفاق جائز ہے۔

جمع حقیقی یہ ہے کہ دو نمازیں ایک وقت میں ادا کی جائیں۔

اس کی بھی صورتیں ہیں۔

جمع تقدیم، جمع تاخیر۔

جمع تقدیم: مثلاً ظہر وعصر دونوں ظہر کے وقت میں پڑھی جائیں ایسی صورت میں عصر کی نماز نہیں ہوئی کیوں کہ اس کا وقت ہی شروع نہیں ہوا۔

جمع تاخیر: مثلاً دونوں عصر کے وقت میں پڑھی جائیں اس صورت میں ظہر قضا ہو گی نہ کہ ادا۔

ائمہ احناف کے نزدیک یہ دونوں صورتیں ناجائز ہیں۔

مغرب وعشاء کے درمیان جمع صوری

سنن ابوداؤد میں بسند صحیح ہے:

عن نافع و عبد الله بن واقد ان موذن ابن عمر قال الصلاة قال سر حتى اذا كان قبل غيوب الشفق نزل فصلى المغرب ثم انتظر حتى غاب الشفق فصلى العشاء ثم قال ان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان اذا عجل به امر صنع مثل الذى صنعت فسار فى ذلك اليوم و الليلة مسيرة ثلث.

یعنی نافع وعبداللہ بن واقد دونوں تلامذہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مؤذن نے نماز کا تقاضا کیا فرمایا چلو یہاں تک کہ شفق ڈوبنے سے پہلے اتر کر مغرب پڑھی پھر انتظار فرمایا یہاں تک کہ شفق ڈوب گئی اس وقت عشاء پڑھی پھر فرمایا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کو جب کوئی جلدی ہوتی تو ایسا ہی کرتے جیسا میں نے کیا ابن عمر نے اس دن رات میں تین رات دن کی راہ قطع کی۔

نسائی کی روایت بسند صحیح یوں ہے :

حدثنی نافع قال خرجت مع عبد الله بن عمر فی سفر یریدا رضاله فاتاه آت فقال ان صفیة بنت ابی عبید لما بها فانظر ان تدرکها فخرج مسرعا و معه رجل من قریش یسایره و غابت الشمس فلم یصل الصلوٰة و کان عهدی به و هو یحافظ علی الصلوٰة فلما ابطأ قلت الصلوٰة یرحمک الله فالتفت الی و مضی حتی اذا کان فی آخر الشفق نزل فصلی المغرب ثم اقام العشاء و قد تواری الشفق فصلی بنا ثم اقبل علینا فقال ان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کان اذا عجل به السیر صنع هکذا.

یعنی نافع فرماتے ہیں عبداللہ بن عمر اپنی ایک زمین کو تشریف لیے جاتے تھے کسی نے آ کر کہا آپ کی زوجہ صفیہ بنت ابی عبید اپنے حال میں مشغول ہیں شاید ہی آپ انھیں زندہ پائیں یہ سن کر بہ سرعت چلے اور ان کے ساتھ ایک مرد قریشی تھا سورج ڈوب گیا اور نماز نہ پڑھی اور میں نے ہمیشہ ان کی عادت یہی پائی تھی کہ نماز کی محافظت فرماتے تھے جب دیر لگائی میں نے کہا نماز، خدا آپ پر رحم فرمائے میری طرف پھر کر دیکھا اور آگے روانہ ہوئے جب شفق کا اخیر حصہ رہا اتر کر مغرب پڑھی پھر عشا کی تکبیر اس حال میں کہی کہ شفق ڈوب چکی اس وقت عشا پڑھی پھر ہماری طرف منہ کر کے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب سفر میں جلدی ہوتی ایسا ہی کرتے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۲۸۹، ۲۹۰۔ حاجز البحرین)

اور امام فقیہ ابو جعفر نے حج میں بلاواسطہ روایت کی :

اخبرنا نافع قال اقبلنا مع ابن عمر من مکة حتی اذا کان ببعض الطریق

استصرخ علی زوجته فقیل له انها فی الموت فاسرع السیر و کان اذا نودی بالمغرب نزل مکانه فصلی فلما کان تلک اللیلة نودی بالمغرب فسار حتی امسینا فظننا انه نسی فقلنا الصلاة فسار حتی اذا کان الشفق قرب ان یغیب نزل فصلی المغرب و غاب الشفق فصلی العشاء ثم اقبل علینا فقال ھکذا کنا نصنع مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم اذا جدبنا السیر.

یعنی امام نافع فرماتے ہیں راہ مکہ میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جب شفق ڈوبنے کے قریب ہوئی اتر کر مغرب پڑھی اور شفق ڈوب گئی اب عشا پڑھی پھر ہماری طرف منہ کر کے کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے تھے جب چلنے میں کوشش ہوتی تھی۔

امام اعظم کا فرمان

و ھکذا قال ابو حنیفة فی الجمع بین الصلاتین ان یصلی الاول منھما فی آخر وقتھا و الاخری فی اول وقتھا کما فعل عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما. رواہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم.

یعنی دو نمازیں جمع کرنے میں یہی طریقہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے کہ پہلے کو اس کے آخر وقت اور پچھلی کو اس کے اول وقت میں پڑھے۔ جیسا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خود کیا اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت فرمایا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۲۹۱۔ حاجز البحرین)

جمع عشائین

نیز امام طحاوی نے اور طریق سے یوں روایت کی۔

حتی اذا کان عند غیوبة الشفق فجمع بینهما و قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصنع ھکذا اذا جدبہ السیر۔

یعنی جب شفق ڈوبنے کے نزدیک ہوئی اتر کر دونوں نمازیں جمع کیں اور فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یوں ہی کرتے دیکھا جب حضور کو سفر میں جلدی ہوتی۔

اور صحیح بخاری ابواب التقصیر باب ھل یوذن او یقیم اذا جمع بین المغرب والعشاء میں یوں ہے :

عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا عجلہ السیر فی السفر یؤخر صلاۃ المغرب حتی یجمع بینھما و بین العشاء قال سالم و کان عبد اللہ یفعلہ اذا عجلہ السیر و یقیم المغرب فیصلیھا ثلثا ثم یسلم ثم قلما یلبث حتی یقیم العشاء فیصلیھا رکعتین۔ الحدیث۔

اسی کے باب یصلی المغرب ثلثا فی السفر میں بطریق مذکور و کان عبد اللہ یفعلہ اذا عجلہ السیر تک روایت کرکے فرمایا۔

کان ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما یجمع بین المغرب و العشاء بالمزدلفة قال سالم و اخر ابن عمر المغرب و کان استصرخ علی امرأتہ صفیة بنت ابی عبید فقلت لہ الصلاۃ فقال سر فقلت لہ الصلاۃ قال سر حتی سار میلین او ثلثة ثم نزل فصلی ثم قال ھکذا رایت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا اعجلہ السیر یوخر المغرب فیصلیھا ثلثا ثم یسلم ثم قلما یلبث حتی یقیم العشاء فیصلبھا رکعتین۔ الحدیث۔

ان دونوں روایتوں کا حاصل یہ کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایام حج میں ذی الحجہ کی دسویں رات مزدلفہ میں مغرب وعشا جمع کرکے پڑھتے اور جب اپنی بی بی کی خبر گیری کو تشریف لے گئے تھے تو یوں کیا کہ

مغرب کو آخر کیا میں نے کہا نماز، فرمایا چلو میں نے پھر کہا نماز، فرمایا چلو، دو تین میل چل کر اترے اور نماز پڑھی پھر فرمایا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب سفر میں جلدی ہوتی ایسا ہی کرتے مغرب اخیر کر کے تین رکعت پڑھتے پھر سلام پھیر کر تھوڑی دیر انتظار فرماتے پھر عشاء کی اقامت فرما کر دو رکعت پڑھتے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۲۹۲۔ حاجز البحرین)

نسائی کے یہاں یوں ہے:

اخبرنی محمد بن عبد الله بن بزیع حدثنا یزید بن زریع حدثنا کثیر بن قاروندا قال سالت سالم بن عبد الله عن صلاة ابیه فی السفر و سألناه هل کان یجمع بین شیء من صلاته فی سفره فذکر ان صفیة بنت ابی عبید کانت تحته فکتبت الیه و هو فی زراعة له انی فی اخر یوم من ایام الدنیا و یوم اول من الاخرة فرکب فاسرع السیر الیها حتی اذا حانت صلاة الظهر قال له الموذن الصلاة یا ابا عبد الرحمن فلم یلتفت حی اذا کان بین الصلاتین نزل فقال اقم فاذا سلمت فاقم فصلی ثم رکب حتی اذا غابت الشمس قال له الموذن الصلاة فقال کفعلک فی صلاة الظهر و العصر ثم سار حتی اذا اشتبکت النجوم نزل ثم قال الموذن اقم فاذا سلمت فاقم فصلی ثم انصرف فالتفت الینا فقال قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اذا حضر احدکم الامر الذی یخاف فوته فلیصل هذه الصلاة.

خلاصہ یہ کہ جب صفیہ کا خط پہنچا کہ اب میرا دم واپسیں ہے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما شتابان چلے نماز کے لیے ایسے وقت اترے کہ ظہر کا وقت جانے کو تھا اور عصر کا وقت آنے کو اس وقت ظہر پڑھ کر عصر پڑھی اور مغرب کے لیے اس وقت اترے جب تارے خوب کھل آئے تھے (جس وقت تک بلا عذر مغرب میں دیر لگانی مکروہ ہے) اسے پڑھ کر عشا پڑھی اور کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں کسی کو ایسی

ضرورت پیش آئے جس کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو اس طرح نماز پڑھے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۲۹۳۔ حاجز البحرین)

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

اس حدیث جلیل کے اتنے طرق کثیرہ ہیں جن سے آفتاب کی طرح روشن کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے سفر میں بحالت شتاب و ضرورت جمع صوری فرمائی ہے اور یہی ائمہ کرام کا مذہب ہے۔

ابو داؤد اپنی سنن باب متی یتم السفر اور ابو بکر بن ابی شیبہ اپنے مصنف میں بسند حسن جید متصل حضرت عبد اللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب وہ اپنے والد ماجد محمد بن عمر بن علی وہ اپنے والد ماجد عمر بن علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت کرتے ہیں۔

ان علیا کان اذا سافر بعد ما تغرب الشمس حتی تکادان تظلم ثم ینزل فیصلی المغرب ثم یدعو بعشائہ فیتعشی ثم یصلی العشاء ثم یرتحل و یقول ھکذا کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصنع.

یعنی امیر المومنین مولی المسلمین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنی جب سفر فرماتے سورج ڈوبے پر چلتے رہتے یہاں تک کہ قریب ہوتا کہ تاریکی ہو جائے پھر اتر کر مغرب پڑھتے پھر کھانا منگا کر تناول فرماتے پھر عشا پڑھ کر کوچ کرتے اور کہتے اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔

ظہر و عصر اور مغرب و عشاء میں جمع

امام اجل احمد بن حنبل مسند اور ابو بکر بن ابی شیبہ استاذ بخاری و مسلم مصنف میں بسند حسن بطریق

اپنے شیخ وکیع بن الجراح کے اور امام طحاوی معانی الآثار میں بطریق حدثنا فھدثنا الحسن بن البشیر ثنا المعافی بن عمران کلاھما عن مغیرۃ بن زیاد الموصلی عن عطاء بن ابی رباح ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنھا سے راوی :

قالت کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی السفر یوخر الظھر و یقدم العصر و یؤخر المغرب و یقدم العشاء .

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر میں ظہر کو دیر فرماتے عصر کو اول وقت پڑھتے مغرب کی تاخیر فرماتے عشاء کو اول وقت پڑھتے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۲۹۴۔ حاجز البحرین)

احمد بخاری مسلم ابوداؤد و نسائی طحاوی وغیرہم بطریق عمرو بن دینار عن جابر بن زید حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی۔ یہ مسلم کے لفظ ہیں۔

قال صلیت مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثمانیا جمعا قلت یا ابا الشعثاء اظنہ اخر الظھر و عجل العصر و اخر المغرب و عجل العشاء قال و انا اظن ذلک .

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ پوری آٹھ رکعات اور پوری سات رکعات اکٹھی کر کے پڑھی ہیں میں نے کہا اے ابوشعثاء میں سمجھتا ہوں کہ ظہر کو موخر اور عصر میں عجلت فرمائی اور مغرب میں تاخیر اور عشاء میں عجلت کی ابوشعثاء نے کہا کہ مجھے بھی یہی گمان ہو رہا ہے۔ (مولف)

مالک احمد مسلم ابوداؤد ترمذی نسائی طحاوی وغیرہم اسی جناب سے بطریق شتی والفاظ عدیدہ راوی :

عن ابن عباس قال صلی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الظھر و العصر جمیعا بالمدینۃ فی غیر خوف و لا سفر قال ابو الزبیر فسألت سعیدا لم فعل ذلک

فقال سالت ابن عباس کما سألتنی فقال اراد ان لا یحرج احد من امته .

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ظہر وعصر دونوں نمازیں ایک ساتھ مدینہ شریف میں بغیر کسی خوف اور غیر حالت سفر کے پڑھیں، ابوزبیر نے کہا کہ میں نے سعید سے سوال کیا کہ حضور نے ایسا کیوں کیا تو انھوں نے کہا کہ میں نے بھی ابن عباس سے تمھاری طرح سوال کیا تھا تو انھوں نے فرمایا تھا کہ حضور نے ایسا اس لیے کیا تھا تا کہ ان کی امت میں کوئی حرج میں نہ پڑ جائے۔ یعنی ظہر کی نماز اخیر وقت اور عصر کی نماز اول وقت میں ادا فرمائی۔ (مولف)

ترمذی بطریق حبیب بن ابی ثابت روایت کرتے ہیں

عن ابن عباس قال جمع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بین الظھر و العصر و المغرب و العشاء بالمدینة فی غیر خوف و لا مطر.

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ظہر وعصر اور مغرب وعشاء مدینہ شریف میں بغیر کسی خوف و بارش کے جمع فرمائیں۔ یہ جمع صوری تھی نہ کہ جمع حقیقی۔ (مولف)

امام طحاوی کی روایت میں ہے :

عن ابن عباس فی غیر سفر و لا مطر.

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دوسری روایت میں ہے کہ بغیر سفر و بارش کے جمع فرمائیں۔ (مولف)

نسائی کے لفظ یہ ہیں :

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما قال صلیت مع النبی صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم بالمدینة ثمانیا جمعا و سبعا جمیعا اخر الظھر و عجل العصر و اخر المغرب و عجل العشاء.

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ مدینہ شریف میں نماز پڑھی آٹھ رکعات جمع کر کے اور سات رکعات جمع کر کے جن میں ظہر میں تاخیر اور عصر میں تعجیل اور مغرب میں تاخیر اور عشا میں تعجیل فرمائی۔ (مولف)

نسائی کی دوسری روایت میں یہ ہے

عن ابن عباس انه صلی بالبصرة الاولی و العصر لیس بینهما شیٔ و المغرب و العشاء لیس بینهما شیٔ فعل ذلک من شغل و زعم ابن عباس انه صلی مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم بالمدینة الاولی و العصر ثمان سجدات لیس بینهما شیٔ .

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ظہر و عصر اور مغرب و عشا بصرہ میں پڑھی جن کے درمیان کچھ نہیں تھا انھوں نے مشغولیت کی وجہ سے ایسا کیا، اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ منورہ میں ظہر و عصر آٹھ رکعتیں پڑھیں جن کے مابین کچھ نہیں تھا۔ (مولف)

مسلم بطریق زبیر بن الخریت عبداللہ بن شقیق سے راوی :

ان التاخیر کان لاجل خطبة خطبها .

عبداللہ بن شقیق سے مروی ہے کہ یہ تاخیر خطبہ کی وجہ سے تھی۔ (مولف)

مسلم بطریق عمران بن حدیر روایت کرتے ہیں :

عن ابن عباس فی القصة قال کنا نجمع بین الصلاتین علی عهد رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم.

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں دو نمازوں کو جمع کر لیتے تھے۔ (موالف)

طحاوی میں یوں ہے :

قد کان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ربما جمع بینهما بالمدینة .

کبھی کبھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ شریف میں دو نمازوں کو جمع فرماتے تھے۔ (مولف)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۳۱۰۔۳۱۱۔ حاجز البحرین)

عبدالرزاق مصنف میں بطریق عمرو بن شعیب راوی :

قال قال عبد الله جمع لنا رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم مقیما غیر مسافر بین الظهر و العصر و المغرب و العشاء فقال رجل لابن عمر لم تری النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فعل ذلک قال لان لا تحرج امته ان جمع رجل .

عبداللہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمارے لیے حالت اقامت میں ظہر وعصر اور مغرب وعشاء جمع فرمائیں ایک آدمی نے ابن عمر سے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا کیوں کیا تو ابن عمر نے فرمایا کہ ان کی امت میں اگر کوئی آدمی ایسا کرے تو کوئی حرج میں نہ پڑ جائے۔ (مولف)

ابن جریر اس جناب سے بایں الفاظ راوی :

خرج علینا رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فکان یوخر الظهر و یعجل

العصر فجمع بينهما و يوخر المغرب و يعجل العشاء فجمع بينهما.

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم میں تشریف لائے پھر ظہر میں تاخیر اور عصر میں تعجیل فرما کر دونوں کو جمع فرماتے تھے اور مغرب میں تاخیر اور عشاء میں تعجیل فرما کر دونوں کو جمع فرماتے تھے۔ (مولف)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۳۱۳۔ حاجز البحرین)

جمع بین المغرب والعشاء

طبرانی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یجمع بین المغرب و العشاء یوخر هذه فی آخر وقتها و یعجل هذه فی اول وقتها.

حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مغرب وعشاء کو جمع فرماتے مغرب کو اس کے آخر وقت میں پڑھتے اور عشاء کو اس کے اول وقت میں۔

بخاری ومسلم ومالک ودارمی ونسائی وطحاوی وبیہقی بطریق سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم و مسلم ومالک ونسائی وطحاوی بطریق نافع۔

عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما کان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یجمع بین المغرب و العشاء اذا جد به السیر.

ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب سفر کی عجلت رہتی تو مغرب وعشا کو جمع فرماتے تھے۔ (مولف)

بطریق سالم مسلم ونسائی کے لفظ میں ہے:

رأيت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اذا اعجله السير فى السفر يؤخر صلاة المغرب حتى يجمع بينهما و بين صلاة العشاء .

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب سفر کی جلدی رہتی تو مغرب کو مؤخر کر کے عشاء کے ساتھ جمع فرماتے تھے۔(مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۲،ص۳۱۴۔حاجز البحرین)

غزوۂ تبوک میں دو نمازوں کے درمیان جمع

بخاری تعلیقاً اور بیہقی موصولاً راوی

عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يجمع بين صلاة الظهر و العصر اذا كان على ظهر سير و يجمع بين المغرب و العشاء و هو عند مسلم و آخرين بذكر غزوة تبوك .

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب سفر میں ہوتے تو ظہر وعصر اور مغرب وعشا کو جمع فرماتے۔امام مسلم اور دوسروں کے نزدیک یہ غزوۂ تبوک کے ذکر میں ہے۔ **(مولف)**

ابن ماجہ بطریق ابراہیم بن اسماعیل راوی :

عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما انه اخبرهم ان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يجمع بين المغرب و العشاء فى السفر من غير ان يعجله شئ و لا يطلبه عدو و لا يخاف شيئا.

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بغیر

عجلت سفر اور بغیر طلب دشمن یا کسی خوف کے مغرب وعشاء کو جمع فرماتے تھے۔ (مولف)

بخاری تعلیقاً و وصلاً وطحاوی وصلاً انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی :

ان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کان یجمع بین هاتین الصلاتین فی السفر یعنی المغرب و العشاء .

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر میں مغرب وعشاء کو جمع فرماتے تھے۔ (مولف)

مالک وشافعی ودارمی ومسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی وابن ماجہ وطحاوی مطولاً ومختصراً معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں

قال جمع رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی غزوة تبوک بین الظهر و العصر و بین المغرب و العشاء قال فقلت ما حمله علی ذلک ﷺ قال فقال اراد ان لا یحرج امته . هذا لفظ مسلم فی الصلاة .

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک میں ظہر وعصر اور مغرب وعشاء جمع فرمائیں۔
راوی نے کہا میں نے کہا کہ حضور نے ایسا کیوں کیا فرمایا تا کہ ان کی امت میں کوئی حرج میں نہ پڑ جائے۔ (مولف)

امام مالک ومسلم کے طریق میں ہے :

خرجنا مع رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم عام غزوة تبوک فکان یجمع الصلاة فصلی الظهر و العصر جمیعا و المغرب و العشاء جمیعا حتی اذا کان یوما اخر الصلاة ثم خرج فصلی الظهر و العصر جمیعا ثم دخل ثم خرج بعد ذلک فصلی المغرب و العشا جمیعا الحدیث بطوله .

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہم غزوۂ تبوک کے سال نکلے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نمازوں کو جمع فرماتے تھے تو ظہر وعصر ایک ساتھ اور مغرب وعشاء ایک ساتھ ادا فرمائیں جب دن ہوا تو نماز موخر فرمائی پھر تشریف لا کر ظہر وعصر ایک ساتھ پڑھیں پھر تشریف لے گئے اور تشریف لانے کے بعد مغرب وعشا کو ایک ساتھ ادا فرمایا۔ (مولف)

امام مالک بطریق داؤد بن الحصین ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی

ان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کان یجمع بین الظهر و العصر فی سفره الی تبوک .

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر تبوک میں ظہر وعصر کو جمع فرماتے تھے۔ (مولف)

بزار ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں

عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کان یجمع بین الصلاتین فی السفر .

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حالت سفر میں دو نمازوں کو جمع فرماتے تھے۔ (مولف)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۳۱۵، ۳۱۶۔ حاجز البحرین)

ایک روایت غریبہ شاذہ بطریق لیث بن سعد عن یزید بن ابی حبیب عن ابی الطفیل یوں آئی

ان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کان فی غزوة تبوک اذا ارتحل قبل ان تزیغ الشمس اخر الظهر حتی یجمعها الی العصر فیصلیهما جمیعا و اذا ارتحل بعد زیغ الشمس صلی الظهر و العصر ثم سار و کان اذا ارتحل قبل المغرب اخر المغرب حتی یصلیها مع العشاء و اذا ارتحل بعد المغرب عجل العشاء فصلاها مع

المغرب . رواه احمد و ابو داؤد و الترمذی و ابن حبان و الحاکم و الدار قطنی والبیھقی .

زاد الترمذی بعد قوله اذا ارتحل بعد زیغ الشمس عجل العصر الی الظھر وصلی الظھر و العصر جمیعا . الحدیث.

یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوۂ تبوک میں جب سورج ڈھلنے سے پہلے کوچ فرماتے تو ظہر میں دیر کرتے یہاں تک کہ اسے عصر سے ملاتے تو دونوں کو ساتھ پڑھتے اور جب دوپہر کے بعد کوچ فرماتے تو عصر میں تعجیل کرتے اور ظہر وعصر ساتھ پڑھتے پھر چلتے اور جب مغرب سے پہلے کوچ کرتے مغرب میں تاخیر فرماتے یہاں تک کہ عشاء کے ساتھ پڑھتے اور مغرب کے بعد کوچ فرماتے تو عشاء میں تعجیل کرتے اسے مغرب کے ساتھ پڑھتے

امام ترمذی فرماتے ہیں یہ غریب ہے معروف روایت ابی الزبیر ہے۔

عن معاذ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمع فی غزوۃ تبوک بین الظھر و العصر و بین المغرب و العشاء . رواہ قرۃ بن خالد و سفین الثوری و مالک وغیر واحد عن ابی الزبیر المکی .

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک میں ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کو جمع فرمایا۔
اسے قرہ بن خالد سفیان ثوری اور مالک وغیرہ نے ابوالزبیر مکی سے روایت کیا۔ (مولف)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۳۱۹ ۔ حاجز البحرین)

غزوۂ بنی المصطلق میں جمع نماز

احمد وابن ابی شیبہ بطریق حجاج بن ارطاۃ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی :

قال جمع رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بین الصلاتین فی غزوة بنی المصطلق .

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوۂ بنی المصطلق میں دونمازیں جمع فرمائیں۔ (مولف)

احمد بطریق ابن لھیعہ راوی

عن ابی الزبیر قال سألت جابرا رضی الله تعالیٰ عنه هل جمع رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بین المغرب و العشاء قال نعم عام غزونا بنی المصطلق.

ابوزبیر نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مغرب وعشاء کو جمع فرمایا ہے؟ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہاں غزوۂ بنی المصطلق کے سال جمع فرمائی ہیں۔ (مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ حاجز البحرین)

سفر میں جمع بین الصلاتین

ترمذی کی کتاب العلل میں ہے

عن اسامة بن زید رضی الله تعالیٰ عنهما قال کان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اذا جدبه السیر جمع بین الظهر و العصر و المغرب و العشاء .

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب چلنے میں عجلت ہوتی تو ظہر وعصر اور مغرب وعشا کو جمع فرماتے تھے۔ (مولف)

ابن ابی شیبہ بطریق ابن ابی لیلی اور ابوجعفر طحاوی بطریق ابوقیس اودی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں :

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمع ، و لفظ الآخر کان یجمع بین الصلاتین فی السفر.

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر میں دونمازوں کو جمع فرماتے تھے۔ (مولف)

طبرانی معجم کبیر واوسط میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی :

قال جمع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بین الظھر و العصر و المغرب و العشاء فقیل لہ فی ذلک فقال صنعت ذلک لئلا تحرج امتی .

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ظہر وعصر اور مغرب وعشاء جمع فرمائیں تو اس کے بارے میں حضور سے پوچھا گیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے ایسا اس لیے کیا تا کہ میری امت حرج میں نہ پڑ جائے۔ (مولف)

طبرانی معجم اوسط میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی.

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یجمع بین الصلاتین فی السفر.

بیشک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر میں دونمازوں کو جمع فرماتے تھے۔ (مولف)

مرسل و بلاغ مالک میں ہے :

عن علی بن حسین ھو ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنھم انہ کان یقول کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا اراد ان یسیر یومہ جمع بین الظھر و العصر و اذا اراد ان یسیر لیلہ جمع بین المغرب و العشاء .

حضرت علی بن حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دن کو چلنے کا ارادہ فرماتے تو ظہر وعصر کو جمع فرماتے اور جب رات کو چلنے کا ارادہ فرماتے تو مغرب و

عشاء کو جمع فرماتے تھے۔ (مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۳۱۷۔ حاجز البحرین)

جمع صوری

نسائی میں یوں ہے :

عن ابن عباس بلفظ صليت مع النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الظهر و العصر جميعا و المغرب و العشاء جميعا اخر الظهر و عجل العصر و اخر المغرب و عجل العشاء.

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ ظہر و عصر اور مغرب و عشاء پڑھیں تو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ظہر کو موخر کیا اور عصر میں تعجیل فرمائی اور مغرب کو موخر کر کے عشاء میں عجلت فرمائی۔ (مولف)

ابن جریر روایت کرتے ہیں :

عن ابن عمر رضی الله تعالىٰ عنهما قال خرج علينا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فكان يؤخر الظهر و يعجل العصر فيجمع بينهما و يؤخر المغرب و يعجل العشاء فيجمع بينهما.

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم میں تشریف فرما ہوئے تو ظہر کو موخر اور عصر میں جلدی کی اور دونوں کو جمع فرمایا اور مغرب میں تاخیر اور عشاء میں تعجیل کی اور دونوں کو جمع فرمایا۔ (مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۳۲۳۔ حاجز البحرین)

صحیحین میں ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے :

خرج علينا النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بالهاجرة الى البطحاء فتوضأ

فصلی لنا الظھر و العصر.

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو پہر کے وقت بطحا تشریف لائے پھر وضو فرما کر ظہر وعصر دونوں ایک ساتھ پڑھائیں۔ (مولف)

بخاری کے لفظ یہ ہیں

خرج علینا رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بالهاجرة فصلی بالبطحاء الظهر رکعتین و العصر رکعتین.

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو پہر کے وقت تشریف لائے اور بطحا میں دو رکعت ظہر اور دو رکعت عصر پڑھائی۔ (مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۳۲۴۔ حاجز البحرین)

سفر میں حضور نے نمازیں جمع فرمائیں

احمد وشافعی وعبدالرزاق وبیہقی راوی

عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال الا اخبرکم عن صلاة رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی السفر قلنا بلی قال کان اذا زاغت الشمس فی منزله جمع بین الظهر و العصر قبل ان یرکب و اذا لم تزغ له فی منزله سار حتی اذا کانت العصر نزل فجمع بین الظهر و العصر.

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ میں تم لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سفر میں نماز پڑھنے کے بارے میں بتاؤں؟ ہم نے کہا کیوں نہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ جب سورج ڈھل جاتا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منزل میں قیام پذیر ہوتے تو سوار

ہونے سے پہلے ظہر وعصر کو جمع فرماتے، اور جب سورج نہیں ڈھلتا تو چلتے رہتے یہاں تک کہ جب وقت عصر ہونے کو آتا تو اتر کر ظہر وعصر کو جمع فرماتے۔ (مولف)

امام شافعی کی روایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یوں ہے

و فیه جمع بین الظهر و العصر فی الزوال .

اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زوال کے وقت ظہر وعصر جمع فرمائیں۔ (مولف)

اس کی سند پر امام احمد رضا بریلوی نے کلام فرمایا ہے اور یہ لکھا ہے کہ اس کا راوی ائمہ محدثین کے نزدیک متروک ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۳۲۹، ۳۳۰۔ حاجز البحرین)

دارقطنی حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے راوی

قال کان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اذا ارتحل حین تزول الشمس جمع بین الظهر و العصر فاذا جدبه السیر اخر الظهر و عجل العصر ثم جمع بینهما .

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب زوال شمس کے وقت کوچ فرماتے تو ظہر وعصر کو جمع فرماتے پھر جب چلنے کی عجلت رہتی تو ظہر کو موخر اور عصر کی تعجیل کر کے دونوں کو جمع فرماتے تھے۔ (مولف)

اس میں سوا عترت طاہرہ کے کوئی راوی ثقہ معروف نہیں۔ عمدۃ القاری میں فرمایا **لا یصح اسناده .**

حاکم نے اربعین میں بطریق ابی العباس انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

فان زاغت الشمس قبل ان یرتحل صلی الظهر و العصر ثم رکب .

فریابی نے بتفرد خود اسحاق بن راہویہ سے روایت کی۔

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا کان فی سفر فزالت الشمس صلی الظهر و العصر جمیعا ثم ارتحل .

اوسط طبرانی میں ہے، انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا کان فی سفر فزاغت الشمس قبل ان یرتحل صلی الظهر و العصر جمیعا.

ان تینوں روایتوں کا حاصل یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب سفر میں ہوتے اور کوچ کرنے سے پہلے سورج ڈھل جاتا تو سوار ہونے سے پہلے ظہر وعصر کو جمع فرماتے تھے۔ (مولف)

روایت اسحاق پر امام ابو داؤد نے انکار کیا، اسماعیلی نے اسے معلول بتایا۔ جیسا کہ عمدۃ القاری وغیرہا میں ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲، ص ۳۳۱-۳۳۲- حاجز البحرین)

جمع بین الصلاتین پر مزید چند روایات

روایت بخاری :

اخبرنی زید هو ابن اسلم عن ابیه قال کنت مع عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما بطریق مکة فبلغه عن صفیة بنت ابی عبید شدة وجع فاسرع السیر حتی اذا کان بعد غروب الشفق ثم نزل فصلی المغرب و العتمة جمع بینهما فقال انی رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا جد به السیر اخر المغرب و جمع بینهما.

زید نے اپنے باپ سے روایت کر کے کہا کہ میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہمراہ مکہ کی راہ میں تھا تو صفیہ بنت ابی عبید کی شدت مرض کی خبر پہنچی تو حضرت ابن عمر نے چلنے میں عجلت فرمائی یہاں تک کہ جب افق کی سرخی غائب ہوگئی تو اتر کر مغرب وعشا ایک ساتھ ادا فرمائی پھر فرمایا کہ میں نے رسول

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ جب چلنے کی عجلت رہتی تو مغرب کو موخر فرماتے اور مغرب وعشاء دونوں کو جمع فرماتے۔ (مولف)

روایت مسلم

عن نافع ان ابن عمر كان اذا جد به السير جمع بين المغرب و العشاء بعد ان يغيب الشفق و يقول ان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان اذا جدبه السير جمع بين المغرب و العشاء.

نافع سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جب چلنے کی عجلت رہتی تو سرخی غائب ہونے کے بعد مغرب وعشاء کو جمع فرماتے تھے اور ارشاد فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب چلنے کی عجلت رہتی تو مغرب وعشاء کو جمع فرماتے تھے۔ (مولف)

روایت ابی داؤد

عن نافع ان ابن عمر استصرخ على صفية و هو بمكة فسار حتى غربت الشمس و بدت النجوم فقال ان النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان اذا عجل به امر فى السفر جمع بين هاتين الصلاتين فسار حتى غاب الشمس (الشفق) فنزل فجمع بينهما.

نافع سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب مکہ میں تھے تو حضرت صفیہ کی فریادرسی کے لیے چلے یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا اور ستارے چمکنے لگے تو فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب سفر میں کسی معاملہ کی جلدی رہتی تو ان دونوں نمازوں کو جمع فرماتے تھے۔ پھر ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سورج کا اجالا (شفق) غائب ہونے تک چلتے رہتے پھر اتر کر دونوں نمازوں کو جمع فرماتے

تھے۔(مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۲،ص ۳۳۷۔حاجز البحرین)

روایت طحاوی :

ان ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما استصرخ علی صفية بنت ابی عبيد وهو بمكة فاقبل الى المدينة فسار حتى غربت الشمس و بدت النجوم و كان رجل يصحبه يقول الصلاة الصلاة و قال له سالم الصلاة فقال ان رسول الله صلی اللہ تعالیٰ عليه وسلم كان اذا عجل به السير فی سفر جمع بين هاتين الصلاتين و انی اريد ان اجمع بينهما فسار حتى غاب الشفق ثم نزل فجمع بينهما.

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب مکہ میں تھے صفیہ بنت ابی عبید کی فریادرسی کے لیے مدینہ کو چل پڑے تو غروب ضیائے شمس اور ستارے چمکنے تک چلتے رہے اوران کے ساتھ ایک آدمی تھا جو کہہ رہا تھا نماز، نماز اور سالم نے بھی ان کو کہا کہ نماز، تو ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب سفر میں چلنے کی عجلت رہتی تو ان دونوں (مغرب وعشاء) نمازوں کو جمع فرماتے تھے اور میں بھی دونوں نمازوں کو جمع کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں پھر ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سرخی کے غائب ہونے تک چلتے رہے پھر اتر کے دونوں کو جمع فرمایا۔ (مولف)

روایت ابی داؤد :

حدثنی عبد الله بن دينار قال غابت الشمس و انا عند عبد الله بن عمر فسرنا فلما رأيناه قدامسی قلنا الصلاة فسار حتى غاب الشفق و تصوبت النجوم ثم انه نزل فصلى الصلاتين جميعا ثم قال رأيت رسول الله صلی اللہ تعالیٰ عليه وسلم اذا جده السير صلى صلاتی هذه يقول يجمع بينهما بعد ليل .

عبداللہ بن دینار نے کہا کہ سورج غروب ہوتے وقت میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس تھا جب چلے تو دیکھا کہ شام ہونے کو ہے ہم نے کہا نماز، پھر بھی غروب شفق اور ستارے چمکنے تک چلتے رہے پھر اتر کر دونوں نمازیں پڑھیں اور کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ جب چلنے کی جلدی رہتی یہ دونوں نمازیں یعنی مغرب وعشاء ایک ساتھ ادا فرماتے تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ ایک رات کے بعد دونوں کو جمع فرماتے۔ (مولف)

روایت ترمذی :

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما انه استغیث علی بعض اهله فجدبه السیر و اخر المغرب حتی غاب الشفق ثم نزل فجمع بینهما ثم اخبرهم ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم کان یفعل ذلک اذا جدبه السیر.

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنی بعض اہل کی فریادرسی کے لیے چلنے میں عجلت کی اور مغرب کو غروب شفق تک موخر فرمایا پھر اتر کر دونوں نمازیں یعنی مغرب وعشاء جمع فرمائیں اس کے بعد اصحاب کو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب عجلت رہتی تو ایسا ہی کرتے تھے۔ (مولف)

روایت نسائی :

عن اسمٰعیل بن عبد الرحمن شیخ من قریش قال صحبت ابن عمر الی الحمی فلما غربت الشمس هبت ان اقول له الصلاۃ فسار حتی ذهب بیاض الافق و فحمة العشاء ثم نزل فصلی المغرب ثلث رکعات ثم صلی رکعتین علی اثرهما قال هکذا رایت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم یفعل.

قریش کے ایک شیخ اسماعیل بن عبدالرحمٰن نے کہا کہ میں چراگاہ تک ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے

ساتھ رہا جب سورج غروب ہوگیا تو میں نے ان کو کہنا چاہا کہ نماز پھر افق کی سفیدی اور عشاء کی سیاہی جانے تک چلتے رہے پھر اتر کر مغرب کی تین رکعتیں پڑھیں اور اس کے بعد دو رکعت پڑھ کر کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے۔ (مولف)

(فتاوی رضویہ ج ۲، ص ۳۳۸۔ حاجز البحرین)

یہی حدیث اسی طریق مذکور سفیان سے امام طحاوی نے یوں روایت فرمائی :

عن اسمٰعیل بن ابی ذویب قال کنت مع ابنٰ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما فلما غربت الشمس هبنا ان نقول الصلاۃ فسار حتی ذهبت فحمة العشاء و رأینا بیاض الافق فنزل فصلی ثلثا المغرب و العشاء و قال هکذا رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم یفعل .

اسماعیل بن ابی ذویب نے کہا کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہمراہ تھا اور جب سورج غروب ہوگیا تو ہم نے کہنا چاہا کہ نماز، مگر وہ چلتے رہے یہاں تک کہ عشاء کی سیاہی چلی گئی اور ہم نے افق کی سفیدی دیکھی تو اتر کر اس وقت مغرب کی تین رکعتیں اور عشاء کی دو رکعتیں پڑھیں اور کہا کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے۔ (مولف)

(فتاوی رضویہ ج ۲، ص ۳۴۸۔ حاجز البحرین)

حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مروی بطریق عقیل بن خالد عن ابن شہاب عن انس، جس کے ایک لفظ میں ہے کہ ظہر کو وقت عصر تک تاخیر فرماتے۔

بخاری و مسلم وابوداؤد ونسائی انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی

عن انس بن مالک قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم اذا ارتحل

قبل ان تزيغ الشمس اخر الظهر الى وقت العصر ثم يجمع بينهما و اذا زاغت صلى الظهر ثم ركب.

قتیبہ کے لفظ یہ ہیں:

ثم نزل فجمع بينهما فان زاغت الشمس قبل ان يرتحل صلى الظهر ثم ركب.

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب زوال شمس سے پہلے کوچ فرماتے تو ظہر کو وقت عصر تک موخر فرما کر دونوں کو جمع فرماتے اور جب کوچ سے پہلے سورج ڈھل جاتا تو ظہر پڑھ کر سوار ہوتے۔ (مولف)

دوسرے لفظ میں ہے، وفيه اخر الظهر حتى يدخل اول وقت العصر ثم يجمع بينهما.

ظہر کو موخر فرماتے یہاں تک کہ عصر کا اول وقت داخل ہوتا پھر جمع کرتے۔

تیسرے لفظ میں یہ لفظ زائد ہے :

و فيه يوخر المغرب حتى يجمع بينهما و بين العشاء حين يغيب الشفق.

مغرب کو تاخیر کرتے یہاں تک کہ شفق ڈوبنے کے وقت اسے اور عشا کو ملاتے یا انھیں جمع فرماتے کہ شفق ڈوب جاتی۔ (مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۳۵۱۔ حاجز البحرین)

مقام سرف میں جمع نماز

سنن ابوداؤد و سنن نسائی میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے

ان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم غابت له الشمس بمكة فجمع بينهما بسرف. (زاد نعيم) يعنى الصلاة.

موطا کے لفظ میں ہے :

غابت الشمس و رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بمکة فجمع بین الصلاتین بسرف

قال ابو داؤد عن هشام بن سعد قال بینهما عشرة امیال یعنی بین مکة و سرف.

یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مکہ معظمہ میں آفتاب ڈوبا پس مغرب وعشاء موضع سرف میں جمع فرمائیں۔ ابوداؤد نے ہشام بن سعد سے نقل کی کہ مکہ وسرف میں دس میل کا فاصلہ ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۳۶۸۔ حاجز البحرین)

مزدلفہ میں جمع بین الصلاتین

صحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن ابی داؤد وسنن نسائی ومصنف طحاوی میں بطریق عدیدہ والفاظ مجملہ و مفصلہ مختصرہ ومطولہ مروی

بخاری کے لفظ یہ ہیں :

عن عبد الله رضی الله تعالیٰ عنه قال ما رأیت النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم صلی صلاة لغیر میقاتها الا صلاتین جمع بین المغرب و العشاء و صلی الفجر قبل میقاتها.

مسلم کے لفظ یہ ہیں :

عن عبد الله رضی الله تعالیٰ عنه قال ما رأیت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم صلی صلاة الا لمیقاتها الا صلاتین صلاة المغرب و العشاء بجمع و صلی الفجر

یومئذ قبل میقاتھا.

ایک روایت میں ہے: **قبل وقتھا بغلس**

یعنی حضرت حاضر سفر وحضر و مصاحب و ملازم جلوت وخلوت سید البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ سابقین اولین فی الاسلام و ملازمین خاص حضور سید الانام علیہ افضل الصلاۃ والسلام سے تھے بوجہ کمال قرب بارگاہ اہل بیت رسالت سے سمجھے جاتے اور سفر وحضر میں خدمت والامنزلت بستر گستری ومسواک ومطہرہ داری وکفش برداری محبوب باری صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معزز وممتاز رہتے ارشاد فرماتے ہیں میں نے کبھی نہ دیکھا کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی کوئی نماز اس کے غیر وقت میں پڑھی ہو مگر دو نمازیں کہ ایک ان میں سے نماز مغرب ہے جسے مزدلفہ میں عشا کے وقت پڑھا تھا اور وہاں فجر بھی روز کے معمولی وقت سے پیشتر تاریکی میں پڑھی۔

سنن ابی داؤد میں ہے:

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما قال ما جمع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بین المغرب و العشاء قط فی السفر الا مرۃ.

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی کسی سفر میں مغرب وعشا ملا کر نہ پڑھی سوا ایک بار کے۔

ظاہر ہے کہ وہ بار وہی سفر حجۃ الوداع ہے کہ شب نہم ذی الحجہ مزدلفہ میں جمع فرمائی جس پر سب کا اتفاق ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۳۹۱، ۳۹۲۔ حاجز البحرین)

سنن نسائی کتاب المناسک باب الجمع بین الظھر والعصر بعرفہ، میں ہے

عن عبد الله رضی الله تعالیٰ عنہ قال کان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم یصلی الصلاۃ لوقتہا الا بجمع و عرفات.

یعنی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر نماز اس کے وقت ہی میں پڑھتے مگر مزدلفہ وعرفات میں۔ (فتاوی رضویہ ج ۲ ص ۱۰۴۔ جزء البحرین)

نسائی کتاب المناسک باب جمع الصلاۃ بالمزدلفہ، میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں

ان النبی صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم جمع بین المغرب و العشاء بجمع.

بیشک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مزدلفہ میں مغرب وعشاء کو جمع فرماتے تھے۔ (مولف)

(فتاوی رضویہ ج ۲ ص ۲۰۲۔ جزء البحرین)

جمعہ

جمعہ اسلامی نام ہے اس بناء پر کہ اس دن نماز کے لیے اجتماع ہوتا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں اس دن کو عروبہ کہتے تھے۔ اور تحقیق یہ ہے کہ عروبہ، جاہلیت میں اس کا قدیمی نام ہے۔ نیز جاہلیت سے اسے جمعہ کے ساتھ بدل دیا گیا کیوں کہ اس دن میں اجتماع آفرینش ہے یا اس بنا پر کہ اس میں آدم علیہ السلام کی پیدائش تمام ہوئی اور روح وجسم کو جمع کیا گیا، اسی طرح ہفتہ کے تمام دنوں کو بدل دیا گیا۔

فائدہ

قدیم زمانہ میں ہفتہ کے نام یہ تھے

اول، اہون، حبار، مار، نونس، عروبہ، شبار۔

روز جمعہ

جمعہ کا دن زمانہ جاہلیت میں شرافت و بزرگی رکھتا تھا اور اسلام میں دیگر امتیازی خصائص وفضائل کے ساتھ موسوم ہوا۔ اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے پہلے والوں کو جمعہ کے دن سے گمراہ رکھا۔ اس سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔ کیوں کہ یہودیوں کے لیے سبت یعنی شنبہ کا دن اور نصاریٰ کے لیے یکشنبہ یعنی اتوار تھا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ ہمیں لایا اور مسلمانوں کو پیدا فرمایا تو ہمیں روز جمعہ کی راہ دکھائی۔

اور یہود و نصاریٰ کے روز جمعہ سے گمراہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انھیں اس دن عبادت کرنے اور اس دن عبادت کے ذریعہ شکر و نعمت بجالانے کے لیے مجتمع ہونے کا حکم دیا تو انھوں نے مخالفت کی اور تمرد و سرکشی کا مظاہرہ کیا اور انکار کی زبان کھولی اور اس کے بدلے شنبہ کو یہودی چاہنے لگے اور یہ سبب بتانے لگے کہ یہ دن انتہائے آفرینش کا ہے اور صانع کا آفرینش کی مشغولیت سے فارغ ہونے کا دن ہے لہٰذا مخلوق کو بھی چاہیے کہ مشاغل سے یکسو ہو کر عبادت میں مصروف ہوں۔

اور نصاریٰ باتیں بنانے لگے کہ اتوار آفرینش کی ابتدا کا دن ہے۔ لہٰذا یہ دن تعظیم شکر و نعمت اور قبولیت عبادت کے لیے زیادہ سزاوار ہے۔ اور اکثر اس کے قائل کہ جمعہ کا دن ان پر معین کر کے فرض نہیں کیا گیا تھا بلکہ انھیں کسی ایک دن کے اختیار کر لینے اور عبادت کے لیے مخصوص کر لینے کا حکم دیا گیا تھا کہ وہ اپنے فکر و اجتہاد سے کام لے کر تلاش کریں کہ یہ دن کون سا ہونا چاہیے۔ لہٰذا یہود نے شنبہ کو اور نصاریٰ نے اتوار کو مذکورہ علت و سبب کے تحت دریافت کیا۔

اسی قیاس کے بموجب مسلمانوں کو جمعہ کے دن کی ہدایت دینے اور راہ دکھانے کے بارے میں بھی دو قول کہے گئے ہیں۔

ایک یہ کہ مسلمانوں پر جمعہ کا دن فرض کیا گیا اور اس کا انھیں حکم دیا گیا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یا ایھا الذین آمنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا إلی ذکر اللہ

اے ایمان والو جب جمعہ کی نماز کے لیے اذان ہو تو اللہ کے ذکر کی طرف سعی کرو۔

تو حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی اور گمراہ نہ رکھا اور تمرد و سرکشی میں انھوں نے زبان انکار نہ کھولی اور اسباب وعلل کے لحاظ سے غور و فکر اور اجتہاد کرنے میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی رہنمائی فرمائی اور اصابت فکر عنایت فرمائی۔

اہل علم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو عبادت کے لیے پیدا فرمایا اور جب ان کی تخلیق جمعہ کے دن ہے تو اولیٰ اور انسب ہے کہ یہی دن عبادت کے لیے بھی ہو۔

نیز حق تعالیٰ نے باقی دنوں میں ان چیزوں کو پیدا فرمایا جن سے وہ منتفع ہوں اور جمعہ کے دن خود ان کی ذات کو پیدا کیا لہٰذا نعمت وجود کا شکر بہ نسبت ان نعمتوں کے جو ان کی ذات سے خارج ہیں اولیٰ، افضل ہے۔ اور ظاہر اس جگہ پہلے معنی ہیں۔ بلکہ یہود و نصاریٰ کے باب میں بھی۔

لیکن ابن حجر شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری اور اس کا حکم قرآن میں نازل ہونے سے پہلے جمع ہوئے اور کہنے لگے کہ جب کہ یہود و نصاریٰ کا ایک ایک دن خاص ہے جس میں وہ ہر ہفتہ جمع ہوتے ہیں تو ہم بھی عبادت کے لیے ہر ہفتہ ایک دن خاص کرتے ہیں تاکہ ہم اس دن جمع ہو کر حق تبارک و تعالیٰ کا ذکر کریں، نماز پڑھیں اور شکر عبادت کے آداب بجالائیں تو اس کے لیے انھوں نے یوم عروبہ کو جس کا قدیمی نام روز جمعہ ہے متعین کیا اگرچہ ان خصوصیات کے ساتھ نہ تھا جو نماز کے بارے میں قرآن کریم میں

خصوصیات نازل ہوئیں۔

اوس بن اوس کی حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تمھارے تمام دنوں میں سب سے بہتر دن جمعہ کا ہے اور یہ حدیث بتاتی ہے کہ افاضل ایام بہت ہیں مثلاً یوم عرفہ، یوم عیدین وغیرہ اور روز جمعہ بھی انھیں دنوں میں سے ایک دن ہے۔

علماء کا اختلاف ہے کہ روز جمعہ اور روز عرفہ میں کونسا دن افضل ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ہفتہ کے دنوں میں روز جمعہ افضل ہے اور سال کے دنوں میں روز عرفہ، یہ بات بغیر غور وفکر کے حاصل نہیں ہوتی۔

اسی طرح شب قدر اور شب جمعہ میں علماء اختلاف رکھتے ہیں، امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ شب جمعہ افضل ہے، اس لیے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلب حضرت عبد اللہ سے رحم آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں جمعہ کی رات ہی میں تشریف لائے اور ایام منیٰ میں تھے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ تمام دنوں کا سردار یوم جمعہ ہے اسی دن خلق عالم جمع ہوئی اور اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور جمعہ کے دن ہی انھیں جنت میں داخل کیا گیا اور جمعہ کے دن انھیں جنت سے زمین پر لایا گیا اور جمعہ کے دن ہی حضرت آدم علیہ السلام نے وفات پائی۔ اور اسی دن قیامت قائم ہوگی اسی دن صور پھونکا جائے گا، اسی دن مخلوق بے ہوش ہوگی۔

ان واقعات کے بیان کرنے کا مقصد اس دن میں امور عظیمہ کے ہونے کا تذکرہ ہے یا اس بناء پر کہ حضرت آدم علیہ السلام کا جنت سے باہر آنا اور ان کا اس عالم میں تشریف لانا بے شمار حکمتوں پر مبنی ہے جن کا احاطہ دائرہ امکان سے باہر ہے۔

یوم جمعہ کے خصائص

روز جمعہ کے خصائص وفضائل بہت ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس دن میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ اس گھڑی میں بندہ خدا سے جو مانگے گا پائے گا۔

صحابہ وتابعین اور بعد کے علماء کے درمیان اس گھڑی کے بارے میں دو مختلف قول ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ گھڑی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانۂ کرامت نشان کی خصوصیات میں سے تھی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد یہ مرفوع ہوگئی۔ یہ قول مردود ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جمعہ کے دن وہ گھڑی جس میں دعا مقبول ہوتی تھی اٹھالی گئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا جو ایسا کہتا ہے جھوٹ ہے وہ گھڑی اب بھی روز جمعہ میں موجود ہے۔ یہ دوسرا قول ہے اور یہی صحیح ہے۔

مطلب یہ کہ جس طرح سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارکہ میں وہ گھڑی تھی اب بھی وہ گھڑی باقی ہے۔

نیز اس قول میں دو رائے ہیں

ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ اس گھڑی کو روز جمعہ میں پوشیدہ اور مخفی رکھا گیا ہے جس طرح کہ شب قدر کو اخیر عشرۂ رمضان المبارک میں رکھا گیا۔

اور اکثر اس کے قائل ہیں کہ یہ گھڑی متعین ہے۔ اس میں تئیس ۲۳ سے زیادہ اقوال ہیں جسے شیخ ابن حجر عسقلانی نے شرح بخاری میں ہر ایک قائل کے نام کے ساتھ ان کے قول کا ذکر کیا ہے اور اس کے دلائل بیان کیے ہیں اور ان کی تصحیح، تضعیف، رفع اور توقف کو بیان کر کے باہم تطبیق ظاہر کی ہے۔

ان میں سب سے زیادہ راجح دو قول ہیں

پہلا قول یہ ہے کہ وہ گھڑی منبر پر امام کے بیٹھنے سے نماز کے مکمل ہونے تک ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس دن کی آخری گھڑی ہے (یعنی نماز عصر کے بعد سے غروب آفتاب تک)

اس کے بعد دونوں قولوں کے درمیان ترجیح میں بھی علماء کے دو قول ہیں۔

اکثر دوسرے قول کو ترجیح دیتے ہیں اور اس قول کی تقویت و تائید میں احادیث کریمہ سے استدلال کرتے ہیں۔

صاحب سفر السعادۃ فرماتے ہیں کہ سنن سعید بن منصور میں باسناد صحیح ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت مجتمع ہوئی اور اس گھڑی کی تعیین میں بحث کرنے لگی اور جب یہ مجلس برخاست ہوئی تو کسی ایک نے اس میں اختلاف نہ کیا کہ وہ گھڑی جمعہ کے دن کی آخری ساعت ہے۔

اور سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے کہ انھوں نے اپنے خادم کو مقرر کیا کہ روز جمعہ کی آخری گھڑی کا خیال رکھیں اور آخر ساعت کی انھیں خبر دیں اور جب انھیں باخبر کیا گیا تو وہ دعا میں مشغول ہو گئیں۔

روز آخرت یوم جمعہ کی فضیلت

جمعہ کا دن دنیا و آخرت میں بڑی عظمت و شرافت والا دن ہے، آخرت میں اس کی عظمت و شرافت میں ایک ایسی حدیث ہے جو فوائد شریفہ اور حقائق عظیمہ پر مشتمل وارد شدہ ہے کیوں کہ وہ حدیث ان لوگوں کی کیفیت پر دلالت کرتی ہے جو جمعہ کے دن نماز جمعہ کے لیے حاضر ہوتے ہیں اور انھیں انوار شہود اور عظمت و جلال حق سبحانہ وتعالیٰ سے ایک پرتو حاصل ہوتا ہے اور یہ ایک نمونہ ہے اس چیز کا جو انھیں روز

آخرت، قرب پروردگار اور دیدار حق سبحانہ وتعالیٰ حاصل ہوگا اور اس حدیث کو امام شافعی اور دیگر ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے وہ یہ کہ

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جبریل علیہ السلام اس حال میں آئے کہ ان کے پاس ایک سفید آئینہ ہے اور اس میں ایک سیاہ نقطہ تھا میں نے کہا اے جبریل یہ سفید آئینہ کیسا ہے اور اس میں سیاہ نقطہ کیسا ہے؟

جبریل نے کہا یہ آئینہ تمام دنوں سے روز جمعہ کی مثال ہے جو صفا و نورانیت کے ساتھ مخصوص ہے اور اس میں جو نقطہ ہے یہ وہ گھڑی ہے جو روز جمعہ میں ہے اور یہ تمام اجزاء میں باعتبار اس کے امتیاز کے ہے کیوں کہ سفیدی پر سیاہی خوب روشن و واضح ہوتی ہے۔ (اسی لیے کتابت یعنی تحریر کے لیے تمام رنگوں میں سیاہی کو اختیار کیا گیا ہے۔)

اور جبریل نے کہا روز جمعہ کا نام "یوم المزید" ہے۔ میں نے دریافت کیا یوم المزید کا کیا مطلب ہے اور جمعہ کا یوم المزید کس لیے نام رکھا گیا ہے؟

جبریل نے کہا فردوس میں جو کہ جنت کے درجوں میں اعلیٰ درجہ ہے۔ ایک کشادہ میدان پیدا کیا گیا ہے جس کے طول و عرض کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا اس میں مشک کے ٹیلے ہیں جن کی سربلندیاں آسمانوں تک پہنچی ہوئی ہیں اور جب جمعہ کا دن آتا ہے تو حق تعالیٰ اپنے فرشتوں میں سے جس قدر فرشتوں کو چاہے وہاں بھیجتا ہے۔ اور اس کشادہ میدان کے گرد نور کے منبر ہیں اور ان منبروں پر انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام جلوہ افروز ہیں اور ان نوری منبروں کے گرد سونے سے مرصع یاقوت و زبرجد کے اور منبر ہیں جن پر شہداء و صدیقین ان نوری منبروں کے پیچھے بیٹھے ہیں۔

اس کے بعد حق تعالیٰ ان مشکوں کو ان کے لباسوں، چادروں اور بالوں میں بساتا ہے پھر حق تعالیٰ

فرماتا ہے میں تمھارا رب ہوں میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا اسے پورا کر دیا اور تمھیں جنت میں لے آیا اب تم مانگو جو مانگنا چاہو میں تمھیں عطا فرماؤں گا وہ عرض کریں گے اے رب ہم تیری ہی رضا چاہتے ہیں اس پر حق تعالیٰ فرمائے گا اگر میں تم سے راضی نہ ہوتا تو تمھیں اپنے محل یعنی جنت میں نہ ٹھہراتا تم مجھ سے اس سے بالاتر چیز اور اس سے زیادہ مانگو اور میرے پاس ہر چیز میں بلند چیز ہے کیوں کہ میری نعمتیں اور میرا درجات فضل بے نہایت و بے اندازہ ہے۔

اور آج کا دن یوم مزید ہے اس پر سب یک زبان ہو کر عرض کریں گے اے رب اب ہمیں وجہ کریم کا جلوہ دکھا تاکہ ہم دیدار کریں اور چشم سر سے عیاں طور پر دیکھیں کیوں کہ تمام مقاصد و مطالب کی نہایت ومنتہا یہی ہے اس سے بالاتر اور کوئی مطلوب نہیں ہے، اس کے بعد کسی سوال کی گنجائش نہیں۔

اس کے بعد حق تبارک وتعالیٰ ان پر تجلی فرمائے گا اور خود کو بے حجاب دکھائے گا پھر ان کو اپنے نظر جمال وجلال سے حق سبحانہ وتعالیٰ کو کوئی چیز ڈھانپ لے گی کیوں کہ اگر اس پر حق تبارک وتعالیٰ کی یہ تقدیر حاصل نہ ہوتی کہ ان کو نہ جلائے اور وہ جنت میں باقی رہیں اس لیے کہ وہ جگہ فنا و زوال کی نہیں ہے تو یقیناً وہ سب جل کر خاکستر ہو جاتے پھر جب وہ سب دیدار باری تعالیٰ سے مشرف اور اس کے نور جمال سے منور ہو جائیں گے تو حق تعالیٰ ان سے فرمائے گا اب تم سب اپنی اپنی منزلوں میں جاؤ یہ ارشاد بھی بندوں پر لطف و مہربانی میں سے ہے اس لیے کہ ہمیشہ بارگاہ رب العزت میں ہونا اور نوادرات کریم میں مستغرق ہونا ان کی تاب وتواں سے باہر ہے۔

وہ سب اپنی اپنی منزلوں میں چلے جائیں گے اور اپنے اپنے حال پر آ جائیں گے اور پردہائے صفات میں جو کہ اس کی رویت کا مقام ومحل ہے اور وہ جنت کی نعمتیں ہیں مشاہدہ کریں گے اور دوسری تجلی کے لیے مستعد و مستحق ہوں گے دونوں صورتوں میں مشہود ایک ہی ہے یعنی ذات باری تبارک وتعالیٰ۔ البتہ شہود

کی کیفیت میں فرق وتفاوت ہے اس کے بعد وہ اپنی منزلوں میں آجائیں گے حالاں کہ ان میں سے ہر ایک کو اس مقام سے بلند تر مقام دیا گیا ہوگا جو وقت تجلی سے پہلے انھیں حاصل تھا۔

مطلب یہ کہ جنت میں ان کے حسن و جمال اور نورانیت کو دوبالا کر دیا جائے گا کیوں کہ وہ جمال صفات ہے اور یہ جمال نور ذات ہے پھر وہ اپنے حال پر آتے ہیں حالاں کہ یہ مرد، عورتوں سے اور یہ عورتیں ،مردوں سے پوشیدہ ہوں گے اور ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے بھی نہ دیکھ سکیں گے۔ اس بناء پر کہ ان کو نور ذات حق نے جو کہ ان پر تاباں ہوا تھا ان کے نوروں پر ڈھانپا ہوا ہوگا۔

ان حضرات کو اپنے حال پر آتے آتے ایک زمانہ گزر جائے گا پھر کہیں وہ اس غلبہ سے رجوع ہو کر اپنی ان صورتوں پر آئیں گے جو اس سے پہلے ان کی تھی ایک دوسرے کو دیکھیں گے اور پہچانیں گے۔ ان کی عورتیں ان سے کہیں گی تمھاری صورتیں ہمارے سامنے بدل گئیں تھیں اور وہ اگلی صورت اور ہیئت نہ رہی تھی اور اب تو اور ہی صورت ہوگئی ہے۔

مطلب یہ کہ ایسا حسن و جمال تم پہلے تو نہ رکھتے تھے اب یہ کہاں سے تمھیں حاصل ہوگیا، وہ مرد کہیں گے یہ حسن و جمال اس بنا پر ہے کہ حق تبارک وتعالیٰ نے اپنے جمال سے ہم پر تجلی فرمائی تھی اور ہم نے جس طرح اس نے چاہا دیدار باری تعالیٰ کیا۔

اس جگہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں قسم ہے ذات باری تعالیٰ کی بلاشبہ کسی نے نہ اس ذات باری تعالیٰ کا احاطہ کیا ہے اور نہ اس کا ادراک کیا اور نہ مخلوق میں سے کوئی اس کی کنہ ذات تک پہنچ سکتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت وجلال کو جس طرح چاہا ان کو دکھایا اور فرمایا ذات باری تعالیٰ پر نظر کرنے کے معنی یہی ہیں۔ (مولف) (مدارج النبوۃ جلد اول)

جمعہ کی فرضیت

جمعہ کے احکام وفرضیت کے بارے میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں :

حدیث میں ہے، ان الجمعة فرضت علی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم و هو بمكة قبل الهجرة كما اخرجه الطبرانی عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما.

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قبل ہجرت مکہ میں جمعہ فرض ہوا۔

فلم يكن اقامتها من اجل الكفار فلما هاجر النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم و من هاجر معه من اصحابه الی المدينة لبث رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی بنی عمرو بن عوف بضع اربعة عشر ايام و لم يصل الجمعة .

یعنی غلبہ کفار کے سبب سے مکے میں جمعہ قائم نہیں ہوا پھر جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور بعض صحابہ نے حضور کے ہمراہ مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ کے قریب یعنی قبا میں عمرو بن عوف کے خاندان میں تقریباً چودہ دن ٹھہرے اور جمعہ کی نماز نہیں پڑھی۔ (مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۳، ص ۷۳۸)

مکہ میں جمعہ کے فرض ہونے کی خبر غریب ومرجوح ہے صحیح یہ ہے کہ بعد ہجرت سال اول بنی سالم میں فرض ہوا۔

فی شرح الموطا للزرقانی الاية (يا ايها الذين آمنوا اذا نودی للصلوٰة من يوم الجمعة فاسعوا الی ذكر الله) مدنية فتدل علی انها فرضت بالمدينة و عليه الأكثر.

و قال الشيخ ابو حامد فرضت بمكة ، قال الحافظ و هو غريب.

زرقانی کی شرح موطا میں ہے کہ آیت جمعہ مدنیہ ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جمعہ مدینہ منورہ میں فرض ہوا اور اسی پر اکثر مشائخ ہیں۔

اور شیخ ابو حامد نے کہا کہ جمعہ مکہ مکرمہ میں فرض ہوا۔ حافظ نے کہا کہ یہ غریب ہے۔ (مولف)

پہلا جمعہ

و فی شرح الموطا للزرقانی انه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی سفر الهجرة لما خرج من قبا یوم الجمعة حین ارتفع النهار ادرکته الجمعة فی بنی سالم بن عوف فصلاها بمسجد هم فسمی مسجد الجمعة و هی اول جمعة صلاها صلی الله تعالیٰ علیه وسلم . ذکره ابن اسحٰق.

امام زرقانی کی شرح موطا میں ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر ہجرت میں قبا سے جمعہ کے دن اس وقت تشریف لے چلے جب دن کچھ بلند ہو چکا تھا تو بنی سالم میں جمعہ کا وقت ہو گیا۔ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد بنی سالم میں نماز جمعہ پڑھی، ان لوگوں نے اس مسجد کا نام ''مسجد جمعہ'' رکھ دیا اور یہی سب سے پہلا جمعہ ہے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ادا فرمایا۔ (مولف)

(فتاویٰ رضویہ ج ۳، ص ۶۸۸)

جمعہ کی تاکید

مسلم صحیح میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی :

ان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال لقوم یتخلفون عن الجمعة لقد هممت ان آمر رجلا یصلی بالناس ثم احرق علی رجال یتخلفون عن الجمعة بیوتهم.

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے لیے فرمایا جو لوگ جمعہ سے غائب رہتے ہیں جی میں آتا ہے کہ کسی کو امامت کے لیے فرماؤں پھر ان لوگوں پر ان کے گھروں کو جلادوں جو لوگ جمعہ میں حاضر نہیں رہتے ہیں۔(مولف) (فتاویٰ رضویہ ج۳،ص۳۳۶۔القلادۃ المرصعۃ)

ساعت جمعہ

صحیح مسلم شریف میں بروایت حضرت ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی کہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دربارۂ ساعت جمعہ فرمایا

ھی ما بین ان یجلس الامام الیٰ ان تقضی الصلاۃ .

وہ امام کے جلوس سے نماز ختم ہونے تک ہے۔

دوسری حدیث میں آیا حضور پرنور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ نے فرمایا شروع خطبہ سے ختم خطبہ تک ہے۔اسے ابن عبدالبر نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

انھیں ابن عمر وابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی کہ خروج امام سے ختم نماز تک ہے۔یوں ہی امام عامر شعبی تابعی سے منقول ہے۔اسے ابن جریر الطبری نے روایت کیا۔

(فتاویٰ رضویہ ج۳،ص۷۶۳۔رعایۃ المذھبین)

قرأت جمعہ

جمعہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلی رکعت میں سورۂ جمعہ دوسری میں سورۂ منافقون،اور کبھی پہلی میں سبح اسمک ربک الاعلیٰ اور دوسری میں ھل اتک حدیث الغاشیۃ ثابت ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج۳،ص۷۷۰)

سرورکونین کے خطبات

نبی ورسول چوں کہ دین کے داعی اور شریعت وملت کے مبلغ ہوتے ہیں اور تعلیم شریعت اور تلقین دین کا بہترین ذریعہ خطبہ اور وعظ ہی ہے اس لیے ہر نبی ورسول کا خطیب اور واعظ ہونا ضروریات ولوازم نبوت میں ہے یہی وجہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو اپنی رسالت سے سرفراز فرما کر فرعون کے پاس بھیجا تو حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے اس وقت یہ دعا مانگی کہ

رب اشرح لی صدری و یسرلی امری و احلل عقدۃ من لسانی یفقھو قولی.

اے میرے رب میرا سینہ کھول دے میرے لیے میرا کام آسان کر اور میری زبان کی گرہ کھول دے کہ وہ لوگ میری بات سمجھیں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چوں کہ تمام رسولوں کے سردار اور سب نبیوں کے خاتم ہیں اس لیے خداوند قدوس نے آپ کو خطابت وتقریر میں ایسا بے مثل کمال عطا فرمایا کہ آپ افصح العرب (تمام عرب میں سب سے بڑھ کر فصیح) ہوئے اور آپ کو جوامع الکلم کا معجزہ بخشا گیا کہ آپ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے ایک ایک لفظ میں معانی ومطالب کا سمندر موجیں مارتا ہوا نظر آتا ہے اور آپ کے جوش تکلم کی تاثیرات سے سامعین کے دلوں کی دنیا میں انقلاب عظیم پیدا ہو جاتا تھا۔

چنانچہ جمعہ وعیدین کے خطبوں کے سوا سینکڑوں مواقع پر آپ نے ایسے ایسے فصیح وبلیغ خطبات اور موثر مواعظ ارشاد فرمائے کہ فصحائے عرب حیران رہ گئے اور ان خطبوں کے اثرات وتاثیرات سے بڑے بڑے سنگ دلوں کے دل موم کی طرح پگھل گئے اور دم زدن میں ان کے قلوب کی دنیا ہی بدل گئی۔

چوں کہ آپ مختلف حیثیتوں کے جامع تھے اس لیے آپ کی یہ مختلف حیثیات آپ کے خطبات کے طرز بیان پر اثر انداز ہوا کرتی تھیں۔ آپ ایک دین کے داعی بھی تھے، فاتح بھی تھے، امیر لشکر بھی تھے، مصلح

قوم بھی تھے، فرماں روا بھی تھے۔ اس لیے ان حیثیتوں کے لحاظ سے آپ کے خطبات میں قسم قسم کا زور بیان اور طرح طرح کا جوش کلام ہوا کرتا تھا۔ جوش بیان کا یہ عالم تھا کہ بسا اوقات خطبہ کے دوران میں آپ کی آنکھیں سرخ اور آواز بہت ہی بلند ہو جاتی تھی اور جلال نبوت کے جذبات سے آپ کے چہرۂ انور پر غضب کے آثار نمودار ہو جاتے تھے۔ بار بار انگلیوں کو اٹھا اٹھا کر اشارہ فرماتے تھے گویا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ کسی لشکر کو للکار رہے ہیں۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ کے پر جوش خطبہ اور تقریر کے جوش وخروش کی بہترین تصویر کھینچتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ

میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منبر پر خطبہ دیتے سنا آپ فرما رہے تھے کہ خداوند جبار آسمانوں اور زمین کو اپنے ہاتھ میں لے لے گا پھر فرمائے گا کہ میں جبار ہوں، میں بادشاہ ہوں،، کہاں ہیں جبار لوگ؟ کدھر ہیں متکبرین؟ یہ فرماتے ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی مٹھی بند کر لیتے، کبھی مٹھی کھول دیتے اور آپ کا جسم اقدس (جوش میں) کبھی دائیں کبھی بائیں جھک جاتا، یہاں تک کہ میں نے یہ دیکھا کہ منبر کا نچلا حصہ بھی اس قدر ہل رہا تھا کہ میں (اپنے دل میں) یہ کہنے لگا کہ کہیں یہ منبر آپ کو لے کر گر تو نہیں پڑے گا۔

آپ نے منبر پر، زمین پر، اونٹ کی پیٹھ پر کھڑے ہو کر جیسا موقعہ پیش آیا خطبہ دیا ہے کبھی کبھی آپ نے طویل خطبات بھی دیے لیکن عام طور پر آپ کے خطبات بہت مختصر مگر جامع ہوتے تھے، میدان جنگ میں آپ کمان پر ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرماتے اور مسجدوں میں جمعہ کا خطبہ پڑھتے وقت دست مبارک میں عصا ہوتا تھا۔

آپ کے خطبوں کے اثرات کا یہ عالم ہوتا تھا کہ بعض مرتبہ سخت سے سخت اشتعال انگیز موقعوں پر

آپ کے چند جملے محبت کا دریا بہا دیتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دن آپ نے ایسا اثر انگیز اور ولولہ خیز خطبہ پڑھا کہ میں نے کبھی ایسا خطبہ نہیں سنا تھا، درمیان خطبہ میں آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو جو میں جانتا ہوں اگر تم جان لیتے تو ہنستے کم اور روتے زیادہ، زبان مبارک سے اس جملہ کا نکلنا تھا کہ سامعین کا یہ حال ہو گیا کہ لوگ کپڑوں میں منہ چھپا چھپا کر زار و قطار رونے لگے۔

خطبہ جمعہ

جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ کے لیے منبر پر تشریف لاتے تو حضرت بلال آپ کے سامنے اذان شروع کر دیتے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں صرف یہی اذان تھی اور اسی طرح حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں رہی۔

جب دور خلافت حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آیا اور لوگوں کی کثرت اور ان کا ازدحام بڑھا تو دوسری اذان کا، اس اذان سے پہلے جو خطیب کے سامنے ہوتی ہے حکم دیا اور یہ اذان زوراء پر جو کہ مدینہ طیبہ کے بازار میں مسجد کے باہر ایک مقام کا نام ہے دی جاتی۔

حضور کا طرز خطبہ

اور جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ دیتے تو حاضرین کے شوق کی زیادتی اور خطبہ کے سننے میں مبالغہ کرنے کی بنا پر حضور کی آواز مبارک اس حد تک بلند ہو جاتی کہ ابتداء کی بہ نسبت آپ کی آنکھیں سرخ اور عظمت و جلال کے انوار کی تابانیوں سے مجلی ہو جاتیں اور تبلیغ کی چمک دمک کا ظہور اور اقدار میں آپ کا جوش اس حد تک سخت ہو جاتا کہ گویا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لشکر کو ڈراتے، دھمکاتے ہوئے فرما رہے ہیں کہ صبحکم و مساکم کہ تمھاری صبح و شام ہونے والی ہے۔

اور لشکر کو ڈرانا اس وقت کہا جاتا ہے جب کہ لشکر کو کسی قوم کی خبر سے ڈرایا جاتا ہے کہ فلاں قوم کا

لشکران پر حملہ کرنا ہی چاہتا ہے اور خبردار کیا جاتا ہے کہ صبح کے وقت تم پر حملہ کر کے تاخت وتاراج کرنے والا ہے یا بوقت شام حملہ آور ہوتا ہے اور شبخون مارتا ہے۔

اس کے بعد فرماتے اما بعد فان خیر الحدیث کتاب الله و خیر الهدی هدی محمد و شر الامور محدثاتها و کل محدثة بدعة و کل بدعة ضلالة . و فی روایة و کل ضلالة فی النار.

اس لیے'' أما بعد '' کا کلمہ خطبہ میں حمد وثنا کے بعد کہنا مسنون ہے۔

خطبہ دینے میں کمان یا عصا پر ٹیک لگاتے اور تلوار و نیزہ ہاتھ میں نہ پکڑتے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ جب میدان جنگ میں خطبہ دیتے تو کمان اور تلوار پر ٹیک لگاتے تھے اور خطبہ جمعہ میں عصا پر۔

اور بعض روایات فقہیہ حنفیہ میں ہے کہ تلوار یا عصا پر ٹیک لگانا مکروہ ہے مگر صحیح یہ ہے کہ مکروہ نہیں ہے کیوں کہ سنت میں وارد ہوا ہے۔

اور بعض کہتے ہیں کہ ہر اس شہر میں جس کو غلبہ و جنگ سے فتح فرمایا ہے جیسے مکہ معظمہ وغیرہ وہاں ہتھیاروں پر ٹیک لگاتے تھے۔ اور جہاں صلح کے ساتھ جیسے مدینہ منورہ میں تو وہاں عصا پر ٹیک لگاتے تھے۔

صاحب سفر السعادۃ فرماتے ہیں کہ کمان یا عصا پر ٹیک لگانا منبر شریف بنائے جانے سے پہلے تھا، لیکن منبر بن جانے کے بعد محفوظ نہیں ہے کہ کس چیز سے ٹیک لگاتے تھے نہ کمان سے اور نہ عصا وغیرہ سے۔

اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ کو مختصر کہتے، مطلب یہ کہ نماز کی نسبت سے خطبہ مختصر کرتے اور نماز کو بہت بہ نسبت خطبہ کے طویل فرماتے، ورنہ مسلم و ترمذی میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز معتدل ہوتی تھی نہ طویل نہ مختصر۔ اور ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ حضور کی نماز اور حضور کا خطبہ درمیانہ ہوتا تھا۔ اور فرماتے کہ آدمی کا نماز کو دراز کرنا اور اپنے خطبہ کو مختصر کرنا اس کی سمجھ اور دانشوری کی نشانی ہے۔

مانا کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ وعظ ونصیحت میں ایک حرف کافی ہے خصوصاً نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے کیوں کہ آپ مصدر جوامع الکلم اور مظہر غرائب حکم ہیں۔ آدمی کو چاہیئے کہ طاعت وعبادت میں کوشش کرے اور اپنے آپ کو آراستہ وپیراستہ کرنے میں مشغول رہے۔

اور جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد شریف میں داخل ہوتے تو حاضرین کو سلام فرماتے اور جب منبر شریف پر تشریف فرما ہوتے تو چہرۂ انور لوگوں کے سامنے کرتے اور دوسری مرتبہ پھر سلام کرتے اس کے بعد منبر پر بیٹھتے اور اگر خطبہ کے دوران کوئی ضرورت لاحق ہوتی یا کوئی سائل سوال کرتا تو خطبہ کو قطع کر کے ضرورت پوری کرتے یا سائل کا جواب مرحمت فرماتے اس کے بعد خطبہ کو مکمل فرماتے۔ جب آپ ملاحظہ کرتے کہ امام حسن وامام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما گرتے پڑتے آرہے ہیں تو منبر شریف سے اتر کر ان کو اٹھا لیتے۔

اسی طرح ایک سائل آیا اس نے دین اسلام کے بارے میں پوچھا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر شریف سے اتر کر کرسی پر تشریف فرما ہوئے اور اسے تعلیم فرمائی، اس کے بعد پھر منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ کو تمام فرمایا، اور اگر کسی محتاج وفقیر کو لوگوں کے مجمع میں ملاحظہ فرماتے تو حاضرین کو صدقہ وخیرات دینے کی ترغیب دیتے اور اسے کچھ عطا فرماتے مثلاً کپڑا اور روپے وغیرہ۔

علماء نے ان باتوں کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں شمار کیا ہے۔

اور جب تمام جماعت حاضر ہوتی تو اگر گھر میں تشریف فرما ہوتے تو خطبہ کے لیے حجرہ شریف

سے باہر تشریف لاتے اور اگر مسجد میں ہوتے تو صف سے نکل کر منبر شریف پر تشریف لاتے اس وقت آپ تنہا ہوتے اور کوئی خادم آپ کے آگے نہ ہوتا۔ جیسا کہ آج لوگوں میں رائج و متعارف ہے اور حرمین شریفین وغیرہما میں خطبہ جمعہ یا خطبہ عیدین کے لیے جماعت کثیرہ کے ساتھ شان و شوکت سے نکلتے ہیں لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آگے کوئی ہٹو بچو کہنے والا نہ ہوتا تھا۔ (مولف)

(مدارج النبوۃ جلد اول، سیرت مصطفیٰ)

اذان خطبہ

جمعہ کے دن اذان خطبہ سے متعلق ایک سوال کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں یہ (خطبہ کی) اذان مسجد سے باہر دروازے پر ہوتی تھی۔ سنن ابی داؤد شریف جلد اول، ص ۱۵۶ میں ہے

عن السائب بن یزد رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان یؤذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد و ابی بکر و عمر۔

یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر تشریف رکھتے تو حضور کے سامنے مسجد کے دروازے پر اذان ہوتی اور ایسا ہی ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانے میں۔

اور کبھی منقول نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا خلفائے راشدین نے مسجد کے اندر اذان دلوائی ہو اگر اس کی اجازت ہوتی تو بیان جواز کے لیے کبھی ایسا ضرور فرماتے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۴۸۹)

ایک اور سوال کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

زمانہ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں صرف ایک اذان ہوتی تھی جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوتے حضور کے سامنے مواجہہ اقدس میں مسجد کریم کے دروازہ پر۔

زمانۂ اقدس میں مسجد شریف کے تین دروازے تھے

ایک مشرق کو جو حجرۂ شریفہ کے متصل تھا۔ جس میں سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لاتے اس کی سمت پر باب جبریل ہے۔

دوسرا مغرب میں جس کی سمت پر اب باب الرحمۃ ہے

تیسرا شمال میں جو خاص محاذی منبر اطہر تھا۔

صحیح بخاری شریف میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے

دخل رجل یوم الجمعة من باب کان وجاه المنبر و رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قائم یخطب فاستقبل رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قائما فقال یا رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم الحدیث.

جمعہ کے دن ایک شخص اس دروازے سے داخل ہوا جو منبر کے سامنے تھا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اس شخص نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حالت قیام میں حضور کا سامنا کیا اور عرض کیا یا رسول اللہ۔ الحدیث (مولف)

اس دروازے پر اذان جمعہ ہوتی تھی کہ منبر کے سامنے بھی ہوئی اور مسجد سے باہر بھی۔

زمانہ صدیق اکبر و عمر فاروق و ابتدائے خلافت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں یہی ایک اذان

ہوتی رہی جب لوگوں کی کثرت ہوئی اور شتابی حاضری میں قدرے کسل واقع ہوا، امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک اذان شروع خطبہ سے پہلے بازار میں دلوانی شروع کی۔

مسجد کے اندر اذان کا ہونا ائمہ نے منع فرمایا اور مکروہ لکھا ہے اور خلاف سنت ہے یہ زمانۂ اقدس میں تھا نہ زمانۂ خلفائے راشدین نہ کسی صحابی کی خلافت میں، نہ تحقیق معلوم کہ یہ بدعت کب سے ایجا ہوئی نہ ہمارے ذمہ اس کا جاننا ضرور۔ بعض کہتے ہیں کہ ہشام بن عبدالملک مروانی بادشاہ ظالم کی ایجاد ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج۲، ص۴۹۵)

یہی مضمون ایک اور مقام پر اس طرح ہے

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مسجد کے اندر اذان دلوانا کبھی ایک بار کا بھی ثابت نہیں جو لوگ اس کا دعویٰ کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر افترا کرتے ہیں۔

ہشام سے بھی اس اذان کا مسجد کے اندر دلوانا ہرگز ثابت نہیں البتہ پہلی اذان کی نسبت بعض نے لکھا ہے کہ اسے ہشام مسجد کی طرف منتقل کر لایا اور اس کے بھی یہ معنی نہیں کہ مسجد کے اندر دلوائی بلکہ امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بازار میں پہلی اذان دلواتے تھے ہشام نے مسجد کے منارہ پر دلوائی۔

رہی یہ دوسری اذان خطبہ اس کی نسبت تصریح ہے کہ ہشام نے کچھ اس میں تغیر نہ کیا اسی حالت پر باقی رکھی جیسے زمانۂ رسالت و زمانۂ خلافت میں تھی۔

امام محمد بن عبدالباقی زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح مواہب شریف جلد ہفتم طبع مصر ۴۳۵ میں فرماتے ہیں :

لما کان عثمن امر بالاذان قبله علی الزوراء ثم نقله ھشام الی المسجد ای امر بفعله فیه و جعل الاخر الذی بعد جلوس الخطیب علی المنبر بین یدیه بمعنی انه ابقاه بالمکان الذی یفعل فیه فلم یغیره بخلاف ما کان بالزوراء فحوله الی المسجد علی المنار.

یعنی جب عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے اذان خطبہ سے پہلے ایک اذان بازار میں ایک مکان کی چھت پر دلوائی پھر اس پہلی اذان کو ہشام مسجد کی طرف منتقل کرلایا، اس کے مسجد میں ہونے کا حکم دیا اور دوسری کہ خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے وقت ہوتی ہے وہ خطیب کے مواجہہ میں کی یعنی جہاں ہوا کرتی تھی وہیں باقی رکھی اس اذان ثانی میں ہشام نے کوئی تبدیلی نہ کی بخلاف بازار والی اذان اول کے کہ اسے مسجد کی طرف منارہ پر لے آیا۔

ہاں وہ جمہور مالکیہ کہ اذان ثانی کو امام کی محاذات میں ہونا بدعت کہتے ہیں اور اس کا بھی منارہ پر ہی ہونا سنت بتاتے ہیں ان میں بعض کے کلام میں واقع ہوا کہ سب میں پہلے اذان ثانی امام کے روبرو ہشام نے کہلوائی۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وخلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں یہ اذان بھی محاذات امام میں نہ ہوتی تھی منارہ ہی پر تھی۔ پھر اس سے کیا ہوا غرض ہشام بیچارے سے بھی ہرگز اس کا ثبوت نہیں کہ اس نے اذان خطبہ مسجد کے اندر منبر کے برابر کہلوائی ہو جیسی اب کہی جانے لگی اس کا کچھ پتہ نہیں کہ کس نے یہ ایجاد نکالی اور اگر ہشام سے ثبوت ہوتا بھی تو اس کا قول وفعل کیا حجت تھا وہ ایک مروانی ظالم بادشاہ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۵۰۰)

سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

لم یکن للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم مؤذن غیر واحد و کان التاذین یوم

الجمعة حين يجلس الامام يعنی علی المنبر.

یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مسعود میں ایک ہی موذن ہوتا جو امام کے منبر پر بیٹھتے ہی اذان دیتا۔ (مولف) (شمائم العنبر)

تفسیر جو یبر میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے

ان عمر رضی الله تعالیٰ عنه امر مؤذنين ان يؤذنا للناس الجمعة خارجا من المسجد حتی يسمع الناس و امر ان يؤذن بين يديه كما كان فی عهد النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم و ابی بكر رضی الله تعالیٰ عنه ثم قال عمر نحن ابتد عناه لكثرة المسلمين.

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے موذنون کو حکم دیا کہ جمعہ کے روز لوگوں کے لیے خارج مسجد اذان دیں تا کہ لوگ سن لیں، اور یہ حکم دیا کہ آپ کے سامنے اذان دی جائے جیسا کہ عہد رسالت اور عہد صدیقی میں ہوتا تھا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا ہم نے آدمیوں کی کثرت کی وجہ سے یہ نئی اذان شروع کی۔

مگر مشہور یہ ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ نئی اذان دلوانی شروع کی تھی۔ (مولف)

ابن عبد البر نقل کرتے ہیں

عن مالک ان الاذان بين يدی الامام ليس من الامر القديم.

امام مالک سے روایت ہے کہ امام کے سامنے اذان ہونا امر قدیم نہیں۔ (مولف)

محمد بن اسحاق بیان کرتے ہیں

عند الطبرانی وغیرہ فی ھذا الحدیث ان بلالا کان یؤذن علی باب المسجد.

اوراسی حدیث میں طبرانی کی روایت یہ ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ دروازہ مسجد پر اذان دیتے تھے۔(مولف) (شمائم العنبر)

خطبہ میں لوگوں کی طرف استقبال

حالت خطبہ میں خطیب کو لوگوں کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہی معمول تھا کہ حالت خطبہ میں رخ انور سامعین کی طرف فرماتے،امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

بدائع میں ہے، **و من السنة ان یستقبل الناس بوجھه و یستد بر القبلة لان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یخطب ھکذا.**

خطبہ میں لوگوں کی طرف متوجہ ہونا اور قبلہ کی جانب پیٹھ کرنا سنت ہے کیوں کہ حضور اقدس سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی طرح خطبہ فرمایا کرتے۔(مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۳،ص ۷۰۰)

دوخطبوں کے درمیان جلوس

خطیب کا دوخطبوں کے درمیان بیٹھنا سنت ہے صحیح بخاری شریف میں باب القعدۃ بین الخطبتین یوم الجمعۃ میں مرقوم ہے۔

عن عبد الله بن عمر قال کان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یخطب خطبتین یقعد بینھما.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوخطبے

ارشاد فرماتے اور دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھتے تھے۔ (مولف)

دونوں خطبوں کے درمیان قرأت ودعا

دونوں خطبوں کے درمیان آیات قرآنیہ کی تلاوت اور دعا کرنا جائز ہے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ ائمہ کرام وعلمائے عظام کی عبارات وفرمودات کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں :

علمائے کرام نے شروح حدیث وغیرہ کتب میں صاف اس کا جواز افادہ فرمایا۔

مولانا علی قاری مکی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں زیر حدیث **یخطب ثم یجلس فلا یتکلم** فرماتے ہیں۔

لا یتکلم ای حال جلوسه بغیر الذکر او الدعاء او القراء ة سرا و الاولی لروایة ابن حبان کان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یقراء فی جلوسه کتاب الله الخ.

یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دونوں خطبوں کے درمیان جلوس کی حالت میں ذکر یا دعا یا آہستہ قرأت قرآن کے علاوہ کچھ کلام نہیں فرماتے تھے اور بہتر قرأت کرنا ہے ابن حبان کی اس روایت سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درمیان خطبہ جب جلوس فرماتے تو اس میں قرآن کریم میں سے کچھ پڑھتے تھے۔ (مولف)

حافظ الشان شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتح الباری شرح بخاری شریف میں اسی حدیث کی نسبت فرماتے ہیں۔

مفاده ان الجلوس بینهما لا کلام فیه و لیس فیه نفی ان یذکر الله او یدعوه سرا.

اس حدیث کا مفاد یہ ہے کہ دو خطبوں کے مابین جلوس میں کلام نہیں ہوتا اور اس میں ذکر اللہ

یا آہستہ دعا مانگنے کی نفی نہیں ہے۔ (مولف)

علامہ زرقانی مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح مواہب لدنیہ و منح محمدیہ میں فرماتے ہیں

ثم یجلس فلا یتکلم جھرا فلا ینافی روایۃ ابن حبان انہ کان یقرا فیہ ای الجلوس۔

پھر جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو خطبوں کے درمیان بیٹھتے تو کلام نہیں فرماتے یعنی بلند آواز سے کلام نہیں کرتے تو یہ حدیث ابن حبان کی اس روایت کے منافی نہیں ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلوس کی حالت میں قرأت قرآن حکیم کرتے تھے۔ (مولف)

بلکہ صحیح حدیث حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و متعدد اقوال صحابہ و تابعین کی رو سے یہ جلسہ ان اوقات میں ہے جن میں ساعت اجابت جمعہ کی امید ہے۔ صحیح مسلم شریف میں بروایت حضرت ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی کہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دربارۂ ساعت جمعہ فرمایا۔

ھی ما بین ان یجلس الامام الی ان تقضی الصلاۃ۔

وہ امام کے جلوس سے نماز ختم ہونے تک ہے۔

دوسری حدیث میں آیا حضور پرنور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ نے فرمایا شروع خطبہ سے ختم خطبہ تک ہے۔ اسے ابن جریر نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۷۶۳، رضا ہیہ المدحتین)

امداد الفتاح شرح نور الایضاح علامہ شرنبلالی میں ہے

فی المحیط یقراء فی الخطبة سورة من القران او آیة فالاخبار قد تواترت ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم کان یقراء القران فی خطبته لا تخلو عن سورة او آیة .

محیط سرخسی میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ میں قرآن کی کوئی ایک سورۃ یا ایک آیت پڑھتے تھے کیوں کہ اس بارے میں خبریں متواتر ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ میں قرآن کریم ضرور پڑھتے تھے جو ایک سورت یا ایک آیت سے کم نہیں ہوتا۔ (مولف)

علامہ طحطاوی نے حاشیہ شرح تنویر میں خطبۂ ثانیہ کی نسبت فرمایا

یزید فیها الدعاء للمومنین و المومنات بدل الوعظ فی الاولی و لا یعظ فیها.

خطبۂ اولیٰ میں وعظ ونصیحت کے عوض خطبۂ ثانیہ میں مسلمان مردوں عورتوں کے لیے دعا کا اضافہ فرماتے اور خطبۂ ثانیہ میں پند وموعظت نہیں کرتے۔ (مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۳، ص ۶۸۵)

حالت خطبہ میں بارش کی دعا مانگنا

صحیح بخاری شریف باب رفع الیدین فی الخطبۃ میں ہے

عن انس قال بینما النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم یخطب یوم الجمعة اذ قام رجل فقال یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم هلک الکراع و هلک الشاة فادع اللہ ان یسقینا فمد یدیه و دعا.

روز جمعہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ چوپائے اور بکریاں ہلاک ہوگئیں آپ اللہ سے دعا فرمائیں کہ وہ ہمیں بارش دے،

ہمیں سیراب کردے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دست ہائے مبارک پھیلا کر دعا فرمائی۔(مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۳،ص ۶۹۷۔رعایۃ المذھبین)

یہی مضمون دوسرے مقام پر اس طرح ہے

حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عین خطبہ میں دست مبارک بلند فرما کر ایک جمعہ کو مینھ برسنے دوسرے جمعہ کو مدینہ طیبہ پر سے کھل جانے کی دعا مانگنا صحیح بخاری و مسلم وغیرہما میں حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۳،ص ۶۴۳۔رعایۃ المذھبین)

حالت خطبہ میں صدقے کا حکم

حدیث میں ثابت ہے کہ ایک بار خطبہ فرماتے (حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے) ایک صاحب کو ملاحظہ فرمایا کہ بہت حالت فقر و مسکنت میں تھے حاضرین سے ارشاد فرمایا: تصدقوا صدقہ دو۔

ایک صاحب نے ایک کپڑا دوسرے صاحب نے دوسرا کپڑا دیا۔ پھر ارشاد فرمایا تصدقوا صدقہ دو۔

یہ مسکین جن کو بھی دو کپڑے ملے تھے اٹھے اور ان دو کپڑوں میں سے ایک حاضر کیا۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم کہ تصدقوا حاضرین کے لیے عام ہے اور میں بھی حاضرین میں ہوں اور اس وقت دو کپڑے رکھتا ہوں ایک حاضر کر سکتا ہوں۔

ان کو اس سے باز رکھا گیا تو تمھارے ہی لیے تصدق کا حکم فرمایا جاتا ہے نہ کہ تم کو۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۳،ص ۸۰۰)

نمازعید

روزعید کواس وجہ سے عید کہتے ہیں کہ وہ عود کر کے اور اپنے وقت میں بار بار لوٹ کے آتا ہے، لیکن یہ مثال عام ہے جو دیگر موسموں پر بھی صادق آتی ہے اسی بنا پر اس پر بعض نے کچھ دیگر قیود کا بھی اضافہ کیا ہے اور کہا کہ یہ فرحت وسرور کے ساتھ عود کرتا ہے اور عیدالفطر کا یہ فرحت وسرور، نعمت صیام کے مکمل ہونے پر شکرانہ ہے، اور عیدالاضحیٰ میں نعمت عظمیٰ کا پورا ہونا ہے کیوں کہ وقوف عرفہ اس کا بہترین مرکز ہے اور وہ مکمل کا حکم رکھتا ہے اور جمعہ جو کہ ہر ہفتہ کی عید ہے یہ ہفتہ بھر کی تمام نمازوں کی تکمیل پر شکرانہ ہے لہٰذا اسلام کے تمام ارکان کی تکمیل میں بطور شکرانہ ایک دن عید کا مقرر کیا گیا جو اہل اسلام کے فرحت وسرور کے اجتماع کا باعث ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ عید کا بطور نیک فالی کے سال آئندہ لوٹ کر آنے کی وجہ سے کہا ہے مطلب یہ کہ اس کو بقا ہے اور سال آئندہ پھر آئے گا جس طرح ابتداء میں قافلہ کے نکلتے وقت بطور تفاول کے کہتے ہیں کہ خیریت وسلامتی کے ساتھ لوٹ کر آؤ۔

ہدایہ کے بعض حواشی میں ہے کہ اس کو عید اس بناء پر کہتے ہیں کہ پروردگار عالم نے اس دن میں بندوں کے ساتھ فرحت وسرور اور اپنے فضل وکرم کا وعدہ فرمایا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ نماز عید، عید گاہ میں ادا فرماتے اور یہ عید گاہ مدینہ منورہ کے باہر جانب غرب مصری دروازہ کے باہر ہے اور اسی جانب سے مکہ کے قافلے مدینہ منورہ میں داخل ہوتے ہیں۔ اس عید گاہ اور مسجد نبوی شریف کے درمیان ہزار گز کا فاصلہ ہے۔

یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز عید کے لیے میدان میں نکلنا مسجد میں نماز عید گزارنے سے افضل ہے، اس لیے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باوجود اس فضل وشرف کے جو آپ کی مسجد شریف کو حاصل

ہے نماز عید کے لیے عید گاہ (میدان) میں باہر تشریف لے جاتے تھے لہٰذا دیگر بلاد و امصار میں تو یہ بطریق اولیٰ ہے اسی پر شہروں میں عمل ہے۔

اور بعض شہروں میں جو مسجد میں نماز عید پڑھتے ہیں یہ خلاف سنت ہے مگر یہ کہ کوئی عذر لاحق ہو تو ٹھیک ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ بارش کی وجہ سے ایسا کیا اور یہ صرف ایک مرتبہ ہوا۔

مکہ مکرمہ کے حضرات تو پہلے ہی سے اس کے عادی ہیں اور مسجد حرام میں عید ادا کرتے ہیں وہ شہر کے باہر نہیں نکلتے اور اب تو مدینہ منورہ کے حضرات بھی مسجد نبوی میں عید کی نماز پڑھتے ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکت و شرف سے مفارقت گوارا نہیں کرتے۔ اس وقت مسجد نبوی شریف کی وسعت بھی بہت کافی ہے اور یہ اہل شہر کی آبادی سے زیادہ ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں مدینہ منورہ کی آبادی زیادہ تھی اور مسجد نبوی کی وسعت کم۔

عید کے لیے لباس

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عید کے دن خوبصورت اور عمدہ لباس زیب تن فرماتے اور حضور کا ایک حلہ فاخرہ تھا جو عید و جمعہ کے موقع پر عزت و شعائر اسلام کے لیے زیب تن فرمایا کرتے تھے۔

حلہ، جوڑے کو کہتے ہیں جس میں ازار و چادر دونوں شامل ہیں نہ یہ کہ وہ ریشمی وغیرہ کپڑوں کے لیے ہی بولا جائے جیسا کہ بعض خیال کرتے تھے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی سبز و سرخ دھاری دار چادر شریف اوڑھتے یہ چادر یمن کی ہوتی اور جسے ''بردیمانی'' کہا جاتا ہے وہ یہی چادر ہے۔ اور عید کے لیے زیب و زینت کرنا مستحب ہے مگر لباس مشروع کے ساتھ ہو۔

عیدین میں طریقہ تناول

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ یہ تھی کہ روز عید، عید گاہ جانے سے پہلے چند کھجوریں تناول فرماتے تھے ان کی تعداد طاق ہوتی یعنی تین، پانچ، سات وغیرہ۔

عید الاضحیٰ کے دن نماز سے واپس آنے سے پہلے کچھ نہ کھاتے چنانچہ حدیث میں ہے کہ عید الفطر کو بغیر کچھ کھائے نہ نکلتے اور عید الاضحیٰ کو بغیر کچھ کھائے نکلتے جب تک کہ نماز عید نہ پڑھ لیتے۔

اہل علم نماز عید الفطر سے پہلے کھانے کی حکمت فرماتے ہیں کہ روزے کے وجوب کے بعد چوں کہ فطرہ واجب ہے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فطر میں فطر کی جلدی فرماتے تا کہ حکم الٰہی کو بسرعت بجا لایا جائے ورنہ اگر محض حکم الٰہی بجالانا ہی مقصود ہوتا تو خوب سیر ہو کر کھاتے۔

بعض کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دونوں عیدوں میں کھانا صدقہ نکالنے کی مشروعیت کے وقت میں تھا جو ہر ایک پر لازم و مخصوص ہے اور چوں کہ صدقہ فطر کا نکالنا عید گاہ جانے سے پہلے ہوتا ہے اس لیے صدقہ نکالتے وقت چند دانے کھالیے اور عید گاہ تشریف لے گئے۔ اور عید الاضحیٰ میں صدقہ کا اخراج چوں کہ بعد از ذبح تھا اور اس کا وقت نماز کے بعد ہے اس لیے نماز کے بعد ذبح کرتے اس کے بعد صدقہ فرماتے اور اس کے بعد کھاتے۔

عید کے لیے غسل

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دونوں عیدوں میں غسل کرنے کے سلسلے میں دو حدیثیں مروی ہیں۔

ایک فاکہہ بن سعد سے جن کی صحبت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صحت کو پہنچی ہوئی ہے اور یہ

درجۂ شہرت کو پہنچ گئی ہے اور اس حدیث کے علاوہ کسی اور طرح سے ان کی صحابیت جانی پہچانی نہیں گئی، وہ فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ روز عید الفطر، یوم النحر، یوم عرفہ میں غسل فرمایا کرتے تھے۔

دوسری حدیث زیاد بن عیاض اشعری سے مروی ہے کہ انھوں نے ایک قوم سے کہا کہ جس فعل کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا ہے اسے تم بھی کرتے ہو مگر تم لوگ دونوں عیدوں میں غسل نہیں کرتے۔

عیدگاہ میں تشریف آوری

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عیدگاہ پا پیادہ تشریف لے جاتے اور اس پر عمل کرنا سنت ہے اور اکثر اہل علم کے نزدیک مستحب ہے کہ عیدگاہ پا پیادہ جائے، سواری وغیرہ سے نہ جائے مگر کسی عذر سے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے زہری سے روایت پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عید میں اور جنازہ میں کبھی سوار ہو کر تشریف نہ لے جاتے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز عید الفطر میں تاخیر فرماتے اور نماز عید الاضحیٰ کو جلد تر پڑھتے۔

غالباً عید الفطر میں اس تاخیر کی حکمت یہ ہوگی کہ چوں کہ صدقۂ فطر بھی ادا کر چکتے اور کچھ طعام بھی ملاحظہ فرما لیے ہوتے اور کوئی امر مہم بھی درپیش نہ ہوتی اس لیے اجتماع کی زیادتی کی خاطر تاخیر فرماتے ہوں گے بخلاف عید الاضحیٰ کے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب عیدگاہ پہنچ جاتے تو فوراً ہی نماز شروع کر دیتے نہ اذان

ہوتی نہ اقامت اور نہ الصلاۃ جامعۃ وغیرہ کی ندا۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں عیدگاہ میں منبر نہ تھا سب سے پہلے جس نے عیدگاہ میں منبر کا رواج دیا وہ مروان بن الحکم ہے جب کہ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ان کی جانب سے امیر مدینہ تھا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ امیر المومنین سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں اس کی بناء پڑی۔ یہ کثیر بن الصلت سے مروی ہے جس کا گھر عیدگاہ کے قریب تھا۔

تکبیرات عید

عیدین کی تکبیروں میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمل میں اختلاف ہے اور مذہب حنفیہ میں مختار یہ ہے کہ تین تکبیریں رکعت اول میں قرأت سے پہلے اور تین تکبیریں دوسری رکعت میں قرأت کے بعد ہے۔

خطبہ عید

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز عید خطبہ سے پہلے پڑھتے اور جب نماز سے فارغ ہوتے تو کھڑے ہو کر خطبہ شروع فرماتے۔ تمام اصحاب کتب کا اس روایت پر اتفاق ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز عید الاضحیٰ اور عید الفطر خطبہ سے پہلے پڑھتے اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی آپ کے بعد ایسا ہی کرتے رہے۔ ترمذی نے کہا اسی پر تمام اہل علم صحابہ کرام کا عمل ہے۔

راستہ کی تبدیلی اور اس میں حکمتیں

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس راہ سے عیدگاہ تشریف لے جاتے اس راہ سے واپس

تشریف نہ لاتے بلکہ دوسرے راستے سے واپس تشریف لاتے۔

علماء نے اس میں کئی نکتے ظاہر فرمائے ہیں ممکن ہے کہ ان میں سے کچھ یا تمام ہی نکتے حضور کے پیش نظر اور متصور ہوں۔

حق یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے افعال میں جو اسرار و معانی پنہاں ہیں ان تک مخلوق کی رسائی دشوار ہے اور ان کو پانا محال ہے۔

علماء فرماتے ہیں کہ راہ کی تبدیلی اس بناء پر تھی تا کہ مقامات مختلفہ، اماکن متعددہ اور مواضع متفرقہ اور وہاں کے رہنے والے انسان و جنات اور فرشتے طاعات و نیکیوں پر گواہ بن جائیں۔

یا یہ وجہ ہو کہ دونوں راستے حضور کو سلام کر سکیں اور اس عمل کے ثواب و بزرگی سے مشرف ہو سکیں اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سلام کے جواب دینے میں جو خیر و برکت اور خوش نصیبی مضمر ہے اس سے دونوں راستوں کے لوگ متمتع اور بہرہ ور ہو سکیں۔

یا یہ وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکتیں دونوں راستوں اور وہاں کے رہنے والوں کو حاصل ہو سکیں اور وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کی فضیلت و برکت اور شرف حضوری میں برابر کے شریک ہو جائیں۔

یا یہ ہو کہ دونوں راستے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طیب و طاہر جانفزا خوشبو کو سونگھیں۔

یا یہ وجہ ہو کہ دونوں راستوں کے رہنے والوں کی ضرورتیں، تعلیم و ارشاد فرما کر، صدقات و خیرات عطا فرما کر اور اپنے جہاں فزا جمال کے مشاہدے سے سرور مرحمت فرما کر ان کی خواہشیں پوری فرمائیں۔

یا یہ وجہ ہے کہ دونوں راستوں میں شعائر و شرائع اسلام کا اظہار حاصل ہو اور دونوں راستوں کو ذکر

الٰہی اوراس کی برکتیں ان کو شامل ہو جائیں۔

یا یہ وجہ ہے کہ اہل کفر و نفاق کو مشاہدۂ عزت اسلام اور رفعت اعلام دین کے ذریعہ بحکم لیغیظ بھم الکفار اور قل موتوا بغیظکم سے انھیں غمناک اور اندوہگیں بنائیں اور لشکر اسلام کی کثرت اور اس کی عزت سے ان کے دلوں میں رعب ڈالا جائے۔

نیز علماء فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عید گاہ تشریف لے جانا دہنی جانب تھا اور اگر واپسی بھی اسی راستے سے ہوتی تو یہ بائیں جانب واقع ہوتا اس بنا پر واپسی کے لیے دوسری راہ اختیار فرماتے تا کہ وہ بھی داہنی جانب واقع ہو جائے۔

اور لوگوں میں مشہور وجہ یہ ہے کہ راستہ کی تبدیلی کو اختیار فرمانا اعدائے دین کے مکر سے خوف کی بنا پر تھا کہ وہ ہلاکت کی گھات میں نہ بیٹھیں۔

یا یہ وجہ ہے کہ زندہ اور وفات پائے ہوئے اقارب سے ملاقات اور صلہ رحمی کے لیے دوسرا راستہ اختیار فرماتے۔

یا یہ وجہ ہے کہ تخفیف از دحام اور ہجوم خلائق کی بناء پر یہ عادت تھی۔

یا یہ وجہ ہے کہ تشریف لے جاتے وقت فقراء کو صدقہ مرحمت فرماتے تھے اور واپسی کے بعد کچھ باقی نہ رہتا تھا اس لیے واپسی پر ایسا دوسرا راستہ اختیار فرماتے جہاں فقیروں اور سائلوں کا ہجوم نہ ہوتا کہ سائلوں کو جھڑکنا اور منع کرنا لازم نہ آئے۔

اور بعض کہتے ہیں کہ راستوں کی یہ تبدیلی بر طریق تفاول اختیار فرماتے تھے۔ مطلب یہ کہ جس طرح کہ پہلے راستہ میں مغفرت و رضا اور مقام قرب و وصال میں ترقی کی جانب ایک حالت تھی یہ حالت دوسرے راستہ میں بھی برقرار رہے۔

یا یہ وجہ ہو کہ عیدگاہ کی جانب جاتے وقت راستہ طول وطویل ہوتا تھا اور واپسی میں ایسا نہ ہوتا تھا تاکہ جاتے وقت قدموں کی زیادتی سے جو کہ عبادت کے لیے جاتا تھا اس سے زیادتی ثواب کا حصول مقصود تھا لیکن جب منزل شریف کی جانب واپسی ہوتی تو جلدی وسرعت دکھاتے کیوں کہ اس میں عبادت کا مقصد شامل نہ تھا۔

غرضیکہ ان تمام وجوہ کی بنیاد احتمال پر ہے۔(مولف) (مدارج النبوۃ، جلد اول)

زمانہ رسالت میں عیدگاہ نہ تھی

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آبادی سے باہر میدان میں نماز عید ادا فرماتے تھے اس وقت عید گاہ کی شکل میں کوئی عمارت نہ تھی امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں :

زمانہ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مصلائے عید کف دست میدان تھا۔ جس میں اصلاً کسی عمارت کا نام نہ تھا جب حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز عید کو تشریف لے جاتے مواجہ اقدس میں سترہ کے لیے ایک نیزہ نصب کر دیا جاتا۔

زمانہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں بھی یوں ہی رہا۔ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کے سب مواضع میں تبرک کے لیے مسجدیں بنا کیں، ظاہراً انھیں کے وقت میں مصلائے عید میں بھی عمارت بنی۔ جیسا کہ سید نور الدین سمہودی نے اسے تاریخ مدینہ منورہ میں بیان کیا ہے۔

صحیح بخاری شریف میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے۔

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان ترکز له الحربة قدامه یوم الفطر و النحر ثم یصلی .

بیشک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن نیزہ نصب کیا جاتا پھر حضور نماز پڑھتے تھے۔ (مولف)

انھیں کی دوسری روایت میں ہے :

قال كان النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يغدو الى المصلى و العنزة بين يديه تحمل و تنصب بالمصلى بين يديه فيصلى اليها.

حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عید گاہ تشریف لے جاتے اور نیزہ حضور کے سامنے لے جایا جاتا اور عید گاہ میں حضور کے سامنے نصب کر دیا جاتا پھر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے سترہ بنا کر اس کی طرف نماز پڑھتے تھے۔ (مولف)

سنن ابن ماجہ وصحیح ابن خزیمہ مستخرج اسماعیلی میں زائد کیا

و ذلك لان المصلى كان فضاء ليس فيه شئ يستتر به .

یعنی عید گاہ میں نیزہ اس لیے نصب کرتے کہ عید گاہ کھلا میدان ہوتی اس میں سترہ کے لیے کچھ نہیں ہوتا تھا۔(مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۳،ص ۱۵۔ ہدایۃ المتعال)

یہی مضمون دوسرے مقام پر اس طرح ہے

زمانہ اکرم حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مصلائے عید کف دست میدان تھا جس میں اصلاً تعمیر نہ تھی مدینہ طیبہ کے شرقی دروازے پر مسجد اطہر کے باب السلام سے ہزار قدم کے فاصلے پر۔

سنن ابن ماجہ وصحیح ابن خزیمہ ومستخرج اسماعیلی میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے

ان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يغدو الى المصلى فى يوم عيد

و العنزة تحمل بين يديه فاذا بلغ المصلی نصبت بين يديه فصلی اليها و ذلک ان المصلی کان فضاً ليس فيه يستتر به .

بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عید کے دن عید گاہ تشریف لے جاتے تھے اور نیزہ حضور کے آگے لے جایا جاتا جب عید گاہ پہنچ جاتے تو حضور کے سامنے گاڑ دیا جاتا پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی طرف نماز پڑھتے تھے اور ایسا اس لیے ہوتا تھا کہ عید گاہ کھلے میدان میں ہوتا اس میں کوئی سترہ نہیں ہوتا تھا۔ (مولف)

اب صدہا سال سے اس کا احاطہ بن گیا، علامہ سید نور الدین سمہودی قدس سرہ استظہار فرماتے ہیں کہ یہ عمارت زمانۂ امیر المومنین عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تعمیر ہوئی اور واقعی جب امیر المومنین ممدوح نے مسجد اقدس حضور پر نور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ کی تجدید تعمیر فرمائی ہے جہاں جہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نماز پڑھنا معلوم ہوا ان سب کی بھی تعمیر جدید خواہ تجدید فرمائی۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۳،ص ۷۹۸)

عیدین میں تناول طعام

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عید قرباں میں نماز سے پہلے کچھ نہ کھاتے بعد نماز گوشت قربانی سے تناول فرماتے۔

ترمذی و ابن ماجہ بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی

ان رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم کان لا يخرج يوم الفطر حتی ياکل و کان لا ياکل يوم النحر حتی يصلی .

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عید الفطر کے دن تناول کیے بغیر نہیں نکلتے تھے اور عید اضحیٰ کے دن نماز پڑھے بغیر کچھ تناول نہیں فرماتے تھے۔ (مولف)

و رواه الدار قطني في سننه و فيه حتى يرجع فيا كل من اضحيته ، صححه ابن قطان .

دار قطنی کی روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مراجعت کے بعد قربانی کے گوشت میں سے تناول فرماتے۔ (مولف)

طبرانی اوسط میں ہے

عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما قال من السنة ان لا يخرج يوم الفطر حتى يطعم و لا ياكل يوم النحر حتى يرجع.

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ سنت یہ ہے کہ عید الفطر کے دن کھانے سے پہلے عید گاہ نہ جائے اور عید اضحیٰ کے دن واپسی تک کچھ نہ کھائے۔ (مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۳، ص ۸۱۱)

خطبہ عیدین

صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے

قال شهدت صلاة الفطر مع النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و ابى بكر و عمر و عثمان رضى الله تعالىٰ عنهم فكلهم يصليها قبل الخطبة ثم يخطب.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نماز عید میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ابوبکر صدیق اور عمر فاروق و عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ حاضر ہوا سبھوں نے نماز ادا

فرما کر خطبہ ارشاد فرمایا۔ (مولف)

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے

ان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يصلى فى الاضحى و الفطر ثم يخطب بعد الصلاة .

بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں نماز کے بعد خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ (مولف)

اسی کے باب استقبال الامام الناس فی خطبۃ العید میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔

خرج النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يوم اضحى فصلى العيد ركعتين ثم اقبل علينا بوجهه و قال الحديث.

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عید کے دن تشریف لائے اور دو رکعت نماز عید ادا فرمائی پھر ہماری طرف رخ انور فرما کر خطبہ دیا۔ (مولف)

اسی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے

ان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم صلى يوم النحر ثم خطب. الحديث.

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عید اضحیٰ کے دن نماز پڑھ کر خطبہ ارشاد فرمایا۔ (مولف)

اسی میں حضرت جندب بن عبداللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے

صلی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم النحر ثم خطب ثم ذبح.

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عید اضحیٰ کو نماز پڑھ کر خطبہ ارشاد فرمایا پھر قربانی فرمائی۔

(مولف)

جامع ترمذی میں بافادۂ تحسین وتصحیح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ابو بکر و عمر یصلون فی العیدین قبل الخطبة ثم یخطبون .

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابو بکر وعمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما عیدین کی نماز پڑھ کر خطبہ فرماتے تھے۔ (مولف)

سنن نسائی میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یخرج یوم العید فیصلی رکعتین ثم یخطب.

بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عید کے دن تشریف لاتے پھر دو رکعت نماز پڑھ کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ (مولف)

صحیحین میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے

کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یخرج یوم الفطر و الاضحی الی المصلی فاول شئ یبدء بہ الصلاۃ ثم ینصرف فیقوم مقابل الناس و الناس جلوس علی صفوفھم فیعظھم و یوصیھم و یأمرھم فان کان یرید ان یقطع بعثا قطعہ او یأمر بشئ امر

به ثم ینصرف.

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن عید گاہ تشریف لاتے پہلے جس چیز سے ابتداء فرماتے وہ نماز ہوتی پھر انصراف فرما کر لوگوں کے سامنے کھڑے ہوتے اور لوگ صفوں میں بیٹھے ہوتے پھر ان کو وعظ و نصیحت فرماتے اور اگر لشکر جدا کرنے کا ارادہ فرماتے تو جدا کر دیتے یا کسی چیز کا حکم فرمانا چاہتے تو حکم فرما دیتے پھر انصراف فرماتے تھے۔ (مولف)

ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی

قال حضرت العید مع رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فصلی بنا العید ثم قال قد قضینا الصلاة فمن احب ان یجلس للخطبة فلیجلس و من احب ان یذهب فلیذهب.

میں عید میں حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر ہوا حضور نے نماز عید پڑھائی پھر فرمایا ہم نماز تو پڑھ چکے اب جو سننے کے لیے بیٹھنا چاہے بیٹھے اور جو جانا چاہے چلا جائے۔

فائدہ

یہ حدیثیں ظاہر کرتی ہیں کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صدیق و فاروق و عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نماز عیدین کا سلام پھیر کر کچھ دیر کے بعد خطبہ شروع فرماتے۔

خطبہ کے بعد وعظ و تذکیر اور صدقے کا حکم

ایک روایت بخاری و مسلم و ابوداؤد و نسائی کے یہاں یوں ہے

صلی (یعنی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم) ثم خطب ثم اتی النساء و معه

بلال فوعظهن و ذكرهن و امرهن بالصدقة فرأيتهن يهوين بايديهن يقذفنه في ثوب بلال ثم انطلق هو و بلال الى بيته .

یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز عید پڑھی پھر بعد نماز خطبہ فرمایا پھر بعد ازاں صفوف زناں پر تشریف لا کر انھیں وعظ وارشاد کیا اور صدقہ کا حکم دیا تو میں نے دیکھا کہ بی بیاں اپنے ہاتھوں سے گہنا اتارا تار کر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کپڑے میں ڈالتی تھیں پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کاشانۂ نبوت کو تشریف فرما ہوئے۔ بخاری و مسلم و دارمی و ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ حضرت حبر الامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی

قال خرجت مع النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يوم فطر او اضحى فصلى ثم خطب ثم اتى النساء فوعظهن و ذكرهن و امرهن بالصدقة .

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے دن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ نکلا حضور نے پہلے نماز پڑھی پھر خطبہ ارشاد فرمایا اس کے بعد عورتوں کے پاس تشریف لائے اور انھیں وعظ وتذکیر فرمائی اور صدقہ کا حکم دیا۔ (مولف)

صحیحین میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے

ثم خطب النساء بعد فلما فرغ نبي الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم نزل فاتى النساء فذكرهن. الحدث.

یعنی پھر بعد نماز حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبہ فرمایا جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ سے فارغ ہوئے اتر کر بی بیوں کے پاس تشریف لائے اور انھیں تذکیر فرمائی۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۳، ص ۷۹۰، ۷۹۱۔ سرور العید)

حدیث میں ثابت ہے کہ ایک بار خطبہ فرماتے ایک صاحب کو (حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے) ملاحظہ فرمایا کہ بہت حالت فقر و مسکنت میں تھے حاضرین سے ارشاد فرمایا تصدقوا صدقہ دو۔

ایک صاحب نے ایک کپڑا دوسرے صاحب نے دوسرا کپڑا دیا پھر ارشاد فرمایا تصدقوا صدقہ دو۔

یہ مسکین جن کو ابھی دو کپڑے ملے تھے اٹھے اور ان دو کپڑوں میں سے ایک حاضر کیا۔ یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم تصدقوا، حاضرین کے لیے عام ہے اور میں بھی حاضرین میں ہوں اور اس وقت دو کپڑے رکھتا ہوں ایک حاضر کر سکتا ہوں، ان کو اس سے باز رکھا گیا کہ تمھارے ہی لیے تصدق کا حکم فرمایا جاتا ہے نہ کہ تم کو۔

صحیحین میں ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ عید تمام فرما کر گروہ نساء پر تشریف لے گئے اور ان کو تصدق کا حکم فرمایا وہ اپنے زیور اتار اتار کر حاضر کرتی تھیں اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دامن میں لیتے تھے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۳، ص ۸۰۰)

عید میں اذان واقامت نہ ہوتی

روی مسلم عن جابر رضی الله تعالیٰ عنه ان لا اذان للصلاة یوم الفطر و لا اقامة و لا نداء و لا شئ.

مسلم شریف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ عید الفطر کے دن نماز کے لیے نہ اذان ہوتی نہ اقامت اور نہ ندا وغیرہ۔ (مولف)

حدیث جابر بن سمرة رضی الله تعالیٰ عنه صلیت مع رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم العیدین غیر مرة و لا مرتین بغیر اذان و لا اقامة . انه زاد فی روایة و لا

الصلوٰۃ جامعۃ . اھ

جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ عیدین کی نماز دو سے زائد مرتبہ پڑھی تو اس میں نہ اذان ہوتی نہ اقامت اور نہ الصلاۃ جامعۃ کی ندا۔

(مولف)

الصلاۃ جامعۃ کہنے کا حکم

خود صاحب شریعت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول کہ عیدین میں مؤذن کو حکم فرماتے کہ الصلاۃ جامعۃ، پکارے۔

امام شافعی روایت کرتے ہیں

عن الزهری قال كان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم يأمر المؤذن فی العيدين فيقول الصلاة جامعة .

امام زہری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عیدین میں مؤذن کو حکم فرماتے اور وہ الصلوٰۃ جامعۃ پکارتا۔ موذن کو یہ حکم بعد میں دیا گیا (مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۵۰۶)

عید کا تحفہ

امام بیہقی اور ابو الشیخ ابن حبان کتاب الثواب حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی

انه سمع رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم يقول اذا كانت غداة الفطر بعث الله عزوجل الملائكة فی كل بلد (و ذكر الحديث الی ان قال) فاذا برزوا الی

مصلاھم فیقول اللہ عزوجل للملائکۃ (و ساق الحدیث الی ان قال) و یقول یا عبادی سلونی فوعزتی و جلالی لا تسألونی الیوم شیئا فی جمعکم لاخرتکم الا اعطیتکم و لا لدنیاکم الا نظرت لکم فوعزتی لا سترن علیکم عثراتکم ما راقبتمونی و عزتی و جلالی لا اخزیکم و لا افضحکم بین اضحاب الحدود و انصرفوا مغفورا لکم قد ارضیتمونی و رضیت عنکم (مختصر من حدیث طویل)

یعنی حضور پرنور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب عید کی صبح ہوتی ہے مولیٰ سبحانہ و تعالیٰ ہر شہر میں فرشتے بھیجتا ہے (اس کے بعد حدیث میں ان فرشتوں کا شہر کے ہر ناکہ پر کھڑا ہونا اور مسلمانوں کو عید گاہ کی طرف بلانا بیان فرمایا پھر ارشاد ہوا) جب مسلمان عید گاہ کی طرف میدان میں آتے ہیں مولیٰ سبحانہ و تعالیٰ فرشتوں سے یوں فرماتا ہے اور ملائکہ اس سے یوں عرض کرتے ہیں، پھر فرمایا رب تبارک و تعالیٰ مسلمانوں سے ارشاد فرماتا ہے اے میرے بندو مانگو کہ مجھے قسم اپنے عزت و جلال کی آج اس مجمع میں جو چیز اپنی آخرت کے لیے مانگو گے میں تمھیں عطا فرماؤں گا اور جو کچھ دنیا کا سوال کرو گے اس میں تمھارے لیے نظر کروں گا (یعنی دنیا کی چیزیں خیر و شر دونوں کو محتمل ہیں اور آدمی اکثر اپنی نادانی سے خیر کو شر، شر کو خیر سمجھ لیتا ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے لہٰذا دنیا کے لیے جو کچھ مانگو گے اس میں بکمال رحمت نظر فرمائی جائے گی اگر وہ چیز تمھارے حق میں بہتر ہوئی عطا ہوگی ورنہ اس کی برابر بلا دفع کریں گے یا دعا روز قیامت کے لیے ذخیرہ رکھیں گے اور یہ بندے کے لیے ہر صورت سے بہتر ہے) مجھے اپنی عزت کی قسم ہے جب تک تم میرا مراقبہ رکھو گے میں تمھاری لغزشوں کی ستاری فرماؤں گا مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم میں تمھیں اہل کبائر میں فضیحت و رسوا نہ کروں گا پلٹ جاؤ مغفرت پائے ہوئے بیشک تم نے مجھے راضی کیا اور میں تم سے خوشنود ہوا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۳، ص ۷۸۲۔ سرور العید)

غسل عیدین

ابن ماجہ روایت کرتے ہیں

كان صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يغتسل يوم العيدين .

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عیدین کے دن غسل فرمایا کرتے تھے۔ (مولف)

فاکہہ بن سعد صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے

انه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يغتسل يوم عرفة و يوم النحر و يوم الفطر.

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرفہ اور عیدین کے دن غسل فرمایا کرتے تھے۔ (مولف)

(فتاویٰ رضویہ ج ۱، ص ۱۱۔ الجود الحلو)

دعائے استسقاء

ہجرت کے چھٹے سال رمضان المبارک میں مدینہ منورہ میں قحط پڑا لوگوں نے بارگاہ رسالت میں استسقاء اور استغاثہ کے لیے عرض کیا پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اور حق تعالیٰ نے بارش عطا فرمائی۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک استسقاء میں کوئی مسنون نماز نہیں ہے اور ارشاد باری تعالیٰ (**واستغفروا ربكم انه كان غفارا يرسل السماء عليكم مدرارا.** اپنے بخشنے والے رب سے تم استغفار کرو وہی آسمان سے تم پر موسلا دھار بارش برساتا ہے) کے بموجب یہی دعا و استغفار کا نام استسقاء ہے۔

صاحبین اور ائمہ ثلثہ رحمہم اللہ کے نزدیک استسقاء میں جماعت کے ساتھ نماز اور خطبہ ہے۔

اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم استسقاء کی دعا میں بہت تضرع و ابتہال فرماتے اور اپنے دست ہائے مبارک کو مبالغہ کے ساتھ اٹھاتے یہاں تک کہ آپ کی بغل شریف کی سفیدی ظاہر ہو جاتی اور آپ کے دست مبارک سر مبارک سے اونچے اٹھ جاتے۔

علماء فرماتے ہیں کہ چوں کہ واقعہ بہت دشوار تر ہے اور سوال و طلب بھی قوی تر ہے اس لیے دستہائے مبارک بھی بلند تر ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دعائے استسقاء چھ صورتوں میں واقع ہوئی ہے۔

اول، وجہ یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں قحط پڑا تو حضور جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے۔ اس وقت ایک اعرابی نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ!

هلك المال و جاع العيال فادع لنا.

مال تباہ ہو گیا گھر والے بھوک سے بلکنے لگے ہمارے لیے دعا فرمائیے۔

اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا مانگی :

اللهم اغثنا اللهم اسقنا.

اے خدا ہم پر بارش فرما، اے خدا ہمیں سیراب فرما۔

تو پہاڑوں کی مانند بادل اٹھے اور برسنے لگے۔

دوسری صورت، وہ ہے کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قحط اور خشک سالی کی شکایت کی اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ عیدگاہ کے میدان میں منبر رکھا جائے اور صحابہ کو

ایک خاص دن معین کر کے بتایا کہ وہاں پہنچ جائیں۔ چنانچہ معینہ دن میں صحابہ وہاں پہنچ گئے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طلوع آفتاب کے بعد نہایت تواضع وخشوع اور انکساری کے ساتھ باہر تشریف لائے جب عید گاہ پہنچے تو منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔

تیسری مرتبہ، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں منبر شریف پر جمعہ کے علاوہ دعائے استسقاء فرمائی جیسا کہ بیہقی دلائل النبوۃ میں نقل کرتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے تشریف لائے تو قبیلہ بنی فزارہ کا ایک وفد عورتوں اور بچوں کے ساتھ تباہ حال حاضر ہوا اور اس نے قحط کی شکایت کی اور عرض کیا یا رسول اللہ اپنے رب سے دعا مانگئے تا کہ ہم پر وہ بارش فرمائے اور آپ کو اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کرنی چاہیئے اور حق تعالیٰ کو بھی آپ کی شفاعت قبول کرنی چاہیئے اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا **ویلکم** افسوس ہے تم پر، تم سب حق تعالیٰ کی شکایت کرتے ہو کون ہے کہ اس کی پروردگار شفاعت کرے۔ **لا الہ الا ھو العلی العظیم .**

اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی برتر وعظمت والا ہے۔

پھر فرمایا تمھاری اس فریاد وزاری اور خوف پر حق تعالیٰ خندہ فرماتا ہے ان میں سے ایک اعرابی کھڑا ہوا اور اس نے کہا ہمارا رب خندہ فرماتا ہے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں خندہ فرماتا ہے۔ اس اعرابی نے کہا اب تو ہم اپنے رب سے مانگنے میں ہرگز کوتاہی نہ کریں گے کیوں کہ وہ ہمارے مانگنے پر خندہ فرماتا اور ہمارے حال پر خوش ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس اعرابی کی بات پر تبسم فرمایا اس کے بعد منبر شریف پر تشریف لائے اور دعا کے لیے دستہائے مبارک اٹھائے اور بارش کی دعا کی یہاں تک کہ پورا ایک ہفتہ بارش ہوئی۔

چوتھی مرتبہ، مسجد مدینہ مطہرہ میں تشریف رکھ کر استسقاء فرمائی نہ قیام فرمایا نہ دعا کے لیے منبر شریف پر قدم رنجہ ہوئے۔

پانچویں صورت، یہ کہ مدینہ طیبہ کے ایک مکان میں دعا فرمائی جو مسجد کے باہر ''زوراء'' کے قریب ہے جسے احجار الزیت بھی کہتے ہیں اور وہ مسجد نبوی کے باب السلام کے قریب واقع ہے اس جگہ ایک مرتبہ استسقاء فرمائی۔

چھٹی صورت، غزوات میں واقع ہوئی ہے کہ بعض غزوات میں مشرکوں نے چشموں پر قبضہ کر لیا اور پانی کے کنارے پڑاؤ ڈالا، اور مسلمان بے آب رہ گئے اور جب ان پر تشنگی غالب ہوئی تو بارگاہ رسالت میں عرض حال کیا۔

اور منافقوں اور مشرکوں نے کہا کہ اگر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نبی ہوتے (معاذ اللہ) تو مسلمانوں کے لیے بارش کی دعا مانگتے جس طرح کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لیے استسقاء کیا اور پتھر پر عصا مار کر اس سے بارہ چشمے نکالے۔

یہ خبر جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہنچی تو فرمایا وہ ایسا کہتے ہیں تو اے مسلمانو! تم ناامید نہ ہو ممکن ہے کہ حق تعالیٰ تمہیں بھی پانی عطا فرمائے۔ اس وقت آپ نے اپنے دونوں دست مبارک اٹھائے اور دعا کی اسی وقت بادل نمودار ہوا جس سے عالم تاریک ہو گیا اور بارش ہونے لگی جس سے بڑی بڑی وادیاں لبریز ہو گئیں۔

استسقاء میں قلب ردا

علماء فرماتے ہیں کہ استسقاء میں چادر کا الٹنا پلٹنا تغیر حالت اور بارش کے نہ ہونے کی تبدیلی کے لیے تفاؤل ہے اور تنگی کو فراخی سے اور خشک سالی کو باران رحمت سے بدلنے کی جانب نیک فالی ہے۔

اور بعض کہتے ہیں کہ بلکہ یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کردہ حکم بجالانا ہے اور حکم دیا گیا ہوگا کہ ایسا کروتا کہ حالت بدل جائے اور محض نیک فالی ہی نہ رہے۔

قلب ردا یہ ہے کہ چادر کو اس طرح پلٹئے کہ داہنا کنارہ بائیں کو اور بایاں کنارہ داہنے کو، اور اندر کا حصہ باہر کو اور باہر کا حصہ اندر کی طرف ہو جائے۔(مولف) (مدارج النبوۃ جلد اول و دوم)

استسقاء میں چادر اقدس پلٹنے سے متعلق امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں :

صاحب شرع صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ کو باب دعا میں تفاول پر بہت نظر ہے اسی لیے استسقاء میں قلب ردا فرمایا کہ تبدل حال کی فال ہو۔

دار قطنی بسند صحیح امام جعفر بن محمد بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں

انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حول رداء ہ لیتحول القحط.

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چادر مبارک پھیر دی تا کہ قحط پھر جائے۔

امام نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں

قالوا و التحویل شرع تفاؤلا بتغیر الحال من القحط الی نزول الغیث و الخصب و من ضیق الحال الی سعته .

یعنی تحویل ردا شرعاً نیک فالی کے لیے ہے کہ قحط سے بارش اور شادابی کی حالت کا بدلنا اور تنگیٔ حالت سے وسعت و فراخی کی طرف جانا ہے۔ (مولف)

اسی لیے ہنگام استسقاء پشت دست جانب آسمان رکھے کہ ابر چھانے اور باراں آنے کی فال ہو۔
مسلم انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم استسقی فاشار بظھر کفیه الی السماء .

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طلب باراں کے وقت پشت دست سے آسمان کی طرف اشارہ فرمایا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۳، ص ۵۴۰۔ انہار الانوار)

بارش کے لیے ایک اعرابی کی فریاد

ایک اعرابی نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی :

اتیناک و العذراء یدمی لبابھا ... و قد شغلت ام الصبی عن الطفل

و القت بکفیھا الفتی لا ستکانة ... من الجوع ضعفا لا یمر و لا یحلی

و لیس لنا الا الیک فرارنا ... و این فرار الخلق الا الی الرسل

ہم در دولت پر شدت قحط کی ایسی حالت میں حاضر ہوئے کہ جو کنواری لڑکیاں ہیں (جنھیں ان کے والدین بہت عزیز رکھتے ہیں ناداری کے باعث خادمہ رکھنے کی طاقت نہیں کام کاج کرتے کرتے ان کے سینے شق ہو گئے) ان کی چھاتی سے خون بہہ رہا ہے مائیں بچوں کو بھول گئی ہیں جوان قوی کو اگر کوئی لڑکی دونوں ہاتھوں سے دھکا دے تو ضعف گرسنگی سے عاجزانہ زمین پر ایسا گر پڑتا ہے کہ منہ سے کڑوی میٹھی کوئی بات نہیں نکلتی اور ہمارا حضور کے سوا کون ہے جس کے پاس مصیبت میں بھاگ کر جائیں اور خود مخلوق کو جائے پناہ ہے ہی کہاں مگر رسولوں کی بارگاہ میں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہم و بارک وسلم

یہ فریاد سن کر حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فوراً نہایت عجلت منبر اطہر پر جلوہ فرما ہوئے اور دونوں دست مبارک بلند فرما کر اپنے رب عزوجل سے پانی مانگا۔ ابھی وہ پاک مبارک ہاتھ جھک کر گلوئے پر نور تک نہ آئے تھے کہ آسمان اپنی بجلیوں کے ساتھ امڈا اور بیرون شہر کے لوگ فریاد کرتے آئے کہ یا رسول اللہ ہم ڈوبے جاتے ہیں۔

حضور نے فرمایا **حوالینا لا علینا.** ہمارے گرد برس ہم پر نہ برس فوراً ابر مدینے پر سے کھل گیا آس پاس گھرا تھا اور مدینہ طیبہ پر سے کھلا ہوا۔ یہ ملاحظہ فرما کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خندۂ دنداں نمایاں کیا اور فرمایا اللہ کے لیے خوبی ابو طالب کی اس وقت وہ زندہ ہوتا تو اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں کون ہے جو ہمیں اس کے اشعار سنائے۔ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے عرض کی یا رسول اللہ شاید حضور یہ اشعار سننا چاہتے ہیں جو ابو طالب نے نعت اقدس میں عرض کیے تھے کہ

و ابیض یستسقی الغمام بوجهه ثمال الیتامی عصمة للارامل

تلوذ به الهلاک من آل هاشم فهم عنده فی نعمة و فواضل

وہ گورے رنگ والے کہ ان کے منہ کے صدقے میں ابر کا پانی مانگا جاتا، یتیموں کے جائے پناہ بیواؤں کے نگہبان بنی ہاشم (جیسے غیور لوگ) تباہی کے وقت ان کی پناہ میں آتے ہیں، ان کے پاس ان کی نعمت و فضل میں بسر کرتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا **اجل ذلک اردت.**

ہاں یہی نظم مقصود تھی۔

بیہقی نے دلائل النبوۃ میں سند صالح سے اور دیلمی نے مسند الفردوس میں اسے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

حضرت اسود کی عرض

اسعد بن مسعود ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی

انت الرسول الذی ترجی فواضله

عند القحوط اذا ما اخطاء المطر

حضور وہ رسول ہیں کہ حضور کے فضل کی امید کی جاتی ہے جب قحط کے وقت مہینہ خطا کرے۔

اسے حافظ ابن حجر عسقلانی نے اصابہ میں اور ابن فتحون نے کتاب الذیل میں بیان کیا ہے۔

(الامن والعلی)

نماز کسوف

لغت میں چاند گہن کے لیے خسوف اور سورج گہن کے لیے کسوف مشہور ہے لیکن حدیث کی روایتوں میں دونوں جگہ کاف سے مروی ہے اور کہیں دونوں خاء سے بھی ہے اور جماعت محدثین خاء سے چاند میں اور کاف سے سورج میں گہن لگنے کو استعمال کرتی ہے۔ اور جس قدر حدیثیں اس بارے میں مروی ہیں وہ سب سورج گہن میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمل مبارک کی خبر دیتی ہیں۔

ظاہر یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں ایک ہی مرتبہ گہن واقع ہوا تھا اور کسی نے بھی کئی مرتبہ گہن واقع ہونے کی روایت نہیں کی ہے، دس سال کی قلیل مدت میں اس کا تعدد بعید از قیاس اور خلاف عادت ہے۔

اور حدیثوں میں جو یہ آیا ہے کہ اس کا وقوع حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرزند جلیل حضرت ابراہیم کی وفات کے وقت ہوا تھا (حضرت ابراہیم حضرت ماریہ قبطیہ سے ۸ھ میں پیدا ہوئے تھے اور ۱۰ھ میں ایام رضاعت ہی میں انتقال فرما گئے) لوگ کہتے ہیں کہ ان کی موت کے سبب سے سورج میں گہن پڑا تھا چونکہ لوگوں میں مشہور تھا کہ کسی عظیم حادثہ کے سبب گہن واقع ہوتا ہے چنانچہ صاحبزادۂ رسول کی وفات ایک عظیم حادثہ تھی اسی بناء پر گہن واقع ہوا۔

جیسا کہ حدیث میں فرمایا سورج و چاند خدا کی نشانیوں میں سے دو نشانی ہیں، جو قدرت الٰہی اور اس کی صنعت کمال پر دلالت کرتی ہے، حالاں کہ کسوف و خسوف بجائے خود حق تعالیٰ کی کمال قدرت و

سلطنت پر دلالت کرتے ہیں اور اہل بصیرت کے لیے موجب عبرت و نصیحت ہیں کہ جس طرح حق تعالیٰ ایک گھڑی میں ان کی نورانیت و تابانیوں کو سلب کر کے تاریک و سیاہ بنا دیتا ہے، اسی طرح حق تعالیٰ قادر ہے کہ وہ لوگوں کے علم و ایمان کے نور کی روشنی کو سلب کر کے تاریک و سیاہ کر دے۔ (مولف)

(مدارج النبوۃ جلد اول)

نماز کسوف میں جنت اور اس کے پھل

نماز کسوف میں جنت اور اس کے پھلوں کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیش نظر انور کر دیا گیا، اس سلسلے میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

صحیح مسلم شریف میں بروایت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثابت کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عین نماز میں چند قدم آگے بڑھے جب جنت خدمت اقدس میں اتنی قریب حاضر کی گئی کہ دیوار قبلہ میں نظر آئی یہاں تک کہ حضور بڑھے تو اس کے خوشہ ہائے انگور دست اقدس کے قابو میں تھے اور یہ نماز صلاۃ الکسوف تھی۔

و ذلک قولہ (بعد ما وصف صلاۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الکسوف) ثم تأخر (یعنی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) و تأخرت الصفوف خلفہ حتی انتھینا (قال مسلم و قال ابو بکر یعنی ابن شیبۃ شیخہ حتی انتھی) الی النساء ثم تقدم و تقدم الناس معہ حتی قام فی مقامہ فانصرف حین انصرف ، و قد آضت الشمس فقال (و قص الحدیث حتی قال) ما من شئ توعدونہ الا و قد رأیتہ فی صلاتی ھذہ لقد جئ بالنار و ذلکم حین رأیتمونی تأخرت (و ساق الخبر الی ان قال) ثم جئ بالجنۃ و ذلکم حین رأیتمونی تقدمت حتی قمت فی مقامی و لقد مددت یدی و انا ارید ان

اتناول من ثمرھا. (الحدیث مختصر)

حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کسوف میں یہ ہے کہ حضور نماز پڑھتے ہوئے پیچھے ہٹنے لگے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے جو مردوں کی صفیں تھیں وہ پیچھے ہٹتے ہٹتے عورتوں کی صفوں تک پہنچ گئیں پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آگے بڑھے اور لوگ بھی حضور کے ساتھ آگے بڑھے یہاں تک کہ اپنی جگہ پر حضور کھڑے ہو گئے اور انصراف فرمایا اور نماز سے اس وقت فارغ ہوئے کہ سورج روشن ہو چکا تھا۔ اور فرمایا کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ میں نے اپنی اس نماز میں ملاحظہ فرمائی اور جہنم کو بھی حاضر کیا گیا اور یہ اس وقت ہوا کہ جب تم لوگوں نے مجھے دیکھا تو میں پیچھے ہٹ آیا پھر جنت حاضر کی گئی اور یہ اس وقت ہوا کہ جب تم لوگوں نے مجھے دیکھا تو میں آگے بڑھ گیا یہاں تک کہ اپنی جگہ مین کھڑا ہو گیا اور میں نے ہاتھ بڑھایا کہ جنتی پھلوں کو لے لوں۔ (مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۳، ص ۵۴۰۔ انہار الانوار)

سفر میں عبادت

قصر کا مسئلہ تمام علماء امت کے درمیان متفق علیہ ہے کسی کا اس میں اختلاف نہیں ہے، لیکن مذہب حنفی میں قصر عزیمت ہے اور چار رکعت درست نہیں ہے۔ اگر چار رکعت پڑھے اور وہ پہلے تشہد میں بیٹھا ہے تو جائز ہو جاتی ہے اگر نہیں بیٹھا ہے تو فاسد ہو جاتی ہے۔

امام مالک کے مذہب میں بھی یہی ہے لیکن امام شافعی کے نزدیک رخصت ہے اور چار پڑھنی بھی جائز ہے حالاں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے کہ حضور نے چار رکعتی نماز سفر میں پوری پڑھی ہو۔

اور وہ حدیث جو ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور قصر بھی کرتے اور پوری نماز بھی پڑھتے اور افطار بھی کرتے اور روزہ بھی رکھتے۔

یہ روایت صحت کو شامل نہیں ہے اور صحابہ عظام میں سے کسی نے بھی چار رکعتیں نہیں پڑھیں، مگر امیر المومنین حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خلافت کے آخری دنوں میں موسم حج میں چار پڑھیں، اور علماء اس کی متعدد تاویلیں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سیدہ عائشہ کا مذہب بھی یہی ہے۔

اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ سفر میں نماز فرض پر اکتفا فرماتے۔ اور یہ محفوظ نہیں ہے کہ حضور نے فجر کی دو رکعت سنت اور تین وتر کے سوا سفر میں فرض سے پہلے یا فرض کے بعد سنتیں پڑھی ہوں، اور ظہر کے فرض کے بعد سنت پڑھنا بھی مروی ہے۔

اور جماعت صحابہ سے ثابت ہے کہ سفر میں نماز سنت کو پڑھتے تھے۔ مگر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ادا نہ کرتے، اگرچہ بعض روایتوں میں ان کا پڑھنا بھی آیا ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کی نماز (تہجد) کو ترک نہ فرماتے اگرچہ سفر میں ہوتے، اور کبھی تہجد کو سواری کی پیٹھ پر اشارہ سے پڑھتے اور وتر بھی پڑھتے۔ (مولف) (مدارج النبوۃ جلد اول)

حضور کی نماز قصر

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز قصر سے متعلق بعض احادیث و روایات امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

حدیث صحیح بخاری:

خرج علینا رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بالهاجرة فصلی بالبطحاء الظهر رکعتین و العصر رکعتین .

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو پہر کے وقت تشریف لائے اور بطحا میں دو رکعت ظہر اور دو

رکعت عصر پڑھائی۔ (مولف)

صحیح بخاری شریف باب صفۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بطریق شعبہ ابو جحیفہ سے مروی ہے

قال خرج رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بالهاجرة الى البطحاء فتوضا ثم صلى الظهر ركعتين و العصر ركعتين.

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوپہر کے وقت بطحا تشریف لائے پھر وضو فرما کر دو رکعت ظہر اور دو رکعت عصر پڑھیں۔ (مولف)

نیز باب مذکور بطریق مالک بن مغول عون سے مروی ہے

و فيه خرج بلال فنادى بالصلاة ثم دخل فاخرج فضل وضوء رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فوقع الناس عليه ياخذون منه ثم دخل فاخرج العنزة و خرج رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كانى انظر الى و بيض ساقيه فركز العنزة ثم صلى الظهر ركعتين و العصر ركعتين.

اس روایت میں ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نکل کر نماز کی ندا دی پھر جا کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وضو کا بچا ہوا پانی لائے تو لوگ اس کو لینے کے لیے جھپٹ پڑے پھر جا کر نیزہ لائے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے، راوی نے کہا گویا کہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پنڈلیوں کی سفیدی دیکھ رہا ہوں پھر نیزہ گاڑ دیا اور حضور نے دو رکعت ظہر اور دو رکعت عصر پڑھائی۔ (مولف)

صحیح مسلم شریف میں بطریق سفین عون بن ابی جحیفہ سے مروی ہے

و فيه فخرج النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فتوضأ و اذن بلال ثم ركزت

العنزة فتقدم فصلی الظھر رکعتین ثم صلی العصر رکعتین ثم لم یزل یصلی رکعتین حتی رجع الی المدینة.

اس روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور وضو فرمایا، حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان دی اور نیزہ گاڑ دیا گیا حضور نے دو رکعت ظہر اور دو رکعت عصر پڑھائیں پھر مدینہ شریف کی واپسی تک دو رکعت ہی پڑھتے رہے۔ (مولف)

(فتاوی رضویہ ج ۲، ص ۳۲۴، ۳۲۷۔ حاجز البحرین)

حضور علیہ السلام کا روزہ

رمضان المبارک کے روزوں کی فرضیت ۲ ھ میں ہوئی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ماہ رمضان میں روزہ رکھا کرتے تھے۔ اگر رمضان کی راتوں میں غسل کی حاجت ہوتی تو رات ہی میں غسل فرما لیتے اور بعض راتوں میں تاخیر بھی کرتے اور صبح صادق کے بعد غسل فرماتے۔ علماء فرماتے ہیں کہ رات میں غسل کرنا افضل و اولیٰ ہے۔ اور رمضان کے دنوں میں پچھنے لگواتے، مسواک کرتے، کلی کرتے اور ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ نہ کرتے۔ رمضان میں مسواک اور سرمہ لگانے کی ممانعت میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ کا مذہب بھی اس کے جواز میں ہے۔

اور نفلی روزے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی اتنے پے در پے اور مسلسل رکھتے کہ لوگوں کو گمان ہوتا کہ اب افطار کریں گے ہی نہیں اور کبھی افطار کرتے تو لوگوں کو گمان ہوتا کہ کبھی روزہ رکھیں گے ہی نہیں کیوں کہ کوئی مہینہ روزہ سے خالی نہیں گزرتا، اور ایام بیض (چاندنی راتوں) میں روزہ رکھنے کا خوب اہتمام فرماتے یہاں تک کہ سفر میں بھی نہ چھوڑتے۔ اور دائمی روزے سے منع فرماتے اور صائم الدہر کے بارے میں فرمایا لا صام و لا افطر نہ وہ روزے سے ہے نہ افطار سے۔ اگر رمضان

میں سفر کرتے تو کبھی افطار کرتے اور کبھی روزے رکھتے اور دوسروں کو بھی سفر میں روزہ و افطار کا اختیار دیتے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیر اور جمعرات کے دن بھی روزے رکھتے اور عشرۂ ذوالحجہ کے نو روزے رکھتے اور فرماتے کہ عشرۂ ذی الحجہ سے بہتر روزہ رکھنے کے لیے اور کوئی دن افضل نہیں ہے۔ البتہ عاشورہ یعنی دسویں محرم کا روزہ ضرور رکھتے۔ اور آخر عمر شریف میں فرمایا اگر تم لوگوں میں رہا تو آئندہ نویں محرم کا بھی روزہ رکھوں گا۔ اور روز عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ کو اگر حج میں ہوتے تو افطار فرماتے۔ اور ماہ شوال کے چھ روزوں کے بارے میں فرمایا کہ یہ چھ روزے رمضان کے ساتھ صیام دہر کے برابر ہیں۔

صوم وصال

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان مبارک کی بعض راتوں میں وصال فرماتے یعنی پے در پے روزے رکھتے بغیر اس کے کہ کچھ کھائیں یا پئیں اور افطار کریں۔ اور صحابہ کرام کو رحمت و شفقت اور دور اندیشی کی خاطر اس سے منع فرماتے اور ناپسند کرتے جیسا کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صوم وصال سے منع فرمایا تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ جب آپ صوم وصال رکھتے ہیں تو ہمیں کیوں منع فرماتے ہیں، باوجودیکہ ہم حضور کی متابعت و پیروی کی تمنا رکھتے ہیں فرمایا

لست کاحدکم.

میں تم میں سے کسی کی مانند نہیں۔

اور ایک روایت میں آیا ہے کہ

ایکم مثلی انی ابیت عند ربی یطعمنی و یسقینی .

تم میں سے کون میرے مثل ہے میں اپنے رب کے حضور شب باشی کرتا ہوں کیوں کہ وہ میرا پالنے والا اور تربیت فرمانے والا ہے وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے وہ کھلانے والا اور پلانے والا ہے جو کھلاتا اور پلاتا ہے۔

علماء کے اس کھانے پینے کے بارے میں کئی قول ہیں

ایک یہ کہ یہی محسوس کھانا پینا مراد ہے یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ہر شب جنت سے کھانا پینا آتا ہے تاکہ حضور کھائیں اور پئیں اور یہ خدا کی جانب سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر خاص اکرام تھا۔ اور یہ نہ صوم وصال کے منافی ہے اور نہ بطلان صوم کا موجب ہے اس لیے کہ جو چیز شرعاً افطار کا موجب ہے وہ عام دنیاوی چیزیں ہیں لیکن جو چیز بطریق معجزہ اور خارق عادت جنت سے پروردگار کی جانب سے آئی وہ موجب افطار اور بطلان صوم نہیں بناتی اور درحقیقت اجر وثواب کی جنس سے ہے کہ نہ اعمال کی قبیل سے۔

اور بعض علماء کہتے ہیں کہ اس کھانے پینے سے مراد قوت ہے گویا فرماتے ہیں کہ مجھے حق تعالیٰ کھانے پینے کی قوت مرحمت فرماتا ہے اور ایسی چیز افاضہ فرماتا ہے جو کھانے پینے کے قائم مقام ہوتی ہے جس کی بدولت طاعت وعبادت کی قوت پاتا ہوں اور کسی قسم کا فتور یا عارضہ لاحق نہیں ہوتا اور اس میں کوئی استحالہ نہیں ہے۔

اور محققین کے نزدیک مختار یہ ہے کہ غذائے روحانی مراد ہے جو از قسم ذوق ولذت مناجات اور فیضان معارف ولطائف رہی ہے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب اطہر پر اور آپ کی روح پرفتوح پر واردو نازل ہوتی ہے جس سے احوال شریف کو ایسی خوشی ومسرت اور شادمانی حاصل ہوتی ہے کہ وہ

اس کی وجہ سے غذائے جسمانی سے مستغنی ہو جاتی ہے۔ اور یہ بات مجازی محبتوں اور ظاہری خوشیوں سے بھی تجربے میں آتی رہتی ہے کہ غذائی احتیاج ہی لاحق نہیں ہوتی اور اس کی یاد تک نہیں آتی تو جو محبت حقیقی اور مسرت معنوی سے تعلق رکھتی ہو اس کا کیا اندازہ !

افطار و سحری

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غروب آفتاب کے یقین ہو جانے پر افطار میں جلدی فرماتے، اور سحری تناول فرمانے میں تاخیر کرتے اور صحابہ کو بھی اس تعجیل و تاخیر کا شوق دلاتے اور تعریف فرماتے تھے۔ اور چند کھجوروں سے افطار فرماتے اور اگر کھجوریں نہ ہوتیں تو چند گھونٹ پانی پیتے اور افطار کے وقت پڑھتے۔

اللهم لک صمت و علی رزقک افطرت فتقبل منی .

اور یہ کلمات بھی پڑھتے

ذهب الظماء و ابتلت العروق و ثبت الاجر.

یعنی پیاس گئی، رگیں تر ہوئیں، اور اجر ثابت ہوا۔

اور سحری کے بارے میں فرمایا۔

نعم سحور المومن التمر.

مسلمان کی بہترین سحری کھجور ہے۔

نزول قرآن

نزول قرآن کی ابتداء ماہ رمضان میں ہوئی اسی طرح اس کا نزول آسمان دنیا کی طرف یکبارگی ماہ

رمضان میں ہوا۔

علماء کہتے ہیں کہ صحف ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کا نزول رمضان کی پہلی رات میں ہوا اور توریت کا نزول رمضان کی چھٹی رات میں ہوا اور انجیل کا نزول رمضان کی تیرہویں رات میں ہوا اور قرآن کریم کا نزول چوبیسویں رات میں ہوا۔

اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان مبارک میں ہر سال جبریل کے ساتھ ایک مرتبہ قرآن کا دورہ فرماتے اور جس سال وصال اقدس ہوا اس سال دو مرتبہ دورہ فرمایا۔

رمضان میں حضور کی سخاوت

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یوں تو ہمیشہ ہی ساری مخلوق سے بہت زیادہ بخشش وسخاوت فرمانے کی عادت کریمہ تھی مگر خاص کر رمضان مبارک میں سب سے زیادہ تھی، مطلب یہ کہ آپ کی سخاوت و بخشش تمام لوگوں پر ہمہ وقت ہی زیادہ تھی مگر رمضان مبارک کے دن اور رات میں خیرات وصدقات بہت ہی زیادہ فرماتے اور ذکر ونماز، اعتکاف اور تلاوت سے دن رات کی ہر گھڑی کو معمور ولبریز رکھتے۔ جب کہ یہ ماہ مبارک عظیم ہے اور برکات وکرامات کا منبع ہے اور نعم الٰہیہ وفیوض ربانیہ، بندوں پر بہت اجل واعظم ہے تو اس کا شکرانہ بھی انواع عبادات میں بہت زیادہ اکثر ووافر فرماتے۔ اور چوں کہ واہب البرکات جل وعلا کی بخشش اس ماہ میں دونی ہوتی جو حضور سید کائنات علیہ التحیۃ والتسلیمات جو مظہر انوار وصفات اور محل آثار کمالات حق سبحانہ وتعالیٰ ہیں آپ کا جود وسخا بھی اتنا ہی متکاثر ووافر ہوتا۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان کی ہر رات میں جبریل سے ملاقات کرتے تھے اور جبریل سے ملاقات کے وقت خیر واحسان کی تیز تر ہوائیں اتنی چلتیں کہ وہ سب کو ہی پہنچتیں اور سب کے شامل حال بنتیں۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، جبریل علیہ الصلاۃ والسلام کو قرآن سناتے اور وہ حضور کو

سناتے اسی طرح باہم دور کرتے جس طرح کہ حفاظ ایک دوسرے کے ساتھ دور کرتے ہیں۔ (مولف)

(مدارج النبوۃ جلد اول)

جنابت سے روزے میں خلل نہیں آتا

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا روزہ اور اس کے احکام و مسائل سے متعلق امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ احادیث کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں :

صحیحین میں ام المومنین عائشہ صدیقہ و ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے

ان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يدركه الفجر و هو جنب من اهله ثم يغتسل و يصوم.

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ازواج مطہرات سے قربت فرماتے اور صبح ہو جاتی جب تک نہ نہاتے اس کے بعد غسل فرماتے اور روزہ رکھتے۔

صحیح مسلم و موطا مالک، و سنن ابی داؤد و نسائی میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے

ان رجلا قال لرسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و هو واقف على الباب و انا اسمع يا رسول الله انى اصبح جنبا و انا اريد الصيام فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و انا اصبح جنبا و انا اريد الصيام فاغتسل و اصوم فقال الرجل يا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم انک لست مثلنا قد غفر الله لک ما تقدم و ما تاخر فغضب رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و قال انى ارجو ان اكون اخشاكم لله و اعلمكم بما اتقى.

یعنی حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے دروازۂ اقدس کے پاس کھڑے تھے ایک شخص نے

حضور سے عرض کی اور میں سن رہی تھی کہ یا رسول اللہ میں صبح کو جب اٹھتا ہوں اور نیت روزے کی ہوتی ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں خود ایسا کرتا ہوں اس نے عرض کی کہ حضور کی ہماری کیا برابری حضور کو اللہ عزوجل نے ہمیشہ کے لیے پوری معافی عطا فرمائی ہے اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غضبناک ہوئے اور فرمایا بیشک میں امید رکھتا ہوں کہ مجھے تم سب سے زیادہ اللہ عزوجل کا خوف ہے اور میں تم سب سے زیادہ جانتا ہوں جن جن باتوں سے مجھے بچنا چاہیئے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۶۱۵)

تاخیر سحری میں حضور کا امتیاز

سحری میں عادت مستمرہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تاخیر تھی، ہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کسی کا علم نہیں ہو سکتا۔ حضور صاحب وحی، صاحب علم علم الاولین والآخرین و صاحب **علمک ما لم تکن تعلم و کان فضل اللہ علیک عظیما** ہیں۔ اوقات حقیقۃً جن میں حد مشترک صرف ایک آن کو ہوتی ہے ان کا امتیاز حقیقی طاقت بشری سے خارج ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس پر مطلع تھے۔ ولہٰذا احیاناً ایسی تاخیر ہوئی کہ دوسرا اس پر قادر نہیں۔

ایک شب سحری تناول فرمانے کے بعد صرف اتنے وقفہ پر کہ آدمی پچاس آیات پڑھ لے نماز صبح شروع فرما دی۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۶۱۸)

نماز مغرب سے پہلے افطار

سنن ابی داؤد و جامع ترمذی میں بسند حسن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے

کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یفطر قبل ان یصلی علی رطبات فان لم تکن رطبات فتمیرات و ان لم تکن تمیرات فحسا حسوات من ماء .

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز سے قبل کھجوروں سے افطار فرماتے تھے اگر کھجوریں نہ ہوتیں تو چھوہاروں سے اگر یہ بھی نہ ہوتے تو پانی کے چند گھونٹ نوش فرماتے۔ (مولف)

دعائے افطار

ابوداؤد معاذ بن زہرہ سے راوی

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا افطر قال اللھم لک صمت و علی رزقک افطرت.

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افطار کے وقت عرض کرتے، اے اللہ میں نے تیرے لیے روزہ رکھا اور تیرے ہی رزق سے افطار کیا۔(مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۶۵۱)

ابن السنی کتاب عمل الیوم واللیلۃ۔اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کی،

عن معاذ بن زھرۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا افطر قال الحمد للہ الذی اعاننی فصمت و رزقنی فافطرت.

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقت افطار فرماتے تھے اللہ کا شکر ہے کہ اسی نے میری اعانت فرمائی تو میں نے روزہ رکھا اور مجھے رزق عطا فرمایا تو میں نے افطار کیا۔ (مولف)

ابن السنی کتاب مذکور اور طبرانی نے معجم کبیر اور دارقطنی نے سنن میں موصولاً یوں تخریج کی۔

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا افطر قال اللھم لک صمنا و علی رزقک افطرنا فتقبل منا انک انت السمیع العلیم.

ابن عباس سے مروی ہے، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقت افطار فرماتے اے اللہ میں نے تیرے لیے روزہ رکھا اور تیرے ہی رزق سے افطار کیا تو تو قبول فرما کہ تو سنتا جانتا ہے۔ (مولف)

نیز حدیث ابی داؤد ونسائی ودارقطنی وحاکم وغیرہم

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا افطر قال ذهب الظمأ و ابتلت العروق و ثبت الاجر ان شاء اللہ تعالیٰ .

ابن عمر سے مروی ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افطار کے وقت فرماتے تھے کہ پیاس ختم ہوگئی اور رگیں تر ہوگئیں اور اجر ثابت ہوگیا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ (مولف)

افطار میں تعجیل

(حدیث قدسی) رب العزت تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے

ان احبی عبادی الی اعجلهم فطرا.

مجھے اپنے بندوں میں وہ زیادہ پیارا ہے جو ان میں سب سے زیادہ جلد افطار کرتا ہے۔

اسے امام احمد وترمذی وغیرہما نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا

عادت کریمہ تھی کہ قریب غروب کسی کو حکم فرماتے کہ بلندی پر جا کر آفتاب کو دیکھتا رہے وہ نظر کرتا ہوتا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی خبر کے منتظر ہوتے ادھر اس نے عرض کی کہ سورج ڈوبا ادھر حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خرما وغیرہ تناول فرمایا۔

حاکم بسند صحیح سہل بن سعد اور طبرانی کبیر میں ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی یہ سہل کی حدیث ہے

قال كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اذا كان صائما امر رجلا فاوفى على شئ فاذا قال غابت الشمس افطر.

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب روزہ رکھتے تو کسی آدمی کو حکم فرماتے کہ بلندی سے آفتاب کو دیکھتا رہے جب وہ کہتا کہ سورج ڈوب گیا تو حضور تناول فرمالیتے۔ (مولف)

و لفظ حديث ابى الدرداء امر رجلا يقوم على نشز من الارض فاذا قال وجبت الشمس افطر.

ابودرداء کی حدیث میں ہے کہ قریب غروب کسی کو حکم فرماتے کہ بلندی پر کھڑا ہوکر آفتاب کو دیکھتا رہے جب وہ عرض کرتا کہ سورج ڈوب گیا تو حضور تناول فرماتے۔

عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی کی کشف الغمۃ عن جمیع الامۃ میں ہے

كانت عائشة رضى الله تعالىٰ عنها تقول رأيت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و هو صائم يترصد غروب الشمس بتمرة فلما توارت القاها فى فيه.

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حالت روزہ میں دیکھا کہ چھوہارا لے کر غروب شمس کا انتظار فرماتے جب سورج ڈوب جاتا تو چھوہارا تناول فرمالیتے۔(مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۴،ص ۶۵۳-۶۵۴ العروس المعطار)

بعد افطار حضور نے دعا دی

ابوداؤد وغیرہ بسند صحیح انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی

ان النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم جاء الى سعد بن عباد فجاء بخبز و زيت

فاکل ثم قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افطر عندکم الصائمون و اکل طعامکم الابرار وصلت علیکم الملائکۃ.

حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سعد بن عباد کے یہاں تشریف لائے انھوں نے روٹی اور زیتون پیش کیا حضور نے تناول فرمانے کے بعد فرمایا تمھارے پاس روزہ داروں نے افطار کیا اور تمھارا کھانا نیکوں نے کھایا اور ملائکہ نے تم کو دعائے رحمت و مغفرت دی۔ (مولف)

و فی لفظ افطرنا مرۃ مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقربوا الیہ زیتا فاکل و اکلنا حتی فرغ قال اکل طعامکم الابرار وصلت علیکم الملائکۃ. وافطر عندکم الصائمون.

دوسری روایت میں یوں ہے کہ ہم نے ایک بار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ افطار کیا تو زیتون پیش کیا گیا تناول فرمانے کے بعد حضور نے فرمایا کہ تمھارا کھانا ابرار نے کھایا اور فرشتوں نے دعائے مغفرت کی اور روزہ داروں نے افطار کیا۔ (مولف)

(فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۶۵۷ ـ العروس المعطار)

صوم نفل

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر پیر کو نفل روزہ رکھتے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۲۲۴)

حضور کے لیے صوم رمضان کی تخصیص

ابن جریر و ابویعلی و بزار ابوہریرہ سے اور بیہقی ابوہریرہ و ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی

(فیہ قولہ عزوجل لنبیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حین ذکر ما اعطی الانبیاء

السابقين عليهم الصلاة و التسليم من الفضائل) اعطيتک ثمانية اسهم الاسلام و الهجرة و الجهاد و الصلاة و الصدقة و صوم رمضان و الامر بالمعروف و النهى عن المنكر.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی (اس میں یہ ہے کہ جب انبیاء سابقین علیہم الصلاۃ والسلام کے فضائل ومناقب کا ذکر اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمایا) تو فرمایا کہ میں نے تم کو آٹھ حصے عطا کیے۔ اسلام اور ہجرت و جہاد اور نماز وصدقہ اور رمضان کے روزے وامر بالمعروف اور نہی عن المنکر۔ (مولف) (فتاوی رضویہ ج ۲، ص ۱۹۶)

سحری میں تاخیر

نسائی وطحاوی وزر بن جیش سے راوی

قال قلنا لحذيفة اى ساعة تسحرت مع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال هو النهار الا ان الشمس لم تطلع .

ہم نے حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا آپ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کس وقت سحری کھائی تھی کہا دن ہی تھا مگر یہ کہ سورج نہ چمکا تھا۔

امام طحاوی کی روایت میں یوں صاف تر ہے۔

قلت بعد الصبح قال بعد الصبح غير ان الشمس لم تطلع.

میں نے کہا بعد صبح کے کہا ہاں بعد صبح کے مگر آفتاب نہ نکلا تھا۔

ان روایات کی جمع وتطبیق میں امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں :

رائے فقیر میں ان روایات کا عمدہ محمل یہی ہے کہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے علم نبوت کے مطابق حقیقی منتہائے لیل پر سحری تناول فرمائی کہ فراغ کے ساتھ ہی صبح چمک آئی۔ حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گمان ہوا کہ سحری دن میں کھائی بعد صبح، اور واقعی جو شخص سحری کا پچھلا نوالہ کھا کر آسمان پر نظر اٹھائے تو صبح طالع پائے وہ سوا اس کے کیا گمان کر سکتا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۳۶۰۔ حاجز البحرین)

فضائل رمضان پر حضور کا خطبہ

صحیح ابن خزیمہ میں سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے سلخ شعبان کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبہ فرمایا اور اس میں رمضان مبارک کے فضائل و رغائب ارشاد کیے ازاں جملہ فرمایا۔

استكثروا فيه من اربع خصال خصلتين ترضون بهما ربكم و خصلتين لاغنى بكم عنهما فاما الخصلتان اللتان ترضون بهما ربكم فشهادة ان لا اله الا الله و تستغفرونه و اما الخصلتان اللتان لا غنى بكم عنهما فتسألون الله الجنة و تعوذون به من النار.

اس مہینے میں چار باتوں کی کثرت کرو دو باتیں وہ جن سے تمھارا رب راضی ہو اور دو کی تمھیں بر وقت ضرورت۔ وہ دو جن سے تمھارا رب راضی ہو کلمہ شہادت و استغفار ہیں اور دو جن کی تمھیں ہمیشہ ضرورت ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ سے جنت مانگو اور دوزخ سے اس کی پناہ چاہو۔

(فتاویٰ افریقہ، ص ۲۲)

حضور علیہ السلام کا اعتکاف

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام رمضانوں میں صرف آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے۔

صرف ایک رمضان میں آپ سے اعتکاف فوت ہوا اور ماہ شوال میں قضا فرمائی۔ اور ایک مرتبہ اول عشرہ میں اعتکاف فرمایا اور ایک مرتبہ درمیانی عشرہ میں اور ایک مرتبہ عشرۂ اخیرہ میں اور جب یہ معلوم ہوا کہ شب قدر آخری عشرہ میں ہے تو اس کے بعد آخر عمر شریف تک عشرۂ اخیرہ میں ہی اعتکاف فرمایا۔ اور اعتکاف کے لیے مسجد میں خیمہ لگایا اور کبھی تخت بچھایا جاتا اور اس پر فرش بچھایا جاتا۔ اور ہر سال دس دن معتکف رہتے اور آخری سال میں بیس دن اعتکاف فرمایا۔ (مولف) (مدارج النبوۃ جلد اول)

اعتکاف کی مواظبت

حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اعتکاف اور اس کے بعض احوال سے متعلق امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

اعتکاف عشرۂ اخیرہ کہ سنت موکدہ علی وجہ الکفایہ ہے جس پر حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مواظبت ومداومت فرمائی۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۶۶۱)

اعتکاف میں سر مبارک کا دھونا

كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يدنى رأسه الكريم لام المومنين الصديقة رضى الله تعالىٰ عنها و هى فى بيتها و هو صلى الله تعالىٰ عليه وسلم معتكف فى المسجد لتغسله فتقول انا حائض فيقول حيضتك ليست فى يدك .

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مسجد میں معتکف ہوتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا گھر میں ہوتیں تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سر اقدس کو دھونے کے لیے حضرت عائشہ کے قریب کر دیتے، حضرت عائشہ عرض کرتیں میں حائضہ ہوں، تو حضور فرماتے کہ حیض تمھارے ہاتھ میں نہیں ہے۔ (مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۲۷)

رویت ہلال

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

یسئلونک عن الاھلة قل ھی مواقیت للناس و الحج.

تم سے نئے چاند کو پوچھتے ہیں تم فرمادو وہ وقت کی علامتیں ہیں لوگوں اور حج کے لیے۔

(البقرة،١٨٩)

یہ آیت حضرت معاذ بن جبل اور ثعلبہ بن غنم انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے جواب میں نازل ہوئی ان دونوں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چاند کا کیا حال ہے ابتدا میں بہت باریک نکلتا ہے پھر روز بروز بڑھتا ہے یہاں تک کہ پورا روشن ہو جاتا ہے پھر گھٹنے لگتا ہے اور یہاں تک گھٹتا ہے کہ پہلے کی طرح باریک ہو جاتا ہے ایک حال پر نہیں رہتا۔

اس سوال سے مقصد چاند کے گھٹنے بڑھنے کی حکمت دریافت کرنا تھا۔ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ سوال کا مقصود چاند کے اختلافات کا سبب دریافت کرنا تھا۔

جواب میں ارشاد ہوا کہ چاند کے گھٹنے بڑھنے کے فوائد میں سے یہ ہے کہ وہ وقت کی علامتیں ہیں اور آدمیوں کے ہزار ہا دینی و دنیوی کام اس سے متعلق ہیں زراعت، تجارت، لین دین کی معاملات، روزے اور عید کے اوقات، عورتوں کی عدتیں، حیض کے ایام، حمل اور دودھ پلانے کی مدتیں، دودھ چھڑانے کے وقت اور حج کے اوقات اس سے معلوم ہوتے ہیں۔ کیوں کہ اول میں جب چاند باریک ہوتا ہے تو دیکھنے والا جان لیتا ہے کہ یہ ابتدائی تاریخیں ہیں اور جب چاند پورا روشن ہوتا ہے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ مہینے کی درمیانی تاریخ ہے اور جب چاند چھپ جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ مہینہ ختم پر ہے۔ اسی طرح ان کے مابین ایام میں چاند کی حالتیں دلالت کیا کرتی ہیں پھر مہینوں سے سال کا حساب ہوتا ہے۔ یہ وہ قدرتی

جنتری ہے جو آسمان کے صفحہ پر ہمیشہ کھلی رہتی ہے اور ہر ملک اور ہر زبان کے لوگ پڑھے بے پڑھے سب اس سے اپنا حساب معلوم کر لیتے ہیں۔(مولف) (خزائن العرفان)

چاند دیکھ کر چہرہ پھیر لینا

چاند دیکھ کر چہرہ پھیر لینے اور رویت ہلال کی دعا وغیرہ سے متعلق امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں :

حدیث میں ہے

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا رأی الھلال صرف وجھہ .

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نیا چاند دیکھتے اپنا چہرہ اس کی طرف سے پھیر لیتے۔ اسے ابوداؤد نے قتادہ سے مرسلاً روایت کیا۔

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں :

شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ شر کی چیز ہے اسے مناوی نے تیسیر میں افادہ کیا۔

اقول، یا یہ کہ کفار نے اس کی عبادت کی، اور شرع میں اسے دیکھ کر اللہ جل جلالہ سے دعا کرنی آئی تو پسندیدہ ہوا کہ منہ پھیر کر کی جائے تا کہ کفار سے مشابہت نہ لازم آئے۔

رویت ہلال کی دعائیں

حدیث میں رویت ہلال کی بہت دعائیں آئیں ،بعض حصن حصین میں مذکور ہیں۔

ترمذی، نسائی، حاکم ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم نے چاند کو دیکھ کر فرمایا

یا عائشة استعیذی بالله من شر هذا فان هذا هو الغاسق اذا وقب.

اے عائشہ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ اس شر سے کہ یہی ہے وہ اندھیری ڈالنے والا جب ڈوبے یا گہنائے یعنی قرآن عظیم میں جس غاسق کا ذکر فرمایا **و من شر غاسق۔** اور اس کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم آیا، اس سے یہی چاند مراد ہے۔

امام احمد رضا بریلوی نے احادیث سے رویت ہلال کی جن دعاؤں کا استخراج فرمایا ہے وہ یہ ہیں۔

(۱) **الله اکبر الله اکبر الحمد لله لا حول و لا قوة الا بالله، اللهم انی اسئلک من خیر هذا الشهر. و اعوذ بک من شر القدر و من شر یوم المحشر.**

(۲) **عن عبادة بن الصامت هلال خیر و رشد آمنت بالذی خلقک.**

(۳) **عن قتادة بلاغا اللهم انی اسئلک من خیر هذا.**

(۴) **اللهم انی اسئلک من خیر هذا الشهر و خیر القدر و اعوذ بک من شره.**

(۵) **عن رافع بن خدیج باسناد حسن اللهم اهله علینا بالیمن و الایمان و السلامة و الاسلام.**

(۶) **عن طلحة بن عبید الله باسناد حسن التوفیق لما تحب و ترضی**

(۷) **عن طلحة، عن ابن عمر و السکینة و العافیة و الرزق الحسن.**

(۸) عن حدیر السلمی مرسلاً ربی و ربک الله .

(۹) عن طلحة، عن ابن عمر الحمد لله الذی ذهب بشهر کذا.

(۱۰) و عن قتادة بلاغا سن عن عبد الله بن مطرف اسئلک من خیر هذا الشهر و نوره و برکته و هداه و طهوره و معافاته ، سن مثله اللهم ارزقنا خیره و نصره و برکته و فتحه و نوره و نعوذبک من شر و شر ما بعده مومص عن علی موقوفاً.

رویت ہلال کے لیے حکم شارع

شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صوم وفطر کا حکم رویت پر معلق فرمایا۔ صحیحین وغیرہا میں بطریق کثیرہ بہت صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے مروی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں :

صوموا لرویته و افطر لرویته فان اغمی علیکم فاکملوا عدة شعبان ثلثین.

چاند دیکھ کر روزہ رکھو، چاند دیکھ کر ختم کرواور اگر مطلع صاف نہ ہو تو تیس کی گنتی پوری کرلو۔

باقی رہا حساب اسے خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک لخت ساقط کردیا صاف ارشاد فرماتے ہیں۔

انا امة امیة لا نکتب و لا نحسب الشهر هکذا و هکذا و الشهر هکذا وهکذا.

ہم امی امت ہیں نہ لکھیں نہ حساب کریں، دونوں انگلیاں تین بار اٹھا کر فرمایا مہینہ یوں اور یوں اور یوں ہوتا ہے تیسری دفعہ میں انگلیاں بند فرمالیا یعنی انتیس۔ اور مہینہ یوں اور یوں ہوتا ہے ہر بار سب

انگلیاں کھلی رکھیں یعنی تنیں۔ اسے بخاری و مسلم و ابوداؤد و نسائی نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۵۷۳۔۵۷۴۔۵۷۵۔ البدور الاجلہ مع شرح و حاشیہ)

حج

حج کے لغوی معنی قصد و ارادے کے ہیں، اور شریعت مطہرہ میں مخصوص شکل میں بیت اللہ کی طرف قصد کرنے کا نام ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد ایک حج کیا جسے حجۃ الوداع اور حجۃ الاسلام کہتے ہیں اور لوگوں کو تعلیم احکام و مسائل فرمائی اور فرمایا شاید تم مجھے آئندہ سال نہ پاؤ اور ان کو سفر آخرت کی بنا پر رخصت فرمایا اور خطبہ دیا۔ اور فرمایا کہ وہ وقت قریب ہے جب تم اپنے رب کے حضور حاضر ہو گے اور وہ تم سے تمھارے اعمال کی پرسش فرمائے گا۔ آگاہ و خبردار ہو جاؤ میرے بعد گمراہ نہ ہونا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ پھر کفر کی طرف نہ لوٹ جانا کیوں کہ تم میں سے کچھ لوگ ایک دوسرے کو قتل کریں گے اور آگاہ و خبردار ہو جاؤ میں نے تم کو تمھارے احکام پہنچا دیے ہیں۔

اور فرمایا خداوندا تو گواہ رہ تمھیں لازم ہے کہ یہ حاضرین غائب کو احکام پہنچائیں اور جس کو یہ احکام پہنچائے جائیں وہ پہنچانے والے سے زیادہ یاد رکھنے والا اور زیادہ جاننے والا ہے۔ اور فرمایا حج کے مناسک و مسائل سیکھ لو شاید کہ میں دوسری بار حج نہ کر سکوں، اور فرمایا اپنے رب کی عبادت کرو، پنجگانہ نمازیں پڑھو، ماہ رمضان کے روزے رکھو، اور اپنے اولی الامر کی اطاعت کرو تا کہ حق تعالیٰ تمھیں جنت میں داخل کرے۔

یہ ہجرت کا دسواں سال تھا لیکن ہجرت سے پہلے بعض کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو حج کیے اور بعض کہتے ہیں کہ تین، اور بعض اس سے زیادہ کہتے ہیں۔ قول محقق یہ ہے کہ کوئی عدد معین و محفوظ

نہیں ہے۔

اور حج کی فرضیت جمہور کے نزدیک ہجرت کے آٹھویں سال میں ہوئی ہے اور تحقیق یہ ہے کہ نویں سال میں ہے اور اسی سال اسباب سفر کی تیاری میں مشغول ہوئے لیکن غزوات کی بناء پر اس سال آپ کو تشریف لے جانا میسر نہ آیا اور بارگاہ نبوت میں مسلسل وفود کے آنے کی وجہ سے احکام کی تعلیم نہ فرما سکے۔

چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر الحج بنا کر مکہ مکرمہ بھیج دیا اور ان کے پیچھے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو سورہ برأت کا حکم مشرکوں پر سنانے کے لیے بھیجا ۔ جب حضرت علی مرتضیٰ مکہ مکرمہ پہنچے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے فرمایا تم امیر ہو یا مامور، فرمایا نہیں مامور ہوں، اور حضرت علی مرتضیٰ کو سورۂ برأت کا حکم لے کر خاص طور سے بھیجنا اس وجہ سے ہوا کہ اس سورۃ میں مشرکوں کے نقض عہد اور عقد عہد کا ذکر ہے کہ نقض عہد کا ذمہ دار خود وہ شخص ہوگا یا اس کے گھر والے ہوں گے۔

اور جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حج کا ارادہ فرمایا اور صحابہ کرام کو اس کی خبر دی تو سب کے سب حج کے لیے تیاری کرنے لگے اور یہ خبر جب شہروں اور دیہاتوں میں پہنچی تو اطراف و جوانب سے لوگ مدینہ منورہ پہنچنا شروع ہو گئے اور سب ہی مسلمان یا تو مدینہ منورہ آ گئے یا مکہ کی راہ میں ہر طرف سے آ آ کر ملنے لگے اور حجاج کی اتنی تعداد ہو گئی جو حد حصر و حساب سے باہر ہو گئی یہاں تک کہ لوگ کہتے ہیں کہ آگے پیچھے، داہنے بائیں جس طرف بھی نظر اٹھائی جاتی آدمی ہی آدمی نظر آتے تھے کتنے پیادہ تھے اور کتنے سوار، ان کی تعداد معلوم ہی نہیں ہے، ایک روایت میں ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار تھے۔ غرضیکہ ذوالحجہ میں احرام باندھ کر نکلے مکہ پہنچے اور حج ادا کیا۔

حضور چاہ زم زم پر

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چاہ زمزم پر تشریف لائے تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی اولاد نے (چوں کہ چاہ زمزم ان کی تحویل میں تھا) پانی کھینچا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبدالمطلب کی اولاد پانی نکالو کیوں کہ یہ نیک عمل ہے اگر اس کا خطرہ نہ ہوتا کہ لوگ تم پر غلبہ کریں گے تو مَیں خود اتر کر کنواں سے پانی نکالتا اور پانی پلانے میں تمھاری مدد واعانت کرتا کیوں کہ پانی پلانے میں فضل و برکت اور بزرگی ہے۔ مطلب یہ کہ اگر میں خود اس کو کروں تو میرے بعد میری امت پر سنت ہو جائے گی اور تمام لوگ میرے اتباع کے ارادے سے اختیار کر لیں گے اور تم پر غالب آجائیں گے اور تمھاری نوبت نہ آئے گی اور یہ منصب تمھارے ہاتھ سے چلا جائے گا تو انھوں نے ایک ڈول حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اور حضور نے کھڑے ہو کر نوش فرمایا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کھڑے ہو کر پانی پینا یا تو بیان جواز کے لیے تھا یا ضرورت و حاجت کی وجہ سے تھا کیوں کہ ہجوم کی زیادتی سے بیٹھنے کی جگہ نہ تھی یا کوئی اور ضرورت و حاجت ہوگی۔ بعض کہتے ہیں کہ کھڑے ہو کر پینا آب زمزم اور آب وضو کے ساتھ خاص ہے۔

چاہ زم زم

چاہ زم زم کے نام کی وجہ یہ ہے کہ اس کا پانی بہت زیادہ ہے اور زم زم یا زازم، کثیر پانی کو کہتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ یہ لفظ کسی چیز سے مشتق نہیں ہے بلکہ شروع ہی سے اس کا یہی نام ہے۔ سب سے پہلے جس نے زم زم کو نمودار کیا وہ جبریل علیہ الصلاۃ والسلام تھے، جس وقت حضرت اسماعیل علیہ الصلاۃ والسلام پیاسے ہوئے اور زمین پر اپنا قدم مبارک مارا تو اس جگہ چشمہ نمودار ہو گیا اور مشکیزہ بھرنے کے لیے پانی کو احاطہ میں لے لیا تا کہ پھیلے نہیں۔ اگر اس کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جاتا تو چشمہ جاری ہو جاتا جیسا کہ حدیث

میں آیا ہے۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے اس جگہ کنواں بنایا اور جب قبیلۂ جرہم نے مکہ مکرمہ میں سکونت اختیار کی تو انھوں نے اسے پاٹ دیا یہاں تک کہ اس کا کوئی نشان تک نہ چھوڑا، بعدازاں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دادا حضرت عبدالمطلب کو جب حق تعالیٰ نے اس کرامت کے ساتھ مخصوص فرمایا تو خواب میں یہ کنواں دکھایا تو انھوں نے عام الفیل میں اسے کھودا۔ ایک روایت میں ہے کہ عام الفیل سے پہلے اس کے بعد ابوطالب نے اسے تعمیر کیا اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود بہ نفس نفیس پتھر لاتے تھے جیسا کہ تاریخ مکہ میں مذکور ہے اور اس کے فضل وخواص میں اخبار وآثار بکثرت ہیں جیسا کہ احادیث میں وارد ہیں۔

عمرہ

عمرہ کے لغوی معنی زیادتی کے ہیں اور عمرہ حج پر اضافہ ہے اور عمرہ مسجد حرام پر تعمیر وتعظیم ہے۔

اور شریعت میں افعال مخصوصہ کا نام ہے جو طواف اور سعی ہے اس میں وقوف عرفہ نہیں ہے کیوں کہ یہ حج کے ساتھ مخصوص ہے اور حج کے ساتھ عمرے کی نسبت ایسی ہے جیسی نماز فرض کے ساتھ نماز نفل کی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمرے کی تعداد چار بتاتے ہیں

پہلا عمرہ حدیبیہ کا ہے، جو ہجرت کے چھٹے سال بقصد عمرہ نکلے تھے اور جب حدیبیہ کے مقام پر جو مکہ مکرمہ سے ایک منزل کے فاصلے پر ہے تو یہاں تمام مشرکین جنگ کے لیے نکل کھڑے ہوئے اور مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے باز رکھا چوں کہ فتح کی میعاد ابھی پوری نہ ہوئی تھی، تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بحکم الٰہی صلح کرکے احرام سے باہر آگئے اور مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے اور قرار پایا کہ آئندہ تشریف لائیں اور عمرہ بجالائیں۔

اور دوسرا عمرہ ۷ ھ میں قرارداد صلح کے بموجب ہے۔ آپ مکہ مکرمہ تشریف لائے عمرہ کیا اور تین دن کے بعد مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے۔

اور تیسرا عمرہ ۸ ھ میں ہوا جو فتح مکہ کا سال ہے آپ نے حنین کی غنیمتوں کی تقسیم کے بعد جعرانہ سے جو مکہ سے ایک منزل کے فاصلے پر ہے رات کو آئے اور عمرہ کیا اور اسی رات جعرانہ واپس تشریف لائے۔

اور چوتھا عمرہ دسویں سال اس حج کے ساتھ ہے جسے حجۃ الوداع کہتے ہیں

بعض علماء تین عمرے کہتے ہیں کہ کیوں کہ حدیبیہ میں حقیقۃً عمرہ نہ ہوا تھا اس لیے کہ مکہ مکرمہ میں اخلہ نہ ہوا تھا اور حدیبیہ میں ہی احرام کھول کر مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے تھے لیکن جمہور علماء اسے عمرہ کا حکم دیتے ہیں۔ (مؤلف) (مدارج النبوۃ جلد اول)

حضور کا طواف کعبہ

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طواف کعبہ اور کعبہ معظمہ سے حضور کے خطاب فرمانے سے متعلق امام احمد رضا بریلوی ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں :

سنن ابن ماجہ میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے، میں نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ کعبہ معظمہ کا طواف کرتے اور فرماتے۔

ما اطيبك و اطيب ريحك ما اعظمك و ما اعظم حرمتك و الذى نفس محمد بيده لحرمة مومن اعظم عند الله من حرمتك.

اے کعبہ تو کتنا پاکیزہ ہے اور تیری خوشبو کتنی پاکیزہ ہے، تو کیسا عظیم ہے اور تیری حرمت کتنی بڑی ہے۔ قسم اس کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی جان ہے بیشک اللہ تعالیٰ کے

نزدیک مسلمانوں کی حرمت تیری حرمت سے بہت زیادہ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۱ ص ۳۰)

نوٹ : حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حج کا تفصیلی ذکر ''حجۃ الوداع'' کے بیان میں گزر چکا ہے۔ (مولف)

قربانی

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اپنے دست مبارک سے تریسٹھ اونٹ ذبح فرمائے اور تریسٹھ کا عدد آپ کی عمر مبارک کے سال کا عدد تھا۔

ابوداؤد میں ہے کہ پانچ چھ اونٹ خود قریب ہوتے اور ہجوم کر کے آتے تاکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہلے انھیں ذبح فرمائیں اور ہر اونٹ قریب ہونے کی کوشش کرتا اور دوسروں کو دھکا دیتا تاکہ اسے پہلے ذبح فرمائیں۔

امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تقریباً سینتیس (۳۷) اونٹ صحابہ کے ذبح فرمائے جن میں سے تین اونٹ خود ان کے تھے یہ تمام اونٹ اپنے اور دوسروں کے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے ساتھ لائے تھے کل سو اونٹ ذبح فرمائے۔

اور مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کی جانب سے گائے ذبح فرمائی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جانب سے ایک اونٹ ذبح فرمایا۔

مسلم ابوداؤد اور ترمذی و نسائی نے ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا کہ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم ماہ ذی الحجہ کو دیکھو اور کوئی تم میں سے قربانی کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہیئے کہ اپنے جسم سے بال اور ناخن کو قربانی کے وقت تک دور نہ کرے۔ اور بعض علمائے مذہب

اور امام احمد کا مذہب اسی پر ہے کہ یہ نہی اور ممانعت بر سبیل تحریم ہے اور بعض کا مذہب یہ ہے کہ یہ بر طریق کراہت ہے۔

جاننا چاہیئے کہ ذبح میں جہاں تقرب و عبادت مقصود ہے وہ تین ہیں۔

ایک ہدی یعنی حج کی قربانی جسے حرم میں جانور ساتھ لے جا کر یا بھیج کر ذبح کرتے ہیں۔

دوسرا اضحیہ یعنی روز عید اضحیٰ قربانی دی جاتی ہے۔

تیسرا عقیقہ جو نو مولود بچے کے لیے ذبح کرتے ہیں۔ (مولف) (مدارج النبوۃ جلد اول)

حضور نے گائے کی قربانی فرمائی

قربانی تقرب الی اللہ کا ذریعہ ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اپنی اور ازواج مطہرات اور اپنی امت کی طرف سے قربانیاں فرمائیں، اس مضمون سے متعلق امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود گائے کی قربانی کی اور مسلمانوں کو ایک گائے کی قربانی میں سات سات آدمیوں کے شریک ہونے کا حکم فرمایا۔ مذہب اسلام میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام کی چھ کتابیں سب سے زیادہ مشہور ہیں، جنھیں صحاح ستہ کہتے ہیں ان سب کتابوں میں یہ مضمون صراحۃً موجود ہے۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا

ضحی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم عن نسائه بالبقرة .

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی بی بیوں کی طرف سے گائے کی قربانی کی۔

ترمذی ونسائی وابن ماجہ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے

قال کنا مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فحضر الاضحیٰ فذبحنا البقر عن سبعة.

ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ بقرعید آئی تو ہم نے سات آدمیوں کی طرف سے ایک گائے ذبح کی۔

اونٹ کی قربانی

صحیح مسلم شریف میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے

اشترکنا مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الحج و العمرة کل سبعة منافی بدنة فقال رجل لجابرا یشترک فی البقرة ما یشترک فی الجزور فقال ما ھی الا من البدن.

حج وعمرہ میں ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ قربانی کے ایک ڈیل دار جانور میں سات سات آدمی شریک ہوئے کسی نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کیا گائے کی قربانی میں بھی اتنے ہی آدمی شریک ہوسکتے ہیں جتنے اونٹ میں فرمایا گائے بھی بدنہ ہی میں داخل ہے۔ (انفس الفکر فی قربان البقر)

دنبے کی قربانی

شرح معانی الآثار شریف میں ہے

قد رأینا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ضحی بکبشین موجوئین.

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوخصی دنبے قربانی کیے۔

(فتاویٰ رضویہ ج۹، ص۲۹۰_الکشف شافیا)

مینڈھے کی قربانی

احمد ودارمی وابوداؤد وابن ماجہ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی

قال ذبح النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم الذبح کبشین اقرنین املحین موجوئین فلما وجههما قال انی وجهت وجهی للذی فطر السموات و الارض. الحدیث.

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذبح یعنی بقرعید کے دن دومینڈھے سینگ والے چت کبرے خصی کیے ہوئے ذبح فرمائے جب ان کا منہ قبلہ کو کیا تو یہ پڑھا **انی وجهت وجهی الخ.** (مولف)

بخاری ومسلم ودارمی وابن ماجہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں

قال ضحی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بکبشین املحین فرأیته واضعا قدمه علی صفائحهما یسمی و یکبر فذبحهما بیده.

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دومینڈھے چت کبرے سینگ والوں کی قربانی کی انھیں اپنے دست مبارک سے ذبح فرمایا اور **بسم اللہ اللہ اکبر** کہا، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور کو دیکھا کہ حضور نے اپنا پاؤں ان کے پہلو پر رکھا اور **بسم اللہ اللہ اکبر** کہا۔ (مولف)

(فتاویٰ رضویہ ج۸، ص۳۱۷)

گائے کا گوشت

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گائے کی قربانی فرمائی اور اس کے کھانے کھلانے کا حکم فرمایا۔ خود بھی ملاحظہ فرمایا یا نہیں اس کا ثبوت نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۸، ص ۳۶۹)

حدیبیہ کی قربانی

سنن ابی داؤد میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اھدی عام الحدیبیۃ جملا کان لابی جھل فی رأسہ برۃ من فضۃ و فی روایۃ من ذھب یغیظ بذلک المشرکین .

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے سال ایک اونٹ قربانی کے لیے بھیجا جو ابوجہل کا تھا (جو جنگ بدر میں اموال غنیمت میں ہاتھ آیا تھا) اس کے سر یعنی ناک میں چاندی یا سونے کا ایک حلقہ تھا جس سے مشرکین جلتے تھے۔ (مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۸، ص ۵۳۲)

امت کی طرف سے قربانی

صحیحین میں ہے :

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ضحی بکبشین املحین احدھما عن نفسہ و الاخر عن امتہ .

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو مینڈھے کی قربانی فرمائی ایک اپنی جانب سے اور دوسرا اپنی امت کی طرف سے۔ (مولف)

و زاد ابن ماجۃ ذبح احدھما عن امتہ لمن شھد لہ بالتوحید و شھد لہ بالبلاغ

و ذبح الآخر عن محمد و آل محمد.

اور ابن ماجہ کے یہاں یہ ہے کہ ایک ذبح فرمایا امت کے ان لوگوں کی طرف سے جنھوں نے حضور کے لیے وحدانیت کی اور رسالت پہچاننے کی گواہی دی اور دوسرا محمد و آل محمد کی جانب سے۔

(مولف)

امام احمد وغیرہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی

عنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قولہ عند التضحیۃ اللھم لک و منک عن محمد و امتہ.

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذبح کے وقت کہا! اے اللہ یہ تیرے لیے اور تیری عطا سے محمد اور ان کی امت کی طرف سے ہے۔(مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۲۰۶)

نماز جنازہ

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میت پر ایسے امور سے احسان فرماتے جو اس کے لیے قبر اور قیامت میں سودمند و نافع ہو جائے اور اس کے اقارب اور گھر والوں کے ساتھ تعزیت، طعام، پرسش احوال اور تجہیز و تکفین میں مدد کے ساتھ احسان فرماتے، اور صحابہ کی جماعت کے ساتھ نماز جنازہ پڑھتے، اس کے لیے استغفار فرماتے اور اس کے بعد صحابہ کے ساتھ مدفن تک جنازہ کے ساتھ جاتے اور قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر اس کے لیے دعا فرماتے اور کلمۂ ایمان پر ثابت رہنے کی تلقین فرماتے۔ اور منکر و نکیر کے سوال و جواب سکھاتے اور اس کی قبر پر مٹی وغیرہ ڈال کر تیار کرتے اور حصول روح و راحت کے بموجب اور رحمت و مغفرت کے نزول کی خاطر سلام و دعا سے مخصوص فرماتے۔

ایک عرصہ تک صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی یہ عادت رہی کہ جب کسی کے انتقال کا وقت قریب آتا اور سکرات کا عالم طاری ہوتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بلاتے اور حضور تشریف لاتے تاکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حضوری میں وہ جان قربان کرے اس کے بعد تجہیز و تکفین فرماتے، نماز پڑھتے اور قبر تک جنازہ کے ساتھ مشایعت فرماتے، اور جب صحابہ کرام نے دیکھا کہ اس میں بڑی مشقت و دشواری ہے تو انھوں نے اس میں اختصار سے کام لیا۔

چنانچہ جب کوئی انتقال کر جاتا تو حضور کو اطلاع دیتے تاکہ تجہیز و تکفین اور نماز و دفن میں تشریف فرما ہوں۔ اس کے بعد جب صحابہ نے دیکھا کہ یہ بھی مشقت سے خالی نہیں ہے تو میت کی تجہیز و تکفین کر کے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا انتظار کرتے تاکہ نماز پڑھائیں۔ اور نادر اوقات میں مثلاً رات ہوتی یا کوئی اور مانع ہوتا تو صحابہ نماز کے لیے بھی خبر نہ دیتے اور خود ہی نماز پڑھا دیتے اور دفن کر دیتے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے جاتے اور اس کی قبر پر نماز پڑھتے۔

ابتدائی زمانہ میں ایسا تھا کہ جب میت کو لایا جاتا تو دریافت فرماتے کہ اس پر کوئی قرض کا بار ہے یا نہیں اور کچھ مال چھوڑا ہے یا نہیں جس سے بار قرض اتارا جا سکے۔ اگر وہ کہتے کہ کچھ مال چھوڑا ہے یا کسی نے اپنے ذمہ قرض کو لے لیا ہے تو پڑھاتے ورنہ صحابہ کو فرماتے کہ اپنے ساتھی کی نماز تم ہی پڑھاؤ اور خود نہ پڑھاتے۔ اور جب حق تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے شہروں کو فتح فرمایا اور اموال میں وسعت بخشی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بار قرض کے بارے میں سوال کرنا اور پوچھنا چھوڑ دیا۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس کسی نے مال چھوڑا ہے وہ اس کے اہل وعیال کا ہے اور جس نے قرض چھوڑا ہے یا اہل وعیال چھوڑے ہیں وہ میرے ذمۂ کرم پر ہے۔

نماز جنازہ میں کبھی چار، کبھی پانچ، کبھی چھ تکبیریں فرماتے اور صحابہ کا عمل بھی مختلف مروی ہے اور جو حضرات چار سے زیادہ تکبیر کہنے سے منع کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ثابت شدہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو آخری نماز جنازہ پڑھائی اس میں چار تکبیریں تھیں اور یہی مقرر ومتعین ہوگیا۔ اس باب میں اخبار وآثار چار تکبیروں کی ہی مستفیض ومشہور ہیں اور یہی روایات کثیرہ اور طرق متعددہ سے ثابت ہو چکا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ فرشتوں نے حضرت آدم علیہ الصلاۃ و السلام کی جب نماز جنازہ گزاری تو انھوں نے چار تکبیریں کہیں، اور کہا **هذا سنتكم يا بني آدم** .

اے بنی آدم یہ تمھارے لیے تمھاری سنت ہے۔ اسے حاکم نے مستدرک میں اور ابونعیم نے حلیہ میں روایت کیا ہے۔

اور جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نماز جنازہ فوت ہو جاتی تو حضور قبر پر نماز ادا فرماتے

،ایک مرتبہ ایک دن رات کے بعد، اور ایک مرتبہ تین دن کے بعد، بلکہ ایک ماہ کے بعد آیا، حدیث میں ایسا ہی آیا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ جب تک میت پھولے پھٹے نہیں جائز ہے اور اس کا اندازہ تین دن کا کرتے ہیں۔ اور بعض کے نزدیک اس وقت تک جائز ہے جب تک کہ میت گل سڑ نہ جائے۔ اور ایسا ایک سے زیادہ کا بھی احتمال رکھتا ہے۔

اس مسئلہ میں فقہاء اختلاف رکھتے ہیں۔ بعض اسے خصائص نبوت میں شمار کرتے ہیں کیوں کہ حدیث میں ہے کہ فرمایا قبر تاریکی سے لبریز ہے اور میری نماز اسے روشن بنانے والی ہے۔ اور حق وصواب یہ ہے کہ یہ عام ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ جس کی نماز جنازہ نہ پڑھی گئی ہو اور بغیر نماز کے دفن کر دیا گیا ہو تو درست ہے ورنہ نہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنازہ کے ساتھ پیادہ پا تشریف لے جاتے، ترمذی وابوداؤد حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا ہم ایک جنازہ میں گئے تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سواروں کی ایک جماعت دیکھی جو ہمراہ جا رہی تھی، فرمایا یہ لوگ شرم نہیں رکھتے کہ حق تعالیٰ کے فرشتے تو پیدل جا رہے ہیں اور یہ سواری کی پشت پر سوار ہیں۔

ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک گھوڑا سواری کے لیے پیش کیا گیا تا کہ سوار ہوں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سواری سے انکار فرما دیا مگر واپسی پر سواری سے تشریف لائے۔

اور جنازہ جب تک کندھوں سے اتارا نہ جاتا نہ بیٹھتے۔ فرماتے ہیں

اذا اتیتم الجنازۃ فلا تجلسوا حتی توضع.

جب جنازہ آئے تو اس کے رکھے جانے تک نہ بیٹھو۔

اور ایک روایت میں ہے کہ جب تک لحد میں نہ رکھا جائے، نہ بیٹھو۔

غائبانہ نماز جنازہ کی بحث

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے لیکن یہ صحیح ہے کہ شاہ حبشہ نجاشی کے جنازہ کی نماز پڑھی حالاں کہ حبش میں انتقال ہوا تھا اور آپ نے صحابہ سے فرمایا تمھارے ایک بھائی کا انتقال ہو گیا ہے اس کی نماز جنازہ پڑھو تو نماز پڑھنے کی جگہ میدان میں تشریف لائے اور صحابہ کے ساتھ نماز پڑھی اور چار تکبیریں کہیں۔

اور معاویہ لیثی پر نماز پڑھی ہے جس وقت آپ غزوۂ تبوک میں تھے اور معاویہ لیثی مدینہ میں۔ تو جبریل علیہ السلام نے آ کر خبر دی اور کہا کیا آپ پسند فرماتے ہیں کہ آپ کے لیے زمین لپیٹی جائے اور حضور ان پر نماز پڑھیں فرمایا ہاں، اس پر جبریل علیہ السلام نے اپنے پر مار کے درمیان سے پہاڑ، ٹیلے، درخت وغیرہ تمام حجابات اٹھا دیئے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ ان کے جنازے کو اٹھا کر بارگاہ رسالت میں پیش کر دیا پھر حضور نے نماز پڑھی اور فرشتوں کی دو صفیں آپ کے پیچھے تھیں اور ہر صف ستر ہزار فرشتوں کی تھی۔ اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبریل امین سے پوچھا انھیں یہ مرتبہ کس عمل کی بدولت ملا جبریل نے کہا یہ **قل ھو اللہ احد** کو محبوب رکھتا تھا اور اٹھتے بیٹھے، آتے جاتے ہر وقت اسے پڑھتا رہتا تھا۔

جنازۂ غائب پر نماز پڑھنے میں فقہاء اختلاف رکھتے ہیں، امام شافعی و احمد فرماتے ہیں کہ غائب پر نماز جنازہ مطلقاً سنت ہے، اور امام اعظم ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہم اللہ مطلقاً منع کرتے ہیں۔

اور بعض اس طرح تفصیل بیان کرتے ہیں کہ میت اگر ایسے شہر میں ہے جہاں کوئی نماز پڑھنے والا

نہیں ہے تو نماز غائبانہ پڑھیں اور اگر نماز پڑھنے والے ہیں تو فرض ساقط ہوجاتا ہے اب اس نماز غائبانہ کی حاجت وضرورت نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ اس کا جواز اسی دن میں ہے جس دن وہ مرا ہے یا اس کے دوسرے روز، مگر اس کا طول طویل زمانہ تک جواز نہیں ہے۔

اور احناف وموالک جو مطلقاً منع کے قائل ہیں نجاشی کے قصہ کا جواب یہ دیتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے نجاشی کا جنازہ عیاں کر دیا گیا تھا اور درمیان سے تمام حجابات اٹھا دیئے گئے تھے یا جنازے ہی کو لاکر حضور کے آگے رکھ دیا گیا ہوگا۔ اور تمام مسافت کو دور کر دیا گیا ہوگا اور جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر نماز پڑھی تو اسے ملاحظہ فرما رہے تھے مگر صحابہ اس جنازہ کو نہیں دیکھ رہے تھے تو یہ ایسی صورت بن گئی کہ امام تو جنازہ کو دیکھتا ہے اور مقتدی وقوم جنازہ کو نہیں دیکھ رہے ہوتے۔ اس صورت میں بھی باتفاق جائز ہے۔

نیز لیثی کے جنازے میں بھی ایسی صورت واقع ہوئی ہوگی، اور بعض کہتے ہیں کہ یہ محض نجاشی کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ معاویہ لیثی کے قصہ سے خصوصیت جاتی رہی۔

اور یہ بھی مروی ہے کہ جعفر بن ابی طالب اور زید بن حارثہ اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نماز جنازہ پڑھی جو کہ غزوۂ موتہ میں شہید ہوئے تھے۔ (مولف) (مدارج النبوۃ جلد اول)

خادمۂ مسجد کی نماز جنازہ

مسجد اقدس کی ایک خادمہ کی نماز جنازہ سے متعلق امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

موطائے امام مالک وغیرہ میں حدیث ابی امامہ سعد بن سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے جب مسکینہ سودا خادمۂ مسجد ام محجن بیمار ہوئیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اذا ماتت فاذنونی

جب اس کا انتقال ہو مجھے خبر کر دینا۔

ان کا جنازہ شب کو تیار ہوا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جگانا خلاف ادب جانا۔ (ابن ابی شیبہ کی روایت موصولہ میں حدیث سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے) یہ بھی خوف ہوا کہ رات اندھیری ہے زمین میں ہر طرح کے کیڑے ہوتے ہیں اس وقت حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تشریف لے جانا مناسب نہیں قال فدفنها.

یہ خیال کر کے دفن کر دیا۔

صبح حضور کو خبر ہوئی فرمایا، الم آمركم ان توذنوني بها.

کیا میں نے تمھیں حکم نہ دیا تھا کہ مجھے اس کی خبر کر دینا۔

عرض کی یا رسول اللہ کرهنا ان نخرجك ليلا و نوقظك يا رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم.

ہمارے دلوں کو گوارا نہ ہوا کہ رات میں حضور کو باہر تشریف لانے کی تکلیف دیں اور حضور کو خواب راحت سے جگائیں۔ (کہ حضور کا خواب بھی تو وحی ہے کیا معلوم کہ اس وقت حضور خواب میں کیا دیکھتے سنتے ہوں)

صحیح بخاری میں حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے فحقروا شانها صحیح مسلم میں انھیں سے ہے وكانهم صغروا امرها.

یعنی یہ خیال کیا کہ وہ کیا اس قابل تھی کہ اس کے جنازے کے لیے حضور کو جگا کر اندھیری رات میں باہر لے جائیں۔

سنن ابن ماجہ میں عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا فلا تفعلوا ادعونی لجنائزکم .

ایسا نہ کرو مجھے اپنے جنازوں کے لیے بلایا کرو۔

ابوالشیخ عبید بن مرزوق سے راوی

کانت امراء ۃ تقم المسجد فماتت فلم یعلم بھا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فمر علی قبرھا فقال ما ھذا القبر قالوا ام محجن قال التی کانت تقم المسجد قالوا نعم فصف الناس فصلی علیھا ثم قال ای العمل وجدت افضل قالوا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تسمع قال ما انتم باسمع منھا فذکر انھا اجابت ان اقم المسجد.

یعنی ایک بی بی مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھیں ان کا انتقال ہوگیا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کسی نے خبر نہ دی، حضور ان کی قبر پر گزرے دریافت فرمایا یہ قبر کیسی ہے؟ لوگوں نے عرض کی ام محجن کی. فرمایا وہی جو مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھیں، عرض کی ہاں، حضور نے صف باندھ کر نماز پڑھائی۔ پھر ان بی بی کی طرف خطاب کر کے فرمایا تو نے کون سا عمل افضل پایا؟ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا وہ سنتی ہے؟ فرمایا کچھ تم اس سے زیادہ نہیں سنتے، پھر فرمایا اس نے جواب دیا کہ مسجد میں جھاڑو دینی۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۲۶۸۔ حیات الموات)

حضور کی نماز رحمت ہے

مسند امام احمد میں حدیث زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، حضور نے فرمایا

فلا تفعلوا لا یموتن فیکم میت ما کنت بین اظھرکم الا آذنتمونی بہ فان

صلاتی علیه رحمة .

ایسا کبھی نہ کرنا جب تک میں تم میں تشریف رکھوں جو شخص مرے مجھے ضرور خبر دینا کہ میری نماز اس کے حق میں رحمت ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

ابن حبان اپنی صحیح اور حاکم مستدرک میں حضرت یزید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں۔

قال خرجنا مع رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فلما وردنا البقیع اذا هو بقبر فسأل عنه فقالوا فلانة فعرفها فقال الا آذنتمونی بها قالوا کنت قائلا صائما قال فلا تفعلوا الا اعرفی ما مات منکم میت ما کنت بین اظهرکم الا آذنتمونی به فان صلاتی علیه رحمة .

یعنی ہم ہمراہ رکاب اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر چلے جب بقیع پر پہنچے ایک قبر تازہ نظر آئی حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا لوگوں نے عرض کی فلاں عورت، حضور نے انھیں پہچانا، فرمایا مجھے کیوں نہ خبر کی، عرض کی حضور دوپہر کو آرام فرماتے تھے اور حضور کا روزہ تھا۔ فرمایا تو ایسا نہ کرو جب تم میں کوئی مسلمان مرے مجھے خبر دیا کرو کہ اس پر میرا نماز پڑھنا رحمت ہے۔

اس روایت کو پیش کرنے کے بعد امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں :

ظاہر ہے کہ یہ واقعہ، واقعہ حضرت مسکینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا غیر ہے۔ وہاں یہ تھا کہ اندھیری رات تھی ہمیں گوارا نہ ہوا کہ حضور کو جگائیں۔ یہاں یہ ہے کہ دوپہر کا وقت تھا حضور آرام میں تھے، حضور کو روزہ تھا۔

اور دونوں حدیثوں میں وہی ارشاد اقدس ہے کہ ایسا نہ کرو ہمیں اطلاع دیا کرو۔

اب خواہ یوں ہو کہ ایک واقعہ کے حضار اور تھے اور دوسرے واقعہ کے لوگوں کو اس حکم کی خبر نہ تھی۔

خواہ یوں کہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس امر کو ارشادی محض بنظر رحمت تامہ حضور رؤف رحیم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم خیال کیا نہ ایجابی، لہٰذا جہاں تکلیف کا خیال ہوا ادب و آرام کو مقدم رکھا۔ بہرحال ایسے وقائع ان سب وجوہ مذکورہ کے مورد ہیں۔ ایک بار کے فرمان سے کہ خبر دے دیا کرو باقی بار کا بعد اطلاع اقدس ہونا ثابت نہیں ہوسکتا۔ کمالا یخفی۔ (فتاوی رضویہ ج ۴ ص ۴۳۔ النھی الحاجز)

خادمہ مسجد رضی اللہ تعالیٰ عنہا وغیرہا کی قبر پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھ کر وجہ خود ارشاد فرمائی

ان هذه القبور مملوءة علی اهلها ظلمة . و انی انورها بصلاتی علیهم .

بیشک یہ قبریں اپنے ساکنوں پر اندھیرے سے بھری ہیں اور بیشک میں اپنی نماز سے انھیں روشن کر دیتا ہوں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم **قدر نور و جماله** اسے مسلم وابن حبان نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

اوپر یہ گزرا کہ بے میری اطلاع کے دفن نہ کردیا کرو کہ میری نماز اس کے حق میں رحمت ہے۔

اقول، خود نظر ایمانی گواہ ہے کہ کروڑوں صلحاء و اتقیاء کسی جنازہ کی نماز پڑھیں مگر وہ بات کہاں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پڑھنے میں ہے۔ وہ برکات و درجات و مثوبات دوسرے کی نماز میں حاصل ہی نہیں ہوسکتیں اور حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنص قطعی قرآن عظیم **عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم** ہیں کہ ہر مسلمان کی کلفت ان پر گراں، ایک ایک امتی کی بھلائی پر حریص، ہر مومن پر نہایت نرم دل مہربان۔ وہ کیوں کر گوارا فرمائیں کہ دنیا میں ان کے تشریف رکھتے ہوئے مسلمان سخت منزل کا سفر کرے۔ ان کی رحمت، ان کی برکت کا توشہ اس کے ساتھ نہ ہو، اور وں

کی نماز ان کی نماز سے کیا مانع ہو سکتی ہے۔

شرح موطائے امام مالک میں ہے

والدليل على الخصوصية ما زاد مسلم (فذكره قال) و هذا لا يتحقق في غيره صلى الله تعالىٰ عليه وسلم .

یہ بات خصوصیت پر دلیل ہے اور یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کے لیے ثابت نہیں۔ (مولف)

مرقاۃ شرح مشکوۃ میں علامہ ابن ملک سے ہے

صلاته صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كانت لتنوير القبر و ذا لا يوجد في صلاة غيره .

حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نماز پڑھنا قبر کو روشن و منور کرنے کے لیے ہے اور یہ بات کسی اور کی نماز میں نہیں ہے۔ (مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۴۷۔ النہی الحاجز)

حضور کی عیادت اور طلحہ کی وصیت

طبرانی نے حصین بن وجوج انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی

ان طلحة بن البراء مرض فاتاه النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يعوده فقال اني لا ارى طلحة الا قد حدث فيه الموت فاذنوني به و عجلوا فلم يبلغ النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بني سالم بن عوف حتى توفي و كان قال لاهله لما دخل الليل اذا مت فادفنوني و لا تدعوا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فاني اخاف عليه يهودا ان يصابه بسبي فاخبر النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم حين الصبح . الحديث.

یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کے لیے تشریف لائے اور یہ فرما گئے کہ اب ان کا وقت آیا معلوم ہوتا ہے مجھے خبر کر دینا اور تجہیز میں جلدی کرنا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محلہ بنی سالم تک نہ پہنچے تھے کہ ان کا انتقال ہوگیا۔ اور انھوں نے رات آنے پر اپنے گھر والوں کو وصیت کر دی تھی کہ جب میں مروں تو مجھے دفن کر دینا اور حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ بلانا، رات کا وقت ہے مجھے یہود سے اندیشہ ہے مبادا حضور کو میرے سبب سے کوئی کلفت پہنچے۔ ان کے گھر والوں نے ایسا ہی کیا صبح نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر ہوئی۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۴۴۔ النہی الحاجز)

معاویہ بن معاویہ مزنی کی نماز جنازہ

حدیث ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لفظ طبرانی کے یہاں یہ ہیں

جبریل امین علیہ الصلاۃ والسلام نے حاضر ہوکر عرض کی یا رسول اللہ معاویہ بن معاویہ مزنی نے مدینہ میں انتقال کیا۔

اتحب ان اطوی لک الارض فتصلی علیہ قال نعم فضرب بجناحہ علی الارض فرفع لہ سریرہ فصلی علیہ و خلفہ صفان من الملائکۃ کل صف سبعون الف ملک.

کیا حضور چاہتے ہیں کہ میں حضور کے لیے زمین لپیٹ دوں تاکہ حضور ان پر نماز پڑھیں، فرمایا ہاں، جبریل نے اپنا پر زمین پر مارا جنازہ حضور کے سامنے ہوگیا، اس وقت حضور نے اس پر نماز پڑھی، اور فرشتوں کی دو صفیں حضور کے پیچھے تھیں ہر صف میں ستر ہزار فرشتے۔

ابواحمد حاکم کے یہاں یوں ہے۔

وضع جناحہ الایمن علی الجبال فتواضعت ووضع جناحہ الایسر علی

الارضين فتواضعت حتى نظرنا الى مكة و المدينة فصلى عليه رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و جبريل و الملائكة .

جبریل نے اپنا داہنا پر پہاڑوں پر رکھا وہ جھک گئے، بایاں زمینوں پر رکھا وہ پست ہوگئیں یہاں تک کہ مکہ مدینہ ہم کونظر آنے لگے، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور جبریل و ملائکہ علیہم الصلاۃ والسلام نے ان پر نماز پڑھی۔

حدیث انس بطریق محبوب کے لفظ یہ ہیں۔

جبریل نے عرض کی کیا حضور اس پر نماز پڑھنا چاہتے ہیں فرمایا ہاں،

فضرب بجناحه الارض فلم تبق شجرة و لا اكمة الا تضعضعت و رفع سريره حتى نظر اليه فصلى عليه .

پس جبریل نے اپنا پر زمین پر مارا کوئی پیڑ اور ٹیلہ نہ رہا جو پست نہ ہوگیا اور ان کا جنازہ حضور کے سامنے بلند کیا گیا یہاں تک کہ پیش نظر اقدس ہوگیا اس وقت حضور نے اس پر نماز پڑھی۔

بطریق علاء کے لفظ یوں ہیں۔

هل لک ان تصلى عليه فاقبض لک الارض قال نعم فصلى عليه .

جبریل نے عرض کی حضور ان پر نماز پڑھنی چاہیں تو میں زمین سمیٹ دوں فرمایا ہاں، جبریل نے ایسا ہی کیا اس وقت حضور نے ان پر نماز پڑھی۔

فائدہ

مذہب مہذب حنفی میں جنازۂ غائب پر نماز محض ناجائز ہے ائمہ حنفیہ کا اس کے عدم جواز پر اجماع

ہے۔اس پر امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے کثیر دلیلیں پیش فرمائی ہیں۔

دوسرے شہر کی میت پر صلاۃ کا ذکر صرف تین واقعوں میں روایت کیا جاتا ہے۔

(۱) واقعہ نجاشی (۲) واقعہ معاویہ لیثی (۳) واقعہ امرائے موتہ ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

معاویہ بن معاویہ کا واقعہ مذکورہ ذکر کر کے امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں

اقول، طرز کلام مشیر ہے کہ نماز پڑھنے کے لیے جنازہ سامنے ہونے کی حاجت سمجھی گئی جب تو جبریل نے عرض کی کہ حضور نماز پڑھنی چاہیں تو میں زمین لپیٹ دوں تا کہ حضور نماز پڑھیں۔

اور خود اسی میں تصریح ہے کہ جنازہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیش نظر انور کر دیا گیا تھا تو نماز جنازہ حاضر ہوئی نہ کہ غائب پر۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۳۷۔ الهادی الحاجب)

نجاشی کا جنازہ

جب اصحمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بادشاہ حبشہ نے حبشہ میں انتقال کیا، سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں صحابہ کو خبر دی اور مصلی میں جا کر صفیں باندھ کر چار تکبیریں کہیں، اسے ائمہ ستہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور امام بخاری و مسلم نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میں دوسری یا تیسری صف میں تھا۔

صحیح ابن حبان میں عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن الصحابۃ جمیعاً سے ہے :

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ان اخاکم النجاشی توفی فقوموا صلوا علیہ فقام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصفوا خلفہ فکبر اربعا و ھم لا یظنون الا ان جنازتہ بین یدیہ .

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تمھارا بھائی نجاشی مرگیا، اٹھواس پر نماز پڑھو، پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوئے، صحابہ نے پیچھے صفیں باندھیں حضور نے چار تکبیریں کہیں، صحابہ کو یہی ظن تھا کہ ان کا جنازہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہے۔

صحیح ابوعوانہ میں انھیں سے ہے

فصلينا خلفه و نحن لا نرى الا ان الجنازة قدامنا .

ہم نے حضور کے پیچھے نماز پڑھی اور ہم یہی اعتقاد کرتے تھے کہ جنازہ ہمارے آگے موجود ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے

كشف للنبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن سرير النجاشى حتى راٰه وصلى عليه.

نجاشی کا جنازہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ظاہر کردیا گیا تھا حضور نے اسے دیکھا اور اس پر نماز پڑھی۔

نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال دارالکفر میں ہوا وہاں ان پر نماز نہ ہوئی تھی، لہٰذا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہاں پر پڑھی۔

احمد وابن ماجہ حذیفہ بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی

ان النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم خرج بهم فقال صلوا على اخ لكم مات بغير ارضكم قالوا من هو قال النجاشى .

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو لے کر (عیدگاہ کی طرف) نکلے اور فرمایا کہ اپنے بھائی پر نماز پڑھو جن کا انتقال دارالکفر میں ہوا اصحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ وہ کون ہیں؟ فرمایا کہ

شاہ حبشہ نجاشی۔ (مولف)

مسند ابوداؤد طیالسی میں حذیفہ بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتاہ موت النجاشی فقال ان اخاکم مات بغیر ارضکم فقوموا فصلوا علیہ .

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس نجاشی کے مرنے کی خبر آئی تو فرمایا کہ تمھارے بھائی کا انتقال دارالکفر میں ہوا، اٹھو اور نماز پڑھو۔ (مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۴،ص ۶۹، ۷۰۔ الهادی الحاجب)

احمد عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نعی النجاشی لاصحابہ ثم قال استغفروا لہ ثم خرج باصحابہ الی المصلی ثم قام فصلی بھم کما یصلی علی الجنازۃ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کو نجاشی بادشاہ کے مرنے کی خبر دی اور فرمایا کہ ان کے لیے دعائے مغفرت کرو اور اپنے اصحاب کو لے کر عید گاہ کی طرف نکلے پھر اس طرح نماز پڑھائی، جس طرح جنازہ پر نماز ہوتی ہے۔ (مولف)

(فتاویٰ رضویہ ج ۴،ص ۷۰)

جنت البقیع میں حضور کی تشریف آوری

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ میری ہر شب نوبت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخر شب مقبرۂ بقیع پر تشریف لے جاتے اور فرماتے۔

السلام علیکم دار قوم مومنین و اتاکم ما توعدون غدا مؤجلون و انا انشاء اللہ

بکم لاحقون. رواہ مسلم

و لفظ النسائی مکان قولہ اتاکم الی مؤجلون و انا و ایاکم متواعدون غدا و مواکلون .

و لابن ماجۃ من وجہ آخر و اشار الیہ النسائی ایضا بعد السلام انتم لنا فرط و انا بکم لاحقون.

سلام تم پر اے ان گھروں والے مسلمانو اب تم کو ملا چاہتا ہے جس کا تم سے وعدہ ہے تمھاری میعاد کل کے دن ہے ہم اور تم آپس میں کل کے وعدے پر ہیں اور اسی پر بھروسہ کیے ہیں تم ہم سے پہلے پہنچ لیے اور خدا چاہے تو ہم تم سے ملنے والے ہیں۔

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ جب میں مدفونان بقیع کی زیارتوں کو جاؤں تو ان سے کیا کہوں؟ حکم ہوا تھا سلام کر کے یوں کہو کہ انشاء اللہ ہم تم سے ملنے والے ہیں۔

قالت قلت کیف اقول لهم یا رسول الله قال قولی السلام علیکم اهل الدیار من المومنین و المسلمین و یرحم المستقدمین منا و المستاخرین و انا انشاء الله بکم لاحقون. مسلم ونسائی وغیرہما نے اسے حدیث طویل میں روایت کیا۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۳۵۹۔ الوفاق المتین)

موطائے امام مالک وسنن نسائی میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

انی بعثت الی اهل البقیع لاصلی علیهم .

میں اہل بقیع کی طرف بھیجا گیا کہ ان پر صلاۃ کروں علماء نے اس حدیث میں صلاۃ کو بمعنی استغفار و دعا لیا۔

سنن نسائی کی دوسری روایت میں ہے

ان جبریل اتانی (فذکر الحدیث قال) فامرنی ان آتی البقیع فاستغفر لهم قلت له کیف اقول یا رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال قولی السلام علی اهل الدار من المومنین و المسلمین و یرحم الله المستقدمین منا و المستاخرین و انا ان شاء الله بکم لاحقون.

یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جبریل میرے پاس آئے مجھے حکم فرمایا کہ بقیع جا کر اہل بقیع کے لیے دعائے مغفرت کروں۔ام المومنین فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کس طرح کہوں؟ حضور نے دعائے زیارت قبور تعلیم فرمائی۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۴۰۔ انتھی الحاجز)

ابن السنی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی

قال کان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اذا دخل الجبانة یقول السلام علیکم ایتها الارواح الفانیة و الابدان البالیة و العظام النخرة التی خرجت من الدنیا و هی بالله المومنة اللهم ادخل علیهم روحا منک و سلاما منا.

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب قبرستان میں تشریف لے جاتے تو فرماتے اے وہ روحو جن کے بدن فنا ہوگئے اور جسم گل گئے اور ہڈیاں بوسیدہ ہوگئیں تم پر سلام ہو جو دنیا سے اس حال میں نکلی کہ وہ اللہ پر ایمان رکھتی تھی اے اللہ تو ان میں اپنی جانب سے راحت داخل فرما اور ہماری طرف سے ان پر سلام۔ (مولف)

اس حدیث میں روح پر فانی کا اطلاق باعتبار جسم واقع ہوا ہے ورنہ خود روح کے لیے ہرگز فنا نہیں۔(مولف منہ) (فتاویٰ رضویہ ج ۴،ص ۳۲۷۔الوفاق المتین)

سعد بن معاذ کی قبر پر تسبیح و تکبیر

امام احمد وطبرانی وبیہقی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی

قال لما دفن سعد بن معاذ (زاد فی روایة) و سوی علیه سبح النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم و سبح الناس معه طویلا ثم کبر و کبر الناس ثم قالوا یا رسول الله لم سبحت (زاد فی روایة) ثم کبرت قال لقد تضایق علی هذا الرجل الصالح قبره حتی فرج الله تعالیٰ عنه .

یعنی جب سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دفن ہو چکے اور قبر درست کر دی گئی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیر تک سبحان اللہ، سبحان اللہ۔فرماتے رہے اور صحابہ کرام بھی حضور کے ساتھ کہتے رہے پھر حضور اللہ اکبر، اللہ اکبر فرماتے رہے اور صحابہ بھی حضور کے ساتھ کہا کیے، پھر صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ حضور اول تسبیح پھر تکبیر کیوں فرماتے رہے ارشاد فرمایا اس نیک مرد پر اس کی قبر تنگ ہوئی تھی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے وہ تکلیف اس سے دور کی اور قبر کشادہ فرما دی۔

علامہ طیبی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں

ای مازلت اکبر و تکبرون و اسبح و تسبحون حتی فرجه الله .

یعنی حدیث کے معنی یہ ہیں کہ برابر میں اور تم اللہ اکبر اللہ اکبر، سبحان اللہ سبحان اللہ کہتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس تنگی سے انھیں نجات بخشی۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲،ص ۶۶۷۔ایذان الاجر)

میت کے لیے دعا

ابوداؤد وحاکم وبیہقی امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی

كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اذ فرغ من دفن الميت وقف عليه قال استغفروا لاخيكم و سلوا له بالتثبت فانه الان يسأل .

یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دفن میت سے فارغ ہوتے قبر پر وقوف فرماتے اور ارشاد کرتے اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اس کے لیے جواب نکیرین میں ثابت قدم رہنے کی دعا مانگو کہ اب اس سے سوال ہوگا۔

سعید بن منصور اپنے سنن میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی

قال كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقف على القبر بعد ما سوى عليه فيقول اللهم نزل بك صاحبنا و خلف الدنيا خلف ظهره اللهم ثبت عند السئلة نطقه و لا تبتله فى خيره بما لا طاقة له به .

یعنی جب مردہ دفن ہوکر قبر درست ہوجاتی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبر پر کھڑے ہوکر دعا کرتے الٰہی ہمارا ساتھی تیرا مہمان ہوا اور دنیا اپنے پس پشت چھوڑ آیا الٰہی سوال کے وقت اس کی زبان درست رکھ اور قبر میں اس پر وہ بلا نہ ڈال جس کی اسے طاقت نہ ہو۔

ابن ماجہ وبیہقی سعید بن میسب سے راوی

قال حضرت ابن عمر فى جنازة فلما وضعها فى اللحد قال بسم الله و فى سبيل الله فلما اخذ فى تسوية اللحد قال اللهم اجرها من الشيطان و من عذاب القبر ثم قال سمعته من رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم . هذا مختصر .

یعنی میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ ایک جنازہ میں حاضر ہوا حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اسے لحد میں رکھا کہا بسم اللہ و فی سبیل اللہ جب لحد برابر کرنے لگے کہا الٰہی اسے شیطان سے بچا اور عذاب قبر سے امان دے پھر فرمایا میں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا۔

امام ترمذی حکیم قدس سرہ الکریم بسند جید عمرو بن مرۃ تابعی سے روایت کرتے ہیں

کانوا یستحبون اذا وضع المیت فی اللحد یقولوا اللھم اعذہ من الشیطان الرجیم.

یعنی صحابہ کرام یا تابعین عظام مستحب جانتے تھے کہ جب میت لحد میں رکھا جائے تو دعا کریں الٰہی اسے شیطان رجیم سے پناہ دے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲،ص ۶۷۰، ۶۷۱۔ ایذان الاجر)

چار تکبیروں سے آخری نماز جنازہ

حاکم مستدرک میں اور طبرانی وبیہقی سنن میں روایت کرتے ہیں

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما قال آخر ما کبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی الجنازۃ اربع تکبیرات و کبر عمر علی ابی بکر اربعا و کبر ابن عمر علی عمر اربعا و کبر الحسن بن علی علی علی اربعا و کبر الحسین بن علی علی الحسن بن علی اربعا و کبرت الملائکۃ علی آدم اربعا و لم تشرع فی الاسلام الا فی المدینۃ المنورۃ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سب سے اخیر میں نماز جنازہ چار تکبیروں سے پڑھی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ چار تکبیروں سے پڑھی اور ابن عمر نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی چار تکبیروں سے اور

حسن بن علی نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی چار تکبیروں سے اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چار تکبیروں سے اور فرشتوں نے بھی حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی نماز جنازہ چار تکبیروں سے پڑھی اور اسلام میں سب سے پہلے جنازہ مدینہ منورہ ہی میں مشروع ہوا۔ (مولف)

حضرت خدیجہ کی نماز جنازہ نہ ہوئی

امام واقدی حکیم بن حرام کی حدیث میں ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں راوی

انها توفيت سنة عشر من البعثت بعد خروج بني هاشم من الشعب و دفنت بالجحون و نزل النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في حفرتها و لم تكن شرعت الصلاة على الجنازة .

ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات بنی ہاشم کے شعب ابی طالب سے نکلنے کے بعد اعلان نبوت کے دسویں سال میں ہوئی اور وہ مقبرۂ حجون میں دفن ہوئیں اور حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی قبر میں اترے اور ان دنوں جنازہ پر نماز مشروع نہیں ہوئی تھی۔ (مولف)

سب سے پہلے اسعد بن زرارہ پر نماز پڑھی گئی

وقال الامام ابن الحجر العسقلاني في الاصابة في ترجمة اسعد بن زرارة رضي الله تعالىٰ عنه ذكر الواقدي انه مات على رأس تسعة اشهر من الهجرة . رواه الحاكم في المستدرك .

و قال الواقدي كان ذلك في شوال

قال البغوی بلغنی انه اول من مات من الصحابة بعد الهجرة و انه اول میت صلی علیه النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم.

یعنی امام ابن حجر عسقلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام واقدی کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہجرت کے نویں مہینے میں ہوا۔ اسے مستدرک حاکم میں روایت کیا گیا ہے۔

اور امام واقدی نے فرمایا کہ وہ شوال کا مہینہ تھا۔

امام بغوی نے فرمایا کہ ہجرت کے بعد صحابہ کرام میں سب سے پہلے حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوئی اور یہی سب سے پہلے مرنے والے شخص ہیں جس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھی۔ (مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۴۶۷، ۴۶۸)

دوبارہ نماز جنازہ سے عمر کو ممانعت

روی ان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم صلی علی جنازة فلما فرغ جاء عمر رضی الله تعالیٰ عنه و معه قوم فاراد ان یصلی ثانیاً فقال له النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم الصلاة علی الجنازه لا تعاد و لکن ادع للمیت و استغفر له.

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب ایک جنازہ پر نماز ادا فرما کر فارغ ہوئے تو امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جماعت کے ہمراہ آئے اور دوبارہ نماز کا ارادہ کیا۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ جنازہ پر نماز دہرائی نہیں جاتی، ہاں میت کے لیے دعا اور استغفار کرو۔ (مولف)

(فتاویٰ رضویہ ج ۳، ص ۳۶۸)

● ...... ● ...... ●

حضور کا ذکر اللہ

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر فرمانے کے بارے میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حق تعالیٰ کا ذکر ہر لحہ اور تمام اوقات میں کرتے تھے اور ہمیشہ یاد الٰہی میں مشغول رہتے تھے اور کوئی چیز آپ کو ذکر الٰہی سے باز نہ رکھتی تھی اور آپ کی ہر بات یاد حق، حمد و ثنا، توحید و تمجید، تسبیح و تقدیس اور تکبیر و تہلیل میں ہوتی تھی اور اسماء و صفات الٰہی، وعد، وعید، امر و نہی، احکام شرع کی تعلیم، ذکر جنت و نار اور ترغیب و ترہیب کا بیان، یہ سب ذکر حق تھا۔

اور خاموشی کے وقت اللہ تعالیٰ ہی کی یاد قلب اطہر میں رہتی تھی۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہر سانس اور آپ کے قلب و زبان اور آپ کا اٹھنا، بیٹھنا، کھڑا ہونا، لیٹنا، چلنا، کھانا پینا، سونگھنا، آنا جانا، سفر و اقامت، پیدل و سواری غرضیکہ کسی حالت میں آپ کا کوئی لحہ ذکر حق سے جدا نہ تھا۔

اور ذکر کے معنی یاد کرنے کے ہیں اور اس کی ضد نسیان ہے جس کے معنی فراموشی کے ہیں، جو بھی صورت یاد کرنے کی ہوتی خواہ دل میں یا زبان سے ہر فعل میں یا شان میں ذکر الٰہی ہوتا۔ اور یہ لازمی امر ہے کہ اگر زبان، دل کے ساتھ موافقت کرے تو یہ افضل و اتم اور اکمل ہوگا۔

اور یہ جو بعض فقہاء کے کلام میں آیا ہے کہ جو زبان پر نہ ہو وہ ذکر نہیں ہوتا اور نہ اس کا اعتبار ہے، تو اس سے ان کی مراد وہ ذکر لسانی ہے جس کا زبان سے ذکر کرنا شریعت نے واجب قرار دیا ہے جیسے تسبیحات و اذکار جو نماز میں واقع ہیں اور وہ اذکار و اوراد جو بعد نماز وارد ہیں نہ کہ مطلق ذکر۔

قاموس میں ذکر کو نسیان کی ضد بتایا گیا ہے لہٰذا یہ ذکر قلبی کو بھی بلا شبہ شامل ہے اور فعل قلب پر ثواب کا مرتب نہ ہونا اور اس کا اعتبار نہ کرنا باطل ہے اور اسے ان چیزوں پر قیاس کرنا جسے شرع نے بغیر

زبانی اقرار کے معتبر قرار نہیں دیا ہے بغیر دلیل شرعی اور نص شارع کے صحیح نہیں ہے۔ (مولف)

(مدارج النبوۃ جلد اول)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر اللہ سے متعلق امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں :

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں :

كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يذكر الله على كل احيانه .

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے جمیع اوقات میں ذکر الٰہی فرماتے تھے۔ اسے مسلم و ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ نے روایت کیا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۶۱۷)

معمولات اقدس

حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہفتہ بھر کے معمولات و مشغولیات کے بارے میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں :

- حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہدائے احد کی زیارت کے لیے سال کا شروع مقرر فرمایا تھا۔
- مسجد قبا میں تشریف لانے کے لیے دوشنبہ کا دن مقرر فرمایا تھا۔
- رسالت و نبوت کے شکرانے میں روزہ کے لیے دوشنبہ کا دن تھا۔
- صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مشاورت دینیہ کے لیے صبح و شام کا وقت تھا۔
- سفر جہاد کی ابتداء زیادہ تر پنج شنبہ کے دن سے ہوتی تھی۔
- اور طلب علم کے لیے روز دوشنبہ مقرر کیا گیا تھا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۱۹۰۔ الحجۃ الفائحۃ)

دعائے نبوی ﷺ

وہ دعا جس کا جوبن بہار قبول
اس نسیم اجابت پہ لاکھوں سلام

وقال ربکم ادعونی استجب لکم

اور تمھارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔

(المؤمن، آیت ۶۰)

دعائے نبوی ﷺ

دن اور رات کے اعمال و اشغال وقت تہجد سے سونے کے وقت تک مختلف اوقات و لمحات اور حالات و اوضاع اور اطوار میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعائیں وغیرہ پڑھا کرتے تھے اور ادعیہ ماثورہ جو تمام مقاصد و مطالب اور حاجات کو شامل و حاوی ہیں اور ہر خاص مطلب و مقصد کے لیے بھی جداگانہ بیان فرمانے سے نہیں چھوڑی ہیں۔ اور دعا کی فضیلت اور اس کی ترغیب و تحریص میں اس قدر آیات و احادیث اور آثار مروی ہیں جن کا کوئی حد و شمار ہی نہیں۔ اس خصوص میں حق تعالیٰ کا یہ ارشاد ہی کافی ہے کہ فرمایا:

ادعونی استجب لکم .

مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا۔

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

الدعاء مخ العبادة .

دعا عبادت کا مغز ہے۔

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من لم یسأل اللہ یغضب علیہ .

جو بندہ حق تعالیٰ سے دعا نہیں کرتا وہ اس پر غضب فرماتا ہے۔

اور دعا میں توجہ و اخلاص ہے کیوں کہ بندہ ہر طرف سے منہ پھیر کر جناب باری تعالیٰ سے لو لگاتا ہے اور دعا حق تعالیٰ کے لیے حمد و شکر ہے اور اس کے کمالات کا اثبات ہے خواہ صراحۃً ہو یا ضمناً۔ اور توحید و

رغبت ومناجات وتضرع وتذلل اور استعانت واستغاثہ یہ تمام باتیں عبادتوں کا خلاصہ اور مغز ہیں اور اسی وجہ سے وارد ہوا کہ الدعاء مخ العبادة .

ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگوں کا اس میں اختلاف ہے کہ دعا افضل ہے یا سکوت ورضا۔

بعض کا خیال ہے کہ دعا افضل ہے کیوں کہ دعا فی نفسہ عبادت ہے اور عبادت کرنا اور اس پر قیام کرنا اس کے نہ کرنے سے افضل واولیٰ ہے۔

اور دعا حق تعالیٰ کا حق ہے اگر وہ بندے کے حق میں اسے قبول نہ فرمائے اور اس کی خواہش کے مطابق دعا کا اثر مرتب نہ ہوتو کوئی نقصان وحرج نہیں اس لیے کہ بندہ پر جو حق تعالیٰ کا حق تھا وہ اس نے ادا کردیا اس لیے کہ دعا کا مقصود اظہار فقر واحتیاج اور بندگی ہے اور یہ اس سے حاصل ہوتا ہے۔

ابوحازم اعرجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک دعا سے محروم ہونا اس کی قبولیت سے محروم ہونے سے زیادہ سخت ہے۔

امیر المومنین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دعا مانگتا ہوں اور اس کی قبولیت کا امیدوار رہتا ہوں بلکہ جب دعا کو ختم کرتا ہوں تو میں یقین رکھتا ہوں کہ قبولیت بھی اس کے ساتھ ہی شامل ہے۔

اور بعض کا خیال ہے کہ حکم وتقدیر کی محرومی کے تحت سکوت وخاموشی زیادہ اتم اور خدا کے فرمان پر رضا وتسلیم کو اختیار کرنا اولیٰ ہے۔ ان میں سے کچھ لوگوں کا یہ حال ہے کہ بارگاہ ایزدی کا اتنا ادب ملحوظ رکھتے ہیں کہ طلب وسوال میں زبان تک نہیں کھولتے اور ہمہ وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہتے ہیں اور وہ اسی میں مستغرق رہتے ہیں اور جو کچھ حق تعالیٰ کی جانب سے ظہور میں آتا ہے، وہ اس پر راضی رہتے ہیں۔ رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب تعالیٰ کی جانب سے حکایت کرتے ہوئے فرمایا:

من شغل ذکری عن مسئلتی اعطیتہ ما اعطی السائلین .

جو میری یاد میں اپنے لیے سوال کرنے سے مستغنی رہے میں اسے مانگنے والے سے زیادہ دیتا ہوں۔

اور بعض کا خیال ہے کہ زبان کو دعا میں مشغول رکھے اور دل کو مقام رضا پر قائم رکھے تا کہ اس میں دونوں خوبیاں جمع ہو سکیں اور اس حال کی صحت کی علامت یہ ہے کہ دعا بحکم عبودیت و تذلل اور امتثال امر الٰہی میں ہو اور کسی خواہش کے ارادے اور حصول مقصد کی تمنا کے بغیر ہو اور قبولیت کی تاخیر سے ناراضگی کا اظہار نہ کرے اور اپنے رب کریم پر تہمت نہ رکھے کیوں کہ قبول فرمانا اور نہ قبول فرمانا دونوں اس کے حضور برابر ہیں۔

امام قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اوقات مختلف ہیں۔ بعض حالتوں میں سکوت سے دعا بہتر ہوتی ہے اور وقت کا ادب اسی میں ہوتا ہے۔ اور بعض حالتوں میں دعا سے سکوت افضل ہوتا ہے اور اس میں ادب یہی ہوتا ہے اور اس بات کی شناسائی بھی وقت میں ہی ظاہر ہوتی ہے اس لیے کہ علم بھی وقت میں ہی حاصل ہوتا ہے اور اگر اپنا دل دعا کی جانب اشارہ کرے تو دعا اولیٰ ہوتی ہے اور اگر سکوت کی جانب اشارہ کرے تو سکوت اولیٰ نیز اگر علم، وقت میں غالب ہو تو دعا اولیٰ ہے۔ اس لیے کہ اس کا ہونا عبادت ہے اور اگر غالب، معرفت و حال ہے تو سکوت و سکون اولیٰ ہے۔ نیز جو کچھ مسلمانوں کے نصیب میں ہے بامر الٰہی اس میں دعا حق ہے اور جہاں نفس کی لذت اور خواہش ہو وہاں سکوت احسن و بہتر ہے۔

حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ دعا کبھی بزبان قال ہوتی ہے جیسا کہ زبان سے اپنی حاجت کا مانگنا اور کبھی بزبان حال کہ بندے کی حالت خود عرض کناں ہوتی ہے اور کبھی بزبان تعرض ہوتی ہے جیسے حق تبارک وتعالیٰ کی مدح و ثنا اس کی صفات کرم و احسان اور جود و عطا سے

کرے اور یہ بھی دعا ہی ہے اس لیے کہ حضرت کریم کی مدح وثنا کرنا ہی دعا وسوال کا عرض کرنا ہے۔

اور سکوت کا دعا سے فائق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں خالص تسلیم ورضا ہے۔ اور بعض عرفا نے دعا، استعداد کی زبان سے بھی مانگی ہے اور یہ بزبان حال کی دعا سے فائق ہے اور یہ سکوت میں بھی حاصل ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا کے کچھ آداب وشرائط بیان فرمائے ہیں۔

ان میں سے کچھ عمدہ ترین آداب یہ ہیں کہ حلال روزی، راست گوئی، دعا میں گڑگڑانا قبولیت کے لیے جلدی نہ کرنا، شروع میں خدا کی حمد وثنا کرنا، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود وسلام پڑھنا، آپ کے آل واصحاب پر بھی سلام بھیجنا وغیرہ ہیں۔

دعا کے آداب میں سے ایک یہ ہے کہ دونوں ہاتھ کو کھول کر چہرہ کے مقابل اٹھانا، ایک روایت میں ہے کہ کندھے کے محاذ میں رکھنا ہے، یہ روایت اس بات کی دلیل ہے کہ دونوں ہاتھ جدا جدا ہوں اور کھلے ہوئے ہوں جس طرح کہ چلو بنا کر پانی پیتے ہیں، اسی طرح مواہب میں مذکور ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دعا کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ کو ملا کر ان کے بطون کو چہرے کے مقابل کرتے تھے، ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک کو اتنا بلند کیا کہ بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی (یہ دعائے استسقاء میں ہے)

علماء فرماتے ہیں کہ یہ اس صورت میں زیادہ ہاتھوں کو بلند فرمانا ہے جب کہ معاملہ نہایت سخت و دشوار ہو جاتا ہے۔ اور ختم دعا کے بعد ہاتھوں کو چہرے پر ملنا بھی آداب دعا میں سے ہے جب کہ حالت نماز کے سوا میں ہو۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک جماعت کے لیے دعا مانگی اور وہ سب کے لیے مقبول

ہوئی اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تمام دعاؤں کا یہی حال تھا۔

بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کے لیے ایک دعا مستجاب ہے مگر میں چاہتا ہوں کہ اپنی اس دعا کو اپنی امت کی شفاعت کے لیے محفوظ کر کے آخرت کے لیے اٹھا رکھوں۔

بظاہر یہ ایک اشکال ہے اس لیے کہ ہر نبی سے اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بے شمار مقبول دعائیں واقع ہوئی ہیں اور اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر نبی کے لیے صرف ایک ہی دعا مقبول ہوتی ہے۔

اس اشکال کا علماء یہ جواب دیتے ہیں کہ مقبول دعا کا مطلب یہ ہے کہ اس کی مقبولیت کو قطعی اور یقینی طور پر ذکر کر دیا گیا ہو اور اس کے ماسوا ان کی جتنی دعائیں ہیں وہ قبولیت کی امید کے درجہ میں ہیں۔

اور بعض علماء یہ جواب دیتے ہیں کہ ان کی تمام دعاؤں میں افضل دعا ایک ہی ہے اگرچہ ان کے لیے اور بھی دعائیں ہوں۔

اور بعض کہتے ہیں کہ ہر نبی کے لیے ایک دعائے عام ہے جو ان کی امت کے حق میں مستجاب ہے خواہ امت کی ہلاکت میں ہو یا ان کی نجات میں۔ لیکن مخصوص دعائیں تو کچھ مقبول ہیں اور کچھ نامقبول۔

یا یہ مراد ہے کہ ہر نبی کے لیے ایک دعا ہے خواہ امت کے بارے میں ہو، جیسا کہ حضرت نوح علیہ الصلاۃ والسلام نے مانگی۔

رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا.

اے میرے رب روئے زمین پر کسی کافر کو بستا نہ چھوڑ۔

یا نبی کی وہ دعا جو اپنی ذات خاص کے لیے ہو جیسا کہ حضرت زکریا علیہ الصلاۃ والسلام نے مانگی

فهب لی من لدنک ولیا یرثنی .

تو میرے لیے اپنی طرف سے ایسا ولی دے جو میرا وارث ہو۔

یا جیسے حضرت سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام نے مانگی

رب هب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی .

اے میرے رب مجھے ایسی حکومت عطا فرما جو میرے بعد کسی کے لیے سزاوار نہ ہو۔

بعض محققین فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس سے زیادہ معزز ومکرم ہیں کہ آپ اپنے رب سے کوئی دعا مانگیں اور وہ اسے قبول نہ فرمائے اور ایسی کوئی دعا منقول نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مانگی ہو اور وہ قبول نہ ہوئی ہو مگر یہ کہ اس میں کوئی کامل مصلحت ہو جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ میں نے اپنی امت کے لیے تین دعائیں مانگیں۔

ایک یہ کہ میری امت کو زمین میں نہ دھنسایا جائے۔

دوسری یہ کہ ان کو قحط سے ہلاک نہ کیا جائے۔

تیسری یہ کہ ان میں آپس میں خوں ریزی واقع نہ ہو۔

تو پہلی دو دعاؤں کو تو شرف قبول حاصل ہوا اور تیسری دعا سے منع کر دیا گیا، اس میں یہ احتمال اور منع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے آپ سے فرمایا ہوگا کہ آپ ایسی دعا نہ کریں یہ مطلب نہیں کہ دعا کرنے کے بعد قبولیت سے منع کر دیا گیا۔ اگرچہ یہ بات اس عبارت میں غیر متعارف ہے۔

حضور کا استغفار

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر گھڑی استغفار کرتے تھے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

انی لاستغفر الله کل یوم سبعین مرة .

بلاشبہ میں اللہ تعالیٰ سے روزانہ ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

ایک روایت میں ستر مرتبہ سے زیادہ ہے اور ایک روایت میں سو مرتبہ ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ کثرت استغفار اور اس میں مبالغہ مراد ہے نہ کہ یہ مخصوص عدد۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک مجلس میں کھڑے ہونے سے پہلے سو مرتبہ **استغفر الله الذی لا اله الا هو الحی القیوم و اتوب الیه** پڑھتے ہوئے سنتے اور ہم شمار کیا کرتے تھے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم گنا کرتے تھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مجلس میں **رب اغفرلی و تب علی انک انت التواب الغفور** ، سو مرتبہ پڑھتے تھے۔

علماء فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا استغفار کرنا امت کی تعلیم وتشریع کے لیے ہے تا کہ وہ ہمیشہ استغفار کرنے اور توبہ کرنے والے رہیں۔ ورنہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو معصوم و مغفور ہیں آپ کو استغفار و توبہ کی کیا ضرورت ہے۔ یا یہ استغفار امت کے لیے فرماتے تھے۔ (مولف)

(مدارج النبوۃ جلد اول)

دست قدرت کے خزانے

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا اور ترغیب دعا سے متعلق امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں :

حاکم وغیرہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی دعا میں عرض کرتے۔

اللھم انی اسلک من کل خیر خزائنہ بیدک فاعوذبک من کل شر خزائنہ بیدک .

الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں ان سب بھلائیوں سے جن کے خزانے تیرے ہاتھ میں ہیں اور تیری پناہ مانگتا ہوں ان سب برائیوں سے جن کے خزانے تیرے ہاتھ میں ہیں۔

(صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین)

مسجد فتح میں دعا

امام احمد بسند جید اور بزار وغیرہما جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد فتح میں تین دن دعا فرمائی، دوشنبہ، سہ شنبہ، چہارشنبہ، چہارشنبہ کے دن دونوں نمازوں کے بیچ میں اجابت فرمائی گئی کہ خوشی کے آثار چہرۂ انور پر نمودار ہوئے۔

جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب مجھے کوئی امر مہم بشدت پیش آتا ہے میں اس ساعت میں دعا کرتا ہوں اجابت ظاہر ہوتی ہے۔

پر اثر دعا

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جبریل میرے پاس کچھ دعائیں لائے اور عرض کی جب حضور کو کوئی حاجت پیش آئے انھیں پڑھ کر دعا مانگئے۔

یا بدیع السموات و الارض یا ذا الجلال و الاکرام یا صریخ المستصرخین یا غیاث المستغیثین یا کاشف السوء یا ارحم الراحمین یا مجیب الدعوات المضطرین یا اله العالمین بک انزل حاجتی و انت اعلم بها فاقضها.

عفووعافیت کی دعا

حدیث شریف میں ہے **اللهم انی اسئلک العافیة و تمام العافیة و دوام العافیة .**

الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں عافیت اور عافیت کی تمامی اور عافیت کی ہمیشگی۔

حدیث شریف میں ہے :

اعوذبک من سئ الاسقام .

میں برے امراض سے پناہ مانگتا ہوں۔ (مولف)

پیارے کے لیے بددعا اور اس کی توضیح

دیلمی وغیرہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

انی سئلت الله ان لا یقبل دعاء حبیب علی حبیبه .

بیشک میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ کسی پیارے کی پیارے پر بددعا قبول نہ کرے۔

علامہ شمس الدین اسے لکھ کر فرماتے ہیں صحیح حدیثوں سے ثابت کہ اولاد پر ماں باپ کی بددعا رد نہیں ہوتی۔ تو اس حدیث کو ان سے توفیق دیا چاہیئے۔

اقول، بددعا دو طور پر ہوتی ہے۔

ایک یہ کہ داعی کا قلب حقیقۃً اس کا یہ ضرر نہیں چاہتا یہاں تک کہ اگر واقع ہو تو خود سخت صدمے میں گرفتار ہو۔ جیسے ماں باپ غصے میں اپنی اولاد کو کوس لیتے ہیں مگر دل سے اس کا مرنا یا تباہ ہونا نہیں چاہتے۔ اور اگر ایسا ہو تو اس پر ان سے زیادہ بے چین ہونے والا کوئی نہ ہوگا۔

دیلمی کی حدیث میں اسی قسم کی بد دعا کے لیے وارد کہ حضور روف رحیم رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا مقبول نہ ہونا اللہ تعالیٰ سے مانگا۔

نظیر اس کی وہ حدیث صحیح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرض کی الٰہی میں بشر ہوں، بشر کی طرح غضب فرماتا ہوں تو جسے میں لعنت کروں یا بد دعا دوں اسے تو اس کے حق میں کفارہ واجر وباعث طہارت کر۔

دوسرے، اس کے خلاف کہ داعی کا دل حقیقۃً اس سے بیزار اور اس کے اس ضرر کا خواستگار ہے اور یہ بات ماں باپ کو معاذ اللہ اسی وقت ہوگی جب اولاد اپنی شقاوت سے عقوق کو اس درجہ حد سے گزار دے کہ ان کا دل واقعی اس کی طرف سے سیاہ ہو جائے اور اصلاً محبت نام کو نہ رہے بلکہ عداوت آجائے۔ ماں باپ کی ایسی ہی بد دعا کے لیے فرماتے ہیں کہ رد نہیں ہوتی۔ (ذیل المدعا لاحسن الوعا)

بیت الخلاء کے لیے دعا

ایک حدیث میں ہے **کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا دخل الخلاء قال اللھم انی اعوذبک من الخبث و الخبائث.**

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب بیت الخلاء جاتے تو فرماتے **اللھم انی الخ** (مولف)

(فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۶۵۴۔ العروس المعطار)

سفر میں دعا

صحیحین میں ہے :

عن ابی موسیٰ الاشعری رضی الله تعالیٰ عنه قال كنا مع النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم فی سفر فكنا اذا علونا كبرنا فقال النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم ايها الناس اربعوا علی انفسكم فانكم لا تدعون اصما و لا غائبا و لكن تدعون سميعا بصيرا.

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک سفر میں تھے جب ہم بلندی پر چڑھتے تو بآواز بلند الله اكبر الله اكبر کہتے تو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو اپنی جانوں پر نرمی کرو تم کسی بہرے یا غائب سے دعا نہیں کرتے سمیع وبصیر سے دعا کرتے ہو۔ (مولف)

عرفہ کی دعا

جامع ترمذی میں ہے :

عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضی الله تعالیٰ عنهما قال قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم خير الدعا دعاء عرفة و خير ما قلت انا و النبيون من قبلی لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك و له الحمد و هو علی كل شی قدير . قال الترمذی حديث حسن غريب .

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہترین دعا عرفہ کی دعا ہے اور اس سے بہتر دعا وہ ہے جو میں نے اور مجھ سے پہلے کے

نبیوں نے فرمائی وہ یہ ہے لا الہ الا اللہ وحدہ الخ ۔ (مولف)

افضل دعا

ترمذی نسائی ابن ماجہ ابن حبان وحاکم جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی

قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم افضل الذكر لا اله الا الله و افضل الدعاء الحمد لله . حسنه الترمذى و صححه الحاكم .

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا افضل ذکر **لا الہ الا اللہ** اور افضل دعا **الحمد للہ** ہے۔ (مولف)

افطار کی دعا

ابوداؤد وغیرہ بسند صحیح انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں

ان النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم جاء الى سعد بن عباد فجاء بخبز و زيت فاكل ثم قال النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم افطر عندكم الصائمون و اكل طعامكم الابرار و صلت عليكم الملائكة .

حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سعد بن عباد کے یہاں تشریف لائے انھوں نے روٹی اور زیتون پیش کیا حضور نے تناول فرمانے کے بعد فرمایا تمھارے پاس روزہ داروں نے افطار کیا اور تمھارا کھانا نیکوں نے کھایا اور ملائکہ نے تم کو دعائے رحمت ومغفرت دی۔ (مولف)

و فى لفظ افطرنا مرة مع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقربوا اليه زيتا فاكل واكلنا حتى فرغ قال اكل طعامكم الابرار وصلت عليكم الملائكة و افطر

عندکم الصائمون.

دوسری روایت میں یوں ہے کہ ہم نے ایک بار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ افطار کیا تو زیتون پیش کیا گیا تناول کے بعد حضور نے فرمایا کہ تمھارا کھانا ابرار نے کھایا اور فرشتوں نے دعائے مغفرت کی اور روزہ داروں نے افطار کیا۔ (مولف)

طبرانی انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی

قال کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا افطر قال بسم اللہ اللھم لک صمت و علی رزقک افطرت

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقت افطار فرماتے بسم اللہ اللھم الخ (مولف)

دارقطنی کتاب الافراد میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا قرب الی احدکم طعامہ و ھو صائم فلیقل بسم اللہ و الحمد للہ اللھم لک صمت و علی رزقک افطرت و علیک توکلت سبحانک و بحمدک تقبل منی انک انت السمیع العلیم.

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کے سامنے کھانا (وقت افطار) پیش کیا جائے اور وہ روزہ دار ہو تو کہے بسم اللہ و الحمد للہ الخ. (مولف)

(فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۶۵۷۔ العروس المعطار)

نماز کے بعد حضور کی دعا

ابو داؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و احمد و دارمی و بزار و طبرانی و ابن السنی سب ثوبان رضی اللہ تعالیٰ

عنہ مولائے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں

قال كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اذا انصرف من صلاته استغفر ثلثا و قال اللهم انت السلام و منک السلام تبارکت یا ذا الجلال و الاکرام .

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز سے انصراف فرماتے اور سلام پھیرتے تو تین بار استغفار فرماتے اور یہ دعا پڑھتے **اللهم انت السلام الخ .** (مولف)

بخاری و مسلم و ابوداؤد و نسائی و ابوبکر بن السنی و ابوالقاسم طبرانی مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و بزار و طبرانی عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما و نیز بزار جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔

قال كتب معاوية الى مغيرة بن شعبة اخبرني بشئ سمعته من رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقال كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اذا قضى الصلاة قال لا اله الا الله وحده لا شريک له له الملک و له الحمد و هو على كل شى قدير اللهم لا مانع لما اعطيت و لا معطى لما منعت و لا ينفع ذا الجد منک الجد .

حضرت معاویہ نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ مجھے وہ چیز بتائیے جس کو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے مغیرہ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز مکمل فرما لیتے تو یہ دعا کہتے **لا اله الا الله وحده لا شريک له الخ.** (مولف)

توریت کی ایک دعا

سنن نسائی میں عطاء بن ابی مروان اپنے باپ سے راوی

ان كعبا حلف له بالله الذى فلق البحر لموسىٰ انا لنجد فى التوراة ان داؤد نبى الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان اذا انصرف من صلاته قال اللهم اصلح لى دينى الذى جعلته لى عصمة و اصلح لى دنياى التى جعلت فيها معاشى اللهم انى اعوذ برضاك من سخطك و اعوذ يعنى بعفوك من نقمتك و اعوذ بك منك لا مانع لما اعطيت و لا معطى لما منعت و لا ينفع ذا الجد منك الجد.

قال وحدثنى كعب ان صهيبا حدثه ان محمدا صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يقولهن عند انصرافه من الصلاة .

بیشک کعب احبار نے خدا کی قسم کھائی جس نے موسیٰ علیہ السلام کے لیے دریا کو پھاڑ دیا کہ میں توریت میں پاتا ہوں کہ اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام جب نماز سے پھرتے تو فرماتے اللهم اصلح لى دينى الذى جلعته لى عصمة الخ.

اور صہیب نے بیان کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی نماز سے پھرنے کے بعد اس دعا کو کہتے تھے۔ (مولف)

سلام پھیرنے کے بعد کی دعا

صحیح مسلم میں براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے

قال كنا اذا صلينا خلف رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم احببنا ان نكون عن يمينه يقبل علينا بوجهه قال فسمعته يقول رب قنى عذابك يوم تبعث او تجمع عبادك .

ہم جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے تو یہ پسند کرتے کہ ہم حضور کی

داہنی طرف ہوں تاکہ روئے مبارک ہماری طرف کریں اور ہم نے فرماتے ہوئے سنا ہے اے رب اپنے عذاب سے محفوظ رکھ جس دن تو اٹھائے گا یا یہ فرمایا کہ جس دن تو اپنے بندوں کو جمع فرمائے گا۔ (مولف)

سر پہ ہاتھ رکھ کر دعا

بزار و مسند و طبرانی معجم اوسط و ابن السنی کتاب عمل الیوم واللیلۃ و خطیب بغدادی تاریخ میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا صلی و فرغ من صلاتہ مسح بیمینہ علی رأسہ و قال بسم اللہ الذی لا الہ الا ھو الرحمن الرحیم اللھم اذھب عنی الھم و الحزن .

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے تھے تو دست راست سر انور پر پھیرتے اور یہ دعا پڑھتے بسم اللہ الذی الخ. (مولف)

دعا کے وقت ہاتھ اٹھانا

ابوبکر بن ابی شیبہ مصنف میں راوی :

عن الاسود العامری عن ابیہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الفجر فلما سلم انصرف و رفع یدیہ و دعا . الحدیث.

اسود عامری نے اپنے باپ سے روایت کر کے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز فجر پڑھی جب حضور نے سلام پھیرا تو انصراف قبلہ فرمایا اور دونوں ہاتھ کو اٹھا کر دعا فرمائی۔ (مولف) (فتاویٰ رضویہ ج ۳، ص ۸۳، ۸۴، ۸۵)

بلند آواز سے دعا

مسلم وغیرہ میں ہے۔

عن عبد الله بن الزبير رضى الله تعالىٰ عنهما كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اذ سلم من صلاته قال بصوته الاعلىٰ لا اله الا الله وحده لا شريك له الملك و له الحمد و هو على كل شى قدير و لا حول و لا قوة الا بالله لا نعبد الا اياه و له النعمة و له الفضل و له الثناء الحسن لا اله الا الله مخلصين له الدين و لو كره الكافرون.

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز کا سلام پھیرتے تو بلند آواز سے یہ دعا پڑھتے لا اله الا الله وحده الخ. (مولف)

(فتاویٰ رضویہ ج ۳، ص ۸۷)

دعا کے بعد چہرے پر ہاتھ پھیرنا

ترمذی وحاکم کی حدیث میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے:

كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اذا رفع يديه فى الدعاء لم يحطهما حتى يمسح بهما وجهه.

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دعا کے لیے ہاتھوں کو اٹھاتے تو چہرے پر پھیرنے سے پہلے نہیں جھکاتے تھے۔ (مولف)

حدیث حسن ابوداؤد، سائب بن یزید اپنے باپ سے راوی

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا دعا فرفع یدیہ مسح وجھہ بیدیہ .

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دعا کے لیے ہاتھوں کو اٹھاتے تو ہاتھوں کو چہرۂ انور پر پھیرتے تھے۔ (مولف)

ہاتھوں کو روئے انور پر اس لیے پھیرتے تھے تا کہ حصول مراد وقبول دعا کی فال ہو اور چہرہ چوں کہ اشرف اعضا ہے اس کے ذریعہ سے خیر و برکت پورے بدن کو پہنچ جائے۔ (مولف)

(فتاویٰ رضویہ ج ۴،ص ۵۴۰۔انہار الانوار)

چند ماثورہ دعائیں

احادیث میں جو دعائیں وارد ہوئی ہیں جنھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حسب حال ومقام پڑھتے تھے ان میں سے بعض دعائیں یہ ہیں۔

منھا، اللھم ربنا لک الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ کما تحب ربنا و ترضی ملٔ السموات و ملٔ الارض و ملٔ ما شئت من شیٔ بعد.

منھا، اللھم لک الحمد حمدا دائما مع دوامک و لک الحمد حمدا خالدا مع خلودک و لک الحمد حمدا لا منتھی لہ دون مشیتک و لک الحمد حمدا دائما لا یرید قائلہ الا رضاک و لک الحمد حمدا عند کل طرفۃ عین و تنفس کل نفس.

و منھا، اللھم لک الحمد کما ینبغی لجلال و جھک و عظیم سلطنک

و منھا، اللھم لک الحمد شکرا و لک المن فضلا.

و منھا، اللھم لک الحمد کما تقول و خیرا مما نقول .

و من احسنها ، اللهم لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک .

(فتاویٰ رضویہ ج ۳، ص ۵۵۰۔ از ہارالانوار)

اختتام مجلس پر دعا

ابوداؤد و دارمی و ابوبکر بن ابی شیبہ استاذ بخاری و مسلم حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی

کان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اذا جلس مجلسا یقول فی آخره اذا اراد ان یقوم من المجلس سبحانک اللهم و بحمدک اشهد ان لا اله الا انت استغفرک و اتوب الیک .

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کوئی جلسہ فرماتے تو اس کے ختم میں اٹھتے وقت یہ دعا کرتے (تیری پاکی بولتا اور تیری حمد میں مشغول ہوتا ہوں اے اللہ میں گواہی دیتا ہوں تیرے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں میں تیری مغفرت مانگتا اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں)

اسی طرح رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں لفظ **ارادان ینهض** ہے۔

یعنی جب اٹھنا چاہتے یہ دعا فرماتے۔

اور انھوں نے بعد الفاظ مذکورہ دعا میں اتنے لفظ اور زائد کیے۔

عملت سوءً و ظلمت نفسی فاغفرلی انه لا یغفر الذنوب الا انت .

میں نے برا کیا اور اپنی ہی جان کو آزار پہنچایا اب میری مغفرت فرمادے بیشک تیرے سوا کوئی گناہ معاف کرنے والا نہیں۔

حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دعا میں مثل حدیث ابو برزہ ہے اس میں بھی ارشاد ہوا۔

قال قبل ان یقوم من مجلسه .

کھڑے ہونے سے پہلے یہ دعا کرلے۔

حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عام ارشاد و ہدایت قولی وفعلی فرماتے ہیں کہ آدمی کوئی جلسہ کرے اس سے اٹھتے وقت یہ دعا ضرور کرنی چاہیئے کہ اگر جلسہ خیر کا تھا تو وہ نیکی قیامت تک سر بمہر محفوظ رہے گی اور لغو کا تھا تو وہ لغو باذن اللہ محو ہو جائے گا۔

نسائی وابن ابی الدنیا وحاکم وبیہقی حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اذا جلس احدکم فی مجلس فلا یبرحن منه حتی یقول ثلث مرات سبحانک اللهم ربنا و بحمدک لا اله الا انت اغفرلی و تب علی فان کان اتی خیرا کان کالطابع علیه و ان کان مجلس لغو کان کفارة لما کان فی ذلک المجلس.

جب تم میں کوئی کسی جلسے میں بیٹھے تو زنہار وہاں سے نہ ہٹے جب تک تین بار یہ دعا نہ کرلے (پاکی ہے تجھے اے رب ہمارے اور تیری تعریف بجالاتا ہوں تیرے سوا کوئی سچا معبود نہیں میرے گناہ بخش اور مجھے توبہ دے) کہ اگر اس جلسے میں اس نے کوئی نیک بات کہی ہے تو یہ دعا اس پر مہر ہو جائے گی اور اگر وہ جلسہ لغو کا تھا تو جو کچھ اس میں گزرا یہ دعا اس کا کفارہ ہو جائے گی۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۳، ص ۔۷۸۳، سرور العید)

سنن نسائی کی نوع من الذکر بعد التسلیم میں ہے۔

عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قال ان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کان اذا جلس مجلسا او صلی تکلم بکلمات فسألته عن الکلمات فقال ان تکلم بخیر

کان طابعا علیھن الی یوم القیمة و ان تکلم بشر کان کفارة له سبحانک اللھم و بحمدک استغفرک و اتوب الیک .

یعنی ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی مجلس میں بیٹھتے یا نماز پڑھتے کچھ کلمات فرماتے، ام المومنین نے وہ کلمات پوچھے فرمایا وہ ایسے ہیں کہ اگر اس جلسہ میں کوئی نیک بات کہی ہے تو یہ قیامت تک اس پر مہر ہو جائیں گے اور بری کہی ہے تو کفارہ، (الٰہی میں تیری تسبیح و حمد بجالاتا اور تجھ سے استغفار و توبہ کرتا ہوں) (فتاویٰ رضویہ ج ۳، ص ۷۸۴)

شام ویمن کے لیے دعا

صحیح بخاری شریف میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے :

قال ذکر النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فقال اللھم بارک لنا فی شامنا اللھم بارک لنا فی یمننا قالوا یا رسول الله و فی نجدنا قال اللھم بارک لنا فی شامنا اللھم بارک لنا فی یمننا قالوا یا رسول الله و فی نجدنا فاظنه قال فی الثالثة ھناک الزلازل و الفتن و بھا یطلع قرن الشیطان .

یعنی حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی الٰہی ہمارے لیے برکت دے ہمارے شام میں، الٰہی ہمارے لیے برکت رکھ ہمارے یمن میں صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ اور ہمارے نجد میں حضور نے دوبارہ وہی دعا کی الٰہی ہمارے لیے برکت کر ہمارے شام میں الٰہی ہمارے لیے برکت بخش ہمارے یمن میں، صحابہ نے پھر عرض کی یا رسول اللہ اور ہمارے نجد میں، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں میرے گمان میں تیسری دفعہ پر حضور نے نجد کی نسبت فرمایا وہاں زلزلے اور فتنے ہیں اور وہیں سے نکلے گی سنگت شیطان کی۔

(اس خبر صادق مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطابق عبدالوہاب نجدی کے پسر واتباع نے تیرہویں صدی میں حرمین طیبین پر خروج کیا اور نا کردنی کاموں، ناگفتی باتوں سے کوئی دقیقہ زلزلہ وفتنہ کا اٹھا نہ رکھا۔) (فتاویٰ رضویہ ج ۳، ص ۲۸۵۔ انتھی الاکید)

اشعار

نبوی دعاؤں سے متعلق امام احمد رضا بریلوی یہ ارشاد فرماتے ہیں :

جلو میں اجابت خواصی میں رحمت — بڑھی کس تزک سے دعائے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا — بڑھی ناز سے جب دعائے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا — دلھن بن کے نکلی دعائے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

●

عمر بھر تو یاد رکھا — وقت پر کیا بھولنا ہو
وقت پیدائش نہ بھولے — کیف ینسی کیوں قضا ہو
وہ ہو جس کے رد کی خاطر — رات دن وقف دعا ہو

●

وہ دعا جس کا جوبن بہار قبول
اس نسیم اجابت پہ لاکھوں سلام

(حدائق بخشش)